UPLOAD
BY
SALIMSAL
KHAN
@
YAHOO.COM

دنیا کا سب سے پہلا ہیبت ناک ناول
جو انگریزی ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے

خانقاہ

مصنف
ایم۔ جی۔ لیوس

مترجم
مظہر الحق علوی

دنیا کا سب سے پہلا ہیبت ناک ناول

خانقاہ

جو انگریزی ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے

مصنف

ایم۔ جی۔ لیوس

مترجم

مظہر الحق علوی

UPLOAD BY SALIMSALKHAN@YAHOO.COM

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

اطلاع

یہ ناول آپ کے لئے نہیں ہے!

- ☆ اگر آپ نابالغ ہیں
- ☆ اگر آپ کا دل کمزور ہے
- ☆ اگر آپ رات کو تنہا سوتے ہیں
- ☆ اگر آپ عموماً بھیانک خواب دیکھتے ہیں
- ☆ اگر آپ ضرورت سے زیادہ شرمیلے ہیں
- ☆ اگر آپ کا ایمان کمزور ہے
- ☆ اگر آپ بھوت پریت اور روحوں سے ڈرتے ہیں
- ☆ اگر آپ قبر کے مناظر کی تاب نہیں لا سکتے
- ☆ اگر آپ کے آس پاس کوئی ایسا مکان ہے جو آسیب زدہ مشہور ہے

-: تو براہِ کرم آپ اس صفحہ کو نہ الٹیے اور یہ کتاب اس وقت رکھ دیجئے :-

☆☆

’’خانقاہ‘‘ کے متعلق

یہ ناول ۱۷۹۶ء میں پہلی دفعہ شائع ہوا تو ادبی دنیا میں عموماً اور عیسائیوں میں خصوصاً ایک ہلچل مچ گئی۔ متعصب پادریوں نے اس ناول کے مطالعہ کی بلکہ اسے گھر میں بھی رکھنے کی سخت ممانعت کردی کیونکہ اس ناول نے تارک الدنیا پادریوں، راہبوں اور ننوں کے فریب اور لرزہ خیز مظالم پر سے ایک جھٹکے کے ساتھ سارے پردے اٹھا دیئے تھے۔ انگلستان اور اسپین کے بڑے بڑے شہروں میں اس ناول کی ہولی جلائی گئی۔ اس کے باوجود اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں یہ ناول نہ پایا گیا ہو۔ یہ ’’شجر ممنوعہ‘‘ ڈیڑھ پونے دوسوسال پہلے بھی لوگوں کو مرغوب تھا اور آج بھی ہے۔ اس کی جلدیں باپ کو بیٹی اور بیٹی کو باپ کے تکیے کے نیچے سے ملتی رہیں۔ یہ ناول چھپ کر اور تنہائیوں میں پڑھا جاتا رہا۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ کوئی فحش ناول ہے۔ پھر ایسا کیوں تھا؟ اس کا جواب تو آپ کو اس کے مطالعہ کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ البتہ ایک نقاد نے اسے خون خرابے، خوفناک، لرزہ خیز واقعات اور شرمناک پلندہ کہا ہے۔ تاہم تقریباً سارے ہی نقاد، قدیم وجدید اس بات پر متفق ہیں کہ ایسا عجیب وغریب، خوفناک، خطرناک، بے دھڑک لیکن ساتھ ہی ساتھ اصلاحی ناول کبھی نہیں لکھا گیا۔

یہی وہ ناول ہے جس نے انگریزی ادب میں ہیبت ناک ناولوں کی بنیاد رکھی اور ادب کو ایک نیا موڑ دیا۔ ہوسکتا ہے کہ بعض مناظر آپ کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک کی لہریں دوڑا دیں، ہوسکتا ہے کہ بعض مناظر کو برداشت نہ کرکے آپ چیخ اٹھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چند مناظر آپ کے دل میں کراہیت پیدا کردیں اور آپ اس دن دوپہر یا رات کا کھانا نہ کھاسکیں۔

چونکہ یہ ناول ڈیڑھ پونے دوصدی پہلے لکھا گیا تھا اس لئے اس کی انگریزی بھی قدیم

ہے اور بعض ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو اَب متروک ہیں۔ چنانچہ اس کا ترجمہ کرنے میں مجھے جن دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ وہ حضرات بخوبی لگا سکتے ہیں جن کا سابقہ کبھی ایسے ناولوں سے پڑا ہو۔

بہر حال میں ایک کمیاب بلکہ نایاب ناول اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر کے فخر محسوس کر رہا ہوں اور یقین ہے کہ ہر قاری کو اس میں اپنی دلچسپی کا سامان مل جائے گا۔

مظہر الحق علوی

خان پور، سید واڑہ، احمد آباد

☆☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

اپنے قارئین سے

شاید مجھے نکال کر پچھتا رہے ہوں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آگیا ہوں میں

جی ہاں! یہ میں ہوں، آپ کا اپنا مظہرالحق علوی۔ بہ فضلِ خدا بقیدِ حیات ہوں (حالانکہ اب عناصر میں وہ اعتدال نہیں)۔ کوئی پچیس ایک سال پہلے میں 'ادبی دنیا' سے انتقال کر گیا تھا بلکہ میرے اکثر قارئین نے تو سمجھ لیا تھا کہ میں اس دنیائے آب و گل سے بھی انتقال کر گیا ہوا لیکن یہ چند سطور اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔

نسیم انہونوی کے انتقال اور نسیم بکڈپو میں آگ لگنے کے بعد نسیم بکڈپو سنبھل نہ سکا۔ سرے سے ختم ہوگیا۔ چنانچہ مایوس ہو کر میں نے بھی قلم رکھ دیا کہ بھائی اب تم بھی لکھنا لکھانا ختم کرو اور بیٹھے رہو تصورِ جاناں کئے ہوئے۔

ان بیس پچیس برسوں میں دوست احباب، خصوصاً عفت موہانی (جن کو مرحومہ لکھتے ہوئے دل خون ہوتا ہے) تقاضہ کرتے رہے کہ میں پھر قلم اٹھاؤں، کم سے کم وہ ناول مکمل کردوں جو نسیم بکڈپو کے بند ہو جانے کے باعث نامکمل رہ گئے ہیں۔ لیکن افسوس کہ کوشش کے باوجود طبیعت اِدھر نہیں آئی۔ اس عرصے میں وہ بھی رخصت ہوئے جو میرے بہت قریب اور ہمدرد تھے اور میرے ناولوں کے رسیا بھی۔ ہارون رشید (ایڈیٹر اردو بلٹز) مجروح سلطانپوری، ساحر سدھیانوی، جاں نثار اختر، ظ۔ انصاری اور کرشن چندر وغیرہ تو بہت پہلے ہی جا چکے تھے سردار جعفری، کیفی اعظمی اور عفت موہانی آخر میں گویا حال ہی میں گئے چنانچہ یہ اونٹ کی پیٹھ پر آخری تنکا تھا جس نے مجھے بالکل ہی بٹھا دیا کہ اب نہ اٹھ سکوں گا۔

لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ مایوسی کفر ہے۔ چنانچہ میرا کفر بھی ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ میرے دو بے حد پیارے دوستوں نے نہ صرف تقاضہ کیا بلکہ باقاعدہ تحریک ہی چلادی۔ ساجد رشید

(ایڈیٹر پاورق) اور شکیل رشید (نیوز ایڈیٹر اردو ٹائمز) ان حضرات نے نہ صرف مجھے اپنے ناول کے نئے ایڈیشن چھپوانے پر بلکہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی کے مالک جناب محمد مجتبیٰ خان کو ناول چھاپنے پر رضامند کرلیا۔ گجرات کے دورے کے درمیان خان صاحب، میرے دوست ذاکر حسین کے ساتھ بذات خود غریب خانے پر تشریف لائے اور دس بارہ ناول چھاپنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے (آپ کے تمام ناول چھاپ دوں گا۔ انہوں نے کہا)

چنانچہ اب ہوا یوں کہ "شراب کہنہ در جام نو" آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے اور جام نو تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ بہت خوبصورت ہے چنانچہ اس میں یہ شراب دو آتشہ ہوگئی ہے اور یوں میرے ان تین دوستوں اور کرم فرماؤں کی وجہ سے ادبی دنیا میں میرا دوسرا جنم ہوا ہے۔

رہا نئے ناول پیش کرنے کا سوال تو بشرط زندگی وہ بھی پیش کرتا رہوں گا۔ اب تو حوصلہ پھر بلند ہے چنانچہ سینہ ٹھونک کر کہہ سکتا ہوں کہ

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو میرے گلشن کے خوشہ چینوں کو

ساجد رشید اور شکیل رشید کے علاوہ ایک اور رشید بھی ہیں جو نئے تراجم کے لئے میرے حلق پر ناخن دیئے ہوئے ہیں۔ وہ ہیں رشید ابہام (ابہام کیوں ہیں یہ الگ داستان ہے۔ ہفتے میں ایک دفعہ میرے غریب خانے پر آجاتے ہیں اور جب تک میں زندہ ہوں یقیناً آتے رہیں گے۔ گھر میں قدم رکھتے ہی پہلا سوال ہوتا ہے ناولوں کا کام کس منزل میں ہے خدا ان تینوں رشیدوں۔ ساجد رشید، شکیل رشید اور رشید ابہام کو عمر دراز عطا کرے۔ آمین

میں ساجد رشید، شکیل رشید اور محمد مجتبیٰ خان کا ممنون اور احسان مند ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے ایک نئی زندگی ملی ہے۔ امید بلکہ یقین ہے کہ میرے اس نئے جنم میں بھی قارئین میرے ناول ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

۱۸، مئی ۲۰۰۸ء

مظہر الحق علوی

احمد آباد

☆☆

پہلا باب

خانقاہ کا بڑا گھنٹہ اپنی فولادی اور گونجدار آواز میں بجنے لگا۔ اسے اپنی گرجدار آواز میں "ٹھن ٹھن" کرتے ابھی پانچ منٹ سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ "کاپوشن" کا گرجا گھر سامعین سے کھچا کھچ بھر گیا۔

اس کا ایک ایک کونہ بھر گیا اور چوبی نشستوں میں سے کسی ایک پر بھی اتنی جگہ نہ رہی کہ وہاں سوئی کی نوک بھی داخل کی جاسکتی ہو۔

گرجے کی نشستوں کے درمیان جو راستہ چھوٹا ہوا تھا اس کے دونوں کناروں پر مختلف ولیوں کے مجسمے عبادت کناں کھڑے تھے۔ سامعین کو اور کہیں جگہ نہ ملی تو وہ سارا احترام بالائے طاق رکھ کر ولیوں کے سروں شانوں پر ہی سوار ہوگئے۔ لڑکے فرشتوں کے پھیلے ہوئے بازوؤں سے لٹک گئے۔ سینٹ فرانسس اور سینٹ مارک کے شانوں پر ایک ایک لڑکا سوار تھا اور سینٹ اگاتھا کی گود میں بیک وقت تین لڑکے چڑھے بیٹھے تھے۔

یہ حالت تھی اور یہ جم غفیر تھا جبکہ دو اور ہستیاں گرجا میں داخل ہوئیں اور دروازے کے قریب ہی لمحہ بھر کے لئے رک کر ادھر اُدھر نظر دوڑانے لگیں کہ شاید بیٹھنے کو کہیں جگہ مل جائے مگر وہاں تو تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

اس کے باوجود آنے والیوں میں سے معمر خاتون بے دھڑک آگے بڑھتی رہی وہ کسی سے الجھی، کسی سے ٹھوکر کھائی، کسی سے ٹکرائی اور کسی کے پیر پر پیر رکھ دیا۔ احتجاج کی چیخیں بلند ہوئیں، غصے کا اظہار کیا گیا، منہ بنائے گئے، لیکن بڑھیا پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آگے بڑھتی رہی تو ادھر اُدھر سے اسے مخاطب کیا جانے لگا۔

"یہ آپ کہاں جارہی ہیں؟ آگے جگہ نہیں ہے۔"

"یقین کیجئے میں خود ایک کولہے پر بیٹھا ہوں۔ آپ کو کہاں بٹھاؤں گا۔"

"محترمہ! آپ میرے پیر کا قیمہ کئے دے رہی ہیں۔ آگے راستہ نہیں ہے۔"

"توبہ توبہ۔ کیا زمانہ آیا ہے۔ یہ عورت کسی کی سنتی ہی نہیں، بس گھستی چلی آتی ہے۔"

"آخر ایسی بھی کیا ضد۔"

لیکن معمر خاتون ان سب فقروں کا جواب ایک نگاہِ غلط انداز اور خون کھولا دینے والی خاموشی سے دیتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ وہ بڑے ہٹیلے پن سے ہر قدم اٹھاتی اور اپنے جھریوں پڑے خشک اور لمبے بازوؤں سے بھیڑ کو چیرتی پھاڑتی آخرکار گرجا کے بطن میں پہنچ گئی۔ اب وہ منبر سے زیادہ دور نہ تھی۔ اس کی ساتھی خوبصورت لڑکی بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی تھی لیکن وہ اپنی ساتھی کی ضدی پن اور اکھڑ پن سے بے حد شرمندہ اور خجل معلوم ہوتی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا، ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور رخساروں پر شفق کھل رہی تھی۔

"میرے خدا!" معمر خاتون نے متلاشی نگاہ سے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔ "میرے خدا کیا غضب گرمی ہے اور کیا قیامت کی بھیڑ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورا شہر ہی امڈ آیا ہے۔ مسیح جانے کیا مطلب ہے اس بھیڑ کا۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ ہمیں لوٹ ہی جانا پڑے گا۔ بیٹھنے کو تو کہیں جگہ ہے نہیں، اوپر گرمی سے جی ہولا رہا ہے اور نہ ہی یہاں کوئی ایسا شریف دکھائی دیتا ہے جو ہمارے بیٹھنے کی ذرا سی جگہ ہی بنا دے۔"

اس نے یہ آخری الفاظ کچھ ایسے کٹیلے انداز میں کہے تھے کہ وہاں بیٹھے ہوئے وہ نوجوان جو بڑے بانکے سپاہی معلوم ہوتے تھے، اسی طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ دونوں دائیں طرف دو تپائیوں پر اور اس ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے جو منبر سے ساتواں تھا۔ جیسا کہ کہا گیا دونوں ہی نوجوان بانکے چھبیلے تھے۔ ان کے لباس سے ان کی امارت ٹپکی پڑتی تھی۔

یہ تلخ احتجاجی الفاظ سن کر دونوں نوجوانوں نے اپنی گفتگو کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دی اور سر اٹھا کر یہ الفاظ سن کر کہنے والی کی طرف دیکھا۔ بڑی بی نے گرجا میں ٹھیک سے دور تک دیکھنے کی غرض سے اپنی نقاب الٹ کر سر پر ڈال لی تھی۔ اس کے بال سرخ تھے اور آنکھیں بھینگی۔ نوجوان نے نسائی آواز سن کر اس طرف دیکھا تھا، لیکن جب انہیں جوان اور حسین چہرے کے بجائے بوڑھا بھینگی آنکھ والا چہرہ نظر آیا تو وہ پھر اپنی گفتگو میں مصروف ہوگئے۔

"تم ٹھیک کہتی ہو لیونیلا۔" بڑھیا کی ساتھی نے کہا۔ "چلو گھر چلیں۔ اس وقت اوّل تو گرمی نے پریشان کر رکھا ہے اور پھر یہ زبردست بھیڑ دیکھ کر طبیعت اور گھبرا رہی ہے۔"

یہ الفاظ ایک ایسی شیریں آواز نے اور کچھ ایسے دلپذیر لہجے میں کہے تھے کہ تپائیوں پر بیٹھے ہوئے ہمارے دونوں نوجوانوں کی گفتگو کا سلسلہ ایک بار پھر خود بخود منقطع ہوگیا۔ یہاں تک خیر ٹھیک تھا لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ اس دفعہ ان دونوں بانکوں نے گردنیں اٹھا کر اس طرف غیر دلچسپی سے دیکھنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ وہ بے اختیار اپنی اپنی نشست پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور

بولنے والی کی طرف پورے پورے گھوم گئے۔

جیسا کہ کہا گیا کہ یہ آواز نسائی تھی لیکن اس میں ایسی شیرینی، ایسی نزاکت اور ایسی شائستگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ دونوں نوجوانوں کے دلوں میں ایک تلاطم سا بپا ہوگیا اور وہ اس کی صورت دیکھنے کے لئے بے قرار ہوگئے جس کی آواز ایسی حسین تھی۔

لیکن ہمارے نوجوانوں کو سخت حیرت ہوئی اور ان کی نظر اس موٹی نقاب میں الجھ کر رہ گئی جو بولنے والی کے چہرے پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن زبردست بھیڑ میں راستہ بناتا اور گھس پیٹھ کر گزرنے کی وجہ سے نقاب اتنی تو ضرور ادھر ادھر کھسک گئی تھی کہ بولنے والی کی گردن صاف نظر آتی تھی اور گردن بھی ایسی نازک اور صراحی دار تھی کہ حسن کی دیوی وینس اس پر رشک کرے۔ اس کی سفیدی ایسی تھی کہ نظر خیرہ ہو رہی تھی۔ پھر اس پر کالے کالے بالوں کی لٹیں دل کو اور بے قرار کئے دے رہی تھیں اور یہ بال اتنے لمبے تھے کہ ناگوں کی طرح بل کھاتے ہوئے اس کی کمر تک پہنچ رہے تھے۔ اس کا قد درمیانے سے کچھ کم تھا اور اعضا نازک نازک، ہمارے نوجوانوں کی متلاشی اور بے قرار نظریں اس کی چھاتیوں کے متعلق کوئی اندازہ نہ لگا سکیں کیونکہ وہ بڑی احتیاط اور شرافت سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اس کا لباس سفید تھا جسے عربی طرز کا کمربند، جسے مشاش کہتے ہیں سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ لباس اس کے ٹخنوں تک آ رہا تھا۔ چنانچہ وہاں اس لباس میں سے اس کے چھوٹے چھوٹے نازک اور گورے پیر جھانک رہے تھے۔ اس کی نازک کلائی سے بڑے دانوں کی ایک تسبیح لٹک رہی تھی۔ اس کے چہرے کو موٹے سوتی کپڑوں کی کالی نقاب نے چھپا رکھا تھا۔

چنانچہ ایسی تھی وہ لڑکی جسے ہمارے نوجوان میں سے ایک نے جو اپنے ساتھی سے عمر میں کم تھا، اپنی نشست پیش کر دی۔ اپنی ساتھی کی دیکھا دیکھی دوسرے نوجوان کے لئے اپنی نشست بڑھیا کو دینا ضروری ہوگیا۔

بڑی بی شکریہ اور ہزاروں دعاؤں کے بعد لیکن ذرا بھی تکلف کا اظہار کئے بغیر تپائی پر بیٹھ گئیں۔ اس کی نوجوان اور حسین ساتھی نے اس کی تقلید کی، لیکن منہ سے کچھ نہ کہا البتہ شکریہ کے اظہار کے طور پر اپنے سر کو ہلکا سا جھکا دیا اور بس۔

ڈان لورانزو — کیونکہ یہی ہمارے اس نوجوان کا نام تھا جس نے اپنی نشست حسین لڑکی کو دی تھی — اس کے قریب بیٹھ گیا لیکن بیٹھنے سے پہلے اس نے اپنے ساتھی کے کان میں کچھ کہا۔ موخر الذکر اپنے دوست ڈان لورانزو کا مدعا سمجھ کر فوراً ہی بڑی بی کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوگیا تاکہ اس کا دھیان نوجوان حسینہ کی طرف سے ہٹا رہے جس کی حفاظت

دونوں جی جان سے کر رہی تھی جیسے خزانے کی حفاظت ناگ کرتا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں کہ آپ مدریہ میں ابھی ابھی اور پہلی دفعہ آئی ہیں۔" لورانزو نے حسینہ سے کہا ورنہ ناممکن تھا کہ ایسا حسن اب تک محفلوں میں گفتگو کا موضوع نہ بن گیا ہوتا، اور اگر آج پہلی دفعہ باہر نہ آئی ہوتیں تو آپ کا حسن اور نزاکت عورتوں کے دلوں میں رشک و رقابت کی آب اور مردوں کے دلوں میں عشق کا طوفان جگا دیتا اور گھر گھر جھگڑے ہونے لگتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ آپ حال ہی میں یہاں مدریہ میں آئی ہیں بلکہ آج پہلی دفعہ گھر سے باہر قدم بھی رکھا ہے۔ کہیے میرا خیال غلط تو نہیں ہے۔؟"

وہ جواب کے انتظار میں خاموش ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ایسا نہ تھا جس کا جواب دیا جاتا۔ چنانچہ حسینہ خاموش رہی۔

چند لمحوں کے وقفہ کے بعد لورانزو نے اپنی بات آگے چلائی۔

"تو کیا میرا یہ خیال غلط ہے کہ آپ مدریہ میں اجنبی ہیں؟"

اور اب حسینہ مجبور ہو گئی۔ چند ثانیوں تک تو شش و پنج میں رہی لیکن اب جواب دیئے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس لئے اس نے بے حد نیچی آواز میں کہا۔

"جی نہیں سینور۔ آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔"

لورانزو کا دل ایک قلابازی کھانے کے بعد دھڑکنے لگا۔

"یہاں آپ کا قیام تو شاید طویل رہے گا؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"اگر آپ کی خدمت کا شرف مجھے حاصل ہوا اور اگر آپ نے مجھے اس کی اجازت دی کہ آپ کے قیام کو میں آرام دہ اور پر آسائش بنا سکوں تو یہ میری خوش بختی ہو گی۔ یہاں مدریہ میں یسوع مسیح کی مہربانی سے مجھے کچھ اثر و رسوخ حاصل ہے اور میرے خاندان کی خدا کے فضل سے دربار تک رسائی ہے۔ اگر میں کسی بھی طرح آپ کے کام آسکا تو یہ میرے لئے فخر کی بات تو ہو گی لیکن یقین کیجئے کہ آپ پر میرا کوئی احسان نہ ہو گا۔ چنانچہ اگر آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بلا تکلف فرمادیجئے۔" اور پھر لورانزو نے دل میں کہا۔

"اب پکڑی گئیں محترمہ۔ ظاہر ہے کہ میری اس بات کا جواب وہ صرف جی ہاں یا جی نہیں سے تو نہ دے سکیں گی۔"

لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا اور حسینہ نے اس کا جواب قدرے سر جھکا کر ہی دیا تو

لورانزو کو سخت مایوسی ہوئی۔ چند منٹ کے وقفے کے بعد اس نے پھر کہا۔

"چونکہ آپ یہاں نووارد ہیں اسی لئے یہاں کے رسم سے واقف نہیں ہیں کہ اب تک اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہیں۔ اجازت ہو تو آپ کے چہرے پر سے نقاب اٹھا دوں۔"

اور اس نے اپنا ہاتھ نقاب کی طرف بڑھا دیا اور اسے روکنے کے لئے حسینہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"معاف کرنا سینور! میں نے کبھی سب کے سامنے اور مجمع میں نقاب نہیں اٹھائی۔"

"نقاب اٹھا لینے میں آخر نقصان کیا ہے؟" بڑی بی نے قدرے چڑ کر کہا۔— "تم دیکھ نہیں رہیں کہ یہاں موجود خواتین نے نقابیں اتار کر رکھ دی ہیں ایک طرف؟ کیونکہ تم جانو ہم کسی رقص گاہ یا کسی سرائے یا کسی محفل میں نہیں بلکہ خداوند خدا کے گھر میں ہیں جہاں چہرے پر نقاب ڈال کر بیٹھنا سراسر بے ادبی ہے۔ خود میں نے اپنی نقاب اتار دی ہے اور اگر میں سب کے سامنے بے پردہ ہو سکتی ہوں تو پھر بھلا تمہیں یوں گھبرانے اور خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ ہائے ہائے۔ ایسے تو کیا لال جڑے ہیں تمہارے چہرے پر کہ کوئی چرا لے گا۔ میں کہتی ہوں، نقاب اتار دے بچی۔ کوئی تیری ناک یا تیرا منہ وغیرہ لے کر بھاگ نہ جائے گا۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔"

"لیکن خالہ ہمارے یہاں موریسیا میں تو یہ رواج نہ تھا کہ ...." "بھاڑ میں جائے موریسیا اور چولہے میں جائے وہاں کا رواج۔ میں پوچھتی ہوں تم مجھے بار بار اس لعنتی قصبہ کی یاد کیوں دلا دیتی ہو؟ اگر یہاں مدریہ میں یہ رواج ہے کہ نقاب اتار دی جاتی ہے تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ فوراً اپنے چہرے پر سے نقاب الگ کرو۔ فوراً تعمیل کرو میرے حکم کی انطونیہ، ورنہ تم جانتی ہو کہ میں ضد اور بحث کو پسند نہیں کرتی۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔"

انطونیہ[1] خاموش رہی اور اب اس نے لورانزو کی کوششوں کو روکنے کی بھی کوشش نہ کی۔ انطونیہ کی خالہ کی شہ پا کر تو وہ اور بھی شیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھا کر انطونیہ کو بے نقاب کر دیا۔

---

[1] قارئین حیران نہ ہوں۔ یہ واقعات اندلس اور ہسپانیہ میں ہو رہے ہیں جہاں کبھی عربوں کی حکومت رہی تھی اور ان کی حکومت نے جہاں اور بہت سے اثرات چھوڑے تھے وہاں عورتوں کو شرم و حیا بھی سکھائی تھی۔ چنانچہ یہ ناول جس دور سے تعلق رکھتا ہے اس وقت اور اس کے بعد تک معزز عیسائی خواتین مسلمان عورتوں کی طرح چہرے پر نقاب ڈال کر باہر نکلا کرتی تھیں حالانکہ مسلمانوں کی حکومت صدیوں پہلے ختم ہو چکی تھی۔ (مظہر الحق علوی)

اور اب ایک ملکوتی چہرہ اس کی بیتاب نظر کے سامنے تھا۔ انطونیہ اتنی حسین نہ تھی جتنی کہ مسحور کن تھی۔ اس کے چہرے کا حسن اس کے نقوش میں نہیں بلکہ اس سے عیاں ایک قسم کے تقدس اور ملاحت میں تھا۔ اگر اس کے نقوش کا جائزہ الگ الگ لیا جاتا تو اس میں سے اکثر قبول صورتی سے کافی دور معلوم ہوتے، لیکن جب سارے نقوش کو بیک وقت دیکھا جاتا تو قابل پرستش معلوم ہوتے۔

اس کی جلد بے شک گوری تھی۔ لیکن ہلکے بھورے رنگ کے دھبوں سے پاک نہ تھی۔ آنکھیں غزالی نہ تھیں اور نہ پلکیں لانبی تھیں لیکن اس کے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں تھے۔ اس کے لانبے اور لہر دار بال ایک فیتے سے گدی پر بندھے ہوئے تھے اور وہاں سے ایک ریشمی آبشار کی صورت اس کی کمر کے نیچے تک آ رہے تھے۔ اس کی گردن صراحی دار اور بے حد خوبصورت تھی۔ اس کے ہاتھ اور بازو تناسب کی اعلیٰ اور مکمل ترین مثال تھے۔ اس کی نیلی آنکھیں پیار کی جنت تھیں اور ان کی چمک کے آگے ہیرے کا جگر کٹ جائے۔ اس کی عمر بمشکل پندرہ سال تھی۔ اس وقت اس کے ہونٹوں پر کھیلتا ہوا ملکوتی تبسم اس کی زندہ دلی کی چغلی کھا رہا تھا، لیکن اس موقع کی حد سے بڑھی ہوئی شرم و حیا اس کی زندہ دلی کو دبائے ہوئے تھی۔

اب انطونیہ شرمیلی نظر سے اپنے گرد و پیش دیکھ رہی تھی اور جب بھی اس کی نگاہیں لورانزو سے چار ہوتیں تو وہ ایک دم سے نظریں جھکا کر اپنی کلائی سے لٹکی ہوئی تسبیح کی طرف دیکھنے لگتی۔ اس کے رخساروں پر شرم کی سرخی آ جاتی اور اس کا دوسرا ہاتھ تسبیح کے دانے پھیرنے لگتا۔ "کٹ، کٹ"۔ تسبیح کے دانے ایک پر ایک گرتے اور انطونیہ کے بشرے سے ظاہر ہوتا کہ وہ نہ جانتی تھی کہ کہاں تھی اور کیا کر رہی تھی۔

لورانزو حیرت اور پسندیدگی کے ملے جلے جذبات سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عین اس وقت انطونیہ کی خالہ لیونیلا کو مناسب معلوم ہوا کہ وہ اپنی بھانجی کی حالیہ بدتہذیبی کے متعلق کچھ کہے۔

"بیٹا! انطونیہ ابھی بچی ہے۔" وہ بولی۔ "چنانچہ دنیا سے اور اس کے رواجوں سے قطعی بے بہرہ ہے۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ لیکن یہ بھی بے چاری کیا کرے۔ اسے دنیا دیکھنے کا موقع ملا ہی نہیں، لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ اس کی پرورش مورسیا کے ایک پرانے قصر میں ہوئی ہے جہاں انطونیہ کا کوئی ساتھی نہیں تھا سوائے اس کی ماں کے جسے دنیا کی ہوا ذرا نہ لگی تھی۔ خدا اس پر رحم کرے۔ بڑی اچھی عورت ہے وہ۔ لیکن بیچاری میں صرف اتنی عقل ہے کہ شوربے کا چمچہ اپنے منہ تک لے جانا چاہتی ہے لیکن ہائے ـــ وہ میری بہن ہے بیچاری، ماں کی طرف سے بھی اور

باپ کی طرف سے بھی ـــ"

"آپ کی بہن ہے اس کے باوجود ایسی کم عقل ہے؟" لورانزو کے ساتھی ڈان کرسٹوفر نے کہا۔ "یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے۔"

"ہاں سینور۔ حیرت کی بات ہے کہ نہیں؟ بہرحال یہ حقیقت ہے لیکن غضب خدا کا ہے کہ نہیں کہ قسمت بھی چند لوگوں کے ساتھ عجیب کھیل کھیلتی ہے۔ اب ہوا یوں کہ ایک امیر نوجوان کے دل میں جو بے حد شریف تھا، یہ بات آئی کہ میری بہن کو اپنے حسن پر ناز ہے۔ اب جہاں تک ناز کا تعلق ہے تو اس کی تو کوئی کمی نہ تھی ـــ رہا حسن تو اس کا شائبہ نہ یہاں تھا اور نہ وہاں۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ بہرحال جیسا کہ میں کہہ رہی تھی وہ شریف زادہ میری بہن البویرا کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ پھر ان دونوں نے شریف زادے کے باپ سے چھپ کر شادی کر لی۔ ان کی شادی پورے تین برس تک راز میں رہی۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ لیکن کب تک، آخر کار شریف زادے کے بوڑھے باپ مارکیوس کو اس کی خبر ہو گئی۔ ہائے ہائے۔ وہ تو مارے غصے کے دیوانہ ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا۔ بھلا اس کی ناک نہیں کٹ گئی تھی۔ اس کے بیٹے کے اس کرتوت سے؟ چنانچہ غضب خدا کا وہ اسی وقت قرطبہ کے لئے روانہ ہو گیا کہ البویرا کو پکڑ کر کسی ایسی جگہ بھیج دے جہاں سے لوٹ کر وہ واپس نہ آ سکے اور نہ ہی اس کے متعلق کسی کو کبھی کوئی خبر ملے، لیکن وہاں پہنچ جب اسے پتہ چلا کہ البویرا تو اپنے شوہر کے پاس چلی گئی ہے اور پھر وہ دونوں شرق الہند کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو میں کہہ نہیں سکتی کہ وہ موا بڈھا مارکیوس کتنا غضب ناک ہوا۔ ہائے ہائے۔ وہ تو موا جیسے شیطان بن گیا تھا پورا۔ کیا ڈکرا رہا تھا، کیا گرج رہا تھا اور توبہ توبہ ہم سب کو کیا پھاڑ دینے والی گالیاں دے رہا تھا۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں اور اس موئے کھوسٹ نے میرے باپ کو قید میں دھکیل دیا۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ بھلا میرے باپ کا کیا قصور تھا کہ اس موئے نے اسے ہی قید کر دیا۔ میرا باپ تو بیچارا ایک شریف موچی تھا اور کیا عمدہ جوتے بناتا تھا کہ لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے تھے۔ جوتے بنوانے۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔"

"یہ بڈھا مارکیوس تو واقعی بڑا شیطان نکلا۔"

"ارے سینور! شیطان کا بھی باپ۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ موئے کے دل میں رحم اور ہمدردی نام کی کوئی چیز تو تھی ہی نہیں، خیر تو ہوا یہ کہ شرق الہند میں پورے تیرہ برس تک وہاں کی سخت گرمی میں بھنکنے اور تپتے رہنے کے بعد البویرا کا شوہر آخر کار مر گیا۔ چہ ـــ ہا ـــ بیچارا۔ اب البویرا واپس ہسپانیہ آ گئی، لیکن کس حال میں؟ نہ رہنے کو گھر، نہ سر چھپانے کو کہیں جگہ اور نہ پاس پائی

پیسہ، لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ بے چاری کے پاس پائی پیسہ ہوتا تو اسے کہیں ٹھور ٹھکانہ مل جاتا۔

"اس وقت انطونیہ الویرا کی گود میں تھی۔ دودھ پیتی بچی تھی اور الویرا کے سارے بچوں میں یہی ایک زندہ بچی تھی۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ خیر تو ہسپانیہ پہنچ کر الویرا کو پتہ چلا کہ اس کے سسر نے دوسری شادی کر لی تھی، اس میں اور کونٹے[1] میں سخت دشمنی ہو گئی تھی اور یہ کہ مارکیوس کی دوسری بیوی سے ایک بیٹا تھا جو خاصا قبول صورت جوان تھا۔

"مارکیوس نے میری بہن سے ملنے اور اس کی بیٹی کو ایک نظر بھی دیکھنے سے صاف انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اس شرط پر کہ الویرا کبھی اس سے نہ ملے اور نہ ہی اس کے شہر میں آئے وہ اس کے نام وظیفہ جاری کر دے گا اور اس کے رہنے کے لئے موریسیا میں وہ قصر دے دے گا جو اس کی بیٹی، مارکیوس کی ملکیت تھا۔ الویرا نے اپنے خسر کی یہ پیشکش قبول کر لی اور موریسیا کے قصر میں چلی گئی اور ابھی ایک مہینے پہلے تک وہیں مقیم تھی۔ اس نے وہاں سے باہر قدم نہ نکالا تھا۔"

"اور اب کون سی خاص بات آپ کی بہن کو یہاں، مدرید لائی ہے۔؟" لورانزو نے پوچھا، جو چونکہ انطونیہ کے حسن سے مسحور ہو گیا تھا اس لئے اب اس کے متعلق کچھ جاننا بھی چاہتا تھا اور یہ معلومات باتونی لیونیلا بہم پہنچا رہی تھی۔

"ہائے سینور! ہوا یوں کہ الویرا کا خسر ایک عرصہ ہوا مر گیا۔ چنانچہ موریسیا کے ناظم نے میری بہن کو وظیفہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اب میری بہن اس کے بیٹے یعنی اپنے خسر کے بیٹے سے وظیفہ دوبارہ جاری کرنے کی التجا کرنے کی غرض سے یہاں آئی ہے، لیکن میرا تو خیال ہے کہ وہ اس کے پاس جانے کی زحمت نہ ہی کرے تو اچھا ہے۔ وہ موا اس کی سنے گا نہیں۔ میں نے تو اسے مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی درخواست کے ساتھ انطونیہ کو اپنے خسر کے بیٹے کے پاس بھیج دے۔ لیکن وہ تو میری ایک نہیں سنتی گویا میں اس کی دشمن ہوں۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ بڑی ضدی عورت ہے میری بہن۔ بہر حال میرا یہ مشورہ نہ مان کر اس نے سخت غلطی کی ہے، جس کا پتہ اسے جلد چل جائے گا۔ تم جانو بھئی، اچھی صورت بڑا کام کرتی ہے اور انطونیہ کی صورت بری نہیں۔"

"اگر ایسا ہے سینورا۔" ڈان کرسٹوفر نے بے حد جذباتی آواز میں کہا۔ "اگر واقعی خوبصورت چہرہ یہ کام کر سکتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ کی بہن خود آپ کو اپنی درخواست کے ساتھ کیوں نہیں بھیج دیتیں۔"

1 فرانس کا ایک معزز شاہی خاندان یا اس کا کوئی فرد۔ (مظہر الحق علوی)

"لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں سینور! آپ تو اسے چھو۔ واہ۔ لو۔ بھلا میں کیوں جانے لگی اور چلی بھی جاتی۔ آخر الویرا میری بہن ہی تو ہے، لیکن تم جانو، ایسے جوان مرد بیٹے ہی وہ ہوتے ہیں موئے ان کا کوئی بھروسہ نہیں۔ پتہ نہیں کیا کر بیٹھیں۔ نا بابا نہ۔ میں نے آج تک اپنی عزت بچا رکھی ہے۔ مجال ہے جو کوئی جانے کہ لیونیلا کیسی ہے اور یہ نیلا ایسی ہے۔ لوغضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ آج تک کسی مرد نے مجھے انگلی تک تو لگائی نہیں۔ میں جانتی ہوں موئے مردوں کو کس طرح دور رکھا جا سکتا ہے۔"

"بالکل بالکل۔ اس میں جو شک کرے وہ کافر۔ اب اجازت ہو تو دریافت کروں کہ کیا آپ کا شادی کرنے کا ارادہ ہے؟"

"لوغضب ہے خدا کا کہ نہیں۔ کیا بے حیائی کا سوال سرعام پوچھ رہے ہو لیکن — چلو میں اعتراف کئے لیتی ہوں کہ اگر کسی جوان، کھاتے پیتے اور ہر دلعزیز جوان نے میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر شادی کی درخواست کی تو......"

اور یہاں وہ محبت آمیز اور معنی خیز نظروں سے کرسٹوفر پر والہانہ چاہتی تھی لیکن چونکہ بدقسمتی سے وہ بہت زیادہ بھینگی تھی، اس لئے اس کی نظر کرسٹوفر کے ساتھ لورانزو پر پڑی اور وہ بھی یوں براہ راست کہ یہ سمجھ کر کہ لیونیلا کی یہ پیار بھری اور معنی خیز نظر اسی کے لئے تھی لورانزو نے کمر سے قدرے خم ہو کر کہا۔ "آپ مناسب سمجھیں تو اس نوجوان مارکیوس کا نام بتائیں جس سے درخواست کرنے آپ کی بہن یہاں آئی ہیں۔"

"وہ مارکیوس ڈی لاسستران ہیں۔"

"ہاں۔ انھیں تو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اس وقت تو مدرید میں نہیں ہیں البتہ بہت جلد آنے والے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کل ہی آ جائیں۔ بے حد عمدہ آدمی ہیں۔ اب اگر انطونیہ مجھے اپنا نمائندہ بننے اور یہ معاملہ مارکیوس کے سامنے پیش کرنے کی اجازت دیں تو یقین ہے کہ مارکیوس کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

انطونیہ نے نظریں اٹھا کر لورانزو کی طرف دیکھا اور دل لوٹ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی اس پیشکش کا شکریہ ادا کیا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا، البتہ لیونیلا کا شکریہ بے حد پر شور اور بلند تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ لفظوں کی اس کے پاس کوئی کمی نہ تھی اور اس نے خاموش رہنا سیکھا ہی نہ تھا۔

"سینور!" وہ چیخ کر بولی۔ "میں آپ کی یہ پیشکش قبول کرتی ہوں اور آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں۔ انطونیہ! تو منہ سے کچھ پھوٹتی ہی نہیں لڑکی؟ تیری زبان کو کوّے لے گئے کیا؟

بس بہت ہی میٹھی ہے۔ نہ کچھ شکریہ کہتی ہے اور نہ کچھ اور — لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ کچھ تو کہہ — کوئی لفظ — چھاپڑا ......"

"خانہ میں بے حد......"

"شرم کر لڑکی۔ ہزار دفعہ کہا تجھ سے کہ میری بات نہ کاٹا کر۔ تو ہے کہ سنتی ہی نہیں۔ کبھی تو نے مجھے کسی کی بات کاٹتے دیکھا ہے؟ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ اس لڑکی کو کبھی تہذیب اور شرافت سکھا ہی نہ سکوں گی۔ اسے سمجھانا تو ایسا ہی ہے جیسے اندھے کے سامنے رونا اور اپنی آنکھیں کھونا۔ لیکن سینور — وہ کرسٹوفر کی طرف گھوم گئی — آج کوئی تہوار تو ہے نہیں پھر اس گرجا میں اتنی بہت سی بھیڑ کیوں ہے؟"

"تو کیا واقعی آپ نہیں جانتیں وہ اس خانقاہ کے صدر راہب امبروسیو ہیں۔ ہر جمعرات کو اس گرجا میں خطبہ دیتے ہیں اور پورا مدرید راہب امبروسیو کی تعریف سے گونج رہا ہے۔ یہاں کا بچہ بچہ ان کی تعریف کرتے نہیں تھکتا۔ جس نے بھی ایک دفعہ راہب امبروسیو کا خطبہ سنا ہے وہ بس دیوانہ ہی ہو گیا ہے اور انھیں بار بار سننا چاہتا ہے چنانچہ ہر جمعرات کو خانقاہ کے اس گرجا میں سامعین کی ایسی بھیڑ لگ جاتی ہے کہ کسی نے طربیہ ناٹک کی پہلی رات کو ناٹک گھر میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ راہب امبروسیو کی شہرت آپ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی ہوگی۔"

"افسوس سینور! گزشتہ کل سے پہلے مجھے مدرید دیکھنے کا شرف پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں، اور قرطبہ کا تو یہ ہے کہ وہاں پتہ ہی نہیں چلتا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے چنانچہ راہب امبروسیو کا نام بھی کسی سے نہیں سنا۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔"

"یہاں مدرید میں تو آپ امبروسیو کا نام بچے بچے کی زبان پر پائیں گی۔ بوڑھے اور بچے غریب اور امیر، عورت و مرد سب راہب امبروسیو کی جیسی عزت کرتے ہیں اس کی مثال آپ کو کہیں نہیں ملے گی بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ پورا مدرید ان کی پرستش کرتا ہے، مرد اپنی ... سے انھیں لاد دیتے ہیں اور ان کی بیویاں کسی دوسرے کو اپنا کنفیسر[1] بنانے سے انکار کر دیتی ہیں اور راہب امبروسیو پورے مدرید میں "مسیح کا آدمی" اور "پاکباز" کے نام سے مشہور ہے۔"

1 Confessor وہ پادری جو اعتراف گناہ سنتا ہے۔ عیسائیوں میں ہر بالغ عورت و مرد ہفتے میں ایک دفعہ پادری کے سامنے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف کرتے اور اس کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور پادری حضرت عیسیٰ کے نمائندے کے طور پر ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس طرح کنفیسر اس کے سامنے اعتراف کرنے والوں کے تقریباً ہر راز سے واقف ہوتا ہے۔ (مظہر الحق علوی)

"اُفوہ! اب تو یہ راہب امبروسیو کسی بے حد شریف اور اعلیٰ خاندان کے فرد ہوں گے۔"

"اس کے متعلق تو سینورا کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ خانقاہ کے سابق صدر رونجن کا انتقال ہو چکا ہے۔ راہب امبروسیو خانقاہ کے دروازے پر اس وقت پڑے ملے تھے جب شیر خوار تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے بڑی کوششیں کی گئیں کہ اس بچے کو خانقاہ کے دروازے پر کون رکھ گیا تھا۔ لیکن تحقیقات کا نتیجہ صفر ہی رہا۔ اور بچہ ظاہر ہے کچھ نہ بتا سکتا تھا۔ چنانچہ ان کی پرورش اور تعلیم خانقاہ میں ہوئی جہاں انھیں رکھا گیا تھا اور تب سے وہ خانقاہ میں ہی ہیں۔ خیر تو ان کا رجحان مذہبی تعلیم کی طرف عموماً اور رہبانیت کی طرف خصوصاً تھا۔ چنانچہ جب وہ اس عمر کو پہنچ گئے جب قربان گاہ کے سامنے قسم کھا کر اور رسومات ادا کر کے رہبانیت کا چغہ پہنا جاتا ہے تو امبروسیو نے بھی رہبانیت اختیار کر لی۔ اس وقت بھی کسی نے نہ تو ان پر اعتراض کیا نہ ان کے خاندان کا پتا چل سکا اور نہ ہی ان کی پیدائش اور خاندان کا معمہ حل کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان کی پیدائش اب بھی راز ہی ہے۔ ان کی عمر اب تیس برس کی ہے اور ان تیس برسوں کا ہر گھنٹہ عبادت و ریاضت میں مذہب کے اسرار معلوم کرنے تنہائی میں دنیا سے الگ رہنے اور اپنے جسم کو اذیتیں پہنچانے اور ضربیں لگانے میں گزرا ہے۔"

"تین ہفتے ہوئے انھیں خانقاہ کے راہبوں کی جماعت کا اسقف نامزد کیا گیا ہے۔ تین ہفتوں سے پہلے تک انھوں نے خانقاہ سے باہر قدم نہیں رکھا تھا اور اب بھی وہ صرف جمعرات کے دن ہی اس گرجا میں خطبہ دینے کے لئے خانقاہ سے باہر آتے ہیں اور ہر جمعرات کو اس گرجا میں پورا مدرید امڈ آتا ہے۔ مشہور ہے کہ راہب امبروسیو کا مطالعہ بے حد وسیع اور گہرا ہے، وہ ایک جید عالم ہیں، ان کی خوش بیانی بے مثال اور دل میں گھر کر لینے والی ہے۔ کہتے ہیں کہ آج تک انھوں نے رہبانیت کے کسی ایک اصول کی بھی خلاف ورزی نہیں کی، وہ ہر اصول کی نہایت سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ وہ اتنے پاکباز ہیں اور اس پر اتنی سختی سے عمل پیرا ہیں۔ کہتے ہیں کہ انھیں یہ تک معلوم نہیں کہ عورت اور مرد میں کیا فرق ہوتا ہے اور کون سے اعضا عورت کو عورت اور مرد کو مرد بناتے ہیں۔ چنانچہ عام لوگ راہب امبروسیو کو ولی سمجھتے ہیں۔"

"اگر عورت و مرد کا تفاوت نہ سمجھنا اور اس سے واقف نہ ہونا ہی ولی بنا دیتا ہے۔" انطونیہ نے کہا۔ "تو پھر میں بھی ولیہ ہوں۔"

"ہائے ہائے لڑکی! شرم کر۔" لیونیلا نے کہا۔ "لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں یہ موضوع لڑکیوں کے لئے نہیں۔ ہائے ہائے کیا پھٹ سے کہہ دیا کہ خود عورت مرد کے تفاوت سے واقف

نہیں۔ توبہ توبہ، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تمہیں یاد ہی نہیں کہ مرد جیسی کوئی چیز ہے۔ وہ غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ اے لڑکی! تو ساری دنیا کو بس اپنی جنس کا سمجھتی ہے۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں اگر کوئی تم سے پوچھے کہ عورت اور مرد میں کیا فرق ہوتا ہے تو تم کیا جواب دو گی؟ لو مجھ سے سنو اور یاد رکھو۔ تمہیں جاننا چاہئے کہ مردوں کے چھاتیاں نہیں ہوتیں، کولہے گوشت بھرے اور پھیلے ہوئے نہیں ہوتے کیونکہ انہیں بچہ جننا نہیں ہوتا اور ان کی ٹانگوں کے درمیان ..

انطونیہ کی جنس مخالف سے ناواقفیت کو لوئیزا کی بے حد معلوماتی تقریر اسی وقت دور کر دیتی لیکن خوش قسمتی سے وہ اپنی تقریر پوری نہ کر سکی کیونکہ عین اس وقت پورے گرجا میں انسانوں کی بھنبھناہٹ نے یکدم سے ابھر کر راہب امبروسیو کی آمد آمد کا اعلان کیا اور اسے اچھی طرح سے دیکھنے کی غرض سے لوئیزا اپنی تقریر نامکمل چھوڑ کر ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور انطونیہ نے اس کی تقلید کی۔

راہب امبروسیو کی شخصیت بے حد پُر وقار اور شاندار تھی۔ اس کی چال ڈھال سے بڑی عالی رتبگی عیاں تھی اور اس کے بن مو سے تقدس کے جیسے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ اس کا ڈیل ڈول اور پرشوکت چہرے کے نقوش دل پر اثر کرنے والے تھے۔ وہ غیر معمولی طور پر قبول صورت تھا۔ ناک ستواں، آنکھیں کالی بڑی بڑی اور ان میں چمک تھی۔ کالی اور کمان کی سی بھویں ناک کے اوپر آپس میں تقریباً مل گئی تھیں۔ اس کا رنگ گہرا مگر صاف گیہواں تھا۔ مطالعہ اور تخیل کی مصروفیتوں اور مسلسل ریاضتوں نے اس کے رخساروں کو کسی بھی قسم کی رنگت سے یکسر محروم کر دیا تھا۔ اس کے بلند اور بے جھریوں کے ماتھے سے عجیب طرح کا قلبی سکون عیاں تھا۔ اس کے بشرے سے ٹپکتا ہوا اطمینان اور قناعت اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ نوجوان راہب ہر دنیوی فکر اور جرم سے بے بہرہ تھا۔

راہب امبروسیو سامعین کے سامنے بڑے خاکسارانہ انداز میں جھک گیا۔ اس کے باوجود اس کی نظر اور انداز میں ایک خاص قسم کی سختی اور بے مہری تھی جو ہر شخص کو لرزا دیتی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ نوجوان راہب اصولوں کی پابندی میں بے رحم اور سنگدل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ اس کی نظر تک کو اپنے آپ پر محسوس کر کے کانپ اٹھتے تھے اور اس کی نظر تھی بھی ایسی ہی، شمشیر برّے کی طرح روح تک اتر جانے والی۔

تو ایسا تھا امبروسیو، دیر کاپوچن کا صدر، جو مسیح کا آدمی اور "پاکباز" کہلاتا تھا۔ انطونیہ نے امبروسیو کی طرف دیکھا تو اپنے دل میں فوراً ہی ایک عجیب طرح کی پھڑپھڑاہٹ محسوس کی۔ ایسی عجیب اور خوشگوار پھڑپھڑاہٹ اس نے آج تک محسوس نہ کی تھی۔ چنانچہ کوشش کے باوجود وہ

اس کا مطلب نہ سمجھ سکی۔

وہ بڑی بے تابی سے خطبہ کے شروع ہونے کا انتظار کرنے لگی اور جب راہب نے آخر کار اپنا خطبہ شروع کیا تو اس کی آواز انطونیہ کی روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ حالانکہ سامعین میں سے کوئی ایک بھی حسین انطونیہ کی سی شدید سنسنی اور بیتابی محسوس نہ کر رہا تھا، تاہم وہ سب کے سب خاموشی اور احترام سے سن رہے تھے حتیٰ کہ وہ لوگ بھی امبروسیو کی خطابت سے مسحور تھے جنھیں مذہب و عبادات سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ہمارا دوست لورانزو بھی اس سحر کے زد میں آ کر یہ تک بھول گیا کہ انطونیہ اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں ہر شخص کی طرح وہ بھی غور سے امبروسیو کا خطبہ سن رہا تھا۔

صاف آواز، جوشیلے لہجے اور مناسب و موزوں الفاظ میں نوجوان راہب مذہب کی خوبیاں بیان کرتا رہا۔ اس کی آواز صاف اور گمبھیر تھی اور جب وہ انسانوں کے گناہوں اور ان کی سزا کا بیان کرنے لگا تو اس کی آواز اور بھی گمبھیر ہو گئی اور سننے والے اس میں تباہ کن طوفانوں کی خوفناکی اور سنسنی خیزی محسوس کرنے لگے۔ یہ اثر تھا نوجوان راہب کی تقریر کا کہ ہر شخص اپنے پچھلے گناہ یاد کر کے کانپ گیا لیکن جب امبروسیو اپنا لہجہ بدل کر نیکیوں اور نیک کاروں، نیز خدا کے انعامات اور عقبیٰ کی راحتوں کے موضوع کی طرف آیا تو گنہگاروں کے دل میں امید کی شعاع روشن ہوئی، ان کی لرزتی ہوئی روح پرسکون ہو گئی، خداوند خدا کی رحمتوں اور بخششوں پر ان کا یقین پختہ ہو گیا کہ در توبہ ابھی بند نہ ہوا تھا۔ انھیں اس یقین سے تقویت پہنچی کہ خدا قہار و جبار سے زیادہ غفور اور رحیم ہے اور وہ خطیب کے ڈھارس دینے اور امید بندھانے والے الفاظ کو ایک وجد کے عالم میں سنتے رہے اور جب نوجوان پادری کی گمبھیر آواز نغمہ کی سی شیرینی میں بدل کر جنت اور اس کی نعمتوں کی تفصیلات بیان کرنے لگی تو گنہگار سے گنہگار اس جنت میں جانے کے لئے بے قرار اور بے تاب ہو اٹھا۔

راہب امبروسیو کا خطبہ غیر معمولی طور پر طویل تھا اس کے باوجود جب وہ ختم ہو گیا تو سامعین اس پر افسوس کرنے لگے کہ وہ بہت جلد ختم ہو گیا تھا۔ حالانکہ نوجوان راہب اپنا خطبہ ختم کر کے خاموش ہو گیا تھا، لیکن گرجا میں اب بھی ایسی گہری خاموشی طاری تھی کہ لوگ اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کی دل کی دھڑکن سن سکتے تھے۔

آخر کار یہ سحر ٹوٹا اور ہر طرف سے سرگوشیوں میں امبروسیو کی خطابت کی تعریف کی جانے لگی اور جب امبروسیو ممبر پر سے اتر کر نیچے آیا تو سامعین نے اسے گھیر لیا۔ وہ اس کے ہاتھ، اس

کے چغہ کا دامن اور قدم چومنے کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے تھے۔ امبردیسو اپنے پرستاروں کو دعائیں دیتا اور ان کے سروں پر ہاتھ رکھتا ہوا اس دروازے کی طرف عجب شان اور وقار سے بڑھ رہا تھا جو خانقاہ کے چھوٹے گرجا میں کھلتا تھا۔ وہاں اس دروازے کے دائیں بائیں خانقاہ کے راہب اپنے صدر کے استقبال کے لئے مؤدب کھڑے ہوئے تھے۔ امبردیسو چند سیڑھیاں چڑھ کر دروازے تک پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ رکا، گھوما اور اپنے پرستاروں کا چند الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور انھیں سیدھی، نیک اور یسوع مسیح کی راہ پر چلنے کی تلقین کی۔

انطونیہ کی نگاہیں نوجوان راہب کا بے تابی سے تعاقب کر رہی تھیں اور جب امبردیسو دروازے میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند ہو گیا تو انطونیہ کے دل میں ایک ٹیس اٹھی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی زندگی سے وہ ہستی چلی گئی تھی جو اس کی خوشیوں اور مسرتوں کے لئے ضروری تھی۔ آنسو کا ایک قطرہ اس کی پلکوں پر لرز کر اس کے رخسار پر ڈھلک آیا۔

"وہ — وہ — تو دنیا چھوڑ چکے ہیں — تارک الدنیا — دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔" وہ دل میں بولی۔ "اب میں شاید انھیں کبھی نہ دیکھ سکوں گی"۔

اور جب وہ اپنے رخسار پر سے آنسو پونچھ رہی تھی تو لورانزو نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی۔

"کہئے۔ اب کیا خیال ہے آپ کا؟" لورانزو نے پوچھا۔ "مطمئن ہیں آپ اپنے خطیب سے یا پھر سدر یدراہب امبردیسو کی تعریف میں مبالغہ سے کام لے رہا ہے؟"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ لورانزو کے اس سوال کا جواب بھی حسب معمول خاموشی سے ہی دیتی، لیکن وہ امبردیسو کی تعریف کرنے کے لئے بے تاب تھی اور اس کے دل میں ایسے شدید جذبات موجزن تھے کہ وہ خاموش نہ رہ سکی۔

"وہ — وہ — تو میری توقع سے کئی گنا بڑھ چڑھ کر نکلے۔" انطونیہ نے جواب دیا۔ "اب تک میں جانتی ہی نہ تھی کہ خوش بیانی کیا ہوتی ہے اور کیا اثر رکھتی ہے۔ ان کی تقریر نے میرے دل میں ان کے لئے بے پناہ تعظیم کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں، عجیب حالت ہو رہی ہے میرے دل کی، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گی کہ — کہ — میں ان کی گرویدہ بن گئی ہوں۔ اپنے جذبات کی اس — اس — شدت پر میں خود حیران ہوں۔"

لورانزو انطونیہ کی اس جذباتیت پر مسکرایا۔

"آپ ابھی کم عمر ہیں اور دنیا میں گویا اب قدم رکھ رہی ہیں۔" وہ بولا اور چونکہ آپ خود صاف دل اور بھولی ہیں اس لئے دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہی سمجھتی ہیں — یعنی مکر و فریب سے

پاک۔ آپ ساری دنیا کو اپنی ہی نظر سے دیکھتی ہیں جو بے تصنع اور معصوم ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ آپ کو ساری دنیا بے تصنع اور معصوم دکھائی دیتی ہے۔ لیکن افسوس بہت جلد آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا کس قدر خود غرض اور مکار ہے — اور تب آپ بنی نوع انسانی سے نفرت کرنے لگیں گی اور اپنے آپ کو ان سے اس طرح بچانے پر مجبور ہو جائیں گی جیسے کہ وہ آپ کے دشمن ہوں۔

"سینور!" انطونیہ نے کہا۔ "اپنے والدین کے دکھوں اور بدقسمتی نے مجھ پر نہ صرف دنیا کی بے وفائی اور مکاری ثابت کر دی ہے بلکہ اس کے بے حد تلخ ثبوت بھی پیش کر دیئے ہیں۔ اس کے باوجود — راہب امبردیسو کو دیکھ کر اور ان کی تقریر سن کر میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئی ہوں کہ دنیا میں اب بھی ولی صفت اور شریف اور ہمدرد انسان موجود ہیں۔

"یہاں آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔ راہب امبردیسو کی شخصیت ہر طرف سے بے داغ ہے۔ ان کی ایک بھی حرکت، ایک بھی کام ایسا نہیں ہے جس کی طرف انگلی اٹھائی جا سکے۔ ان کی ساری عمر خانقاہ کی چار دیواری میں گزری ہے۔ چنانچہ انھیں کوئی بھی گناہ کرنے کا موقع ظاہر ہے کہ نہ ملا ہوگا۔ ہر انسان میں چند برائیاں بھی ہوتی ہیں اور اچھائیاں بھی، لیکن راہب امبردیسو میں اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں۔ خانقاہ میں بند رہنے اور سخت ریاضت کی وجہ سے ان کی ساری برائیاں اپنی موت آپ ہی مر گئیں اور یقین کیجئے وہ جانتے تک نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے، کس طرح کیا جاتا ہے اور برائی کس چڑیا کا نام ہے۔"

"شکریہ سینور۔ آپ کی ان باتوں سے مجھے بڑا اطمینان حاصل ہوا ہے۔ خالہ اماں سے کہئے بلکہ انھیں اس پر راضی کریجئے کہ وہ راہب امبردیسو کو ہی ہمارا کنفیسر بنا لیں۔ ہم آئندہ سے ان ہی کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔"

"تمہاری ماں سے کہوں؟" لیونیلا نے کہا۔ "میں ایسا کوئی کام نہ کروں گی، لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ اے لڑکی! تم نے ابھی دنیا دیکھی کہاں ہے؟ — میرا تو یہ ہے کہ مجھے تمہارا یہ موا امبردیسو ذرا پسند نہیں آیا۔ اس کے بشرے سے ایسی سنگدلی ظاہر تھی کہ میں تو خدا گواہ ہے، سر سے پیر تک کانپ گئی۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ یہ راہب تو انسان نہیں پتھر معلوم ہوتا ہے۔ اگر کہیں تمہارا یہ راہب میرا کنفیسر ہوتا تو میں اس کے سامنے اپنے آدھے اور معمولی گناہوں کا بھی اعتراف نہ کر سکتی اور پھر سیدھی سیدھی دوزخ چلی جاتی۔ ہائے ہائے بری حالت ہوتی میری تو۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ ایسی سختی اور بھیانک پن میں نے تو کسی اور چہرے پر نہیں دیکھا اور خدا آئندہ بھی

دکھائے بھی نہیں۔"

"یہ آپ نے غلط نہیں کہا سینور۔" ڈان کرسٹوفر نے کہا۔ "راہب امبروسیو میں اگر کوئی برائی ہے، بشرطیکہ ہم اسے برائی کہہ سکیں، تو وہ یہی ہے کہ وہ سنگدلی کی حد تک سخت اور اصولوں کے پابند ہیں اور اس شخص کو، پھر وہ کوئی بھی ہو، کبھی نہیں بخشتے جو مذہب کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سینورا راہب امبروسیو شروع سے ہی دنیا اور عام انسانوں کی کمزوریوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ سمجھنا تو ایک طرف، وہ ان سے واقف تک نہیں چنانچہ وہ اپنے فیصلوں میں بڑے سخت بلکہ پتھر دل ہیں اور ان کی اس سختی کی داستانیں میں خود ان کے ماتحت راہبوں سے سن چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ ان کی سخت گیری کی روایتیں مشہور ہیں۔ چنانچہ سبھی ان سے ڈرتے ہیں۔ اب اگر خود آپ کو ان کے چہرے سے سنگدلی نظر آئی اور آپ کانپ گئیں تو اس میں تعجب کی بات نہیں—"

"اے ہاں نہیں تو سینور۔" لیونیلا نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے آپ کا یہ راہب نرا پتھر معلوم ہوتا ہے تو میں کبھی اسے اپنا کنفیسر نہ بناؤں۔"

"سینورا!" ڈان کرسٹوفر نے کہا۔ لوگ جانے لگے ہیں اور گرجا تقریباً خالی ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب میرے خیال میں ہمیں بھی چلنا چاہئے۔ اگر اجازت ہو تو آپ کو آپ کی قیام گاہ تک پہنچا دیں۔

"ہائے ہائے سینور۔" لیونیلا نے ایکدم سے سرخ ہو کر کہا۔ "میں آپ کو اس کی اجازت کبھی نہیں دے سکتی۔ آپ میری بہن کو یعنی انطونیہ کی ماں کو نہیں جانتے۔ بڑی شکی مزاج ہے وہ اور اگر اس نے دیکھ کر آپ جیسا مقبول صورت جوان مجھے گھر پہنچانے آیا ہے تو وہ ایک گھنٹے تک مجھے نہایت ہی تلخ لکچر پلائے گی، لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں اور اس سے پہلے کہ وہ اپنا لکچر پورا کرے میں خود کچھ کر گزروں گی۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ آپ اپنی وہ درخواست فی الحال نہ کریں۔"

"میری درخواست؟ یقین کیجئے سینورا......"

"ہائے، ہائے اسی کی بھی بیتابی کیا۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں، لیکن آپ کی یہ بیتابی در لگن سچی ہے۔ اس میں تو مجھے رتی برابر بھی شک نہیں۔ لیکن مجھے تھوڑی سی مہلت تو دیجئے۔ پہلی ہی ملاقات میں درخواست قبول کر کے آپ کا ہاتھ بھی قبول کر لینا ذرا ویسی ہی بات ہے۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ دنیا کیا کہے گی؟"

"میرا ہاتھ قبول کرنا؟ خدایا! سینور! مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ......"

"ہائے ہائے سینور! اگر آپ مجھے چاہتے ہیں تو خدا! اس وقت مجھے مجبور نہ کیجئے۔ میں آپ کی درخواست پر غور کروں گی اور وہ بھی آپ کی بے تابی اور محبت کی روشنی میں جو یقیناً حقیقی ہے اور کل میں آپ کو جواب دوں گی۔ اچھا تو خدا حافظ لیکن — لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ آپ کا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔ آگ لگے میرے اس بھلکڑ پن کو۔"

"میرے دوست ہیں کونڈے ڈی کرسٹوفر سماریو۔" لورانزو نے جواب دیا اور ناچیز لورانزو ڈی مدینہ ہے۔"

"بس یہ کافی ہے۔ تو ڈان لورانزو! میں آپ کی پیشکش اپنی بہن سے بیان کر دوں گی اور اس کے جواب سے آپ کو مطلع کر دوں گی۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ میں تو یہ پوچھنا ہی بھول گئی کہ آپ ملیں گے کہاں؟"

"سرائے مدینہ میں۔"

"سرائے!"

"جی ہاں۔ میں ہمیشہ وہیں ملوں گا۔ بے حد شاندار بلکہ شاہانہ سرائے ہے وہ۔"

"بہت اچھا۔ تو میں آپ کو وہیں پیغام بھیج دوں گی۔ اچھا تو اب خدا حافظ۔ سینورا کونڈے۔ میں آپ کے جذبات سے واقف ہوں لیکن مسیح کے لئے زیادہ بے تابی کا اظہار نہ کیجئے۔ میری خاطر۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ آپ کا تو کچھ نہ جائے گا، لیکن میں بدنام ہو جاؤں گی۔ موئے لوگوں کا کیا ہے، ان کا تو یہ ہے کہ کوا اڑتا ہے تو مراد جسے بھینس اڑا دیتے ہیں۔ بہر حال یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میں آپ سے خفا نہیں ہوں اور یہ کہ آپ کے پاک جذبے کی قدر کرتی ہوں آپ کو اپنی ایک نشانی دے رہی ہوں۔ قبول فرمائیے، اس سے آپ کو تسکین ملے گی اور لیونیلا کی یاد دلائے گی جو اس وقت آپ کے پاس نہ ہو گی۔"

اور یہ کہہ کر اس نے اپنا خشک اور جھریوں بھرا ہاتھ ڈان کرسٹوفر کی طرف بڑھا دیا جسے کرسٹوفر نے جسے یونیلا اپنا عاشق یقین کر چکی تھی، یوں منہ بنا کر اور ایسی نمایاں کراہت سے چوما کہ لورانزو بڑی کوششوں کے بعد ہی اپنی ہنسی روک سکا۔

اس کے بعد یونیلا تیز تیز قدم اٹھاتی رخصت ہوئی۔ انطونیہ اس کے پیچھے تھی لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے بے اختیار گھوم کر لورانزو کی طرف دیکھا۔ موخر الذکر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک گیا۔ انطونیہ نے اس کے اس سلام کا جواب دیا اور پھر پلٹ کر باہر نکل گئی۔

"بھئی لورنزو" جب وہ کہہ چکے تو کرسٹوفر نے کہا۔ "تم نے مجھے اچھی مصیبت میں پھنسا دیا۔ اس خیال سے کہ تم الطونیہ سے باتیں کر سکو میں نے خالہ صاحبہ کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لئے ان سے چند باتیں کیں جن کا کوئی مطلب نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک گھنٹے کے بعد میں بڑی بی کا شوہر بننے سے بال بال بچ گیا۔ بڑی بی تو ریجھ گئی ہیں مجھ پر۔ لورنزو! اس بوڑھی چڑیل کی جھریاں پڑے گالوں کو چومنے کا خام تمہاری طرف سے مجھے کیا ملے گا؟ آخ۔ تھو۔ خدا کی قسم اس بوسے کے بعد ایک مہینے تک میرے ہونٹوں سے کافور کی بو آتی رہے گی ورنہ تھوڑی سی ساتھ ہسن کی بھی۔ چنانچہ جب میں بازار سے گزروں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ کیلٹ یا سڑی ہوئی پیاز یا پھر کوئی مردہ جنازے سے اٹھ کر بازار کی سیر کو آیا ہے۔"

"مجھے اعتراف ہے میرے دوست" لورنزو نے جواب دیا "کہ تمہاری خدمات جو تم نے میری خاطر انجام دی ہیں، خطرات سے پر تھیں، لیکن یہ تو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا۔ چونکہ معاملہ یہاں تک پہنچ ہی چکا ہے اس لئے شاید میں تم سے یہ درخواست کروں گا کہ تم بڑی بی سے اپنی یہ عشق بازی ذرا جاری رکھو۔"

"تو یہ بات ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری اس درخواست سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ ننھی الطونیہ نے تمہارے دل پر قبضہ جما لیا ہے یا شاید اس کی ابتدا ہو چکی ہے۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس نے مجھ پہ کیسا سحر کر دیا ہے۔"

"تو یوں کہو کہ اسیر ہو ہی گئے آخر۔"

"ابا کے انتقال کے بعد سے اب تک میرے چچا ڈیوک دی مدینہ کئی دفعہ اس بات کے اشارے کر چکے ہیں کہ میں شادی کر لوں لیکن اب تک میں بظاہر ان کے ان اشاروں اور کنایوں کو نظر انداز کرتا اور ٹالتا رہا ہوں، لیکن آج شام میں نے جو دیکھا ہے......"

"کیا دیکھا ہے آج شام تم نے؟"

"ایک نایاب چیز۔"

"ڈان لورنزو! یقیناً تم اتنے پاگل تو نہیں ہو کہ قرطبہ کے ایک شریف موچی کی نواسی کو اپنی بیوی بنانے کے متعلق سوچ رہے ہو۔"

"لیکن تم یہ کیوں بھول گئے کہ وہ، گیوس دی استران کی پوتی بھی ہے لیکن خاندان

اور القاب وغیرہ کے جھگڑے کو چھوڑ کر میں یقین سے کہتا ہوں کہ الطونیہ جیسی دلچسپ اس بھولے والی لڑکی میں نے تو آج تک نہیں دیکھی۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اس سے شادی کرنے کا ہی ارادہ کر لو۔"

"اس میں حرج ہی کیا ہے۔ میرے پاس اتنی دولت ہے جو ہم دونوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے اور پھر اس معاملے میں میرے چچا بڑے آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ رائمنڈ دی لاسسترا ان کو میں جتنا کچھ جانتا ہوں اس کے پیش نظر کہہ سکتا ہوں کہ وہ الطونیہ کو اپنی بھانجی تسلیم کر لے گا۔ شریف آدمی ہے یہ رائمنڈ، چنانچہ اس سے شادی کی درخواست میں تو ظاہر ہے کہ اس خاندان کا کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔ میرا مطلب ہے کہ اگر یہ روڑا راہ میں ہے تو ہٹ جائے گا۔ اگر میں نے شادی کی نیت کے علاوہ کسی اور نیت سے الطونیہ کی طرف دیکھا تو مجھ جیسا ذلیل اور بدمعاش آدمی دنیا میں شاید کوئی اور نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ الطونیہ میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو اسے ایک قابلِ رشک بیوی بنا سکتی ہیں اور وہ خود میرے لئے دنیا میں جنت مہیا کر سکتی ہے۔ وہ جوان ہے، خوبصورت ہے، شرمیلی ہے، ہوشیار"

"ہوشیار؟ اس نے تو بھئی ہاں یا نہیں سے آگے کچھ کہا ہی نہیں اور جناب اس کی ہوشیاری کے بھی قائل ہو گئے۔ سچ ہی کہتے ہیں کہ پہلی نظر کا عشق ایسا ہی ہوتا ہے۔ عاشق اپنی محبوبہ میں وہ تمام خوبیاں دیکھنے لگ جاتا ہے جو اس میں نہیں ہوتیں۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ اس نے کچھ زیادہ باتیں نہیں کہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہاں یا نہیں ٹھیک مناسب جگہ کہی تھی۔"

"اچھا؟ لیکن مناسب ہوگا کہ ہم بحث کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔ ویسے بھی عاشقوں سے بحث کر کے انہیں قائل کرنا ناممکن ہے۔ خیر تو اب وہ نئے طریقہ کا ناٹک دیکھنے چلا جائے؟ کیا خیال ہے۔"

"نہیں بھئی۔ آج تو مجھے معاف ہی رکھو۔ میں گزشتہ رات ہی یہاں آیا ہوں اور اب تک اپنی بہن سے مل نہیں سکا، تم جانتے ہی ہو کہ میری بہن جس خانقاہ میں ہے وہ بھی اسی محلے میں ہے۔"

"تمہاری بہن خانقاہ میں؟ کون ہے وہ؟ ہاں اب یاد آیا۔ ڈونا اگنیس واقعی نن بن گئی ہیں ــ لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے لورنزو کہ اپنی ایسی جوان اور خوبصورت بہن کو نن بنا کر خانقاہ کی چار دیواری میں قید کروا دیا ــ"

"میں نے ایگنس کو نن بنا دیا! میں نے اسے قید کرا دیا! کرسٹوفر! کیا واقعی تم مجھے اتنا سنگدل سمجھتے ہو؟ کیا واقعی تمہارے خیال میں مجھ سے ایسی بربریت سرزد ہو سکتی ہے؟ توبہ توبہ۔ میں تو اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ ایگنس خود اپنی مرضی سے نن بنی ہے۔ کسی وجہ سے دفعتاً اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور اسے چھوڑ کر خانقاہ کی چار دیواری میں جا بیٹھی۔ میں نے اسے سمجھانے کی ہر کوشش کی لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں اپنی بہن گنوا بیٹھا۔"

"خوش قسمت ہو بھائی۔"

"یہاں میری خوش قسمتی کہاں سے آ گئی؟"

"اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا تو ایگنس کو دس ہزار پسٹل[1] ورثے میں ملے تھے جس کا نصف حصہ ایگنس کے نن بننے کے بعد حضور کو مل گیا۔ کاش کہ ایگنس جیسی میری پچاس بہنیں ہوتیں۔ پھر میں بڑی خوشی سے انھیں ننیں بنا دیتا اور ان کے ورثے سے خود مزے کرتا۔"

"کرسٹوفر!" لورانزو کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔ "تم نے مجھے اس قدر کمینہ اور خود غرض سمجھ رکھا ہے کہ اپنی بہن کی دولت حاصل کرنے کے لئے میں نے اسے نن بننے پر اکسایا ہے؟ مجھے تم سے ایسی توقع نہ تھی دوست کرس۔"

"باپ رے! ڈان لورانزو صاحب کو غصہ آ گیا ہے۔ شعلے جھڑ رہے ہیں آنکھوں سے۔ خدا کرے کہ انطونیہ تمہارے اس بارودی مزاج کو ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو جائے ورنہ ہو گا یہ کہ ہم ایک دوسرے کو ذبح کرتے نظر آئیں گے۔ بہر حال ذبح ہونے سے بچنے کے لئے اس وقت تو بندہ پسپا ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا حافظ اے فاتح اے نائٹ آف مونٹ بیٹا۔ میدان تمہارے ہاتھ رہا۔ لیکن بھائی اپنے اس بھڑک جانے والے مزاج پر ذرا قابو رکھو اور جب تمہیں اس حسینہ سے میل ملاپ کے لئے میری خدمات کی ضرورت ہو تو بندہ اس بھیانک اور بھنگی چڑیل سے عشق لڑانے کے لئے حاضر ہے۔"

رات کا اندھیرا اب تیزی سے اتر رہا تھا۔ چراغ جلائے نہ گئے تھے اور طلوع ہوتے ہوئے چاند کی روشنی گاتھی طرز تعمیر کے گرجا کی اندھیری محرابوں میں الجھ کر رہ گئی تھی۔

اس وقت کی خاموشی اور مقام کی تنہائی نے لورانزو کے دل پر ایک خاص اثر کر کے اسے اور بھی اداس کر دیا، اور وہ تقریباً نڈھال ہو کر قریب کی نشست پر دھپ سے بیٹھ گیا اور اپنے خیالات کی باگیں چھوڑ دیں۔ وہ انطونیہ سے شادی کرنے کے متعلق سوچنے لگا اور ان رکاوٹوں پر

1 ایک ہسپانوی سکہ۔ (مظہر الحق علوی)

غور کرنے لگا جو اس راہ میں حائل تھیں۔ ہزاروں خیالات تصویریں بن کر اس کے سامنے سے کارواں در کارواں گزرتے رہے۔ یہ تصویریں بے شک حوصلہ افزا نہ تھیں لیکن خوشگوار تھیں۔ نیند دبے پاؤں آئی اور اس نے لورانزو کو بے خبری میں دبوچ لیا۔

جب وہ بیدار ہوا تو ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور سوچنے لگا کہ وہ کتنی دیر تک سوتا رہا تھا۔ کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر اس نے فیصلہ کیا کہ اب ایگنس کی خانقاہ کی طرف چلنا چاہئے۔ وہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا کہ مقابل کی دیوار پر ایک متحرک سائے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا اور اس شخص کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگا جس کا وہ سایہ تھا۔ وہ جلد ہی اس شخص کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو لبادہ میں اچھی طرح سے لپیٹ رکھا تھا اور بڑی احتیاط اور خاموشی سے کہ کوئی اسے دیکھ اور سن نہ لے آگے بڑھ رہا تھا۔

شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا انسان ہو جس میں شوق و تجسس کا مادہ نہ ہو اور پھر یہ آدمی تو اپنا کوئی کام گرجا کی خاموشی اور تنہائی میں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ لورانزو یہ معلوم کرنے کے لئے بے قرار ہو گیا کہ اجنبی رات کے وقت گرجا میں کیوں آیا تھا اور اس کے ارادے کیا تھے۔

لیکن ہمارے ہیرو کو یہ بھی احساس تھا کہ دوسروں کے راز معلوم کرنے کا یا ان کی حرکتوں کو چھپ کر دیکھنے کا اسے کوئی حق نہ تھا۔

"بڑی ذلیل حرکت ہے یہ تو۔" لورانزو نے دل میں کہا۔ "مجھے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

لیکن لورانزو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

گرجا کے ستون نے لورانزو کو آنے والے کی نظر سے چھپا رکھا تھا۔ چنانچہ وہ یعنی اجنبی کسی دوسرے کی وہاں موجودگی سے بے خبر بڑی احتیاط اور خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنے لبادہ میں ہاتھ ڈال کر ایک خط برآمد کیا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد سینٹ فرانسس کے عظیم شان مجسمے کے قدموں میں رکھ دیا پھر وہ الٹے قدموں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گرجا کے اس اندھیرے حصے میں چھپ گیا جو مجسمے سے دور تھا۔

"تو معلوم ہوا" لورانزو نے دل میں کہا "کہ یہ تو وہی پرانا عشق و محبت کا احمقانہ مقصد ہے۔ چنانچہ مجھے چلنا چاہئے۔ اب یہاں میرا کیا کام۔"

چنانچہ اب اس نے گرجا سے نکل جانے کی دوسری کوشش کی۔ اب اس گرجا میں نہ صرف دوبارہ داخل ہونا بلکہ وہاں رکے رہنا بھی اس کے لئے مقدر ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ سڑک تک جاتی ہوئی گرجا کی سیڑھیاں تیزی سے اتر رہا تھا کہ اندھیرے میں سے کوئی نکل کر بھاگتا آیا اور

کر سے تنی زور سے ٹکرا گیا کہ لورانزو اور خود آنے والا بھی اس اچانک ٹکر کی وجہ سے گرتے گرتے بچے۔ لورانزو نے اپنی تلوار پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سینور!" اس نے کڑک کر کہا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"ارے یہ تم ہو لورانزو؟" اس سے ٹکرانے والے نے کہا۔

"ارے تم کرسٹوفر" لورانزو نے اپنے دوست کو اس کی آواز سے پہچان لیا۔

"خدا کی قسم یار تم دنیا کے خوش قسمت ترین انسان ہو کہ میرے آنے تک گرجا میں ہی رہے۔ اندر چلو یار — گھس جاؤ جلدی جلدی — وہ بس آیا ہی چاہتے ہیں۔"

"کون آیا چاہتے ہیں؟"

"بوڑھی مرغی اور اس کے سارے خوبصورت چوزے۔ اندر چلو بھی اور تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

اور ڈان کرسٹوفر بگولے کی طرح گرجا میں گھس پڑے۔ لورانزو اس کے پیچھے تھے۔ دونوں گرجا میں داخل ہو کر سینٹ فرانسس کے عظیم الشان مجسمے کے پیچھے چھپ گئے۔ مجسمے کے قدموں میں اجنبی نے اپنا خط یا محبت نامہ رکھا تھا۔

"اچھا بھئی۔" لورانزو نے پوچھا۔ "اب اگر زحمت نہ ہو تو بتا دو کہ تمہاری اس بھاگ دوڑ اور اس بے انتہا مسرت کا مطلب کیا ہے؟"

"لورانزو۔ میرے یار! آج ہم وہ نظارہ دیکھیں گے کہ عمر بھر اسے بھلا نہ سکیں گے۔"

"اچھا۔"؟

"ہاں۔ وہ بوڑھی مرغی اپنے چوزوں کی پلٹن کے ساتھ۔"

"کون سی بوڑھی مرغی اور کون سے چوزے؟ کیا ہانک رہے ہو؟"

"بے گاڈ ڈی! وہ سینٹ کلارا کی خانقاہ کی بوڑھی راہبہ اپنی تمام ننوں کے قافلے کو لے کر یہاں آ رہی ہے۔ چنانچہ اے حسینوں کے دیوتا اور اے پرستار حسن خوش ہو جا کہ آج ہم مدریڈ کی چند حسین ترین صورتوں سے اپنی نظر گرمائیں گے۔ ہے نا معرکے کی خوش خبری؟"

"یہ کوئی خوش خبری نہیں ہے کرسٹوفر" لورانزو نے کہا۔ کیونکہ ہمیں کوئی صورت دیکھنے کو نہ ملے گی۔"

"کیوں نہ ملے گی؟ کیا تم ولی بن گئے ہو کہ اپنی آنکھیں بند کر لو گے۔"

"نہیں یار۔ تم تو جانتے ہی ہو ننیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالے رہتی ہیں۔"

"جانتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی جانتا ہوں کہ عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی ننیں احتراماً اپنی نقاب اٹھا دیتی ہیں کہ اس دن کی جس سے گرجا منسوب ہوتا ہے، توہین نہ ہو۔ لیکن سنو۔ وہ آ رہی ہیں۔ بس اب خاموش رہو۔ جی بھر کر دیکھو حسین صورتوں کو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" لورانزو دل میں بولا۔ "کم سے کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ اس پراسرار اجنبی کا ٹانکا کون سی نن سے ملا ہوا ہے اور اس کا محبت نامہ کون سی کنواری کے لئے ہے۔"

ڈان کرسٹوفر خاموش ہوا ہی تھا کہ سینٹ کلارا کی بڑی راہبہ گرجا میں داخل ہوئی۔ اس بڑھیا کے پیچھے ننوں کا ایک پورا خاصا طویل جلوس تھا۔

ننوں نے گرجا میں داخل ہوتے ہی اپنے اپنے چہروں پر سے نقاب اٹھا دی۔ بوڑھی راہبہ نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھے اور سینٹ فرانسس کے، جس سے یہ گرجا منسوب تھا، مجسمے کے قریب سے گزرتے وقت اس کے سامنے احترام سے جھک گئی۔ سب ننیں مجسمے کے سامنے سے گزرتے وقت احتراماً جھک جاتی تھیں۔ بہت سی ننیں مجسمے کے پیچھے چھپے ہوئے ان دوستوں کے سامنے سے گزر گئیں لیکن کسی نے اس کے قدموں میں رکھا ہوا خط نہ اٹھایا۔

پھر ایک نن مجسمے کے سامنے آ کر جھکی تو اس کا چہرہ پوری طرح سے چاند کی روشنی میں آ گیا۔ اس نے تسبیح اٹھائی اور ساتھ ہی وہاں رکھا ہوا خط بھی چپکے سے اٹھا کر اپنے گریبان میں رکھ لیا اور آگے بڑھ کر ننوں کی قطار میں شامل ہو گئی۔

"لو بھائی!" کرسٹوفر نے سرگوشی میں کہا "یہاں تو کیک نیا گل کھل رہا ہے۔"

"اینگنس۔ خدا کی قسم وہ اینگنس تھی۔ لورانزو تقریباً چیخ کر بولا۔

"کیا۔ آ۔ آ۔!! تمہاری بہن! تب تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی بدنصیب کو ہماری اس تاک جھانک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"اور اسی وقت۔" نن اینگنس کے بھائی لورانزو نے دانت پیس کر کہا۔

مقدس کنواریوں کا جلوس گرجا کے اس دروازے میں سے، جس میں کہ راہب امبروسیو گیا تھا، گزر کر دیر میں پہنچ گیا تھا اور دروازہ بند ہو چکا تھا۔

اب وہ پراسرار اجنبی اپنی کمین گاہ سے نکلا اور دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا اس نے دیکھا کہ لورانزو اس کا رستہ روکے کھڑا تھا۔ اجنبی بے اختیاری قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس نے اپنا ہیٹ اپنے چہرے پر جھکا لیا۔

"خبردار جو بھاگنے کی کوشش کی" — لورانزو نے ڈپٹ کر کہا۔ "میں یہ معلوم کر کے

رہوں گا کہ تم کون ہو اور تم نے اس خط میں کیا لکھا ہے۔"

"خط میں؟" اجنبی نے کہا۔ "کیا حق ہے تمہیں یہ پوچھنے کا؟"

"وہ حق جس پر تم نے کیچڑ اچھالا ہے اور مجھے ذلیل کیا ہے۔

"لیکن تم کون ہوتے ہو سوال پوچھنے والے۔"

"فوراً میرے سوال کا جواب دو ورنہ تلوار بے نیام کر کے مقابلے میں آ جاؤ۔"

"اس دوسری صورت سے فیصلہ جلد ہو جائے گا۔" اجنبی نے کہا اور اپنی تلوار گھسیٹ لی۔

"آ جاؤ۔ بہادر میں تیار ہوں۔"

لورانزو غصے میں ایسا دیوانہ ہو رہا تھا کہ اس نے اپنی تلوار کھینچتے ہی اجنبی پر تابڑ توڑ حملے کر دیے۔ دونوں بہادروں میں تلواریں چل رہی تھیں اور وہ ایک دوسرے پر کئی حملے کر چکے تھے کہ کرسٹوفر دونوں کے درمیان آ گیا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ لورانزو۔" وہ چیخا۔

اجنبی نے فوراً اپنی تلوار جھکا لی۔

"لورانزو۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "میرے خدا! لورانزو تم نے مجھے اتنی جلد بھلا دیا؟ رائمنڈ ہوں۔ رائمنڈ دی لاسسترا ان۔"

لورانزو کی حیرت بھی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"مارکیوس تم یہاں؟ کیا مطلب ہے اس کا؟ تم میری اس بہن سے خفیہ خط و کتابت کر رہے ہو جس کی محبت . "

"میری تھی، میری ہے اور میری رہے گی۔ لیکن ان باتوں کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ میرے ساتھ سرائے میں چلو اور میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ یہ کون ہے تمہارے ساتھ؟"

"یہ وہ ہیں جنھیں تم، میں سمجھتا ہوں، پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔" لورانزو نے جواب دیا۔ "لیکن شاید گرجا میں نہیں۔"

"ڈان کرسٹوفر، کونڈے دی اور سماریو؟" رائمنڈ نے پوچھا۔

"خوب پہچانا مارکیوس۔"

"اپنا راز تمہارے سامنے بیان کر کے مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ جانتا ہوں کہ وہ تمہارے سینے میں محفوظ رہے گا۔"

"چنانچہ میرے متعلق تمہاری رائے خود میری رائے سے اچھی ہے۔ اس لئے بھی میں

آپ کی اس پیشکش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے نامنظور کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ تم اپنے راستے جاؤ اور بندہ اپنے راستے جاتا ہے۔ لیکن یہ بتا دو مارکیوس کہ تم سے ملنے کے لئے اگر کوئی آنا چاہے تو کہاں آئے؟"

"میرا قیام حسب معمول ہوٹل دی لاسسترا ان میں ہے لیکن یہ خیال رہے کہ میں وہاں اپنا نام بدل کر رہ رہا ہوں۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر تم الفانسو دی الوارا کو پوچھنا اور لوگ تمہیں میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اچھا تو خدا حافظ" ۔ ڈان کرسٹوفر نے کہا اور چلا گیا۔

"مارکیوس! لورانزو نے حیرت سے کہا۔ تم اور الفانسو دی لوارا!"

"بالکل۔ اب اگر تم پوری داستان اپنی بہن سے نہیں سن چکے تو میں بڑی حیرت انگیز اور عجیب باتیں تمہیں بتانے والا ہوں۔ چنانچہ آؤ۔ میرے ہوٹل چلو، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔"

چنانچہ دونوں رئیس زادے گرجا سے باہر آ کر اسی وقت ہوٹل دی لاسسترا ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

دوسرا باب

راہب اپنے صدر امبروسیو کے ساتھ اس کے حجرے تک گئے۔ وہاں صدر خانقاہ امبروسیو نے ان راہبوں کو بڑی متانت سے اور اپنی عظمت کے شایان شان رخصت کیا، لیکن اس کے فعل میں خاکساری اور انکساری کے ساتھ ہی ساتھ اپنے غرور کا احساس بھی عیاں تھا۔

راہب رخصت ہوئے تو امبروسیو نے اپنے حجرے کی تنہائی میں اپنے چہرے پر سے خاکساری کی نقاب اتار پھینکی اور اپنے غرور کی باگیں چھوڑ دیں۔ اس نے سینہ پھلا کر فخر سے چاروں طرف دیکھا اور اس کے دل میں بیٹھے ہوئے تکبر نے اس سے کہا کہ وہ خانقاہ کے بلکہ پورے ملک کے تمام راہبوں سے عظیم تھا۔

"کون ہے؟" اس نے سوچا۔ جس نے میری طرح تیز و تند جذبات کو اور ہوائے نفس کو دبایا اور قابو میں کیا ہو؟ کون ہے جس نے اپنی زندگی کی صبح سے ہی دنیا کو ترک کیا اور خانقاہ کی تنہائی کو پسند کیا ہو؟ کوئی نہیں۔ بےشک کوئی نہیں۔ میں نے ایسے شخص کو تلاش کیا جو میری طرح ہو، لیکن نہ ملا۔ چنانچہ میں ہوں، ہاں میں — سب سے عظیم، سب سے بالا، سب سے بلند، سب سے برتر اور سب سے زیادہ محترم۔ ہاں میں نے دنیا چھوڑی، دنیا کی آسائشیں چھوڑیں، عیش و آرام چھوڑا اور بچپن سے گوشہ نشین ہو گیا۔ تو پھر اب میرے لئے کرنے کو کیا رہ جاتا ہے؟ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے برادروں کے چال چلن کی ایسی محتاط لیکن کڑی نگرانی کروں جیسی کہ اب تک میں نے خود اپنی روش اور اپنے اطوار کی کی ہے۔ لیکن — اب مجھے اپنی گوشہ نشینی کو اور حجرے کی تنہائی کو خیرباد کہنا چاہئے۔ میڈرڈ کی حسین ترین شریف زادیاں اور امیر زادیاں خانقاہ میں برابر آتی ہیں اور میرے سامنے اعتراف گناہ کیا کرتی ہیں اور اس کے لئے وہ کسی دوسرے راہب کو منتخب کرنے کے لئے نہ تیار ہیں ورنہ کبھی ہوں گی۔ چنانچہ ان حسیناؤں کو مرکز بنا کر مجھے اپنی نظر کو حسن اور اس کی فتنہ سامانیوں کا عادی بنانا چاہئے۔ اپنے دل کو ان پرجوش جذبات سے مانوس کرنا چاہئے جو جنس مخالف کو اور وہ بھی حسین جنس مخالف کو دیکھ کر یک بہ یک موجزن ہو جاتے ہیں۔ اب مجھے اپنے آپ کو دنیا کی ہر لذت، خصوصاً جنسی تعلقات کی لذت کے سپرد کر دینا چاہئے۔ میں نے کیوں دنیوی لذتیں اپنے اوپر حرام کر رکھی ہیں؟ جس دنیا میں قدم رکھنے سے باز رہا ہوں کیا اس

دنیا میں مجھے کوئی حسین لڑکی مل سکتی ہے۔ اتنی ہی حسین جتنی کہ یہ مریم ہے۔؟"

اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی نظریں کنواری مریم کی اس تصویر پر مرکوز کر دیں جو اس کے عین سامنے دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ یہ تصویر پچھلے دو سال سے اس کی عقیدت اور پرستش کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ وہ اپنے دل میں عجیب قسم کی تسکین، بیچینی اور خوشی، جذبے سے مقدس مریم کی تصویر کو دیکھنے لگا۔

چند منٹوں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر دل میں کہا۔

"کس قدر حسن ہے ان نقوش میں، ایک طرف ذرا سے جھکے ہوئے سر کا انداز کس قدر دل لبھانے والا ہے، کیا نزاکت ہے، کیا انداز ہے اس کے باوجود ان پاک آنکھوں سے کیا غضب کا جلال، عظمت اور فرمانروائی ٹپک رہی ہے اور رخسار کس نزاکت سے ہاتھوں پر لگا ہوا ہے۔ گلاب ان رخساروں کی گلابی کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اور کنول ان ہاتھوں کی سفیدی کے سامنے سر اٹھا سکتا ہے؟ نہیں، کبھی نہیں۔ کاش کہ ایسی ہستی کا وجود ہوتا اور میرے لئے صرف ہوتا۔ اگر مجھے اپنی انگلیاں اس کی سنہری ریشمی بالوں میں پھیرنے کی اجازت ہوتی اور — اور کاش کہ یہ خزانے میرے لئے ہوتے اور تب — اے خدا، کیا میں اپنے جذبات کو لگام دے سکتا؟ — خداوند خدا! اپنی تیس سال کی تنہائی اور عبادت کے صلہ میں کیا مجھے ایسی حسینہ کی گرم آغوش نہ ملنی چاہئے؟ کیا ایسی حسینہ سے لطف اندوز ہونے کے لئے مجھے — لیکن لعنت ہے۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ اس مقدس تصویر کو دیکھ کر یہ کیا وسوسے اٹھ رہے ہیں میرے دل میں — یہ کیا سوچ رہا ہوں میں۔ توبہ توبہ — کیا خیالات مجھے بھٹکا رہے ہیں — لعنت ہو تجھ پر اے شیطان۔ کبھی کوئی فانی انسان حسن کا ایسا مکمل ترین نمونہ نہ تھا ورنہ ہوگا جیسی کہ یہ تصویر ہے۔ لیکن — لیکن — فرض کرو کہ اگر حقیقت میں ایسی حسینہ ہوتی تو؟ تب تو عام انسانوں کے لئے بڑی آزمائش ہوتی لیکن میں، میں امبروسیو! اس قسم کے سارے وسوسوں اور شیطانی ترغیبوں سے نہ صرف دور بلکہ بلند بھی ہوں۔ وسوسے؟ ترغیب؟ چہ — میرے لئے ان کا کوئی وجود نہیں — میرے دل میں جذبات کا ایسا ہیجان پیدا ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ ایک عام آدمی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت جو چیز مجھے مسحور کر رہی ہے وہ بعد میں مجھے متنفر کر دے گی کیونکہ عورت بہرحال ایک ہیچ اور ذلیل ہستی ہے اور اس کا حسن فانی ہے اور میں عظیم ہوں اور اعلیٰ ہوں۔ اور جب میں اپنی عظمت کو یاد کروں گا تو پھر کسی عورت کی طرف متوجہ نہ ہوں گا اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تیس برسوں کی تنہائی اور سخت عبادتوں نے میرے جذبات مردہ کر دیئے ہیں؟ اب کون عورت ان مردہ جذبات میں روح پھونک سکتی ہے؟ چنانچہ

گر میں خانقاہ کی تنہائی کو خیرباد کہہ کر دنیا میں آ بھی گیا تو کیا میں اس ناگن کے زہر سے محفوظ رہ سکوں گا جس نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔ امبر دسیو! ہمت کرو، دنیا میں نکل آؤ کہ تم دنیا کی ہر چیز سے بلند ہو۔ یاد رکھو کہ اب تم ساری انسانی کمزوریوں سے پاک ہو—— خانقاہ سے نکلو، اندھیرے کی قوتوں کو للکارو، انہیں شکست دو اور پھر ساری دنیا جان لے گی کہ تم کیا ہو۔ اور تمہیں وہ مرتبہ حاصل ہوگا جو آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

اور یہاں آ کر امبر دسیو کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کوئی اس کے حجرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دستک تین دفعہ اور آہستہ آہستہ دی گئی۔ راہب امبر دسیو بڑی مشکل سے خیالات کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہوا۔

"کون ہے؟" آخرکار اس نے پوچھا۔

"میں ہوں، مقدس باپ، روزاریو۔ ایک شیریں آواز نے جواب دیا۔

"اندر آ جائیے۔" دروازہ مقفل نہیں ہے۔"

فوراً ہی کواڑ کھلے اور روزاریو حجرے میں داخل ہوا۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں بید کی چھوٹی سی ٹوکری لٹکائے ہوئے تھا۔

روزاریو اس خانقاہ کا امیدوار راہب تھا یعنی وہ اب تک مبتدی تھا لیکن اُمید تھی کہ تین مہینوں میں وہ ساری رسومات کے ساتھ یسوع مسیح سے عہد باندھ کر رہبانیت اختیار کر لے گا۔ اس لڑکے کے رد و امر د کا ایک بندھا تھا جس نے سب کو دلچسپی کا مرکز بنا دیا تھا۔ اس عمر میں سوسائٹی سے اس کی نفرت اور کسی ترغیب کے بغیر رضاکارانہ طور پر دنیا سے کنارہ کشی ایک غیر معمولی بات تھی کہ اس نے راہبوں کی پوری جماعت کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا اور وہ سب کے سب اس کے تقریباً گرویدہ تھے، کسی خاص وجہ سے، جو کسی کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ روزاریو حیرت انگیز طور پر خوبصورت تھا۔ خانقاہ میں وہ صرف روزاریو کے نام سے ہی مشہور تھا۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ ایک اجنبی جس کے لباس اور وضع قطع سے امارت ٹپکی پڑتی تھی اور جو کسی بلند اور مشہور خاندان کا معلوم ہوتا تھا، ایک دن خانقاہ کے دروازے پر آیا اور اس نے راہبوں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ ایک مبتدی کو خانقاہ میں داخل کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خاصی رقم خانقاہ کے چندے میں جمع کر دی۔ دوسرے روز وہ روزاریو کو لے کر آیا اور اسے راہبوں کے سپرد کر کے چلا گیا۔ اس دن کے بعد سے لے کر اب تک نہ تو پھر کسی نے اس اجنبی کو کبھی دیکھا اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا۔

روزاریو واقعی عام راہبوں کی صحبت سے دور ہی دور رہتا۔ ان کی مہربانیوں کا جواب بڑے اخلاق اور شائستگی سے دیتا اور زیادہ تر خاموش ہی رہتا اور اپنی ہر بات اور ہر حرکت سے ظاہر کرتا کہ اسے تنہائی پسند ہے۔ لیکن روزاریو کے اصول سے صدر خانقاہ امبر دسیو بری تھا۔ دوسرے راہبوں سے تو روزاریو دور ہی دور رہتا اور ان سے کتراتا تھا لیکن امبر دسیو سے ملنے اور اس کے حجرے میں جانے کے بہانے تلاش کیا کرتا تھا اور جب بھی اسے ایسا موقع مل جاتا تھا وہ اسے حریصوں کی طرح جھپٹ لیتا تھا اور اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی جان توڑ کوشش کیا کرتا تھا۔ امبر دسیو کی صحبت میں اس کا دل ایک عجیب و غریب سکون اور اطمینان محسوس کرتا تھا کیونکہ امبر دسیو کے سامنے اس کی خاموشی یکلخت ٹوٹ جاتی اور عجیب دل بھانے والی شگفتگی کا مظاہرہ کرتا۔ اس طرف امبر دسیو دن بدن اس کی ذہانت، بشاشت، اخلاق، سادگی، معصومیت اور دلی رجحان سے زیادہ سے زیادہ مسحور ہوتا جا رہا تھا۔ مختصر یہ کہ امبر دسیو اس لڑکے روزاریو کو اتنا ہی چاہتا تھا جتنا کہ ایک باپ اپنے حقیقی بیٹے کو۔

"مقدس باپ! میں بے جا مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔" روزاریو نے ٹوکری میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں ایک درخواست کرنے حاضر ہوا ہوں کہ میرا ایک عزیز دوست سخت بیمار ہے۔ آپ اس کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیے۔"

"میرے عزیز بیٹے! میرے اختیار میں جو کچھ ہے ضرور کروں گا۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ میں نے کبھی تمہاری کوئی بات رد نہیں کی۔ تمہارے اس دوست کا نام کیا ہے؟"

"ونیا فیوڈیلا روندا۔"

"بس یہ کافی ہے۔ اپنی دعاؤں میں میں اسے یاد رکھوں گا اور امید ہے کہ سینٹ فرانسس میری دعا سن لیں گے۔ اس ٹوکری میں کیا ہے روزاریو؟"

"وہ پھول ہیں مقدس باپ، جو آپ کو بے حد پسند ہیں۔ اگر اجازت ہو تو انہیں آپ کے حجرے میں سجا دوں؟"

"بیٹے! کتنا خیال ہے تمہیں میرا اور کتنے بلند اخلاق ہیں تمہارے۔ بس تمہاری انہی باتوں نے مجھے مسحور کر رکھا ہے۔"

اور جب روزاریو گلدانوں میں پھول رکھ رہا تھا تو امبر دسیو نے کہا۔

"روزاریو! آج شام میں نے تمہیں گرجا میں نہیں دیکھا۔"

"حالانکہ میں وہیں موجود تھا مقدس باپ۔ آپ کو بھی میرا کتنا خیال ہے اور مقدس

باپ! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کی فتح و کامرانی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں۔"

"افسوس ہے بیٹے کہ اپنی اس فتح و کامرانی میں خود میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ہمارے مقدس ولی میری زبان سے بولتے ہیں۔ چنانچہ ساری تعریف ان ہی کے لئے ہے۔ تو پھر تم میری تقریر سے محظوظ ہوئے روزاریو؟"

"حد سے زیادہ۔ سچ تو یہ ہے مقدس باپ کہ آپ کی تقریر بے مثال تھی۔ ایسی تقریر میں نے پہلے کبھی نہیں سنی سوائے ایک موقع کے۔"

اور یہاں روزاریو نے بے اختیار ایک آہ بھری۔

"کون سا موقع تھا وہ؟"

"جب خانقاہ کے مرحوم صدر راہب کے انتقال پر آپ نے دل ہلا دینے والی تقریر کی تھی۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ کوئی دو سال پہلے کی بات ہے یہ۔ اس وقت موجود تھے تم؟ روزاریو! اس وقت تو میں تمہیں جانتا تک نہ تھا۔"

"یہ سچ ہے مقدس باپ۔ کاش کہ میں اسی دن اور اسی جگہ مر گیا ہوتا اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو میں کتنے دکھوں سے اور کتنی اذیتوں سے بچ جاتا۔"

"دکھ! اذیت! اس عمر میں روزاریو؟"

"ہاں مقدس باپ! اس عمر میں۔ اگر میرے غم سے اور میری اذیت سے واقف ہو جائیں تو آپ کے دل میں ہمدردی کے ساتھ ہی ساتھ شدید غصے کا لاوا ابل پڑے۔ ہائے! اگر پکڑے جانے کا خوف نہ ہوتا تو خانقاہ کی اس تنہائی میں مجھے کس قدر سکون قلب حاصل ہوتا؟ لیکن نہیں— آپ نہیں جانتے کہ خوف کی زندگی کتنی اذیت ناک ہوتی ہے؟ مقدس باپ! میں نے دنیا اور اس کے عیش و آرام کو چھوڑ دیا ہے اور اب میرے لئے اس دنیا میں آپ کی دوستی اور آپ کی محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا ہے اور مقدس باپ! میں تو اس خیال سے لرز اٹھتا ہوں کہ اگر یہ دونوں چیزیں بھی مجھ سے چھین لی گئیں تو پھر کیا ہوگا؟ کہاں جاؤں گا میں؟"

"میری دوستی اور میری محبت ہمیشہ قائم رہے گی روزاریو۔ چنانچہ تمہارا یہ خوف بے بنیاد ہے۔ مجھے اپنا دوست سمجھو اور مجھ پر بھروسہ رکھو۔ اپنا راز مجھے بتاؤ۔ کیا دکھ اور کون سا غم ہے تمہیں؟ اور یقین کرو کہ اگر میرے اختیار میں ہوا تو میں ان کا مداوا کروں گا۔"

"آہ! مقدس باپ! میرے دکھوں کا مداوا آپ اور صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔ یہ کسی

اور کے نہیں بلکہ تنہا آپ کے ہی اختیار میں ہے۔ اس کے باوجود میں اپنا دکھ آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا! اپنا راز آپ کو بتا دیا تو پھر آپ کو مجھ سے نفرت ہو جائے گی اور مجھے یہاں سے نکال باہر کریں گے اور اگر ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گا۔"

"بیٹے! میں تم سے التجا کرتا ہوں— درخواست کرتا ہوں کہ...."

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ نہیں— نہیں— سنئے! شام کی عبادت کا گھنٹہ بج رہا ہے۔ مجھے خیر و برکت کی دعا کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔"

اور یہ کہہ کر روزاریو اپنے گھٹنوں پر گر گیا۔ امبروسیو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ روزاریو نے راہب کا ہاتھ عجیب جوش اور جذبات کے عالم میں چوما اور اٹھ کر بڑی عجلت میں حجرے سے نکل گیا۔ اس کے چند لمحوں بعد ہی امبروسیو اس لڑکے کی عجیب و غریب حرکت پر دل ہی دل میں حیرت کرتا شام کی عبادت کے لئے جا رہا تھا۔

شام کی عبادت ختم ہوئی تو راہب اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے البتہ امبروسیو گرجا ہی میں رہا کیونکہ سینٹ کلارا کی ننیں آنے والی تھیں۔ گرجا میں امبروسیو کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اسے اس کرسی پر جس پر بیٹھ کر وہ اعتراف سنا کرتا تھا، بیٹھے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ننوں کی خانقاہ کی بڑی راہبہ گرجا میں داخل ہوئی۔ ایک ایک نن امبروسیو کے سامنے آتی اور اعتراف کرتی اور وہ باری باری اعتراف سنتا رہا۔ دوسری ننیں متصل حجرے میں اپنی باری کا انتظار کرتی رہیں۔ امبروسیو اعترافات سنجیدگی سے سنتا اور ننوں کی لغزشوں پر مناسب کفارے کا طریقہ بتاتا رہا۔ سب کچھ حسب معمول اور سکون سے ہو رہا تھا کہ ایک نن کے لبادے میں سے ایک خط نکل کر فرش پر گرا۔ نن اپنا اعتراف کر کے اٹھی اور چلی گئی۔ اسے پتہ ہی نہ تھا کہ اس کا خط فرش پر گر گیا تھا اور اب تک وہیں پڑا ہوا تھا۔ امبروسیو نے وہ خط اٹھا لیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خط نن کے کسی قریبی عزیز نے لکھا ہوگا اور وہ اسے لوٹا دینا چاہتا تھا۔

"ٹھہرو بیٹی!" اس نے کہا۔ "تمہارا یہ خط "

وہ ایک دم سے خاموش ہو گیا کیونکہ خط ذرا سا کھل گیا تھا اور امبروسیو نے غیر ارادی طور پر چند ابتدائی الفاظ پڑھ لئے تھے۔ امبروسیو کی آواز سن کر نن اس کی طرف گھوم گئی تھی۔ جب اس نے اپنا خط صدر راہب کے ہاتھ میں دیکھا تو خوف کی ایک چیخ کے ساتھ خط اس کے ہاتھ سے گھسیٹ لینے کے لئے اس کی طرف لپکی۔

"ٹھہرو" امبروسیو کے لہجے میں لرزہ خیز کرختگی تھی۔ "ابھی یہ خط میں ضرور پڑھوں گا۔"

اور اس نے نن پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی۔

نن کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور وہ بُری طرح سے کانپ رہی تھی۔

اس لئے ...... گرنے سے بچنے کے لئے وہ گرجا کے ستون سے لپٹ گئی۔

امبروسیو خط پڑھنے لگا۔

"میری پیاری ایگنس"

تمہارے فرار ہونے کے سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ کل رات کے ٹھیک بارہ بجے میں باغ کے پھاٹک پر تمہارا انتظار کروں گا۔ میں نے کنجی حاصل کر لی ہے۔ تمہیں محفوظ جگہ پہنچانے کے لئے صرف چند گھنٹے کافی ہیں۔ پیاری ایگنس! اب تک تم اپنی اور اس کی حفاظت کرنا جو تمہاری کوکھ میں پروان چڑھ رہا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ تم نے میری اور صرف میری بننے کا وعدہ کیا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اب اگر تم زیادہ دنوں تک خانقاہ میں رہیں تو تم اپنی حالت کو اپنی ساتھی راہبات کی متجسس نگاہوں سے چھپا نہ سکو گی۔ چنانچہ ان کی ظالمانہ درازدستی سے بچنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ فرار اور یہی اس کا موقع ہے۔ کل رات بارہ بجے باغ کے پھاٹک پر ضرور ضرور آ جانا۔ تب تک کے لئے میری پیاری ایگنس اور میری ہونے والی بیوی، خدا حافظ"

یہ خط پڑھتے ہی امبروسیو آگ بگولا ہو گیا اور اس نے ایک غضب ناک نظر سے گنہگار نن کی طرف دیکھا کہ وہ غریب مر جانے کی آرزو کرنے لگی۔

"یہ خط تمہاری خانقاہ کی صدر راہبہ کو دکھانا ضروری ہے۔" اس نے کہا اور اٹھ کر ایگنس کے قریب سے نکلتا چلا گیا۔

اس کے الفاظ ایگنس کو غصے میں بھرے ہوئے دیوتا کی قیامت خیز گرج کی طرح معلوم ہوئے۔ اس نے ایک دم سے دوڑ کر امبروسیو کے لبادے کا دامن پکڑ لیا۔

"نہیں۔ نہیں۔" وہ چلائی۔

اور پھر وہ امبروسیو کے قدموں پر گر پڑی اور اس کے مقدس پیروں کو اپنے آنسوؤں سے دھونے لگی۔

"مقدس باپ۔" اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔ "میری جوانی پر رحم کیجئے مقدس باپ! میں ایک عورت ہوں چنانچہ میری کمزوری کو نظر انداز کرتے ہوئے میری اس لغزش کو معاف کیجئے اور اسے چھپا رکھئے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اپنی بقیہ زندگی اس ایک غلطی کا کفارہ ادا کرتے

گزاروں گی اور آپ کی ہمدردی ایک بھٹکی ہوئی گنہگار روح کو پھر جنت کی طرف لے آئے گی۔"

"حیرت انگیز جسارت۔ تو کیا سینٹ کلارا کی خانقاہ رنڈیوں کا مسکن بن گئی ہے؟ حیرت پر حیرت ہے۔ تم پر رحم کر کے میں یسوع مسیح کی مقدس خانقاہ اور کلیسا کو زناکاری اور عیاشی کا ذریعہ بننے دوں؟ بیوقوف اور گنہگار نن میری ایسی رحم دلی خود مجھے تیرے گناہ میں برابر کا شریک کر دے گی۔ ذلیل عورت! تو نے اپنے آپ کو اپنے عاشق کے حوالے کر کے اپنا کنوارپن ختم کر دیا۔ اپنے منہ سے ننوں اور پادریوں کے مقدس لباس کو نجس کیا اور کلیسا کی روایتوں کو توڑ دیا۔ اس کے بعد بھی تو مجھ سے رحم کی توقع رکھتی ہے؟ تو نے جو کچھ کیا ہے کیا اس کے بعد بھی تو اپنے آپ کو میرے رحم کی مستحق سمجھتی ہے؟ ہٹ جا میرے راستے سے، چھوڑ دے میرا دامن۔ تیرے ناپاک ہاتھ اس قابل نہیں ہیں۔ صدر راہبہ کہاں ہے؟"

امبروسیو نے آخری الفاظ چیخ کر کہے۔

"ٹھہرو مقدس باپ۔ میری بات سن لو۔ نن بننے سے پہلے، بہت پہلے، ریمنڈ میرے دل کا مالک تھا۔ اس نے مجھ سے فرشتوں کا سا پاک و صاف پیار کیا اور میرے دل کو دنیا کے مقدس ترین اور سچے جذبے سے متعارف کرایا اور میرا شرعی و قانونی شوہر بننے والا تھا کہ ایک رشتہ دار کے خوفناک کارنامے اور فریب نے ہم دونوں کو جدا کر دیا۔ یہ خیال کر کے کہ اب میں ریمنڈ کو کبھی نہ پا سکوں گی میں سخت ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں خانقاہ میں داخل ہو گئی۔ لیکن خدا کی مرضی اور اتفاقات نے ہمیں پھر ملا دیا اور میں اپنے آپ کو روک نہ سکی کیونکہ ایک طرف میں اس کی دوری اور دوسری طرف وہ میری جدائی میں رو رہا تھا اور ایک مدت کے بعد ملاپ کی گھڑی آئی تھی چنانچہ ہم خانقاہ کے باغ میں رات کے وقت ملنے لگے اور پھر ایک منحوس گھڑی میں ہم دونوں جذبات کی رو میں بہہ کر بے قابو ہو گئے اور میں نے مسیح اور اس کی کنواری ماں سے اپنا عہد توڑ کر اپنا کنوارپن اس کے سپرد کر دیا اور اب — اب بہت جلد میں ماں بننے والی ہوں۔ ریورنڈ امبروسیو! مجھ پر رحم کیجئے اور اس کی جان نہ لیجئے جس نے ابھی دنیا کی روشنی تک نہیں دیکھی۔ میرا خط مجھے دے دیجئے اور مجھے بچا لیجئے۔"

"تمہاری یہ دیدہ دلیری مجھے حیرت زدہ کر رہی ہے۔ میں تمہارا جرم چھپاؤں۔ میں! جس کے سامنے تم نے جھوٹا اعتراف کیا اور جسے تم نے دھوکا دیا ہے؟ نہیں بچی۔ اس کے برخلاف میں تمہاری ایک زبردست خدمت انجام دوں گا۔ تم نے ایک زبردست گناہ کیا ہے اس کے باوجود میں تمہیں عذاب جہنم سے بچا لوں گا۔ توبہ اور عقوبت نفس تمہارے گناہ کا کفارہ ادا کر دے گا اور

ہوری تھی تمہیں ایک بار پھر راہ راست پر لے آئے گی۔ مادر سینٹ اگاتھا کہاں ہو تم؟"

حجرے کا دروازہ کھلا اور صدر راہبہ اپنی ننوں کے ساتھ حجرے میں آ گئی۔

"بیدرد — ظالم!" ایگنس نے کہا اور امبروسیو کا دامن چھوڑ دیا۔

اور پھر انتہائی دہشت اور مایوسی کے عالم میں اس نے اپنے آپ کو فرش پر دے پٹخا اور اب وہ اپنا سینہ کوٹ رہی تھی اور اپنی نقاب نوچ رہی تھی۔

امبروسیو نے اس کی طرف ذرا بھی متوجہ ہوئے بغیر وہ منحوس خط صدر راہبہ سینٹ اگاتھا کی طرف بڑھا دیا اور بتایا کہ یہ خط اس کے ہاتھ کس طرح لگا اور کہا کہ گنہگار نن ایگنس کس طرح کفر روا رکھے اور اسے کیا سزا دی جائے۔ یہ تجویز کرنا اس کا، صدر راہبہ کا کام ہے۔

صدر راہبہ جیسے جیسے خط پڑھتی جاتی تھی غصے کی وجہ سے اس کے چہرے کے نقوش بگڑتے جاتے تھے۔ ایسا گناہ نہ صرف اس کی خانقاہ میں کیا جائے بلکہ وہ امبروسیو کے سامنے، جس کی پرستش پورا مدرید کرتا تھا اور جسے وہ اپنی ننوں کی پاکدامنی سے مرعوب کرنا چاہتی تھی، ظاہر بھی ہو جائے؟ یہ انتہا تھی۔ سینٹ اگاتھا خاموش تھی اور شعلہ بار نظروں سے بار بار فرش پر پڑی ہوئی ایگنس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اسے خانقاہ میں لے جاؤ۔" آخرکار اس نے اپنی ماتحت ننوں سے کہا۔

چنانچہ دو بوڑھی ننیں آگے بڑھیں، انہوں نے جھک کر ایگنس کو دائیں بائیں سے پکڑ کر جبراً اٹھایا اور اسے گھسیٹ کر حجرے سے باہر لے جانے لگیں۔

"تو کیا کوئی امید نہیں ہے؟" ایگنس نے کہا اور ایک زبردست جھٹکے کے ساتھ اپنے کو چھڑا لیا اور غصے میں بھری ہوئی شیرنی کی نظر سے امبروسیو کی طرف دیکھا۔

"بہت اچھا۔" وہ بولی۔ "سنو اے بیدرد، مغرور اور پتھر دل انسان سنو تم چاہتے تو مجھے بچا لیتے، تم مجھے میری عزت اور میری مسرتیں واپس دلا سکتے تھے لیکن تم نے ایسا نہ کیا۔ میری التجا تم نے ٹھکرا دی۔ چنانچہ تم میرے قاتل ہو، میرا اور میرے ہونے والے بچے کا خون تمہاری گردن پر ہوگا اور تم چین نہ پاؤ گے۔ میری یہ بددعا یاد رکھنا۔ تم نے ایک گنہگار کی فریاد ٹھکرا دی۔ اس پر رحم نہ کیا۔ لیکن خود تمہاری پاکدامنی کی، جس پر تمہیں ناز ہے، حقیقت کیا ہے؟ کون سی ترغیبات پر تم غالب آئے ہو؟ کون سے جذبات پر تم نے فتح حاصل کی ہے؟ بزدل، تم نے ان پر فتح حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا ہے بلکہ تم ان سے بھاگے ہو۔ لیکن تمہاری آزمائش کا بھی ایک دن آئے گا، ضرور آئے گا اور تب تم اپنے بھڑکتے جذبات کے سامنے ہتھیار ڈال دو گے اور اس کے بعد جب تم کانپ

کانپ کر اپنے گناہوں پر نظر کرو گے اور رو رو کر اپنے خدا سے رحم طلب کرو گے اور اس کے سامنے گڑگڑاؤ گے تو اس وقت مجھے یاد کرنا، اس ایگنس کو یاد کرنا جس پر تم نے رحم نہیں کیا۔"

اور یہ آخری الفاظ کہتے ہی وہ غش کھا کر قریب کھڑی ہوئی نن پر گری جس نے اسے سنبھال لیا۔ ننیں بے ہوش ایگنس کو اٹھا کر حجرے سے لے گئیں۔

دوسرے ہی لمحہ بقیہ ننیں بھی جا چکی تھیں۔

ایگنس کی بددعاؤں کو امبروسیو نے سنا ضرور تھا۔ یہ اور بات تھی کہ وہ خود ان کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا اور اب وہ اپنے دل میں ایک عجیب طرح کی کسک محسوس کر کے سوچ رہا تھا کہ بدنصیب ایگنس کے ساتھ اس کا سلوک بے حد سخت رہا تھا اور اس پر وہ کچھ بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے صدر راہبہ کو روک لیا کہ گنہگار کے حق میں کچھ الفاظ کہے۔

"مادر سینٹ اگاتھا۔" اس نے کہا۔ "تمہاری خانقاہ کی اس نن کی مایوسی، ندامت اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ کم سے کم گناہ کی عادی تو نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کفارے کی مروجہ منازل میں کچھ تخفیف کر دی جائے تو......"

"تخفیف کر دوں مقدس؟" صدر راہبہ نے امبروسیو کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ مجھ سے تو یہ نہ ہوگا۔ ہماری جماعت کے قوانین اور اصولوں کو استعمال نہیں کیا گیا لیکن ایگنس کے گناہ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اور اب ایک بار پھر ان قوانین پر عمل ضروری ہو گیا ہے۔ ایگنس وہ پہلی نن ہوگی جو ہمارے مروجہ قوانین کی سختیوں کا مزہ چکھے گی اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ انہیں آخری حد تک آزمایا جائے گا۔ خدا حافظ مقدس باپ"

اور صدر راہبہ تیز تیز قدم اٹھاتی حجرے سے نکل گئی۔

"میں اپنا فرض ادا کر چکا۔" امبروسیو نے دل میں کہا۔

ناخوشگوار خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے وہ حجرے سے نکل کر خانقاہ کے باغ میں آ گیا۔ پورے مدرید میں ایسا خوبصورت مقام کوئی دوسرا نہ تھا اور پھر یہ وقت بھی وہ تھا کہ اس کی خوبصورتی میں اور اضافہ کر رہا تھا۔ نیلے اور صاف آسمان میں پورا چاند تیر رہا تھا اور اس کے درختوں اور پھولوں کے تختوں میں سوئی ہوئی چاندنی عجیب بہار دے رہی تھی اور فوارے کا چھلکتا پانی چاندنی میں چمک رہا تھا۔ ہوا کے فرحت بخش جھونکے نارنگی کے پیڑوں میں سرسرا رہے تھے اور پھولوں کی مست کن خوشبو کو اپنے دامن میں سمیٹ کر اس کا حجرہ کا دورہ سا کر رہے تھے اور سامنے بنے ہوئے نخلی جنگل کی گہرائیوں میں ایک بلبل چہچہا رہی تھی۔

امبر دیبو اسی طرف چلا۔

اس جھنڈ میں ایک پرانا مصنوعی غار تھا جو خود خانقاہ کے طرز پر بنایا گیا تھا۔ خیالات میں غلطاں و پیچاں امبر دیبو سر جھکائے اسی طرف جا رہا تھا۔ آفاقی سکون اس کے دل پر مسلط تھا لیکن شہوت انگیز سرود اس کی روح پر پژمردگی کی لہریں دوڑا رہا تھا۔ یہ عجب جذبہ تھا جو اسے خواہ مخواہ بے قرار کئے ہوئے تھا۔

وہ غار کے قریب پہنچ گیا اور سکون حاصل کرنے اور قدرے ستانے کی غرض سے اس میں داخل ہو رہا تھا کہ یک بیک ٹھٹھک گیا۔ خانقاہ نما غار میں پہلے ہی سے کوئی موجود تھا۔ وہاں چشمے کے کنارے ایک نشست پر کوئی لیٹا ہوا تھا۔

امبر دیبو آگے بڑھا اور اس نے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ روزاریو تھا۔ امبر دیبو غار کے دہانے پر ہی خاموش کھڑا روزاریو کی طرف دیکھتا رہا۔ چند منٹوں بعد روزاریو نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور عجب ادا سے سامنے والی دیوار کی طرف دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہرا اور غم آلود سانس کھینچ کر کہا۔ "میں تیری حالت کی ساری شادمانی اور خود اپنی حالت کی ساری پریشانی محسوس کر رہا ہوں۔ ہائے میں نفرت سے انسانوں کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتا، کسی صورت یہ بھول ہی نہیں سکتا کہ دنیا میں ایسے انسان بھی ہیں جن سے پیار کیا جا سکتا ہے۔ خدایا مردم بیزاری میرے لئے کتنی بڑی نعمت ہوتی اور پھر میں خوش اور مطمئن رہتا۔"

"یہ تو عجب آرزو ہے روزاریو۔"

امبر دیبو نے کہا اور آگے بڑھ کر غار میں داخل ہو گیا۔

"کون؟ — ارے — آپ مقدس باپ؟"

اور روزاریو ہڑبڑا کر کائی آلود نشست پر سے اٹھا اور اس نے جلدی سے اپنے چغے کی کلاہ نیچے کھینچ کر اپنا چہرہ چھپا لیا۔ امبر دیبو نشست پر بیٹھ گیا اور روزاریو کو بھی جبراً اپنے قریب بٹھا لیا۔

"روزاریو تم اتنے ملول اور دل شکستہ کیوں ہو کہ مردم بیزاری کو نعمت سمجھ رہے ہو؟" امبر دیبو نے کہا۔ "یہ جذبہ سب سے زیادہ نفرت انگیز ہے۔ کیسا تعجب ہوا ہے تمہارے ساتھ، کیا تم بے سمجھے کہ تم ایسی آرزو کر رہے ہو؟"

بلبل اب انار کرنگی کے اس درخت پر آ بیٹھی تھی جو غار کے عین سامنے تھا اور بڑی

فسوں کی سے نغمہ زن تھی۔ روزاریو نے اپنی جھکا ہوا سر اٹھایا اور غور سے بلبل کا نغمہ سننے لگا۔

"بس اسی طرح۔ بس اسی طرح" آخر کار وہ بولا۔

"اسی طرح کیا روزاریو۔"

"اپنی دکھوں بھری زندگی کے آخری مہینے میں میری بہن بھی اسی طرح بیٹھ کر بلبل کا نغمہ سنا کرتی تھی۔ ہائے آہ۔ بیچاری۔"

"تمہاری بہن بھی تھی؟"

"یہ آپ نے ٹھیک کہا مقدس باپ کہ تھی۔ وہ اپنی زندگی کی عین بہار میں غموں سے بوجھ تلے دب گئی۔"

"کیا تھے اس کے غم؟"

"مقدس باپ! بدقسمتی سے وہ محبت میں گرفتار تھی۔ وہ ایک مرد سے جو تمام خوبیوں کا مالک تھا، محبت کرتی تھی۔ فدا تھی وہ اس پر اور یہی محبت اس کی تباہی کا باعث بنی۔ اس کا مردانہ حسن، اس کا بے داغ کردار، اس کی قابلیت، شرافت، ذہانت اور خوش طبعی ایسی تھی جو پتھر میں بھی محبت کا جذبہ موجزن کر سکتی تھی۔ میری بہن نے اسے دیکھا اور اس سے محبت کرنے کی جرأت کر بیٹھی لیکن اسے اپنا بنانے کی جرأت نہ کر سکی۔"

"اگر اس کی محبت اتنی ہی شدید تھی تو پھر اسے اپنا بنانے میں کون سی رکاوٹیں حائل تھیں؟"

مقدس باپ اس سے پہلے کہ جولین میری بہن سے واقف ہوتا وہ ایک دوسری لڑکی کو، جو حسن صورت اور حسن سیرت میں لاجواب تھی، اپنی دلہن بنا چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی اور کا شوہر بن چکا تھا میری بہن اس سے محبت کرتی رہی اور پھر ایک دن محبت میں ایسی از خود رفتہ ہوئی کہ ہمارے گھر سے بھاگ نکلی۔ وہ پھٹے پرانے لباس میں اپنے محبوب کے گھر پہنچی اور اس سے کہا کہ وہ بڑی امیدیں لے کر اور اس کی بہت تعریف سن کر اس کے پاس آئی ہے چنانچہ وہ اسے بطور خادمہ اپنے یہاں رکھ لے۔ اس نے کہا کہ وہ گھر گرہستی کے کام سے واقف تھی۔ جولین نے اسے اپنے یہاں رکھ لیا۔ اب میری بہن — اپنے محبوب اور اس کی بیوی کی خدمت کرتی اور خوش تھی کہ اس کا محبوب اب ہر دم اس کی نظر کے سامنے رہتا تھا۔ میری بہن نے اپنے محبوب کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہو گئی اور تب ایک منحوس گھڑی میں اس نے اپنے محبوب کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کر دیا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ جولین نے بدنامی کے خوف سے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنی بیوی سے بیوفائی کرنا نہ چاہتا تھا میری بہن کو اسی وقت اپنے گھر سے نکال دیا۔ اس

کی اس سنگدلی نے ملاوہ کا دل توڑ دیا، وہ واپس اپنے گھر آ گئی اور چند مہینوں بعد ہی اپنی قبر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا سوئی۔"

"بدنصیب لڑکی! واقعی وہ بدنصیب تھی اور جولین سخت ظالم آدمی تھا۔"

"یہ — یہ — آپ کہہ رہے ہیں مقدس باپ؟" روزاریو نے خوشی سے چیخ کر پوچھا۔

"بے شک اور مجھے تمہاری بہن پر رحم آتا ہے۔"

"رحم آتا ہے — اس پر اس پر — تو پھر مقدس باپ مجھ پر بھی رحم کیجئے "

امبروسیو نے چونک کر روزاریو کی طرف دیکھا۔ موخر الذکر نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیونکہ میرا غم اس سے بڑھا ہوا ہے۔ میری بہن کی تو ایک سہیلی بھی تھی جو اسے تسلی دیتی اور اس کی ڈھارس بندھاتی اور اس کا غم غلط کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ لیکن میں — میں تو اکیلا ہوں — میرا کوئی دوست، کوئی غمگسار نہیں ہے۔"

امبروسیو بے حد متاثر ہوا۔ اس نے روزاریو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہمدردی سے دبایا۔

"تمہارا کوئی دوست نہیں؟ کوئی غمگسار نہیں ہے؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو روزاریو؟ تو پھر میں کون ہوں؟ تم اپنا غم میرے سامنے کیوں نہیں بیان کرتے؟ روزاریو جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں دیکھا تو اسی وقت سے میں اپنے دل میں ایک ایسا جذبہ محسوس کر رہا ہوں جس سے میں پہلے واقف ہی نہ تھا۔ تمہاری محبت میں مجھے جو سکون اور خوشی میسر آتی ہے وہ کسی اور کی محبت میں میسر نہیں آئی اور جب میں تمہارے علم اور ذہانت سے واقف ہوا تو مجھے اتنی خوشی حاصل ہوئی جتنی کہ شاید ایک حقیقی باپ کو حاصل ہوتی ہوگی۔ روزاریو اپنا خوف جھٹک دو اور کہو کہ تمہیں مجھ پر اعتبار ہے۔ بھروسہ کرو مجھ پر روزاریو اور یاد کرو کہ میں شروع سے تم سے کتنے پیار اور محبت سے پیش آیا ہوں۔ یاد کرو کہ میرا سلوک تمہارے ساتھ کس قدر مخلصانہ رہا ہے اور پھر بتاؤ کہ تمہیں کیا غم ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ۔"

"ٹھہریے مقدس باپ۔" روزاریو نے جلدی سے کہا۔ "قسم کھائیے کہ میرا راز کیسا ہی کیوں نہ ہو اس سے واقف ہونے کے بعد آپ مجھے خانقاہ سے اس وقت تک نہ نکالیں گے جب تک کہ راہبوں کے حلقے میں داخل ہونے کے لئے میری امیدواری کا زمانہ پورا نہیں ہو جاتا۔"

"میں قسم کھاتا ہوں اور سچے دل سے کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی قسم توڑ دوں تو مجھے مسیح کا دیدار نہ حاصل ہو۔ اچھا — اب اپنا راز ظاہر کرو اور میری قسم پر، مجھ پر بھروسہ کرو۔

"بہت اچھا۔ میں آپ پر بھروسہ کرتا ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ سنیے۔ کیسے کہوں؟ ہائے۔ مجھ پر تو لرزہ طاری ہوا جاتا ہے۔ اپنے دل میں رحم اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کر لیجئے مقدس امبروسیو۔ ہر اس انسانی کمزوری کو آواز دیجئے جو آپ کو مجھ پر رحم کرنا سکھا دے۔"

اور یوں کہہ کر روزاریو امبروسیو کے قدموں میں گر گیا اور بڑے جوش کے عالم میں راہب کا ہاتھ چوم کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

مقدس باپ! میں — میں — لڑکا نہیں — لڑکی ہوں — عورت۔"

اس خلاف توقع انکشاف پر امبروسیو ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ زمین پر روزاریو یوں پڑا ہوا تھا جیسے اس سزا کا منتظر ہو جو راہب اسے دینے والا تھا۔

آخر کار راہب غار سے نکل کر خانقاہ کی طرف تقریباً بھاگ پڑا۔ لڑکی فرش پر سے اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی۔ اسے جا لیا اور پھر اس کے راستے میں اپنے آپ کو ڈال کر اس کے گھٹنوں سے لپٹ گئی۔

"مجھ سے بھاگو نہیں۔" وہ بولی "مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میرا دل نہ توڑو۔ میں نے تمہیں اپنی بہن کی جو کہانی سنائی تھی وہ دراصل میری کہانی ہے۔ میں خود ملاوہ ہوں اور تم ہی میرے محبوب ہو۔"

ملاوہ کے پہلے انکشاف نے امبروسیو کو دم بخود کر دیا تھا، وہ گڑبڑایا ہوا تھا، وہ پریشان تھا اور اس حد تک کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل رہی تھی۔ چنانچہ وہ بت بنا اپنے گھٹنوں سے لپٹی ہوئی ملاوہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ امبروسیو کی اس خاموشی کو غنیمت جان کر ملاوہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"امبروسیو! یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تم سے تمہاری وہ دولہن چھیننا چاہتی ہوں جس کے لئے تم نے سب کچھ تج دیا ہے۔ یقین کرو امبروسیو، ملاوہ ایسی خود غرض نہیں ہے کہ وہ تمہیں راہ راست سے بھٹکا دے۔ تمہارا مذہب اور تمہارا خدا ہمیشہ تمہارا ہے۔ میں تم سے اپنی آرزو پوری کروانا نہیں چاہتی۔ میں تمہارے دل کی مالکن بننا چاہتی ہوں نہ کہ تمہارے جسم کی۔ میں ہوس پرست اور عیاش لڑکی نہیں ہوں۔ چنانچہ تم سے لطف اندوز ہونے کا خیال تک میرے دل میں نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ امبروسیو! میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اسے سن لو —"

اور وہ بیٹھ گئی۔ امبروسیو اس قدر حیران اور پریشان تھا کہ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ چنانچہ یہ تک جانے بغیر کہ وہ کیا کر رہا ہے وہ بھی بیٹھ گیا۔

اور تب ملاوہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے یوں کہا۔

"سنو امبر دسیو! میں ایک شریف، باعزت اور امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں جوان اور خوبصورت ہوں۔ چنانچہ مدینہ کے امیرزادوں اور نواب زادوں نے مجھ سے شادی کرنا چاہی لیکن میں نہ تو کسی کی طرف متوجہ ہوئی اور نہ ہی کسی کی درخواست قبول کی۔ میری پرورش میرے ایک ایسے چچا نے کی ہے جو سمجھ بوجھ، بصیرت اور علم و فضل میں اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے علم و بصیرت کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت کر دیا ہے اور میں نے نہ صرف جدید فنون اور سائنس کی تعلیم حاصل کی بلکہ ان علوم سے بھی واقف ہو گئی جنھیں انسانوں کے تعصب اور اندھی روایت پرستی نے عام ہونے نہ دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ میرے سرپرست نے مجھے صرف دنیوی علوم کی تعلیم دی۔ نہیں ـــ وہ ساتھ ہی ساتھ مجھے اخلاق اور دینیات بھی سکھاتے رہے۔ انھوں نے مجھے مذہب کے حسن سے واقف کیا اور انھوں نے مجھے پاکدامن مذہبی رہنماؤں کی عزت اور توقیر کرنا سکھائی۔ عصمت اور عفت کی قیمت سے مجھے آگاہ کیا اور میں نے ان کی تعلیم اور ان کی نصیحتوں پر پورا پورا عمل کیا۔

"نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے نفرت ہو گئی اور میں نے شادی کی ہر درخواست ٹھکرا دی اور کوئی میرے دل کا مالک نہ بن سکا یہاں تک کہ اتفاق اور قسمت مجھے کاپوشن کے گرجا میں لے آئی اور تب میں نے پہلی دفعہ تمھیں دیکھا۔ اس دن صدر خانقاہ علیل تھے اور ان کی جگہ عشائے ربانی میں امبر دسیو تم آئے تھے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تمھاری تقریر نے میرے دل پر کیسا اثر کیا۔ ہائے! میں تمھارے الفاظ پی پی جاتی رہی، وہ میرے دل میں اترتے چلے گئے، تمھاری تقریر نے مجھے خود اپنے آپ سے چھین لیا، مجھے بے قابو اور بیقرار کر دیا چنانچہ جب میں گرجا سے نکلی تو میرا دل تمھاری تعریف سے پر تھا اور میں خود تمھاری مداح تھی۔ اسی دن اور اسی وقت سے تم میرے دل کے مالک بن چکے تھے۔ میں نے تمھارے متعلق تحقیقات کی اور تمھارے علم، تجر، تقوی اور زندگی کے طور طریقوں کے متعلق مجھے جو کچھ معلوم ہوا اس نے اس اثر کو اور بھی گہرا اور ان مٹ کر دیا جو تمھاری خوش بیانی نے میرے دل پر کیا تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔ چنانچہ تمھاری تقریر سننے کی غرض سے میں روزانہ گرجا میں آتی لیکن تم خانقاہ کی چار دیواری سے باہر قدم نہ رکھتے اور میں ہمیشہ مایوس اور اداس لوٹ جاتی۔ کہتے ہیں کہ وقت سب سے بڑا حکیم ہے جو ہر زخم کو مندمل کر دیتا ہے لیکن میرے ساتھ یہ ہوا کہ جیسے جیسے وقت گزرتا رہا میری بیقراری اور بیتابی بڑھتی رہی۔ میں لوگوں سے دور رہنے لگی اور میری صحت گرتی چلی گئی۔ آخر کار میرا درد ناقابل برداشت ہو گیا اور میں نے وہ بھیس لینے کا فیصلہ کیا جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ میرا یہ بہروپ کامیاب رہا، مجھے خانقاہ میں داخل

کر لیا گیا اور میں تمھیں اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

"اب اگر راز کھل جانے کا خوف نہ ہوتا تو میری خوشی مکمل ہوتی۔ تمھاری صحبت سے اور تمھارے دیدار سے مجھے جو مسرت حاصل ہوتی تھی اسے یہ خوف خاک میں ملا دیتا تھا۔ میں خوش تھی لیکن اس میں اس خوف کا زہر گھلا ہوا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا راز کھل جائے اور پھر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمھاری صحبت سے محروم کر دی جاؤں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی جنس کے راز کو کم سے کم تمھارے سامنے ظاہر کر کے اپنے آپ کو تمھارے قدموں پر ڈال دوں اور اپنے آپ کو پوری طرح سے تمھارے رحم و کرم پر چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اس خدشہ کا خاتمہ کر دوں کہ اگر اتفاق سے میں پکڑی گئی تو کیا ہو گا۔

امبر دسیو! میں نے تمھیں جانا اور پہچانا ہے۔ تمھیں بے حد رحم دل اور درگزر کرنے والا پایا ہے اور تمھاری انہی خصوصیات سے شہ پا کر میں نے تمھارے سامنے یہ راز فاش کیا ہے۔ خدا کے لئے مجھے غلط نہ سمجھنا۔ خدا کے لئے مجھے اس خانقاہ میں ہی رہنے دو کہ میں تمھاری صحبت سے اور تمھارے دیدار سے اپنی روح کو غذا پہنچاتی رہوں۔ میں تمھاری پرستش کرتی ہوں۔ تمھاری پاکدامنی میرے لئے ایک مثال ہے جو مجھے خود پاکدامن رہنے کا سبق دیتی رہے گی اور ہم دونوں ایک ہی قبر میں سوئیں گے اور قیامت تک ساتھ ہی سوتے رہیں گے۔"

مٹلاہ خاموش ہو گئی۔

اس کی اس پوری تقریر کے دوران امبر دسیو کے دل میں ہزاروں متضاد جذبات آپس میں دست و گریباں تھے۔ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ مٹلاہ عورت تھی، اب وہ اس کی جنس سے واقف ہو چکا تھا چنانچہ اس کے بعد بھی اگر اس نے مٹلاہ کو خانقاہ میں رکھا تو یہ نہ صرف ناموزوں بلکہ بیہودہ بات ہو گی چنانچہ دوسرے ہی لمحے وہ سخت گیر امبر دسیو تھا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"اے لڑکی!" وہ بولا "تو کیا تو حقیقت میں یہی سمجھتی ہے کہ میں تجھے اپنے درمیان رہنے کی اجازت دے دوں گا؟ کسی صورت یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ـــ یہ ـــ خانقاہ کے اصولوں سے انحراف ہے جو میں نہیں کر سکتا اور وہ بھی اس عورت کی خاطر جس نے میرے سامنے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے دلی جذبات کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ جو کہتی ہے اسے مجھ سے محبت ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ اس کے بعد میں تمھیں خانقاہ میں رہنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں۔ تمھارا راز فاش ہو جانے کا زبردست خطرہ میں کسی طرح مول نہیں لے سکتا اور اس سے بھی بڑا خطرہ خود مجھے تمھاری ذات سے ہے کیونکہ تم عورت ہو اور میں راہب ہوتے ہوئے بھی بہرحال مرد ہوں چنانچہ

پتہ نہیں کب شیطان تمہیں یا مجھے انگلی دکھائے۔"

"اس طرف سے تم مطمئن رہو امبر وسیو! امبر وسیو! بھول جاؤ کہ میں عورت ہوں۔ تم مجھے صرف روزاریو اور اپنا دوست سمجھو۔ ایک ایسا بدنصیب دوست جس کی قسمت بھی تمہاری مٹھی میں ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں کبھی یاد نہ دلاؤں گی کہ تمہاری محبت نے مجھے اپنی جنس چھپانے پر مجبور کیا ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی بھٹکنے کی کوشش نہ کروں گی، کبھی تمہیں وہ بات کرنے پر نہ مجبور کروں گی جو ایک عورت اور ایک مرد مل کر تنہائی میں کرتے ہیں۔ میں تم سے کبھی اس جسمانی تعلق کی آرزو نہ کروں گی جو عاشق و معشوق میں بہر حال قائم ہو جاتا ہے۔ نہیں، امبر وسیو! یقین رکھو کبھی ایسی بات نہ ہوگی۔ میں نے تمہیں محض تمہاری پاکدامنی کی وجہ سے چاہا ہے۔ اگر تم نے اسے ترک کر دیا تو پھر جان لو کہ اس کے ساتھ میری محبت بھی ختم ہو جائے گی۔ میں اس قابل ہوں ہی نہیں کہ تمہیں ورغلا سکوں۔ تمہاری سیرت مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور ان بنیادوں کو ہلانے کی بھی قوت میں اپنے آپ میں نہیں پاتی۔ میں جانتی ہوں کہ شہوانی جذبہ تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ نہ سہی اپنی سیرت کی بلندی اور مضبوطی پر تو بھروسہ ہے۔ امبر وسیو! میرے پیارے امبر وسیو، مجھ پر رحم کرو، اپنا وعدہ یاد کرو اور مجھے اپنے قرب سے محروم کر کے دنیا کی ٹھوکریں کھانے کے لئے نہ چھوڑ دو۔"

"ناممکن، متلاہ سراسر ناممکن۔ تم مجھ میں دلچسپی لے رہی ہو اس کی بنا پر میں تمہاری درخواست رد کرنے پر مجبور ہوں اور یہ میں اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے بچاؤ کے لئے کر رہا ہوں، تمہاری بھلائی کے لئے کر رہا ہوں۔ میں تو بے شک محفوظ ہوں۔ اس خانقاہ میں تیس برس عبادت و ریاضت میں گزارنے کے بعد میں تمہیں یہاں رہنے کی اجازت دے سکتا اور اپنے آپ کو تم سے اور ان جذبات سے بچا سکتا ہوں جنہیں تم نے شہوانی کہا ہے۔ لیکن یہاں رہ کر تم اپنے آپ کو شاید نہ بچا سکو گی۔ ہو سکتا ہے اس وقت تمہاری محبت میں کوئی یہ جذبہ نہ ہو لیکن فطرت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر اور ہر دم میری موجودگی سے بیقرار ہو کر تم اس تعلق کی آرزو کرنے لگو جو بقول تمہارے عاشق و معشوق میں بہر حال پیدا ہو جاتا ہے۔ میں تو ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو بچا لوں گا لیکن تم بھٹک جاؤ گی۔ یقین کرو متلاہ، مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن میں تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا، تمہیں کل ہی یہاں سے جانا ہے۔"

"کل! اف! امبر وسیو! کل! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ نہیں۔ نہیں۔ تم اتنے ظالم نہیں ہو ..."

"تم نے میرا فیصلہ سن لیا اور اس پر عمل ہوگا۔ ہماری خانقاہ کے اصولوں کی بنا پر تمہیں

رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، کسی صورت نہیں دی جا سکتی۔ یہ بات چھپا کر کہ ایک عورت اس خانقاہ میں موجود ہے دروغ حلفی ہوگی۔ چنانچہ اپنا حلف قائم رکھنے کے لئے مجھے جماعت کے سامنے تمہارا راز ظاہر کرنا پڑے گا۔ نہیں متلاہ! تمہیں یہاں سے جانا ہے اور کل ہی جانا ہے۔"

امبر وسیو نے یہ الفاظ کڑک دار کانپتی ہوئی آواز میں کہے۔ پھر وہ اٹھا اور بڑی عجلت میں خانقاہ کی طرف چل دیا تھا لیکن متلاہ ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کر دوڑی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔

"رک جاؤ امبر وسیو! اور میری ایک آخری بات سنتے جاؤ۔" وہ بولی۔

"تمہاری التجائیں بیکار ہیں۔ میں مجبور ہوں، تمہیں کل یہاں سے بہر حال رخصت ہونا ہے۔"

"ظالم بیدرد انسان! بہت اچھا جاؤ۔ میرے لئے اب بھی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

اور اس نے اپنے لباس میں سے ایک خنجر نکال لیا، دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنا گریبان پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں اپنا سینہ عریاں کر دیا اور خنجر کی نوک اپنے دل کے عین اوپر رکھ دی۔

"مقدس باپ۔" متلاہ نے کہا۔ "میں جیتے جی تو اس خانقاہ سے نہ جاؤں گی البتہ میری لاش جائے گی۔"

"یہ — کیا کر رہی ہو متلاہ؟" امبر وسیو نے گھبرا کر پوچھا۔

"تم نے فیصلہ کر لیا ہے، چنانچہ میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے، اِدھر تم یہاں سے گئے اور اُدھر یہ خنجر میرے دل میں اتر جائے گا۔"

"مقدس سینٹ فرانسس کی قسم! متلاہ! تم اپنے ہوش میں ہو کہ تم کیا کر رہی ہو۔ بیوقوف عورت! خودکشی سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر تم نے یہ گناہ کیا تو پھر تمہارا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا اور بہت بڑا ٹھکانا ہے وہ۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں۔" متلاہ نے ایک عجیب جوش کے عالم میں کہا۔

"کہو کہ تم میرا راز اپنے ہی تک رکھو گے۔ کہو کہ میں تمہاری دوست اور ساتھی بنی رہوں گی۔ ہاں کہو ورنہ اسی وقت یہ خنجر میرے دل کے آر پار ہوگا۔"

اور یہ کہتے ہی اس نے اپنا خنجر والا ہاتھ بلند کیا اور پھر اس کو یوں جنبش دی جیسے وہ خنجر اپنے سینے میں مارنا چاہتی ہو۔ راہب کی خوفزدہ نظریں خنجر کا تعاقب کرتی رہیں۔ متلاہ نے اپنے چغے کا گریبان گھسیٹ کر کھول دیا تھا اور اس کی چھاتیوں کی گولائیاں نصف سے زیادہ برہنہ تھیں اور خنجر کی نوک اس کی بائیں چھاتی پر لگی ہوئی تھی — اور کیا غضب کی اور دل میں طوفان بپا کر دینے

والی چھاتی تھی۔ وہ چاندنی کی روشنی میں ایسی دل لبھانے والی معلوم ہو رہی تھی کہ راہب امبروسیو کوشش کے باوجود اس مرمریں گولائی پر سے اپنی نگاہیں نہیں ہٹا سکا اور ایک عجیب طرح کی سنسنی جو اس کے لئے بالکل نئی تھی، اس کے رگ و ریشے میں دوڑ گئی اور اس نے اپنے دل میں ایک نامانوس انبساط کی لہر محسوس کی اور پھر اس کے عضو عضو میں دہکتی ہوئی سیال آگ سی دوڑ گئی، اس کا خون سنسنانے لگا۔ اس کی کنپٹیاں تپ گئیں، اس کی رگوں کے اندر کی طرف ایک رگ پھڑ پھڑانے لگی اور ہزاروں ہیجانی خواہشات نے اسے حواس باختہ کر دیا۔

"رک جاؤ۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں جلدی سے کہا۔ "مجھے برباد کرنے والی ساحرہ! بہت اچھا، یہاں رہو، اسی خانقاہ میں۔"

اور وہ دیوانوں کی طرح خانقاہ کی طرف بھاگ پڑا، وہ خانقاہ میں اور وہاں سے اپنے حجرے میں پہنچ گیا اور وہاں اس نے اپنے آپ کو بستر پر ڈال دیا۔ وہ بے حد گھبرایا ہوا، حیران اور پریشان تھا، اس کے دل میں بھنور سے پڑ رہے تھے اور دماغ میں لاتعداد خیالات اندھیرے کی بھیانک بلاؤں کی طرح چیخ رہے تھے۔

"اسے یہاں رہنے کی اجازت دے کر کون سا خطرہ مول لیا ہے؟" اس نے سوچا "سوائے میرے کون جانتا ہے کہ وہ عورت ہے۔ جب تک خود اس نے نہ بتایا یہ بات میں بھی معلوم نہ کر سکا اور پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ واقعی اس کی محبت پاک اور بے لوث ہے جیسا کہ مٹلاہ کا دعویٰ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا، اگر اس کے دل میں شیطانی وسوسہ ہوتا تو کیا وہ اتنے دنوں تک اپنی ذات کو مجھ سے چھپائے ہوتی؟ نہیں، بلکہ کسی نہ کسی طریقہ سے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرتی یا کم سے کم مجھ سے اپنی آرزو پوری کرنے کا کوئی راستہ ضرور تلاش کر لیتی۔ بے شک وہ مجھے نہیں بلکہ میری عظمت اور میری پاک دامنی کو چاہتی ہے۔ اگر وہ مجھے ورغلانا چاہتی، میری پاکدامنی کو داغدار کرنا چاہتی تو کیا اپنے بدن کے دل آویز خطوط کو میری نگاہوں سے چھپا رکھتی؟ حد تو یہ ہے کہ میں نے اب تک اس کا چہرہ نہیں دیکھا لیکن اس کے سینے کی ایک جھلک جو میں نے آج دیکھی ہے اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ نہ صرف اس کی صورت بلکہ اس کا پورا بدن پرکشش ہوگا۔ ہونا ہی چاہئے، جس کی چھاتیاں ایسی دیوانہ کر دینے والی ہوں اس کا پورا جسم اگر دیکھا جائے تو "

اس آخری خیال نے اسے چونکا دیا اور اس کے گالوں پر شرم کی سرخی دوڑ گئی۔ ہیجان ولولہ انگیز خیالات کی ریل پیل سے گھبرا کر وہ اٹھا اور کنواری مریم کی تصویر کے سامنے گھٹنوں پر گر کر دعا مانگنے لگا کہ وہ اسے ایسے شیطانی خیالات سے بچائے۔ پھر اس دعا سے قدرے سکون حاصل

کر کے وہ اٹھا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

لیکن اس کی نیند پرسکون نہ تھی۔

جب وہ بیدار ہوا تو اس کا جسم تپ رہا تھا اور مزاج پریشان تھا۔ اس نے عجیب اور گرما دینے والے خواب دیکھے تھے اور اس کے جوش اور ہیجان میں آئے ہوئے تصور نے اسے بے قرار کر دینے والی تصویریں دکھائی تھیں۔

اس کا ایک خواب یوں تھا کہ مٹلاہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور ایک بار پھر وہ اس کی ننگی چھاتیاں دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑے جوش سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور اپنی گوری بانہیں امبروسیو کی گردن میں ڈال کر دیوانہ وار اس کے ہونٹ چومنے لگی۔ اس کے بوسوں میں ہوسناک گرمی اور بے قراری تھی اور امبروسیو اس کے بوسوں کا جواب دے رہا تھا۔ آخرکار بے قابو ہو کر اس نے مٹلاہ کو اپنے سے لپٹا لیا اور اس کی ننگی چھاتیوں کو اپنی مٹھیوں میں لے لیا، لیکن وہ اس کی گرفت میں سے پھسل پھسل جاتی تھیں اور پھر یہ خواب غائب ہو گیا۔ ایک خواب ایسا تھا کہ وہ کنواری مریم کی تصویر کے سامنے جھکا ہوا ہے اور مریم پیار بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی ہے اور پھر وہ تصویر میں سے نکل کر مجسم اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ امبروسیو نے اس کے ہونٹ چومے تو وہ گرم تھے۔

تو ایسے تھے وہ خواب جو اس کی دبائی ہوئی خواہشات نے بیدار ہو کر اسے دکھائے تھے اور ان خوابوں سے اس نے ایسی لذت محسوس کی تھی جس سے وہ اب تک ناآشنا تھا۔

وہ بستر سے نکل آیا۔ اور اپنے خواب یاد کر کے وہ شرمندہ اور وحشت زدہ ہو رہا تھا۔

گزشتہ کل اس نے مٹلاہ کی چھاتیوں کی صرف گولائیاں ہی دیکھی تھیں اور خودکشی کی دھمکی سے خوفزدہ ہو کر اسے خانقاہ میں رہنے کی اجازت دے دی تھی اور پھر اپنے بستر میں پڑے پڑے اور سونے سے پہلے اس نے اپنی اس اجازت کو جائز قرار دینے اور خود اپنے کو تسلی دینے کے لئے مختلف دلائل سوچے تھے۔ اب اگر اتنی سی بات اس کے جذبات میں ایسا زبردست تغیر لا کر اسے ایسے ننگے خواب دکھا سکتی تھی تو مٹلاہ کی خانقاہ میں ہر دم موجودگی اس کے ساتھ کیا کچھ نہ کر سکتی تھی؟ اسے اس خطرے کا احساس ہوا تو وہ چونکا اور اس کا اپنی ذات پر سے یقین اٹھ گیا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بہرحال مٹلاہ کو خانقاہ سے فوراً رخصت ہو جانے پر رضامند کرے گا۔ خود اس کی، امبروسیو کی بہتری اسی میں تھی۔ گزشتہ رات اسے جو خواب نظر آئے تھے انھوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ نہ تو بے حس تھا اور نہ ہی جذبات کو روک اور دبا سکتا تھا۔ اب اسے یہ بھی احساس ہو چلا تھا کہ مٹلاہ اپنے آپ کو امبروسیو

کی طرف چاہے راغب نہ کرے، اس سے وہ نہ چاہے جو ایک عورت ایک مرد سے چاہتی ہے تو امبر دسیو یقیناً اپنے آپ کو روک نہ سکے گا۔ اس کا نفس مردہ نہ تھا جیسا کہ اس نے غلطی سے سمجھ لیا تھا۔ شہوانی جذبہ اس میں موجود تھا اور یہ کہ وہ فرشتہ نہ تھا جیسا کہ اس نے اپنے آپ کو سمجھ لیا تھا۔

"ایگنس! ایگنس!" اس نے مایوسی سے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "تیری بددعاؤں کا اثر میں آج ہی محسوس کرنے لگا ہوں۔"

روزاریو عرف متلاہ کو اسی وقت خانقاہ سے نکال دینے کا فیصلہ کر کے وہ اپنے حجرے سے باہر آیا اور صبح کی عبادت میں شریک ہوا لیکن اس کے خیالات کہیں اور بھٹک رہے تھے۔ چنانچہ وہ ساری دعائیں الٹی سیدھی پڑھ گیا۔

عبادت ختم ہوئی تو باغ میں آ گیا اور اس طرف چلا جہاں گزشتہ شام روزاریو نے اپنے متلاہ ہونے کا حیرت انگیز اور پریشان کن انکشاف کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ متلاہ وہیں اسی مصنوعی جنگل کے مصنوعی غار میں یا تو اس کا انتظار کر رہی ہوگی یا پھر اسے تلاش کرتی ہوئی وہیں آئے گی۔

امبر دسیو کا یہ خیال غلط نہ تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ غار کے دہانے پر نمودار ہوئی اور شرماتی جاتی راہب کی طرف بڑھی۔

"متلاہ! یہاں بیٹھ جاؤ۔ میرے قریب۔" امبر دسیو نے نرم مگر تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "میری بات غور سے سنو اور یقین کرو کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے مجھے بھی اتنا دکھ ہو رہا ہے جتنا کہ تمہیں ہوگا۔ متلاہ! اب ہم کبھی نہ ملیں گے۔"

"امبر دسیو!" متلاہ حیرت و غم سے چیخ اٹھی۔

"روزاریو! — میں تمہیں اس نام سے اس لئے مخاطب کر رہا ہوں کہ یہ مجھے بے حد عزیز ہے — روزاریو! میرے دوست! ہماری جدائی ناگزیر ہے — یہ اعتراف کرتے ہوئے میں شرم محسوس کر رہا ہوں کہ تمہاری جدائی میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی لیکن یہ بہرحال ضروری ہے۔ میں لڑکی کے علاوہ تمہیں کچھ اور سمجھ ہی نہیں سکتا اور تم یہاں رہو تو تم سے بے پروائی برت بھی نہیں سکتا، چنانچہ اسی وجہ سے میں مجبور ہو کر کہتا ہوں بلکہ مصر ہوں کہ تمہیں یہاں سے جانا ہے۔ تم آج اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ —"

"ہائے! خدایا! دنیا سے صداقت بالکل اٹھ ہی گئی ہے؟ لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے؟ کہاں جاؤں؟ کس سے انصاف طلب کروں؟ امبر دسیو! تمہارا وعدہ کیا ہوا؟ راہبوں کے سلسلے میں داخل ہونے کے لئے جو زمانہ میرے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے اور تم مجھے

اس خانقاہ سے چلے جانے کے لئے کہہ رہے ہو؟ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو امبر دسیو کہ کیا تم اپنی خوشی سے مجھے یہاں سے نکال رہے ہو؟ کیا تم نے کل ہی مجھ سے وعدہ نہ کیا تھا کہ مجھے یہیں، اسی خانقاہ میں قیام کرنے دو گے؟"

"میں تمہیں زبردستی خانقاہ سے نہ نکالوں گا۔ بے شک میں نے قسم کھائی تھی، میں نے وعدہ کیا تھا، لیکن روزاریو! جب میں اپنے آپ کو تمہارے رحم و کرم کے حوالے کر رہا ہوں تو کیا تم مجھ پر رحم نہ کرو گی۔ مجھے اپنی قسم اور اپنے وعدے کے بندھنوں سے آزاد نہ کرو گی؟ خیال کرو کہ اگر تمہارا راز فاش ہو گیا تو تم کہاں ہوگی۔ سوچو کہ میری عزت اور شہرت تمہاری وجہ سے خطرے میں ہے اور یہ کہ میرے روحانی اور قلبی سکون کا سارا انحصار اس پر ہے کہ تم میری بات مان لو۔ اب تک میرا دل آزاد ہے، کسی بھی قسم کے بندھن سے آزاد ہے۔ چنانچہ اس وقت تمہاری جدائی کا مجھے افسوس نہ ہوگا، کوئی غم نہ ہوگا۔ کم سے کم ایسا غم نہ ہوگا جو آدمی کو گھلا دیتا ہے اور آخر کار اسے قبر میں پہنچا دیتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر چند ہفتوں کے لئے بھی تم یہاں رہ گئیں تو میرا سب کچھ، میرا سکون، میری خوشیاں اور میرا ایمان تمہارے حسن کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جائے گا۔ یہاں تمہارا چند ہفتوں کا قیام مجھے تمہاری طرف مائل کر دے گا، مجھے تمہاری محبت میں پھنسا دے گا، میں تمہاری آرزو کرنے لگوں گا اور میرا دل ان خواہشات اور جذبات کی آماجگاہ بن جائے گا جن کو میرے پیشے اور میری رہبانیت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ گر میں اپنے جذبات کا غلام بن گیا۔ اگر میں نے عارضی اور لمحہ بھر کی لذت حاصل کرنے کے لئے گناہ کر لیا تو پھر دین اور دنیا، دونوں میرے ہاتھ سے جاتے رہیں گے اور میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ اپنی حفاظت کے لئے تم سے درخواست کر رہا ہوں، مجھے میری تیس برس کی عبادت و ریاضت کے انعامات سے محروم نہ کرو۔ مجھے میرا وعدہ لوٹا دو اور یہاں سے چلی جاؤ۔ جاؤ اور میری مخلصانہ دعائیں تمہارے ساتھ جائیں گی۔ میری دوستی تمہارے ساتھ جائے گی، میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ جائیں گی اور میں تمہیں کبھی نہ بھولوں گا اور ہر دم تمہاری مسرتوں اور شادکامیوں کے لئے دعائیں کرتا رہوں گا — اس کے برخلاف اگر تم یہاں رہیں تو میری تباہی اور بربادی کا باعث بنو گی۔ میں وہ سب کچھ شاید گنوا دوں گا جو میں نے تیس برس کی مسلسل عبادتوں اور سخت ریاضتوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ اب بتاؤ متلاہ کہ کیا ہے تمہارا فیصلہ؟"

"ہائے — یہ کیا ہو گیا ہے! یہ کیا ہو رہا ہے؟" متلاہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم اچھی طرح سے جانتے ہو امبر دسیو کہ تمہاری خوشی میری خوشی اور تمہاری مرضی میری مرضی ہے۔ اگر

تمہاری خوشی اسی میں ہے، اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو میں ایسا ہی کروں گی۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"شکر ہے، ملاّہ! تمہارے خلوص اور تمہاری خوبیوں کے متعلق میں نے جو اندازہ لگایا تھا وہ غلط نہ تھا۔"

"امبر دسیو! میں تم سے اپنی سچی محبت کا ثبوت دوں گی چاہے میرے دل کے ٹکڑے ہی کیوں نہ اڑ جائیں، چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔ میں نے تمہیں اپنی قسم اور وعدے سے آزاد کیا۔ میں آج ہی یہاں سے چلی جاؤں گی، لیکن یہ بتاؤ مقدس باپ کہ کبھی کبھی تم آسمانی چیزوں کے خیال سے زمین پر اتر کر اپنی ملاّہ کو تو یاد کرلو گے نا؟"

"ملاّہ تم کبھی کبھی یاد کرنے کو کہہ رہی ہو لیکن مجھے خوف ہے کہ تمہاری یاد ہمیشہ میرے دل میں بسی رہے گی۔"

"بس میرے لئے یہی کافی ہے میرے دوست! میرے امبر دسیو! الوداع، لیکن مناسب ہوگا کہ تمہاری محبت کی کوئی یادگار اپنے ساتھ لیتی جاؤں۔"

"میں کیا دے سکتا ہوں تمہیں ملاّہ؟"

"کوئی بھی چیز خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو۔ سامنے اُگے ہوئے پھولوں میں سے ایک پھول کافی ہوگا۔ میں اسے اپنے گریبان میں رکھ لوں گی اور جب میں مر جاؤں گی تو لوگوں کو میرے سینے پر دل کے قریب ایک خشک پھول ملے گا جو شاید ان کو حیرت میں ڈال دے گا۔"

اور وہ اداسی سے ہنسی۔

امبر دسیو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کوئی جواب دے ہی نہ سکا۔ وہ ملول اور اداس دل لئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا مصنوعی غار سے — جسے کنج عزت کہنا زیادہ مناسب ہوگا — باہر آیا — وہ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر گلاب کا ایک پھول توڑنے کے لئے جھکا۔ دفعتاً اس کے منہ سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی، وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور پھول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا۔

ملاّہ اس کی چیخ سن کر بدحواسی سے دوڑ آئی۔

"کیا ہوا؟" اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں چیخ کر پوچھا۔ "خدا کے لئے بتاؤ کیا ہوا؟"

"ہونا کیا تھا ملاّہ! ان جھاڑیوں میں میری موت چھپی ہوئی تھی۔" امبر دسیو نے مردہ آواز میں جواب دیا۔

"موت! خدا نہ کرے۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"گلاب کی جھاڑی میں سانپ تھا جس نے مجھے ڈس لیا ہے۔"

اور اتنا کہتے ہی امبر دسیو درد کی شدت سے بے ہوش ہو کر ملاّہ کی باہوں میں گرا۔

ملاّہ اپنے بال نوچنے، سینہ کوٹنے اور چیخ چیخ کر راہبوں کو مدد کے لئے بلانے لگی۔ اس کی چیخیں سن کر بہت سے برادر بھاگے آئے اور بے ہوش امبر دسیو کو اٹھا کر خانقاہ میں لے آئے۔ اسے فوراً بستر پر لٹا دیا گیا۔ چند برادر اس راہب کو بلانے دوڑ گئے جو اس خانقاہ کا اور یہاں کی راہبوں کی جماعت کا ڈاکٹر تھا۔ اس عرصے میں امبر دسیو کا بازو خوفناک حد تک سوج گیا تھا اور وہ بیہوشی کے عالم میں چیخ رہا تھا، اس کے منہ سے کف جاری تھا، وہ تڑپ رہا تھا اور خانقاہ کے چار راہب، جو پہلوانوں کی طرح طاقتور تھے، بمشکل اسے بستر میں دبائے ہوئے تھے۔

فادر پابلو — یہ خانقاہ کے ڈاکٹر کا نام تھا — نے امبر دسیو کے زخمی بازو کا معائنہ کیا۔ امبر دسیو کے بستر کو راہب گھیرے کھڑے تھے اور منتظر تھے کہ فادر پابلو کیا کہتا ہے انہی میں پُر اسرار دوست روزاریو بھی تھا جو سب سے زیادہ پریشان اور غمزدہ تھا۔

فادر پابلو نے ایک تیز اور نوکدار اوزار امبر دسیو کے بازو کے زخم میں چند انچ تک اتار دیا۔ جب اس نے یہ اوزار باہر کھینچا تو اس کا چمکدار اور تیز پھل جاتی ہو رہا تھا۔ فادر پابلو نے مایوسی سے سر ہلایا اور بستر کے قریب سے ہٹ گیا۔

راہبوں نے اسے گھیر لیا وہ اس کے فیصلے کے منتظر تھے۔

"میرا خوف بے بنیاد نہ تھا۔" فادر پابلو نے کہا۔ "کوئی امید نہیں ہے۔"

"کوئی امید نہیں ہے!" راہبوں نے یک زبان ہو کر ماتم کناں آواز میں کہا۔

فادر پابلو نے کوئی جواب دیئے بغیر سر ہلا دیا۔

"لیکن — لیکن — فادر — کچھ — کچھ تو کیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں۔ کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا باپ کی مرضی پوری ہوئی۔" فادر پابلو نے کہا۔ "مقدس امبر دسیو کے بازو میں جس سرعت سے زہر پھیل گیا ہے، اور انہیں جتنی تکلیف ہے اس سے مجھے شک تھا کہ فادر امبر دسیو کو اس افعی نے ڈس لیا ہے جسے ہم سیانتی پڈرو[1] کہتے ہیں۔ میرے اس اوزار پر جو زہر دیکھ رہے ہیں اس نے میرے شک کو یقین میں تبدیل کر دیا ہے۔ فادر امبر دسیو تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے۔"

[1] یہ ایک بے حد زہریلا سانپ ہوتا ہے جس کا کاٹا حقیقت میں پانی نہیں مانگتا۔ یہ سانپ یورپ میں پیدا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کولمبس کے جہاز میں یہ سانپ ہسپانیہ چلا آیا تھا اور پھر اس کی نسل وہاں بھی چلی۔ (مظہر الحق علوی)

"اس کا کوئی علاج نہیں ہے؟" روزاریو نے پوچھا۔

"اگر ان کے جسم سے سارا زہر کھینچ لیا جائے تو یہ بچ سکتے ہیں لیکن زہر کھینچنے کے طریقے سے میں واقف نہیں ہوں۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ ان کے زخم پر ایک ایسی دوا لگا دوں جو ان کی تکلیف کم کر دے اور انھیں ہوش میں لے آئے لیکن زہر ان کے سارے خون میں پھیل جائے گا اور تین دنوں میں یہ ہمیں چھوڑ کر خداوند خدا کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

فادر پابلو نے زخم پر کوئی مرہم لگا کر پٹی کس دی اور پھر اس کے ساتھ دوسرے راہب بھی چلے گئے۔ اب حجرے میں روزاریو کے علاوہ اور کوئی نہ تھا کیونکہ امبروسیو گہری نیند سو گیا تھا۔ درد اور تکلیف نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ وہ زندہ سے زیادہ مردہ معلوم ہوتا تھا۔

وہ اسی عالم میں تھا کہ راہب یہ معلوم کرنے آ گئے کہ اس کی حالت میں کوئی تبدیلی ہوئی تھی کہ نہیں۔ فادر پابلو نے زخم پر کی پٹی کھولی تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوجن غائب تھی۔ اس نے ایک بار پھر اپنا اوزار اس کے زخم میں اتار کر باہر نکالا۔ تو اس پر زہر کا داغ تک نہ تھا اور حالت یہ تھی کہ اگر امبروسیو کے ہاتھ پر سوراخ نہ ہوتا تو کوئی یقین نہ کرتا کہ امبروسیو کو ہسپانیہ کے سب سے زیادہ زہریلے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اس سانپ نے جس کے کاٹے کا منتر آج تک تو کوئی جانتا نہ تھا۔

فادر پابلو نے اوزار اپنے ساتھی راہبوں کو دکھا کر کہا کہ زہر غائب تھا تو ان لوگوں کو بھی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ان کی خوشی تو قائم رہی لیکن انھوں نے اپنی حیرت یہ کہہ کر دور کر دی کہ یہ حقیقت میں ایک معجزہ تھا۔

"یہ ایک معجزہ ہی ہے۔" وہ بولے "ورنہ اس سانپ کا زہر اترتے نہ کبھی دیکھا اور نہ سنا۔"
یہ انھوں نے کچھ ایسے جوش و خروش سے کہا اور اپنی خوشی کا اظہار یوں بلند آواز میں کیا کہ امبروسیو کی نیند ٹوٹ گئی۔

راہب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی اس حیرت انگیز صحت یابی پر اپنی حیرت کا اظہار کرنے اور اسے مبارک باد دینے لگے۔ امبروسیو پوری طرح اپنے ہوش میں تھا۔ اسے کوئی تکلیف نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔

فادر پابلو نے اسے ایک مقوی دوا پلائی اور کہا کہ اسے بہر حال دو دنوں تک بستر سے نہیں اٹھنا ہے۔ اس کی تاکید اس نے راہبوں کو عموماً اور روزاریو کو خصوصاً کی اور چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک ایک کر کے دوسرے راہب بھی چلے گئے۔

اور اب ایک بار پھر امبروسیو اور روزاریو حجرے میں اکیلے تھے۔

اپنے دل میں خوف و خوشی کے ملے جلے جذبات لئے امبروسیو چند منٹوں تک اپنے تیمار دار کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بستر کی پٹی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا اور حسب معمول اس کا چہرہ جبہ کی کلاہ سے ڈھکا ہوا تھا۔

"مٹلڈہ! تم اب تک یہیں ہو؟" آخر کار امبروسیو نے کہا۔ "مجھے موت کی سرحد تک پہنچانے کے بعد بھی تم مطمئن نہیں ہوئیں کہ سوائے معجزے کے مجھے اور چیز بچا نہ سکتی تھی؟ یقیناً میری تنبیہ کے لئے ہی خدا نے وہ سانپ بھیجا تھا—"

مٹلڈہ نے جلدی سے اپنا ایک ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ کر کہا۔

"مقدس باپ! تمھیں زیادہ بولنا نہیں چاہئے۔"

"کس نے دیا ہے یہ حکم حالانکہ میں تم سے بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہوں"

"میں جانتی ہوں اس کے باوجود تمھیں بولنے سے منع کر رہی ہوں۔ میں تمھاری نرس ہوں چنانچہ تمھیں میرا ہر حکم ماننا چاہئے۔"

"آج تو تم بہت خوش نظر آ رہی ہو مٹلڈہ"

"بے شک۔ آج میں خوش ہوں کیونکہ مجھے زندگی کی سب سے بڑی مسرت میسر آئی ہے۔"

"اچھا! کیا ہے وہ مسرت؟"

"یہ میں کسی کو، خصوصاً تمھیں تو نہ بتاؤں گی۔"

"تب تو میں ضرور معلوم کر کے رہوں گا۔"

"مقدس باپ! آپ کو زیادہ نہیں بولنا ہے، لیکن چونکہ تمھیں اڑتالیس گھنٹوں تک خاموش رہنا ہے اس لئے بیزار ہو رہے ہوں گے نا—"

"بے شک۔"

"چنانچہ میں اپنا بربط لے آئی ہوں۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ہی بربط لے کر آ گئی۔

"کیا سناؤں؟" اس نے پوچھا۔

"جو بھی تم چاہو مٹلڈہ۔"

"مجھے مٹلڈہ نہ کہو۔ روزاریو کہو۔ اپنا دوست کہو کیونکہ یہی نام ہیں جو تمھاری زبان سے

سننا پسند کرتی ہوں۔ اچھا سنو۔"

اور اس نے بربط کے تار چھیڑے تو امبروسیو کے دل میں انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔

ملاوہ اس کے بستر سے ذرا دور بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جبہ کی کلاہ ضرورت سے زیادہ پیچھے کی طرف کھسک گئی تھی چنانچہ دو یاقوتی ہونٹ نظر آ رہے تھے۔

سرخ و نم پھولوں کی طرح تازہ ہونٹ اور اس کی ٹھوڑی حسن کا چھوٹا سا گڑھا خود عشق کے دیوتا کیوپڈ کو بے تاب کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اس کے جبہ کی ڈھیلی اور لمبی آستین بربط بجانے میں رکاوٹیں پیدا کر سکتی تھیں چنانچہ اس نے چڑھا لی تھیں اور اس طرح اپنے وہ بازو نمایاں کر رہے تھے جن کا سڈول پن ہزار ہا دیوتاؤں کے تپ توڑ سکتا اور جس کی سفیدی برف کے گالوں کو شرما سکتی تھی۔

امبروسیو اسے صرف ایک ہی نظر دیکھنے کی جرأت کر سکا اور یک نظر نے ہی اسے خبردار کر دیا کہ ملاوہ کے روپ میں زبردست خطرہ اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں، لیکن سے اپنے تصورات کی حدود سے باہر نہ دھکیل سکا۔ ملاوہ کے حسن کا جتنا کچھ حصہ اس نے دیکھا تھا وہ اس کے خیالات کو بھڑکا رہا تھا اور جتنا حصہ اس کی نظر سے اب تک پوشیدہ تھا اس کا تصور اسے بے قرار کر دینے والی تفصیل کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ تاہم اب بھی وہ یسوع مسیح سے کیے وعدے اور انھیں نبھانے کی قسم کو یکسر بھولا نہ تھا۔ وہ دنیوی خواہشات کو دبانے کے لئے جدوجہد کرتا رہا اور اس احساس سے کانپ گیا کہ وہ حقیقت میں پل صراط پر کھڑا تھا۔

امبروسیو آنکھیں بند کیے پڑا اور دل ہی دل میں سینٹ فرانسس کو پکار رہا تھا اور دعا مانگ رہا تھا کہ وہ اسے اس خطرناک آزمائش میں پورا اتارے اور بخیر و خوبی اس سے پار کر دے۔

یہ سوچ کر کہ وہ سو گیا ہے ملاوہ اپنی جگہ سے اٹھ کر امبروسیو کے قریب آ کھڑی ہوئی اور چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"سو گئے۔" آخرکار اس نے نیچی آواز میں کہا لیکن اس کا ایک ایک لفظ امبروسیو سن رہا تھا۔ "چنانچہ اب میں ذرا بھی گھبرائے بغیر اطمینان سے ان کی صورت دیکھ سکتی ہوں، ان کی پرستش کر سکتی ہوں اور میری یہ حرکت انھیں خفا نہ کرے گی۔ ان کے دل میں یہ خدشہ پیدا نہ کرے گی کہ میں ان کی پاکدامنی پر داغ لگانا، انھیں ورغلانا اور خود اپنی آرزو پوری کرنا چاہتی ہوں۔ انھیں خوف ہے کہ میں انھیں ورغلا کر ان کی رہبانیت تڑوا دوں گی — ہائے! کتنے ڈرپوک ہو تم؟ کتنے شکی مزاج ہو تم؟ گر میرا ایسا ارادہ ہوتا تو میں تم سے اپنی صورت کیوں چھپاتی؟ — ہاں — پھر وہ

صورت، اپنے چہرے کے وہ نقوش جن کی تعریف میں تم روزانہ —"

وہ خاموش ہو کر خیالات میں کھو گئی۔

"ہائے! ابھی کل کی ہی تو بات ہے۔" آخرکار وہ بولی۔ "ابھی چند گھنٹوں پہلے ہی میں انھیں عزیز تھی لیکن اب — اب یہ مجھے شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں انھیں چھوڑ کر چلی جاؤں — ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں انھیں؟"

یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بھر گئی۔ وہ امبروسیو پر جھکی اور بیساختہ اس کی آنکھ سے ایک گرم آنسو امبروسیو کے رخسار پر ٹپک پڑا۔

"اف! میں نے تو انھیں جگا دیا۔" ملاوہ نے کہا اور جلدی سے پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کا یہ خوف بے بنیاد تھا کیونکہ جو بن کر سوتا ہے اس کی نیند حقیقی نیند سے کئی گنا زیادہ گہری ہوتی ہے۔

ملاوہ اس کے بستر سے چند قدم دور ہٹ گئی تھی۔ جب امبروسیو نے آنکھیں کھولنے کا فیصلہ کیا اس نے ڈرتے ڈرتے ملاوہ کی طرف دیکھا۔ امبروسیو کی طرف اس کی پیٹھ تھی اور وہ اداسی سے اپنے بازو پر سر ٹکائے کنواری مریم کی اس تصویر کی طرف دیکھ رہی تھی جو حجرے کی دیوار پر ٹنگی ہوئی تھی۔

"خوش قسمت تصویر۔" ملاوہ نے کنواری مریم کی تصویر کو مخاطب کر کے کہا۔ "وہ تجھے پیار اور احترام سے دیکھتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ اگر تو میرا غم دور نہ کرے گی تو کم ضرور کر دے گی لیکن تو نے تو اسے اور بھی بڑھا دیا۔ ہائے کس قدر پیار سے، کتنے انبساط سے وہ اس تصویر کو دیکھتا ہے۔ یہ تیرا حسن نہیں بلکہ مذہب ہے جو اس کے دل میں طوفان اٹھا دیتا ہے۔ وہ عورت کے سامنے نہیں بلکہ اس کے تقدس کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ کاش کہ اس کے دل میں میرے لئے بھی اتنی ہی محبت ہوتی جتنی کہ اس تصویر کے لئے ہے۔ لیکن مجھے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ شاید وہ ایک دن اپنے دل میں میرے لئے ہمدردی کے علاوہ کچھ اور بھی محسوس کرے گا۔ پیار و محبت نہ سہی انسیت اور یگانگی ہی سہی، جب میں بستر مرگ پر ہوں گی تب شاید اس کے دل میں یہ جذبات پیدا ہو سکے۔ میری محبت بے اثر نہ رہے گی۔ یقیناً مجھے اپنی محبت کا جواب محبت سے ملے گا۔ ہاں اس وقت جب میں مر رہی ہوں گی کیونکہ اس وقت اسے خانقاہ کے اصولوں کے ٹوٹنے اور مسیح سے کیے ہوئے اپنے وعدوں سے انحراف کرنے کا خوف نہ ہوگا۔ تب وہ میرے سامنے اقرار محبت کرے گا اور میری موت کی تکلیف کم ہو جائے گی۔ ہائے کس قدر بے تابی سے میں اس گھڑی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

ملاہ کی اس خوش کلامی کا ایک ایک لفظ امبر دسیو نے سنا اور آخری الفاظ تو خنجر کی طرح اس کے دل میں اتر گئے اور اس نے بے اختیار ہو کر تکیے پر سے سر اٹھا لیا۔

"ملاہ!" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "میری ملاہ!"

اس کی آواز سن کر ملاہ چونکی اور گھبرا کر یوں تیزی سے امبر دسیو کی طرف گھومی کہ اس کے جبہ کی کلاہ سر پر سے کھسک کر گدی پر جا پڑی اور اب اس کا وہ چہرہ راہب کی مشتاق نظروں کے سامنے تھا جسے آج تک ملاہ نے بڑی احتیاط سے ہر ایک کی نظر سے چھپا رکھا تھا۔

امبر دسیو کی نگاہوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی اور مارے حیرت کے بت بن گیا۔ ملاہ ہو بہو مریم کی تصویر کی طرح تھی جس کی پرستش امبر دسیو کیا کرتا تھا اور جس کے حسن کا مداح تھا۔ وہی دل آویز نقوش، وہی سنہرے بال، وہی سرخ ہونٹ، وہی غزالی آنکھیں اور وہی شان، حیرت کی ایک چیخ کے ساتھ امبر دسیو نے اپنا سر تکیے پر رکھ دیا۔ اس کا اپنی آنکھوں پر سے اعتبار اٹھ چلا تھا اور وہ فیصلہ نہ کر پاتا تھا کہ اس کے سامنے جو کھڑی تھی وہ اس دنیا کی عورت تھی یا جنت کی حور یا کوئی دیوی تھی۔

ملاہ، معلوم ہوتا ہے بے حد گھبرا گئی تھی چنانچہ وہ بربط کا سہارا لئے جہاں تھی وہیں اور جس حال میں تھی اسی طرح کھڑی رہی، اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور رخساروں پر شرم کی شفق کھیل رہی تھی۔ آخر کار وہ سنبھلی اور اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک بار پھر اپنا چہرہ کلاہ میں چھپا لیا اور پھر اس نے جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"امبر دسیو! جب میرے دل میں تمہاری محبت نے جنم لیا تو اس کے فوراً بعد ہی ہسپانیہ کے مشہور ترین مصور مارٹن گولائی سے، جو ان دنوں مدینہ میں مقیم تھا، اپنی تصویر بنوائی، میری تصویر بنانے میں وہ اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لے آیا اور مجھے ہو بہو کینوس پر منتقل کر دیا اور پھر میں نے اپنی یہ تصویر کاؤنٹ گرجا میں بیچنے کے لئے بھجوائی۔ چنانچہ تم نے یہودی سے یہ تصویر خریدی وہ میرا فرستادہ تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ تم نے یہ تصویر اپنے حجرے میں لگائی ہے اور یہ کہ تم اسے نہ صرف پیار اور بے خودی سے دیکھتے ہو بلکہ اس کی پرستش کرتے ہو تو تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کس قدر مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ میں نے سنا کہ تم تصویر سے جو باتیں کہتے ہو کسی ولی سے بھی نہیں کہتے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے تمہیں اپنی تصویر کے سامنے جھکتے اور اپنے کانوں سے میری تعریف کرتے سنا اس کے باوجود میں تمہارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی جرأت نہ کر سکی اور نہ ہی اپنے آپ کو تمہارے دل کی مالک بنانے کی کوشش کرنے کی ہمت کر سکی۔ تم پر یہ

ثابت کرنے کے لئے میرا دل صاف اور میری محبت پاک ہے یہی ایک راستہ تھا اور یہی میرا مقصد بھی تھا اور میں اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ میں تمہاری ساتھی اور تمہاری دوست بن گئی۔ میں نے اپنی جنس تم سے چھپائی اور اگر تم نے مجھے مجبور نہ کیا ہوتا اور اگر پکڑے جانے اور راز کھل جانے کا خیال آسیب بن کر مجھے دن رات پریشان نہ کر رہا ہوتا تو تم مجھے آخر تک رودار یو کے طور پر ہی جانتے۔ امبر دسیو! کیا اب بھی تم مجھے یہاں سے نکالنا چاہتے ہو؟ میری زندگی کے اب جو چند گھنٹے باقی رہ گئے ہیں کیا میں انہیں تمہاری صحبت میں نہیں گزار سکتی؟ بابا! تم مجھے اس کی اجازت نہیں دے سکتے؟ جواب دو امبر دسیو جواب دو — کہہ دو کہ میں یہاں رہ سکتی ہوں، تمہارے پاس رہ سکتی ہوں۔"

ملاہ کی اس تقریر نے امبر دسیو کو سنبھلنے کا موقع دے دیا۔

"تمہارے ایک ایک انکشاف نے مجھے اس قدر حیرت زدہ کر دیا ہے کہ میں کچھ بھی سمجھنے اور کچھ بھی کہنے سے قاصر ہوں۔" اس نے کہا چنانچہ اس وقت جواب دینے پر مجھے مجبور نہ کرو بلکہ فی الحال مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن پہلے ایک وعدہ چاہتی ہوں۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہی کہ تم فوراً ہی مجھے یہاں سے چلے جانے کا نہ تو حکم دو گے، اور نہ اس پر اصرار کرو گے۔"

"ملاہ! صورت حال پر غور کرو، خود اپنی حالت پر غور کرو، تمہارا یہاں قیام کون سے نتائج پیدا کر سکتا ہے، اس کا خیال کرو اور پھر دیکھو کہ ہماری جدائی ناگزیر ہے ورنہ ہمیں بہر حال جدا ہونا ہے۔"

"لیکن آج نہیں۔ امبر دسیو۔ آج نہیں"

"ملاہ! تم مجھے مجبور کر رہی ہو اور تمہاری درخواست کا یہ ڈھنگ اور لہجہ مجھے بے چین کئے دیتا ہے۔

بہت اچھا۔ میں تمہیں یہاں قیام کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ لیکن صرف دو دن کے لئے لیکن تیسرے دن (امبر دسیو نے ایک ٹھنڈی سانس لی) تمہیں بہر حال یہاں سے جانا ہے۔"

ملاہ نے ایک عالم بے اختیاری میں آگے بڑھ کر امبر دسیو کا ہاتھ چوم لیا۔

"تیسرے دن!" اس نے پتھر کو پگھلا دینے والے غم سے کہا جس میں دہشت کی جھلک

تھی۔ "تم نے سچ کہا امبر دسیو۔" "ہمیں تیسرے دن جدا ہونا ہے۔"

یہ الفاظ کہتے وقت اس کی آنکھوں میں ایسی خوفناک چمک آگئی تھی کہ امبر دسیو کانپ گیا۔

ملاوہ نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ کو ہونٹوں سے لگایا اور حجرے سے بھاگ گئی۔

امبر دسیو نے ملاوہ کو خانقاہ میں قیام کی اجازت تو دے دی تھی لیکن اسے شدت سے احساس تھا کہ اس ساحرہ کی موجودگی خود اس کے لئے خطرناک نتائج پیدا کر سکتی تھی اور اس کی قسم تڑوا سکتی تھی۔ اس کا دل سیکڑوں جذبات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ نفس امارہ سے بچنے کے بجائے اس پر قابو حاصل کرنا اور اسے مارنا سب سے بڑی عبادت ہے اور یہ — اس نے سوچا — کہ خدا نے خود یہ موقع دیا ہے تو اسے ڈرنے کے بجائے خوش ہونا چاہئے۔

"بے شک" اس نے کہا۔ "وہ بدقسمت لڑکی یہاں رہ سکتی ہے۔ اس کی موجودگی سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بہ فرض محال اگر میں اپنے جذبات کو نہ روک سکا تو خود ملاوہ کی پاک محبت اور اس کی معصومیت مجھے بچالے گی۔"

لیکن امبر دسیو کو معلوم نہ تھا کہ اس دل کے لئے جو اس سے ناواقف رہا ہو، وہ بدی سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے جو پارسائی کے پیچھے سے جھانک رہی ہو۔

اس رات فادر پابلو، جو اس کا علاج کر رہا تھا، اس کے پاس آیا تو امبر دسیو نے دوسرے دن چلنے پھرنے اور اپنے حجرے سے نکلنے کی اجازت طلب کی۔ فادر پابلو نے اسے اجازت دے دی۔

ملاوہ پھر اس کے پاس اکیلی نہ آئی البتہ اس شام وہ راہبوں کے ساتھ اس کے حجرے میں داخل ہوئی جو امبر دسیو کی مزاج پرسی کو آئے تھے۔

امبر دسیو خوب گہری نیند سویا لیکن گزشتہ رات کے سے ہی خواب اس نے پھر دیکھے اور اس کے جذبات بھڑک اٹھے۔ ویسے ہی شہوت انگیز خواب، ہوسناک جوش میں بھری ہوئی ملاوہ اپنی ساری فتنہ سامانیوں کے ساتھ اس سے لپٹی ہوئی تھی، امبر دسیو اسے بری طرح سے بھینچ رہا تھا، اسے دیوانہ وار چوم رہا تھا اور ملاوہ اس کی ہر حرکت کا جواب دے رہی تھی۔ آخر کار امبر دسیو نے بے تاب ہو کر ملاوہ کو چت لٹا دیا۔ ملاوہ نے بڑی فرمانبرداری سے اپنا جبہ رانوں سے اوپر اٹھا کر اس کے لئے اپنی ٹانگیں کھول دیں اور امبر دسیو اس سے اپنی آرزو پوری ہی کرنے والا تھا کہ وہ بے وفا عین وقت پر ہوا میں تحلیل ہو گئی اور امبر دسیو کی آنکھ کھل گئی۔ وہ پسینے میں شرابور اور شرمندہ تھا اس کے باوجود سوچ رہا تھا کہ کاش یہ خواب کچھ دیر کے لئے اور ٹھہر جاتا۔ یہاں تک کہ وہ ملاوہ سے اپنی خواہش پوری کر لیتا۔

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

صبح ہوئی تو امبر دسیو ہوسناک خوابوں کی ریل پیل سے نڈھال تھا۔ چنانچہ اس دن وہ صبح کی عبادت میں شریک نہ ہوا تھا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہوئی تھی کہ وہ بہت دیر سے بیدار ہوا تھا۔ دن بھر راہب اس کی عیادت کو آتے رہے ان کا تانتا بندھا رہا تھا وہ اپنی صحت یابی پر راہبوں سے مبارکباد وصول کر رہا تھا کہ خانقاہ کے گھنٹے نے اپنی نوبتی آواز سے ان سب کو طعام خانے میں طلب کیا۔

سارے راہب سر جھکائے طعام خانے کی طرف چل دیے۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر امبر دسیو باغ کے اسی کنج کی طرف چلا جہاں پہلی دفعہ وہ ملاوہ اور اس کے راز سے واقف ہوا تھا۔ جاتے جاتے اس نے ملاوہ کی طرف کنکھیوں سے دیکھا اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

ملاوہ بڑی فرمانبرداری سے اٹھ کر خاموشی سے اس کے پیچھے ہی پیچھے چل دی دونوں کنج میں بنے ہوئے مصنوعی غار میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ دونوں ہی خاموش تھے اور ایک دوسرے سے بات کرنے سے کتراتے رہے تھے، دونوں ہی ایک دوسرے سے مرعوب اور شرمندہ سے تھے۔

آخر کار امبر دسیو نے اس خاموشی کو توڑا۔ وہ مذہبی موضوعات پر گفتگو کر رہا تھا اور ملاوہ مناسب دموزوں جواب دے رہی تھی۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ وہ امبر دسیو کو یاد دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے پاس ملاوہ نہیں بلکہ اس کا دوست روزاریو بیٹھا ہوا تھا۔

ملاوہ کی بشاشت مصنوعی معلوم ہوتی تھی اور اس کے ہنسنے کی کوششیں جبری تھیں، در غم و دیوی کے بوجھ سے اس کے احساسات ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ اس کی آواز مدھم اور کمزور تھی اور وہ طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی شکایت کر رہی تھی۔ آخر کار اس نے اپنے حجرے میں جانے کی اجازت چاہی۔ امبر دسیو اسے اس کے حجرے تک پہنچانے گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے ملاوہ سے کہا کہ وہ جب تک چاہے خانقاہ میں رہے اور اس کی، امبر دسیو کی تنہائیوں کی ساتھی بنی رہے۔

امبر دسیو کے اس اعلان پر اس نے ذرا بھی خوشی کا اظہار نہ کیا حالانکہ ابھی ایک ہی دن پہلے وہ یہ اجازت حاصل کرنے کے لئے امبر دسیو سے گڑگڑا رہی تھی۔

"افسوس مقدس باپ" اس نے ناامیدی سے اپنا سر ہلا کر کہا۔ "تمہارا رحم کا جذبہ بہت دیر میں بیدار ہوا ہے۔ میری موت کا وقت آ گیا ہے اور بہت جلد ہم دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا ہونا ہے۔ تاہم یقین کرو امبر دسیو کہ میں تمہاری اس ہمدردی کی مشکور اور تمہاری احسان مند ہوں حالانکہ میں، میرے خیال میں اس کی مستحق نہیں۔"

اور اس نے اپنا رومال آنکھوں پر رکھ لیا۔ اس کی کلاہ پیچھے کی طرف کھسک گئی تھی اور اس کا چہرہ نصف سے زیادہ کھلا تھا۔ امبروسیو نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں۔

"میرے خدا مٹلاہ!" امبروسیو پریشان ہو کر چیخا "تم تو بہت زیادہ بیمار معلوم ہوتی ہو۔ میں اسی وقت فادر پابلو کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔"

"نہیں — نہیں — نہ بھیجنا۔ بے شک میں بیمار ہوں لیکن میرا مرض لاعلاج ہے — الوداع! مقدس باپ۔ کل اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا جب کہ میں آسمانوں پر اور شاید جنت میں بیٹھی تمہیں یاد کر رہی ہوں گی۔"

اور اس نے اپنے حجرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

امبروسیو نے فادر پابلو کو بلا تاخیر مٹلاہ کے پاس بھیج دیا اور بے تابی سے اس کی واپسی کا منتظر رہا کہ خدا جانے وہ کیا خبر لے کر آتا ہے۔ لیکن فادر پابلو فوراً ہی واپس آ گیا اور کہا کہ اس کی ہر کوشش محض بیکار ہی ثابت ہوئی کیونکہ روزاریو نے اس سے علاج کروانا تو ایک طرف رہا اسے اپنے حجرے میں گھسنے تک نہ دیا۔ فادر پابلو کے اس بیان نے امبروسیو کی بے چینی کو جس انتہا کو پہنچا دیا وہ ناقابل بیان ہے تاہم اس نے فیصلہ کیا کہ اس رات کے لئے تو وہ مٹلاہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے اور یہ کہ اگر صبح تک اس کی حالت نہ سدھری تو پھر وہ اسے، مٹلاہ کو مجبور کرے گا کہ وہ فادر پابلو سے اپنا علاج کروائے۔ امبروسیو کو نیند نہ آ رہی تھی۔

وہ اٹھا اور اپنے حجرے کی کھڑکی کھول کر چاند کی کرنوں کو اس چشمے کے پانی پر پھیلتے اور ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرتے دیکھنے لگا جو خانقاہ کی دیواروں کو چومتا ہوا گزر رہا تھا۔ رات کی خاموشی اور سرد ہوا کے جھونکوں نے اس کا دماغی سکون درہم برہم کر دیا اور اس کے دماغ میں اداسیاں اترتی چلی گئیں۔ اس نے مٹلاہ کے حسن کو یاد کیا اور ان لذتوں کے متعلق سوچا جنہیں وہ اس سے حاصل کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ مٹلاہ بڑی خوشی سے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتی اور اس کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو جاتی۔ اس خیال سے اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ کون ہو گا وہ خوش نصیب جو مٹلاہ کے حسن کی بہار لوٹ کر خود اپنے دل کی اور ساتھ ہی ساتھ مٹلاہ کے دل کی آگ بھی بجھائے گا اور اس خیال سے تو وہ سچ مچ تڑپ اٹھا کہ مٹلاہ جو کہ اس کے دل میں ایک ایسا خلا چھوڑ جائے گی جسے وہ کبھی اور کسی صورت پُر نہ کر سکے گا اور اس نے اس دنیا کی طرف ایک ٹھنڈا سانس پھینک دیا جس سے وہ کنارہ کش تھا اور ہمیشہ کے لئے اس سے کنارہ کش رہنے والا تھا۔

اس کے حجرے کے دروازے پر کسی نے اتنے زور سے دستک دی کہ امبروسیو کے خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ اس نے دروازہ کھولا تو خانقاہ کا ایک برادر اندر آ گیا۔ اس کے بشرے سے انتہائی گھبراہٹ اور عجلت عیاں تھی۔

"مقدس باپ جلدی کیجئے۔" اس نے کہا "ہمارے بھائی روزاریو کے پاس چلئے اسی وقت۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ جلدی کیجئے کیونکہ اس کا آخری وقت ہے۔"

"میرے خدا! فادر پابلو کہاں ہیں؟ وہ روزاریو کے پاس کیوں نہیں ہیں؟ میرے خدا! مجھے خوف ہے کہ........"

فادر پابلو مریض کا معائنہ کر چکے ہیں اور افسوس ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کا خیال ہے کہ روزاریو کو زہر دیا گیا ہے۔"

"زہر دیا گیا ہے! میرے خدا! تو میرا اندیشہ غلط نہ تھا — لیکن — خیر چلو شاید اب بھی وقت ہے۔ شاید اب بھی اسے بچایا جا سکتا ہے۔"

روزاریو کے حجرے میں راہب بھرے ہوئے تھے، فادر پابلو بھی موجود تھا جو ہاتھ میں کسی قسم کی دوا لئے روزاریو سے کہہ رہا تھا کہ وہ اسے پی لے لیکن روزاریو کسی صورت دوا پینے کے لئے تیار ہوتا ہی نہ تھا۔ دوسرے راہب تو وہ بت بنے روزاریو کا حسن دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ آج پہلی دفعہ اس کا چہرہ ڈھنکا ہوا نہ تھا۔

مٹلاہ پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی اب اس کے چہرے پر نہ زردی تھی ورنہ مردنی بلکہ اس کے رخساروں پر سرخی تھی اور چہرے پر دمک، اس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی پرسکون چمک تھی اور اس کے بشرے سے یقین و صبر اور تسلیم و رضا عیاں تھی۔

جب گھبرایا ہوا امبروسیو حجرے میں داخل ہوا تو مٹلاہ فادر پابلو سے کہہ رہی تھی۔

"فادر! آپ مجھے پریشان نہ کریں اور میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میرے مرض کا علاج نہ آپ کے پاس ہے اور نہ کسی اور کے پاس اور پھر میں صحت یاب ہونا بھی نہیں چاہتا۔"

"شکر ہے کہ تم آ گئے۔" مٹلاہ خوشی سے چیخ اٹھی۔ ورپھر راہبوں سے کہا۔ "میرے دینی بھائیو۔ اب تم جاؤ۔ میرے پاس وقت کم ہے اور مجھے مقدس امبروسیو سے بہت کچھ کہنا ہے۔"

فوراً ہی سارے راہب مٹلاہ اور امبروسیو کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

"ناعاقبت اندیش عورت! یہ کیا کیا تو نے؟" راہبوں کے حجرے سے جاتے ہی امبروسیو نے کہا "مٹلاہ! سچ کہنا کہ میرا شک بے بنیاد تو نہیں؟ کیا واقعی تم نے اپنے ہاتھوں سے

زہر کھایا تھا؟"

ملاہ نے مسکرا کر امبر دسیو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میں نے کیا نا عاقبت اندیشی کی ہے مقدس باپ؟" وہ بولی "میری موت اسے بچا لے گی جو ساری دنیا کو اور سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ بے شک امبر دسیو میرے بدن میں زہر سرایت کر گیا ہے یقین کر لو کہ یہ وہی زہر ہے جو ایک دفعہ خون کے ساتھ خود تمہاری رگوں میں گردش کر رہا تھا۔"

"ملاہ!!"

"سنو امبر دسیو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مرنے سے پہلے ہی تمہیں یہ بات بتاؤں گی اور اب وہ وقت آ گیا ہے تمہیں یاد ہوگا کہ گلاب کی جھاڑی میں چھپے ہوئے فعی نے تمہیں ڈس لیا تھا۔ فادر پابلو امید چھوڑ چکے تھے اور کہا تھا کہ تم اسی صورت میں بچ سکتے ہو کہ تمہارے جسم سے زہر کھینچ لیا جائے اور انھوں نے کہا تھا کہ وہ زہر کھینچنے کے طریقے سے واقف نہیں۔ جب فادر پابلو اور دوسرے راہب مجھے تمہارے پاس چھوڑ کر چلے گئے تو تم سو رہے تھے۔ میں نے تمہارے ہاتھ کی پٹی کھولی، اپنے ہونٹ تمہارے زخم پر رکھے اور سارا زہر چوس لیا۔ تم اچھے ہو گئے لیکن وہ زہر منہ کے ذریعہ میرے جسم اور خون میں منتقل ہو گیا اور یہ اسی زہر کا اثر ہے کہ موت کو میں اپنے دل کے بہت قریب محسوس کر رہی ہوں۔ ایک ہی گھنٹے بعد میں اس دنیا میں پہنچ جاؤں گی جو اس دنیا سے بہتر ہے۔"

"میرے خدا!!" امبر دسیو کے منہ سے نکلا اور وہ تقریباً بے جان ہو کر بستر پر گرا۔

کچھ ہی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور انتہائی دہشت کے عالم میں ملاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے اپنے آپ کو مجھ پر سے قربان کر دیا؟" وہ بولا "تم اس لئے مر رہی ہو کہ امبر دسیو زندہ رہے؟ ملاہ! تمہیں بچانے کی کوئی صورت نہیں ہے؟ کہو ملاہ — کہو کہ تم اب بھی زندہ رہ سکتی ہو۔"

"اطمینان رکھو میرے دوست۔ زندگی اب بھی میرے اختیار میں ہے۔ زندہ رہنے کا ایک ذریعہ اب بھی موجود ہے لیکن یہ ایسا ذریعہ ہے جس کے استعمال کی جرأت میں نہیں کر سکتی۔ یہ بہت خطرناک اور بہت خوفناک ہے۔ میری زندگی کی قیمت بہت بھاری ہے بے شک مجھے زندگی بخشی جا سکتی ہے، بشرطیکہ میں تمہارے لئے، صرف تمہارے لئے زندہ رہوں۔"

"تو پھر ملاہ تم صرف میرے لئے زندہ رہو۔ مجھ پر یہ تمہارا زبردست احسان ہوگا۔"

اور امبر دسیو نے بے تابی سے اس کا ہاتھ اٹھا کر چوم لیا۔ "ہماری گھٹیا بات چیت یاد کرو ملاہ۔ اب میں تمہاری ہر بات بلکہ یوں کہو کہ تمہارا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔ ملاہ آؤ ہم اپنی جنس کے فرق کو بھول جائیں اور ایک دوسرے کو اپنا بھائی اور اپنا دوست سمجھیں۔ ملاہ! میری خاطر زندہ رہو۔"

"امبر دسیو یہ نہیں ہو سکتا۔ گو میں نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا تو یہ میں تمہیں اور اپنے آپ کو بھی دھوکا دوں گی۔ امبر دسیو! یا تو مجھے ابھی اور اسی وقت مرنا ہے یا پھر وہ خواہشات مجھے سخت اذیت دے کر ماریں گی جو اب تک پوری نہیں ہوئی ہیں۔ امبر دسیو! ہماری گذشتہ گفتگو کے بعد میری نظر کے سامنے سے ایک پردہ سا ہٹ گیا ہے۔ اب میں تمہیں اس خلوص سے نہیں چاہتی جس کا میں نے اظہار کیا تھا اور جس خلوص سے دیوں کو چاہا جاتا ہے یا ان سے محبت کی جاتی ہے۔ اب تم اپنی پاکدامنی کی وجہ سے میرے محبوب نہیں ہو۔ بلکہ اب مجھے تمہارے جسم کی بھوک ہے اور میں تمہاری مردانگی سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہوں۔ میرے دل میں چھپی ہوئی عورت اپنی تمام آتشیں آرزوؤں کے ساتھ بیدار ہو چکی ہے اور ان آرزوؤں کی آنچ میری روح کی بنیادوں تک پہنچ رہی ہے۔ لعنت ہے دوستی پر ——— دوستی! ہونہہ ——— یہ سرد اور پھس لفظ ہے۔ میرے سینے میں تو محبت کی ناقابل برداشت آگ بھڑک رہی ہے اور اپنی اس آگ کو صرف محبت ہی بجھا سکتی ہے۔ چنانچہ امبر دسیو! سوچ لو۔ اگر میں زندہ رہی تو تمہاری عزت، تمہارا تقدس اور تمہاری ہر وہ چیز ختم ہو جائے گی جسے تم نے اب تک نہ صرف سنبھال کر رکھا ہے بلکہ اس پر فخر بھی کیا ہے۔ سن لو کہ اب میں اپنے جذبات کو دبا نہ سکوں گی اور تم سے اپنی آرزو پوری کرنے کے موقع کی منتظر رہوں گی اور موقع ملتے ہی تمہارے جذبات کو برانگیختہ کر کے تمہارا اور اپنا، دونوں کا منہ کالا کر لوں گی۔ نہیں نہیں امبر دسیو۔ مجھے مر جانے دو کیونکہ میرے دل کی ہر دھڑکن مجھ سے کہہ رہی ہے کہ یا تو مجھے تمہاری مردانگی سے لطف اندوز ہونا ہے یا پھر مر جانا ہے۔"

"حیرت ہے ملاہ کہ یہ تم کہہ رہی ہو۔ مجھے تو یقین نہیں آتا۔"

اور امبر دسیو نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ حجرے سے جانے کی تیاری کر رہا ہو۔ ملاہ ایک چیخ مار کر اس کو روکنے کے لئے اس سے لپٹ گئی۔

"ہائے امبر دسیو نہ جاؤ بلکہ صبر و سکون سے میری باتیں سن لو۔ چند گھنٹوں کی تو بات ہی ہے۔ پھر میں ان جذبات سے نجات حاصل کر لوں گی جو مجھے جلائے دے رہے ہیں۔"

"بدنصیب عورت! میں کیا کہہ سکتا ہوں — جو تم چاہتی ہو وہ تو نہ ہو گا — لیکن مثلاہ! تم زندہ رہو — بس یہی میں چاہتا ہوں۔"

"تم نہیں جانتے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ تم کیوں چاہتے ہو کہ میں زندہ رہوں؟ کیا اس لئے کہ میں فاحشہ بن جاؤں؟ کیا اس لئے کہ میری ساری عمر گناہ میں گزرے اور پھر میں دوزخ کا کندہ بن جاؤں؟ کیا نہیں — اور خود اپنے آپ کو تباہ کرنے کے لئے زندہ رہوں؟ مقدس باپ! لاؤ — اپنا ہاتھ میرے دل پر رکھو۔"

اور اس نے امبروسیو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل پر رکھ دیا۔ امبروسیو کوشش کے باوجود اپنا ہاتھ واپس نہ کھینچ سکا۔

"مقدس باپ! اگر یہ دل کل بھی اسی طرح دھڑکتا رہا تو پھر دنیا کے سب سے بڑے گناہ کی دلدل میں پھنس جاؤں گی اور پھر ہر گناہ کی ہدف بن جاؤں گی چنانچہ مجھے مر جانے دو۔ میں اب بھی پاک وصاف ہوں اور ایک مقدس انسان میرے لئے آنسو بہائے گا اور میں اس مقدس انسان کی بانہوں میں اس طرح دم توڑ دوں گی۔"

اور اس نے اپنا سر امبروسیو کے شانے پر ٹکا دیا اور اس کے ریشمی سنہرے بال راہب کے سینے پر آ پڑے۔

"یوں — تمہاری آغوش میں مروں گی اور تمہارے ہاتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری آنکھیں بند کر دیں گے اور مقدس باپ! کبھی کبھار تو تم مجھے یاد کیا کرو گے نا؟ کبھی کبھار تو تم میری قبر پر آ کر چند آنسو ٹپکا دو گے نا؟ — بے شک، تمہارا یہ بوسہ مجھے اس کا یقین دلا رہا ہے۔"

رات کا وقت تھا۔ چاروں طرف خاموشی تھی، کوئی آس پاس نہ تھا جو ان دونوں عاشق و معشوق کو دیکھتا۔ کوئی قریب نہ تھا کہ ان کی باتیں سنتا۔ کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی سوائے مثلاہ کی شیریں آواز کے۔ امبروسیو کی مردانگی پوری طرح جوش میں آ چکی تھی۔ وہ اپنے سامنے جوانی سے بھرپور اس حسینہ کو دیکھ رہا تھا جس کی تصویر کی اس نے اب تک پرستش کی تھی اور خود وہ جو امبروسیو کو اتنا چاہتی تھی کہ اس کی محبت میں موت کی دہلیز تک پہنچ گئی تھی۔

وہ مثلاہ کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا ایک ہاتھ اس کی ایک مدور اور دھڑکتی ہوئی چھاتی پر ٹکا ہوا تھا اور خود مثلاہ کا سر اس کے شانے پر تھا چنانچہ اب اگر امبروسیو کے جذبات یک دم سے بھڑک اٹھے اور وہ بے تاب ہو گیا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اس کے ہونٹ مثلاہ کے ہونٹوں پر ٹک گئے۔ مثلاہ کے ہونٹ اس بوسے میں ذرا سے کھلے اور ان کے درمیان سے نرم

گرم زبان نکل کر امبروسیو کے دانتوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی خود اس کی زبان کی نوک کو سہلانے لگی۔ امبروسیو کے پورے جسم میں سنسنی خیز انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے مثلاہ کو بھینچ لیا اور سب کچھ بھول گیا۔ اگر اسے کچھ یاد رہا تو صرف یہ کہ اس کے قریب حسین ترین لڑکی تھی جس کا جسم گرم تھا اور جوان تھا اور جس کی چھاتیاں گول اور سخت تھیں اور یہ کہ اس کے حسن کے خزانے کو لوٹنے کے لئے یہ بہترین موقع تھا۔

"امبروسیو — میرے امبروسیو" مثلاہ نے بھنچی ہوئی آواز میں کہا۔

ساتھ ہی اس نے امبروسیو کی آغوش سے الگ ہو کر اپنا جبہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور بالکل برہنہ ہو کر چارپائی پر لیٹ گئی۔

اس دمکتے ہوئے سڈول برہنگی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

"ہاں مثلاہ! تمہارا — صرف تمہارا — ہمیشہ تمہارا — امبروسیو نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

اور وہ سراسر بے قابو ہو کر مثلاہ پر جا پڑا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

تیسرا باب

قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ ہمارے نوجوان دوست مارکوس رائمنڈ اور لورانزو گرجا سے نکل کر اس ہوٹل کی طرف چل دیئے تھے جہاں مارکوس مقیم تھا۔ وہاں پہنچتے ہی مارکوس لورانزو کو اپنے کمرے میں لے آیا اور اس بات پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرنے لگا کہ لورانزو اسے مدرید میں مل گیا تھا۔

"مائی لارڈ!" لورانزو نے جلدی سے اس کی بات کاٹ کر خفگی سے کہا۔

"اگر میرا سلوک آپ کو گستاخانہ معلوم ہو رہا ہے تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں، لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ میری بہن کی عزت کا سوال ہے چنانچہ جب تک یہ معاملہ صاف نہیں ہو جاتا اور میری بہن ایگنس سے آپ کی خط و کتابت کی تشریح آپ اطمینان بخش طور پر نہیں کر دیتے تب تک معاف کیجئے، میں آپ کو اپنا دوست نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ میں آپ کی داستان سننے کے لئے بے تاب ہوں۔ اس کے بعد ہی میں کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔"

"کمال ہے کہ آج تم مجھے آپ صاحب سے مخاطب کر رہے ہو!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ جب تک ایگنس سے آپ کی خط و کتابت کا مقصد واضح نہیں ہو جاتا تب تک میں آپ کو اپنا دوست نہیں سمجھ سکتا۔"

"بہت اچھا، لیکن پہلے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہی کہ میں جو کچھ کہوں گا تم اسے صبر و سکون سے سنو گے اور جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کرو گے۔"

"میں اپنی بہن ایگنس کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں چنانچہ اس کے متعلق جلدی میں اور غلط فیصلہ کر ہی نہیں سکتا اور یہ بھی کہہ دوں کہ اس وقت تک تو میرا کوئی اتنا گہرا دوست ہے ہی نہیں جتنے کہ آپ ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی اعتراف کئے لیتا ہوں کہ آپ "

"یار تمہارے اس آپ صاحب سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ کیا تکلف ہے بھائی؟"

"خیر تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ تم میرا ایک بہت ضروری کام پورا کر سکتے ہو جو سراسر

تمہارے اختیار میں ہے، لیکن یہ کام میں اس وقت تک نہیں بتا سکتا جب تک کہ مجھے یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم بدستور میرے دوست ہو اور تمہارے ہاتھوں میری بہن اور میرے خاندان کی عزت ملیامیٹ نہیں ہوئی ہے۔"

"لورانزو! تم تو مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔ ایگنس کے بھائی کی خدمت کر کے جو مسرت مجھے حاصل ہوگی وہ شاید کسی دوسرے کی خدمت کر کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔"

"تو پھر میرا شک دور کر کے مجھے یقین دلا دو کہ میں تمہاری خدمات اپنی عزت پر آنچ لائے بغیر حاصل کر سکتا ہوں اور یقین کرو کہ تم سے بڑھ کر میرا دوست اور محسن کوئی دوسرا نہ ہوگا۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ تم نے اپنی بہن ایگنس سے الفانسو ڈی الوارڈا کا نام تو سنا ہوگا؟"

"نہیں — حالانکہ مجھے ایگنس سے بہت زیادہ محبت ہے لیکن حالات نے ہم دونوں کو بہت کم ساتھ رہنے دیا ہے۔ ابھی وہ بچہ ہی تھی کہ اسے میری ایک چچی کے سپرد کر دیا گیا جو ایک جرمن نواب سے شادی کر چکی تھیں۔ اس نواب کے قصر میں ایگنس ابھی دو سال پہلے تک رہی۔ دو سال پہلے وہ ہسپانیہ آئی اور نن بن جانے کا فیصلہ کر لیا۔"

"مارکوس! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ خبر مجھے تھیلس میں ملی تو میرے دل کو ایک دھکا لگا۔ اور اس قربانی کو روکنے کے لئے میں اسی وقت مدرید آ گیا۔ یہاں آتے ہی میں سینٹ کلارا کی خانقاہ میں پہنچا جہاں ایگنس راہبہ بننے کی امیدواری کا زمانہ گزار رہی تھی۔ میں نے اپنی بہن سے ملنے کی درخواست کی لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب خود ایگنس نے مجھ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اس کے دل میں میری جو محبت ہے اور اس کے دل و دماغ پر میرا جو اثر ہے اس سے خود اپنے آپ پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں نے ننوں کی منت سماجت کی اور ایگنس سے ملنے کا اصرار کرتا رہا، لیکن میری ہر کوشش محض بیکار ہی ثابت ہوئی۔ ایگنس اپنی بات پر اڑی رہی اور مجھ سے ملنا تو ایک طرف رہا وہ میرے سامنے بھی نہ آئی۔ اس کے کچھ عرصے بعد ہی مجھے ایک کام کے سلسلے میں مدریہ میں جانا پڑا۔ یہاں میں گزشتہ کل ہی آیا ہوں اور اب تک سینٹ کلارا کی خانقاہ میں جانے کا مجھے وقت نہیں ملا ہے۔"

"تو پھر آج سے پہلے تم نے الفانسو ڈی الوارڈا کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔"

"آ— ہاں — ٹھہرو — میری چچی نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اس نام کا ایک جیالا کسی نہ کسی طرح لنڈربرگ کے دفتر میں پہنچ گیا تھا اور یہ کہ اس نے ایگنس پر ڈورے ڈالے تھے اور وہ بھی اس کی محبت میں ایسی گرفتار ہوئی تھی کہ اس کے ساتھ فرار ہونے کے لئے تیار ہو گئی

تھی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ دونوں اس تجویز پر عمل کرتے ان کے بڑے کو پتہ چلا کہ ہسپانیہ کی اس کل جائداد کا مالک جو اس نوجوان کے خیال میں ایگنس کی تھی، حقیقت میں میں ہوں۔ چنانچہ یہ معلوم ہوتے ہی اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور وہ اسی دن کہیں غائب ہو گیا۔ جس دن میری بہن اس کے ساتھ فرار ہونے والی تھی اس کی اس بے وفائی نے ایگنس کا دل توڑ دیا، اس کا دل دنیا سے اور اس کے ذلیل دھندوں سے اچاٹ ہو گیا اور اس نے نن بننے کا فیصلہ کر لیا۔ میری چچی نے یہ بھی پوچھا تھا کہ چونکہ اس نوجوان نے اپنے آپ کو میرا دوست ظاہر کیا تھا اس لئے کیا میں اس کے متعلق کچھ جانتا ہوں؟ میں نے ان کے اس سوال کا جواب نفی میں دیا تھا کیونکہ یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ الفانسو دی الوارڈ اور میرا دوست رائمنڈ ایک ہی آدمی ہے۔"

"تو یہ بات ہے۔ لورانزو! میرے دوست! برا نہ ماننا لیکن اس کی بات میں تمہاری چچی ڈونا روڈالفا کا مکر و فریب صاف دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں جو خط لکھا گیا تھا اس کے ایک ایک حرف پر اس کے جھوٹ اور اس کی کینہ توزی اور عیاری کی مہر ہے، جس کے ذریعہ وہ واقعات کو توڑ مروڑ کر اپنے حق میں کرنا اور دوسروں کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں لورانزو کہ تمہاری ایک عزیز کے متعلق ایسے سخت الفاظ استعمال کر رہا ہوں۔ اس نے میرے ساتھ جو شرارت کی ہے اس کے پیش نظر میرا غصہ بجا ہے اور جب تم میری سرگزشت سن لو گے تو تمہیں بھی احساس ہو جائے گا کہ تمہاری اس قابلِ احترام چچی کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ اب بھی کافی نرم ہیں۔"

اور پھر اس نے اپنی سرگزشت یوں بیان کی۔

مارکیوس دی لاسسترا ان ڈان رائمنڈ کی سرگزشت

جامعہ سلیمانکہ سے، جہاں میں نے سنا ہے کہ میرے چلے آنے کے بعد بھی تم ایک سال تک رہے، رخصت ہونے کے فوراً بعد میں نے فوراً اپنی سیاحت شروع کر دی۔ میرے والد نے مجھے بڑی فراوانی سے روپیہ دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ تاکید بھی کر دی کہ میں اپنا رتبہ اور خاندان کسی پر ظاہر نہ ہونے دوں اور ایک عام مگر شریف آدمی کے روپ میں سفر کروں۔ چنانچہ میں الفانسو دی الوارڈا کا نام اختیار کر کے اور اپنے ساتھ صرف ایک خادم لے کر ہسپانیہ سے رخصت ہوا۔

مشہور شہروں اور تاریخی مقامات کی سیر کرنے کے لئے میں نے جرمنی کا رخ کیا۔

لیونارڈ ولے پہنچ کر میں قدرے سستانے اور کچھ پینے اور ناشتہ کرنے کی غرض سے اپنی سفر گاڑی سے سلورلائن نامی سرائے کے سامنے اتر پڑا۔ وہیں ایک بے حد سجی ہوئی، قیمتی اور اعلیٰ قسم کی سیج گاڑی

کھڑی ہوئی تھی، جس میں چار کوتل گھوڑے جتے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد میں نے سرائے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو ایک معزز خاتون اپنی دو خادماؤں کے ساتھ سیج گاڑی میں سوار ہو رہی تھی۔ جب وہ اور اس کی خادمائیں سوار ہو گئیں تو کوچوان نے گھوڑوں کو للکار دیا جو گاڑی کو لے کر ہوا ہو گئے۔

"یہ کون خاتون تھیں جو ابھی ابھی آپ کی سرائے سے رخصت ہوئی ہیں؟" میں نے سرائے کے مالک سے پوچھا۔

"ایک جرمن بیرونس ہیں، موسیو۔" اس نے جواب دیا "وہ اسٹراس برگ جا رہی ہیں جہاں ان کے شوہر ان کے منتظر ہیں اور پھر دونوں میاں بیوی اپنے قصر میں لوٹ جائیں گے جو جرمنی میں ہے۔"

کچھ دیر بعد میں بھی آگے روانہ ہوا۔ خیال تھا کہ میں اسی رات اسٹراس برگ پہنچ جاؤں گا، لیکن راستے میں ہی میری گاڑی ٹوٹ گئی اور اسٹراس برگ اسی رات پہنچنے کی میری امید پر پانی پھر گیا۔ یہ حادثہ ایک جنگل کے ٹھیک قلب میں ہوا تھا۔

سردیوں کا موسم تھا، رات کا اندھیرا سرعت سے اتر رہا تھا اور اسٹراس برگ، جو قریبی شہر تھا اب بھی کئی میل دور تھا۔ چنانچہ اب میرے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے۔ یا تو میں اس جنگل میں ہی وہ سرد رات گزار دیتا یا پھر اپنے خادم کا گھوڑا لے کر اسٹراس برگ پہنچ جاتا۔ یہ دوسرا خیال مجھے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنا ارادہ کوچوان کے سامنے ظاہر کیا اور کہا کہ میں اسٹراس برگ پہنچتے ہی چند آدمیوں کو اس کی مدد کے لئے بھیج دوں گا۔ مجھے اس شخص پر کچھ زیادہ اعتبار نہ تھا۔ چونکہ میرا خادم اسٹیفن پوری طرح سے مسلح تھا اس لئے میں سامان وغیرہ کی طرف سے مطمئن تھا کہ کم سے کم وہ تو محفوظ رہے گا۔

جب میں نے اکیلے ہی اسٹراس برگ جانے کا اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اسپ سوار کوچوان[1] نے نارضامندی سے اپنا سر ہلا دیا۔

"بہت لمبا راستہ ہے وہ تو صاحب۔" وہ بولا۔ "اور رہبر کے بغیر آپ وہاں تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیو کو یہاں کی سخت سردی کا تجربہ نہیں ہے۔

---

1. اس کے لئے انگریزی میں ایک خاص لفظ ہے (Postilhion) یعنی وہ شخص جو سفر گاڑی میں جتے ہوئے قریب کے گھوڑے پر (بشرطیکہ اس میں دو گھوڑے جتے ہوئے ہوں) یا تیسرے گھوڑے پر (اگر گاڑی میں چار گھوڑے ہوں) سوار ہوتا ہے۔ انہیں ہانکتا ہے اور رہبر کی خدمات بھی انجام دیتا ہے۔ مترجم

ہوسکتا ہے کہ آپ سردی برداشت نہ کر سکیں اور۔

"ان سب باتوں سے کیا فائدہ جب کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں؟" میں نے کہا۔ "اگر میں اسٹارس برگ کے لئے روانہ نہیں ہوا اور یہاں جنگل میں رات بسر کی تب بھی سردی سے اکڑ کر مر جانے کا خطرہ تو بہرحال موجود ہی رہے گا۔"

"جنگل میں! یہ میں نے کب کہا کہ آپ یہاں جنگل میں رات بسر کریں گے؟" اس نے جواب دیا۔ "اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا تو پھر ہم اپنے پرانے دوست بلنے کے گھر سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہاں سے اس کے گھر تک صرف پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک رات کے لئے آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے سے انکار نہ کرے گا۔ آپ کیوں تکلیف کریں موسیو؟ بلنے کے گھر پہنچانے کے بعد میں بگھی کا گھوڑا لے کر سٹراس برگ جاؤں گا اور گاڑی کی مرمت کے لئے مناسب آدمی لے آؤں گا۔ آپ آرام فرمائیں گے اور صبح تک گاڑی کی مرمت بھی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "چلو۔ ہمیں اپنے دوست کے گھر لے چلو۔"

اس نے میرے اس حکم کی تعمیل کی اور ہم پیدل آگے بڑھے۔ گھوڑے بدقت تمام ٹوٹی ہوئی گاڑی کو گھسیٹتے ہوئے ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ میرا خادم دفعتہ یوں خاموش ہو گیا تھا جیسے اس کے منہ میں زبان تھی ہی نہیں اور میں خود بھی سردی کا اثر محسوس کر رہا تھا۔

جب ہم اس مکان کے قریب پہنچے تو اس کی ایک کھلی ہوئی کھڑکی میں روشنی دیکھ کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔ یہ اس آگ کی روشنی تھی جو کمرے کے آتشدان میں جل رہی تھی۔ اس روشنی کو دیکھتے ہی میرے جسم میں گرمی آنے لگی۔ ہمارے رہبر نے بند کواڑوں پر گھونسے برسانے شروع کئے۔

"بلنے! میں نے کہا سو گئے یار؟" ہمارے اسپ سوار کوچوان نے چیخ کر کہا۔

"ارے یہ تم ہو کلاڈے؟" بند دروازے کے پیچھے سے ایک مردانی آواز نے جواب دیا۔ "ٹھہرو بھئی۔ کھولتا ہوں دروازہ۔"

اور کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص ہاتھ میں لالٹین لئے کھڑا تھا۔ اس نے ہمارے رہبر کلاڈے کا بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تشریف لائیے موسیو۔" غریب خانہ آپ کے قیام کے اور بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ زہے نصیب کہ آپ جیسا شریف اور امیر آدمی آج ہمارے جھونپڑے کو رونق

بخش رہا ہے۔ خوش آمدید موسیو۔ فوراً ہی دروازہ نہ کھولنے کی میں معافی چاہتا ہوں، لیکن آپ جانتے جناب اس طرف بدمعاشوں اور چوروں کا زور زیادہ ہے۔"

اور یہ کہہ کر میرے سامنے قدم قدم پر جھکتا ہوا مجھے اس کمرے میں لے آیا جس کے آتشدان میں جلتی ہوئی آگ کی روشنی میں نے باہر سے ہی دیکھ لی تھی۔ آتشدان کے قریب ایک آرام کرسی رکھی ہوئی تھی، میں اس پر بیٹھ گیا۔

جب میں کمرے میں داخل ہوا تھا تو ایک عورت نے، جو میرے میزبان کی بیوی تھی اٹھ کر میرا قدرے بے دلی اور خاموشی سے استقبال کیا تھا۔ اس نے میرے سلام کا بھی کوئی جواب نہ دیا اور بیٹھ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اس کے شوہر کا سلوک میرے ساتھ جس قدر دوستانہ تھا اتنا ہی اس عورت کا روکھا اور بے مروتی سے بھرا تھا۔ یہ تضاد میری سمجھ میں نہ آیا۔ صاف ظاہر تھا کہ میرا اس کے یہاں آنا اس عورت کو قطعی پسند نہ تھا۔

"موسیو! اس جھونپڑے میں ذرا آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" ہمارے میزبان نے کہا۔ "بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو کچھ زیادہ تکلیف نہ ہو۔ ہم دو کمرے خالی کئے دیتے ہیں۔ ایک آپ کے لئے اور ایک آپ کے خادم کے لئے۔" "ارے مارگریٹ!" یہ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ "تم تو یہاں یوں بیٹھی ہوئی ہو جیسے تمہارے لئے کوئی کام رہ ہی نہیں گیا ہے۔ لو اٹھو۔ ہمارے یہاں مہمان آئے ہیں اور مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔ اٹھو بھئی مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرو اور صاف ستھری چادریں نکال کر بچھا دو — اور دیکھو آتشدان میں ذرا لکڑیاں بھی ڈال دو۔ موسیو سردی سے کانپ رہے ہیں۔"

میزبان کی بیوی نے اپنا کام جلدی سے میز پر پھینک دیا اور اپنے شوہر کے احکامات کی تعمیل میں مصروف ہو گئی، لیکن اس کی بڑبڑاہٹ، اس کے ماتھے پر ابھری ہوئی شکنوں اور اس کے کام کرنے کے ڈھنگ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ یہ سب کچھ بڑی بے دلی اور خفگی سے کر رہی ہے۔ پہلی ہی نظر میں مجھے یہ عورت پسند نہ آئی تھی۔ تاہم وہ قبول صورت تھی حالانکہ اس کی رنگت اور جسم دبلا پتلا تھا۔ اس کی ایک ایک حرکت سے بے اطمینانی اور بدمزاجی ظاہر تھی۔ چنانچہ اس کے شوہر کے خلوص، ہماری آمد سے خوشی اور میزبانی کے مقابلے میں اس عورت کی ناراضگی اور تنگ مزاجی مجھے کھل گئی اور مجھے اس عورت سے نفرت سی ہو گئی۔

جیسا کہ میں نے کہا ہمارے میزبان کا سلوک ہمارے ساتھ بہت زیادہ دوستانہ نہ تھا۔

اس کی خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی چنانچہ حقیقت میں وہ مہمانوں کو خدا کی رحمت سمجھتا تھا جیسا کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ اس کی عمر ساٹھ سال کی رہی ہوگی حالانکہ اس کی صحت اتنی اچھی اور اعضا ایسے قوی تھے کہ وہ اتنا معمر معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس کی بیوی مارگریٹ کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی اس کے باوجود اپنے شوہر سے بوڑھی معلوم ہوتی تھی۔

بہرحال اپنی ناراضگی اور تنگ مزاجی کے باوجود مارگریٹ کھانا تیار کرنے لگی۔ ہمارا اسپ سوار کوچوان تھوڑی شراب پینے اور ایک بوتل اپنے قبضے میں کرنے کے بعد اسٹارس برگ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے لئے اور کیا حکم ہے۔

"ہیں! اسٹارس برگ جارہے ہو؟" بالیسٹے نے حیرت سے کہا۔ "ایسی رات میں یہ سفر بڑا کٹھن ہوگا۔ کلاوڈے! آج کی رات تو یہیں رہو، صبح چلے جانا۔"

"نہیں بالیسٹے۔ میرا جانا ضروری ہے۔"

"آخر ایسی بھی کیا جلدی ہے؟"

"اگر میں نہ گیا اور وہاں سے کاریگروں کو لے کر نہ آیا تو پھر موسیو کی گاڑی کی مرمت کون کرے گا؟"

"آ۔۔۔ہاں۔۔۔یہ بھی ٹھیک ہے۔ گاڑی کو تو میں بھول ہی گیا تھا، لیکن تم سے کم کھانا کھا کر تو جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں موسیو اتنے سنگدل تو نہیں ہیں کہ تمہیں خالی پیٹ ہی اسٹارس برگ بھیج دیں۔"

"ٹھیک ہے کلاوڈے! کھانا کھا کر ہی جاؤ۔" میں نے کہا۔ "اگر میں اسٹارس برگ ایک دو گھنٹے دیر سے بھی پہنچا تو اس سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا۔"

چنانچہ کلاوڈے نے میرا شکریہ ادا کیا اور میرے خادم اسٹیفن کے ساتھ باہر چلا گیا کہ گھوڑوں کو ہمارے میزبان کے اصطبل میں باندھ آئے۔

بالیسٹے اٹھ کر دروازے تک گیا اور باہر سرد رات میں جھانکنے لگا۔

"اُفوہ! بڑی سرد ہوا ہے۔" وہ بولا۔ "حیران ہوں کہ میرے بچے اب تک کیوں واپس نہیں آئے!" پھر وہ میری طرف گھوم گیا۔ "موسیو! میں آپ کو اپنے بیٹوں سے ملاؤں گا۔ سچ کہتا ہوں ایسی قابل فخر اولاد کسی باپ کی نہ رہی ہوگی۔ میرے دو بیٹے ہیں اور مجھے دونوں پر بجا طور پر فخر ہے۔ خدا جانے کیا ہوا کہ وہ اب تک نہیں آئے۔ مجھے تو فکر ہونے لگی ہے۔"

اس وقت مارگریٹ میز پر دھلا ہوا میز پوش بچھا رہی تھی۔

"آپ بھی اپنے بیٹوں کی طرف سے متفکر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیوں ہونے لگی؟" اس نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ "وہ میری اولاد نہیں ہیں۔"

"ارے رے مارگریٹ موسیو کے ایسے سیدھے سوال پر یوں غصے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" بالیسٹے نے کہا۔ "اگر تمہارے بچے میرے بچوں جتنے بڑے نہیں ہیں تو کیا ہوا؟ چند برس میں اتنے ہی بڑے ہو جائیں گے اور امید ہے کہ تب تک ہم زندہ رہیں گے اور تمہارے بچوں پر بھی جاکوس اور رابرٹ کی طرح فخر کریں گے۔"

"خدا نہ کرے کہ وہ تمہارے جاکوس اور رابرٹ کی طرح ہوں۔" مارگریٹ نے پھنکار کر کہا۔ "اگر مجھے شک بھی ہوا کہ وہ بڑے ہو کر تمہارے جاکوس اور رابرٹ کی طرح ہی بنیں گے تو خدا کی قسم میں اپنے ہاتھوں سے ان کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

اور وہ پیر پٹختی کمرے سے باہر نکل کر اوپر چلی گئی۔

"بڑی بدمزاج ہیں آپ کی بیوی۔" میں نے بالیسٹے سے کہا۔ "مجھے واقعی آپ کی حالت پر رحم آتا ہے۔ ایسی بیوی کے ساتھ آپ کی زندگی واقعی بڑی تلخ گزر رہی ہوگی۔ سچ کہتے ہیں کہ اچھی بیوی خدا کی نعمت ہوتی ہے۔"

"پہلے شوہر سے اس کے دو بچے ہیں۔" بالیسٹے نے کہا۔ "اور ان سے اسے اس قدر محبت ہے کہ وہ میرے بیٹوں کے حق میں کہانیوں کی سوتیلی ماں بن گئی ہے۔ اسے میرے لڑکوں کی صورت تک سے نفرت ہے۔ اور اگر اس کا بس چلے تو وہ انہیں اس گھر میں قدم تک دھرنے نہ دے۔ لیکن اس معاملے میں اس کی ایک نہیں چلنے دیتا۔ بھلا کون باپ ہوگا جو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی بیوی کی خوشی کی خاطر زمانے کی ٹھوکریں کھانے کو چھوڑ دے۔ موسیو! میری نے مجھے اکثر یہ مشورہ دیا ہے۔ میں نے اس کی ہر بات تو مانی ہے لیکن ایک بات نہ مانی ہے اور نہ کبھی مانوں گا، لیکن اپنی بیوی کے متعلق میں یہ ضرور کہوں گا موسیو کہ وہ بڑی سگھڑ عورت ہے اور بہت اچھی طرح سے گھر سنبھال رہی ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں میں اس پر بھی بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔" عین اسی وقت کسی نے نہایت اونچی آواز میں، جو جنگل میں گونج گئی کسی کو للکارا۔

اور پھر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور اس کے کچھ ہی دیر بعد ایک بگھی جس کے ساتھ کئی گھوڑ سوار تھے، بالیسٹے کے دروازے کے سامنے آ کر رکی ایک گھوڑ سوار نے پوچھا کہ سٹارس برگ کتنی دور ہے۔ چونکہ یہ سوال اس نے مجھ سے پوچھا تھا اس لئے میں نے اسے یہ فاصلہ اور اتنے ہی میل بتائے جو کلاوڈے نے مجھے بتائے تھے۔ اس پر گھوڑ سوار کوچوانوں پر برس پڑا کہ وہ کمبخت راستہ بھول گئے۔

اب بگھی میں بیٹھی ہوئی سواریوں کو مطلع کیا گیا کہ اسٹارس برگ ابھی کتنی دور تھا اور یہ کہ گھوڑے اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ مزید پانچ میل کا بھی سفر طے نہ کر سکتے تھے۔ ایک خاتون جو اس قافلے کی گویا سربراہ معلوم ہوتی تھی، اس پر بہت خفا ہوئی چونکہ وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکتے تھے اس لئے ایک گھوڑ سوار نے ہاٹسٹے سے پوچھا کہ کیا وہ رات بھر کے لئے اپنے یہاں ان کے قیام کا انتظام کر سکتا ہے۔

ہاٹسٹے اس درخوست پر بظاہر گھبرا گیا اور جواب دیا کہ افسوس ہے کہ وہ ان کے قیام کا کوئی انتظام نہیں کر سکتا کیونکہ ایک ہسپانوی نواب کو (مراد مجھ سے تھی) اپنے زائد کمرے دے چکا ہے۔ یہ سن کر میں نے فوراً کہا کہ میں اپنا کمرہ خاتون کو خوشی سے دیئے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں لپک کر بگھی کے قریب پہنچا اور اس کا دروازہ کھول کر اور خاتون کو اپنا ہاتھ پیش کر کے اسے نیچے اتارا۔ وہ بگھی سے نیچے آئی تو میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی خاتون تھی جسے میں نے لیوناویلے کی سرائے کی کھڑکی میں سے گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا تھا۔

"کون محترمہ ہیں یہ؟" میں نے خاتون کے ایک خادم سے پوچھا۔ "بیرونس لنڈن برگ۔" جواب ملا۔

اور اس وقت میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ ہاٹسٹے نے جس خوش دلی سے میرا استقبال کیا تھا اتنی ہی سرد مہری اور قدرے ناراضگی سے ان نئے آنے والوں کا استقبال کیا۔ صاف ظاہر تھا اسے اس خاتون اور اس کے خادموں کی پلٹن کی آمد سخت ناگوار گزری تھی۔ اس کی یہ تبدیلی اور خاتون سے اس کا یہ سلوک میری سمجھ میں نہ آیا اور سچ تو یہ ہے اس وقت میں نے اس کی طرف کچھ زیادہ دھیان بھی نہ دیا۔

بہرحال میں خاتون کو اندر لے آیا اور اس کو وہ آرام کرسی پیش کر دی جس پر ابھی چند ثانیوں پہلے ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بڑی شائستگی سے میرا شکریہ ادا کیا اور اس بات کی معافی طلب کرنے لگی کہ اس کی وجہ سے خود مجھے تکلیف ہوئی ہے اور ہوگی۔ دفعتہ ہمارے میزبان کے بشرے پر کے جذبات میں فوری تغیر ہوا۔

"ٹھیک ہے انتظام ہو گیا۔" وہ بولا۔ "مادام! میں آپ کے اور آپ کے خادموں کے قیام کا انتظام کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ مطمئن رہیں۔ آپ کی وجہ سے ان صاحب کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ہمارے یہاں دو زائد کمرے ہیں جن میں سے ایک ہم خاتون آپ کے لئے اور دوسرا موسیو آپ کے لئے تیار کئے دیتے ہیں۔ رہی خاتون کی دونوں خادمائیں تو میری بیوی ان کے

قیام کے لئے خود اپنا کمرہ خالی کر دے گی۔ ایک ہی رات کی تو بات ہے۔ بقیہ آپ کے خادموں کو آج رات باہر گودام میں گزارنی پڑے گی۔ غلہ بھرنے کا یہ گودام اس گھر سے صرف چند گز کے ہی فاصلے پر ہے۔ وہاں وہ الاؤ سلگا کر اپنے جسموں میں گرمی پہنچا سکتے ہیں اور ان کے لئے میں کھانا بھی بھجوا دوں گا۔"

چنانچہ مزید شکریہ کے بعد خاتون نے ہاٹسٹے کی یہ پیش کش قبول کر لی اور خاتون نے فوراً ہی اپنے مرد خدمت گاروں کو رخصت ہو جانے کے لئے کہا۔ ہاٹسٹے انھیں اپنے اس گودام میں، جس کا اس نے ذکر کیا تھا لے جانے ہی لگا تھا کہ دو نوجوان مکان کے دروازے میں نمودار ہوئے۔

"لعنت ہے۔" پہلے نوجوان نے ایک دم سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "رابرٹ! ہمارا گھر تو اجنبیوں سے بھرا ہوا ہے۔"

"لو میرے بیٹے آ گئے۔" "ارے جاکوس! رابرٹ کہاں بھاگے جا رہے ہو تم دونوں؟ آ جاؤ بھئی۔ گھر میں سب کے لئے جگہ ہے۔"

چنانچہ باپ کے یوں یقین دلانے سے دونوں نوجوان واپس آ گئے۔ ہمارے میزبان نے دونوں کو ہم سے متعارف کرایا اور پھر خادموں کو لے کر چلا گیا۔ خاتون کی دونوں خادماؤں کی درخواست پر مارگریٹ انھیں اس کمرے کی طرف لے گئی جو بیرونس کے قیام کے لئے تیار کیا جانے والا تھا۔

میزبان کے دونوں لڑکے مضبوط جسم والے، بلند قامت اور قدرے کرخت چہرے والے تھے۔ دونوں کی ہی رنگت دھوپ میں جھلسی ہوئی تھی۔ اب دونوں نوجوان نے اپنا اپنا لبادہ اتار کر الگ رکھا اپنی کمر سے وہ پٹکا کھولا جس میں ایک ایک تیغ اڑسا ہوا تھا اور دونوں نے ہی پھر اپنا اپنا پستول بھی نکال کر الگ رکھ دیا۔

"آپ دونوں تو خوب مسلح ہو کر سفر کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں موسیو!" رابرٹ نے جواب دیا۔ "جب ہم اسٹراس برگ سے چلے ہیں تو رات کا اندھیرا اتر چلا تھا۔ چنانچہ احتیاطاً یہ ہتھیار لے لئے تھے۔ آپ جانئے رات کے وقت اس جنگل میں سے گزرنا خطرے سے خالی نہیں۔"

"کیوں؟" بیرونس نے پوچھا۔ "کیا اس طرف ڈاکو وغیرہ ہیں؟"

"مشہور تو یہی ہے مادام۔"

عین اس وقت مارگریٹ آ گئی۔ اس کے سوتیلے بیٹے اسے فوراً ہم سے دور ایک کونے

میں لے گئے، چپکے ہی چپکے اس سے کہتے اور پوچھتے رہے۔ وہ جس طرح بار بار ہماری طرف دیکھ رہے تھے اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ وہ ہمارے متعلق ہی پوچھ رہے تھے۔

ادھر بیرونس اس خیال سے پریشان تھی اور بار بار کہہ رہی تھی کہ اس کا شوہر اس کے اسٹراس برگ نہ پہنچنے کی وجہ سے سخت متفکر اور پریشان ہوگا۔ اس پر کلاوڈے نے کہا کہ وہ اس کا خط بہ حفاظت بیرون تک پہنچا دے گا۔

"کیا تمہیں ڈاکوؤں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"موسیو! خطرہ مجھے بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ شاید آپ کو ہو سکتا ہے۔" کلاوڈے نے جواب دیا، "لیکن میں ایک غریب آدمی ہوں اور میرا خاندان بھی بڑا ہے چنانچہ میں کچھ مل جانے کی غرض سے یہ خطرہ مول لے رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ موسیو بیرون مجھے میری خدمت کا صلہ دینے میں بخل سے کام نہ لیں گے۔"

چنانچہ طے پایا کہ کلاوڈے اسی وقت اسٹراس برگ کے لئے روانہ ہو جائے بیرونس نے اپنے شوہر کے نام اور میں نے ہینز منگر کے نام خط لکھا کہ میں دوسرے دن ہی اسٹراس برگ پہنچ سکوں گا — کلاوڈے ہم دونوں کے خطوط لے کر کمرے سے نکل گیا۔

اب خاتون نے مارگریٹ سے کہا کہ وہ اسے اس کمرے تک پہنچا دے جو اس کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ کیونکہ — اس نے کہا — وہ بے حد تھکی ہوئی ہے اور کھانے سے پہلے کم سے کم آدھے گھنٹے تک وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔

اس کی خادماؤں میں سے ایک کو فوراً طلب کیا گیا۔ وہ لالٹین لئے حاضر ہوئی۔ بیرونس اس کے ساتھ اوپر چلی گئی۔

اب میں نے میزبان کے بیٹوں میں سے ایک سے کہا کہ وہ مجھے بھی اپنے کمرے میں پہنچا دے تاکہ میں بھی کھانا تیار ہونے تک ذراستا لوں۔

"ماں! کون سا کمرہ تیار کیا ہے موسیو کے لئے؟" رابرٹ نے پوچھا۔ "وہ نیلے پردوں والا۔" مارگریٹ نے جواب دیا۔ "میں نے بستر کی نئی چادریں بچھا دی ہیں۔ اگر یہ صاحب اس پر لوٹنیاں لگانا چاہیں تو بے شک لگا سکتے ہیں لیکن پھر بستر اپنے آپ ہی ٹھیک کر لیں۔ ہاں نہیں تو۔"

مارگریٹ کی یہ بات مجھے بڑی معلوم ہوئی لیکن میں خاموش رہا۔

رابرٹ نے دروازہ کھولا اور تنگ زینے کی طرف بڑھا۔

"گو اندھیرے میں ہی جا رہے ہیں۔" مارگریٹ نے کہا۔ "یا تو دیوار سے ٹکرا کر تمہارا

سر پھوٹ جائے گا یا پھر موسیو کا۔"

اس نے آگے بڑھ کر رابرٹ کے ہاتھ میں موم بتی دے دی۔ رابرٹ موم بتی آگے بڑھائے زینہ چڑھنے لگا۔ جب میں مارگریٹ کی طرف سے گزر رہا تھا اور رابرٹ ہماری طرف متوجہ نہ تھا تو اس نے، یعنی مارگریٹ نے موقع غنیمت جان کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے دبا کر سرگوشی میں کہا۔

"چادر دیکھ لینا۔"

پھر وہ تیزی سے میرے قریب سے نکلتی ہوئی باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

اس کی یہ حرکت ایسی خلاف توقع تھی کہ میں دم بخود رہ گیا اور جہاں تھا وہیں جم گیا۔ آخر کار رابرٹ کی آواز سن کر، جو مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہہ رہا تھا میں چونکا اور آگے بڑھ کر زینہ چڑھنے لگا۔

رابرٹ مجھے جس کمرے میں لے آیا اس کے آتشدان میں فرحت بخش آگ بھڑک رہی تھی جس نے کمرے کو خوب گرما دیا تھا۔ رابرٹ نے موم بتی میز پر رکھ دی اور کہا۔ "موسیو! یہ ہے آپ کا کمرہ۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں، حاضر کر دوں گا۔"

"شکریہ دوست۔ اس وقت تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

چنانچہ وہ چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، موم بتی اٹھائی اور دوڑ کر پلنگ کے قریب پہنچا، جس پر آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ایک جھٹکے کے ساتھ وہ کور ایک طرف پھینکا جو سب سے اوپر تھا۔

اور میرے فرشتے کوچ کر گئے۔

سفید چادر پوری کی پوری خون سے سرخ تھی۔

سیکڑوں ہزاروں خیالات میرے دماغ میں در آئے۔ مجھے اپنے میزبان کے دونوں بیٹوں کی کرخت صورتیں اور وہ ہتھیار یاد آ گئے جو انھوں نے اپنی کمر سے کھول کر نیچے کے کمرے میں رکھے تھے اور مجھے وہ کہانیاں یاد آ گئیں جو راہبروں اور کوچوانوں کے ڈاکوؤں سے ساز باز کرنے کے متعلق مشہور تھیں اور میرے دل میں شکوک و شبہات سر اٹھانے لگے۔

دفعتاً میں چونکا۔ میرے کمرے کے عین نیچے کوئی بڑی بیتابی سے ٹہل رہا تھا۔ میں پنجوں کے بل چل کر کھڑکی کے قریب پہنچا جو سردی کے باوجود کھلی چھوڑ دی گئی تھی کیونکہ کمرہ ایک عرصہ

سے بند پڑا تھا۔

چاند کی روشنی میں مجھے ایک شخص دکھائی دیا جسے میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ ہمارا میزبان ہاٹسٹے تھا۔ وہ ادھر اُدھر چل رہا تھا اور بڑی تیزی سے۔ اگر پتہ بھی کھڑکتا تو وہ رک کر سننے اور ادھر اُدھر دیکھنے لگتا۔

"خدا سمجھے اس مردود سے۔ کیا ہوا کہ اب تک آیا نہیں؟" آخرکار وہ بڑبڑایا۔ عین اسی وقت کسی کے پیروں کی چاپ سنائی دی جو اسی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ اس آواز کی طرف لپکا اور آنے والے سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ آنے والے کی پست قامتی اور اس کے گلے میں لٹکے ہوئے بارود بھرنے کے سینگ سے میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ اور کوئی نہیں میرا وفادار کلاوڈے تھا جو میرے خیال میں اسٹراس برگ روانہ ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا ان کی باتیں سننے کے بعد شاید میں صورت حال سے واقف ہو کر اپنے بچاؤ کی کوئی ترکیب سوچ سکوں گا۔ چنانچہ موم بتی بجھا کر پھر کھڑکی میں آ کھڑا ہوا کہ اپنے آپ کو ظاہر کیے بغیر ان کی باتیں سن سکوں۔

ہاٹسٹے اور کلاوڈے عین کھڑکی کے نیچے آ کھڑے ہوئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کھڑکی کے سامنے سے ہٹ کر جب میں موم بتی بجھانے گیا تھا تو اس وقت کلاوڈے کو اس کی کاہلی پر ڈانٹ رہا تھا کیونکہ جب میں کھڑکی کے قریب پہنچا تو کلاوڈے اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

"بہرحال میری حالیہ سرگرمی۔" اس نے آخر میں کہا۔ "میری تاخیر کا بدل پیش کر دے گی۔"

"اور اسی صورت میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔" ہاٹسٹے نے جواب دیا۔ "لیکن سچ تو یہ ہے کہ چونکہ مال غنیمت میں خود تمہارا بھی برابر کا حصہ ہے اس لئے تم جتنی سرگرمی کا ثبوت دو گے اتنا ہی زیادہ خود تمہیں بھی فائدہ ہوگا۔ کلاوڈے! اگر ایسی موٹی اسامی ہاتھ سے نکل گئی تو یہ بات ہمارے لئے باعث شرم ہوگی۔ ہاں تو کیا کہا تھا تم نے کہ یہ ہسپانوی نوجوان بہت زیادہ امیر ہے؟"

"ہاں۔ وہاں سرائے میں اس کے خادم نے تو کم سے کم یہی کہا تھا کہ اس گاڑی میں جو سامان ہے وہ دو ہزار پسٹل سے زیادہ ہے۔"

"بڑا ناعاقبت اندیش نکلا یہ اسٹیفن تو۔"

اور میں نے سنا ہے کلاوڈے نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ اس بیرونس کے پاس بے بہا جواہرات کا پورا صندوقچہ ہے۔"

"ہوگا۔ اگر وہ یہاں نہ آتی تو اچھا تھا۔ یہ ہسپانوی نوجوان تو بے حد آسان شکار ہے۔ اسے اور اس کے خادم کو میں اور میرے بیٹے آسانی سے ٹھکانے لگا دیتے اور پھر دو ہزار پسٹل ہم

چاروں آپس میں تقسیم کر لیتے۔ اب ہمیں اپنے پورے گروہ کو بلانا اور ان کا حصہ دینا پڑے گا ورنہ یہ سب بچ کر نکل جائیں۔ اس بیرونس کے ساتھ تو خادموں کی پوری پلٹن ہے اور ہم کیسے ان پر قابو حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اب اگر ہمارے ساتھی وقت پر نہ آ گئے تو پھر کل صبح ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور ہمارا شکار بخیر و خوبی یہاں سے چلا جائے گا۔"

"یہ واقعی ہماری بدقسمتی ہے کہ میرے وہ ساتھی جو بیرونس کی گاڑی ہانکتے رہے تھے ایسے اناڑی ثابت ہوئے۔ لیکن پدر تم فکر نہ کرو۔ ہم ایک گھنٹے میں اڈے تک پہنچ جائیں گے۔ اس وقت دس بج رہے ہیں اور بارہ بجے تک میں ساتھیوں کو لے کر آ جاؤں گا۔ پدر ہاٹسٹے اپنی بیوی پر ذرا نظر رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ساری بیرونس کی خادماؤں کو ہمارے ارادے سے خبردار کر دے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔" وہ اپنی زبان نہ کھول سکے گی۔ جاکوس اور رابرٹ اس کی نگرانی کر رہے ہیں اور پھر وہ گھر سے باہر قدم بھی نہ رکھ سکے گی۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ اس کے حق میں بہت برا ہوگا۔ بیرونس کے خادم گودام میں پہنچ گئے ہیں چنانچہ گھر سے دور ہیں۔"

"لیکن فرض کرو کہ بیرونس یا ہسپانوی میں سے کسی ایک کو ہمارے ارادے کی خبر ہوگئی، کسی طرح تو؟"

"تو ہم پہلے اس کو ہلاک کر دیں گے جو ہمارے قبضے میں ہیں اور پھر بقیہ پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بہرحال اس خطرے سے بچنے کے لئے تم فوراً اڈے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ڈاکو گیارہ بجے سے پہلے وہاں سے روانہ نہیں ہوتے۔ اب اگر تم نے عجلت سے کام لیا تو ان کے روانہ ہونے سے پہلے وہاں پہنچ کر انہیں روکنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"رابرٹ سے کہہ دینا کہ میں اس کا گھوڑا لئے جا رہا ہوں۔ میرے گھوڑے کی لگام ٹوٹ گئی ہے اور وہ سالا جنگل میں بھاگ گیا ہے۔ خفیہ لفظ کیا ہے؟"

"ہمت کا انعام۔"

"ٹھیک ہے۔ یاد رہے گا۔ تو میں چلتا ہوں۔"

"اور میں جاتا ہوں اپنے مہمانوں کے پاس۔"

چنانچہ دونوں دوست ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ کلاوڈے اصطبل کی طرف چل دیا اور ہاٹسٹے گھر کی طرف۔

تم سمجھ سکتے ہو کہ ان دونوں کی باتیں سن کر، جن کا ایک ایک لفظ میں نے سنا تھا میری

کیا حالت ہوئی ہوگی۔ میں نہتا تھا، اکیلا تھا اور وہ تین تھے۔ بہر حال میں نے فیصلہ کیا کہ بزدلوں کی موت نہ مروں گا اور آخر تک مقابلہ کرتا رہوں گا۔ میں نے جلدی سے موم بتی جلائی اور کمرے سے باہر آ گیا۔ نیچے پہنچا تو دیکھا کہ کھانے کی میز چھ آدمیوں کے لئے لگا دی گئی تھی۔ بیرونس آتشدان کی قریبی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مارگریٹ سلاد بنا رہی تھی اور اس کے سوتیلے بیٹے کمرے کے انتہائی سرے پر کھڑے کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ باپٹسٹے اب تک نہ آیا تھا۔ میں خاموشی سے بیرونس کے مقابل بیٹھ گیا۔

میں نے مارگریٹ کی طرف دیکھ کر ہلکا سا اشارہ کیا تو وہ سمجھ گئی کہ میں اس کے کنائے کو نہ صرف سمجھ سکا بلکہ بہت سی باتیں معلوم کر چکا تھا۔

اب مارگریٹ مجھے بے حد مختلف معلوم ہوئی۔ پہلے میں نے جس بات کو اس کی بے مروتی اور تنگ مزاجی سمجھا تھا وہ اب معلوم ہوا کہ اپنے شوہر اور سوتیلے بیٹوں کے کام سے اس کی نفرت اور گھن تھی اور اسے مجھ سے ہمدردی تھی کیونکہ میں خطرے میں تھا۔

چنانچہ — میں نے سوچا — مارگریٹ ہی میرا اچھا سہارا تھی۔

میں ہر چند اپنی پریشانی اور خوف چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے باوجود یہ دونوں جذبات میرے بشرے سے صاف ظاہر تھے۔ میرا رنگ فق تھا اور میری باتوں اور ایک ایک حرکت سے میری پریشانی ٹپک رہی تھی۔ اپنا دھیان بٹانے اور اس خطرے کو بھولنے کی وجہ سے، جس میں پھنسا ہوا تھا، میں بیرونس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے لگا۔ وہ میری ہر بات کا جواب بڑے اخلاق اور شائستگی سے دیتی رہی اور پھر زور دے کر کہا کہ میں چند دنوں کے لئے قصر نذن برگ میں قیام کروں۔ میں نے اس کی اس دعوت کا شکریہ ادا کرتے وقت دیکھا کہ جاکوس اور رابرٹ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ ان کی یہ مسکراہٹ بڑی معنی خیز اور طنزیہ تھی جو گویا کہہ رہی تھی کہ اگر بیرونس اپنے قصر میں زندہ پہنچ گئی تو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔ ان کی یہ حرکت میری نظر سے پوشیدہ نہ رہی اس کے باوجود ان کی اس مسکراہٹ نے میرے دل میں جذبات کا جو طوفان اٹھا دیا تھا اسے دبانے میں بہر حال کامیاب ہو گیا۔ میں نے اس کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا لیکن میری باتیں اتنی بے ربط اور ایسی بے سروپا تھیں کہ وہ جیسا کہ اس نے مجھے بعد میں بتایا، یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ کہیں میں پاگل تو نہیں ہو گیا۔

جاکوس اور رابرٹ میری ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس وقت میری تمام تر امیدیں اس ایک خیال سے وابستہ تھیں کہ شاید ایسا ہو کہ جب کلاؤڈے اڈے پر پہنچے تو اس وقت

ڈاکو جا چکے ہوں اور میں دل ہی دل میں اس کی دعائیں مانگ رہا تھا اور ایسا ہوا تو پھر کل صبح ہم یہاں سے زندہ و سلامت نکل سکیں گے جیسا کہ باپٹسٹے نے کلاؤڈے کے سامنے اپنا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

جب باپٹسٹے کمرے میں داخل ہوا تو میں لاشعوری طور پر کانپ گیا۔ اس نے دیر سے آنے کی معافی چاہی اور درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو وہ بھی اپنے کنبے کے ساتھ ہمارے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ کر کھانا کھا لے — اس نے کہا کہ ہم نے اسے اس کی اجازت دے دی تو یہ بات اس کے لئے قابل فخر ہوگی۔

ہم لوگ میز پر بیٹھ گئے۔ میز کے ایک طرف میں اور بیرونس بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے عین سامنے اور دروازے کی طرف پیٹھ کئے جاکوس اور رابرٹ بیٹھ گئے۔ باپٹسٹے بیرونس کے قریب بیٹھا اور اس کے قریب والی کرسی اس کی بیوی مارگریٹ کے لئے خالی تھی۔ چند ثانیوں بعد ہی وہ آ گئی اور اس نے ہمارے سامنے سادہ سا دیہاتی کھانا چن دیا۔ ہمارے میزبان کو ضروری معلوم ہوا کہ وہ اس قسم کا سادہ کھانا پیش کرنے کے لئے معافی چاہے، جو اس نے کہا صرف اس کے کنبے کے لئے ہی تھا۔

لیکن اس نے آخر میں کہا۔ "اگر کسی حادثے کی وجہ سے آپ حضرات کل بھی یہیں رہ گئے تو میں آپ کی خوب تواضع کروں گا۔"

بدمعاش کہیں کا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کون سے حادثے کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور اس خیال سے میں کانپ گیا کہ وہ سور ہماری کیسی تواضع کرنے والا تھا۔

بیرونس اس خطرے سے واقف نہ تھی جو میرے اور اس کے سر پر منڈلا رہا تھا، ہنسی اور اپنے میزبانوں سے بڑی شگفتگی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔ میں نے اس کی تقلید کرنے کی ناکام کوشش کی، لیکن میری شگفتگی مصنوعی تھی اور باتیں کھوکھلی اور یہ بات باپٹسٹے کی نظر سے پوشیدہ نہ رہی۔

"یہ کیا بات ہے موسیو کہ آپ کچھ بجھے بجھے سے معلوم ہوتے ہیں؟" وہ بولا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی تکان اب تک دور نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ کی تھکن دور کرنے کے لئے اگر اجازت ہو تو میں بے حد قیمتی اور پرانی شراب منگواؤں؟ یہ شراب میرے والد چھوڑ گئے ہیں وہ شراب پینے کا یہ خاص موقع ہے اور شراب بھی تو خاص الخاص ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی بیوی کو کنجی دے کر بتایا کہ یہ خاص شراب کہاں رکھی ہوئی تھی۔ مارگریٹ نے کنجی لی تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کنجی لینے کے بعد بھی وہ

وہیں بیٹھی رہی۔

"سنا تم نے کہ میں نے کیا کہا؟" بالسٹے نے غصہ ہو کر کہا۔

مارگریٹ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ اس عورت کی آنکھوں سے بیک وقت خوف اور غصے کے جذبات عیاں تھے۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے سے چلی گئی۔

چند منٹوں بعد وہ ہاتھ میں بوتل دبائے واپس آئی۔ میں نے دیکھا کہ بوتل کا منہ زرد رنگ کے موم سے بند کیا گیا تھا۔ مجھے شک ہوا کہ یہ "خاص الخاص" شراب ہمیں بے مقصد نہیں پلائی جا رہی تھی چنانچہ میں مارگریٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ امید تھی کہ وہ کوئی اشارہ کرے گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اس وقت وہ سینگ کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے جام صاف کرنے میں مصروف تھی۔ جب وہ یہ جام بالسٹے کے سامنے رکھ رہی تھی تو اسے یہ احساس ہوا کہ میری نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور اپنے شوہر اور سوتیلے بیٹوں کی نظر بچا کر سر سے ہلکا سا اشارہ کر دیا کہ میں یہ شراب نہ پیوں۔

اس اثنا میں ہمارا میزبان بوتل کھول کر جام بھر چکا تھا۔ اس نے ایک جام میری طرف اور دوسرا بیرونس کی طرف بڑھا دیا۔ بیرونس پہلے تو انکار کرتی رہی لیکن بالسٹے کے اصرار سے آخر مجبور ہو گئی۔ اس خوف سے کہ بالسٹے اور اس کے بیٹے کھٹک نہ جائیں میں نے فوراً جام اٹھا لیا اس میں بھرے ہوئے شراب کی سطح پر سفید سفید پاؤڈر کے ذرات سے تیر رہے تھے چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ شراب میں ضرور کچھ ملا ہوا تھا لیکن میں شراب سے نفرت کا اظہار نہ کر سکا۔ میں نے جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور یوں ظاہر کیا کہ جیسے چند گھونٹ پی گیا ہوں۔ فوراً ہی میں اٹھا اور کمرے کے انتہائی سرے پر رکھے ہوئے اس پیالے کی طرف بھاگا جس میں مارگریٹ نے جام دھوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر میں نے یوں ظاہر کیا جیسے شراب تھوک رہا ہوں اور پھر میں نے چپکے سے جام کی شراب پیالے میں ڈال دی۔

میری اس حرکت سے میرے میزبان چونکے۔ جاکوس اپنی کرسی پر سے ذرا سا اٹھ گیا اور اپنا ایک ہاتھ جلدی سے اپنے گریبان میں ڈال دیا۔ اس کا کوٹ ذرا سا کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا وہ ہاتھ کمر سے بندھے ہوئے خنجر کا دستہ پکڑے ہوئے تھا۔ میں واپس اپنی جگہ آ کر یوں بیٹھ گیا جیسے میری طبیعت اب سنبھل گئی ہو۔ میں یوں بے تعلق تھا جیسے میں نے اس کی گھبراہٹ دیکھی ہی نہ ہو۔

"معافی چاہتا ہوں میرے دوست۔" میں نے بالسٹے سے کہا۔ "میں جب بھی شیمپین

پیتا ہوں میری یہی حالت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے شیمپین سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔ آپ کی دی ہوئی شراب کی چند چسکیاں لینے کے بعد ہی پتہ چلا کہ یہ شیمپین ہے میرے خدا میں دو چار گھونٹ لے چکا ہوں اس شراب کے اور اب یقیناً میری طبیعت خراب ہو جائے گی۔

بالسٹے اور جاکوس نے بے یقینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"غالباً اس کی بو سے آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔" رابرٹ بولا۔

وہ اپنے قریب سے اٹھ کر میرے قریب آیا اور میرا جام اٹھا کر اس میں جھانکنے لگا۔

یقیناً وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے کتنی شراب پی لی ہے۔

"کافی پی لی ہے۔" میں نے اسے جاکوس سے نیچی آواز میں کہتے سنا۔ وہ اپنے بھائی کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

میں منتظر تھا کہ دیکھوں یہ مشروب بیرونس پر کیا اثر کرتا ہے۔ چند منٹ بعد ہی اس کا سر جھک گیا اور پھر وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

میں اس کی طرف ذرا بھی دھیان دیئے بغیر بالسٹے سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ میں بظاہر ہشاش بشاش بنا ہوا تھا اور بات بات میں ہنس رہا اور کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ اور اس کے دونوں بیٹے بے یقینی اور حیرت سے میری طرف دیکھ رہے تھے اور وقتاً فوقتاً آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اس نئے ناٹک میں مارگریٹ نے پھر میری مدد کی۔ وہ اپنے بیٹوں کی کرسیوں کے پیچھے پہنچ کر ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہر گئی اور اپنی آنکھیں بند کر کے اپنا سر اپنے شانوں پر ڈھلکا دیا۔ اس کا اشارہ میں نے فوراً سمجھ لیا۔ مجھے بھی بیرونس کی تقلید کر کے یہ ظاہر کرنا تھا کہ شراب میں ملی ہوئی دوا مجھ پر پورا اثر کر چکی ہے۔

اور میں نے ایسا ہی کیا۔ چند منٹ بعد ہی میں بھی بظاہر بے ہوش تھا۔

"دھت تری کی۔ یہ بھی لڑھک گیا۔" بالسٹے خوش ہو کر چیخا۔ "مجھے تو خوف ہو چلا تھا کہ اس حرامی نے ہمارا ارادہ بھانپ لیا ہے کہ ہم بہرحال اسے ٹھکانے لگا دینا چاہتے ہیں۔"

"اور ہم اسے بہرحال ٹھکانے کیوں نہ لگا دیں؟" اس الو کے پٹھے جاکوس نے کہا۔

"کیا ضروری ہے کہ ہمیں پکڑوا دینے کے لئے اسے زندہ چھوڑ دیا جائے؟"

"فرض کرو کہ آج رات ہمارے ساتھی نہ آئے تو؟" بالسٹے نے کہا۔

"تو کیا ہوگا؟"

"صبح خادموں نے اس کے متعلق پوچھا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ خو مرے کے لئے

کے دینے پڑ جائیں گے۔" "نہیں جاکوس مناسب ہوگا کہ ہم اپنے ساتھیوں کا انتظار کریں اور وہ آ گئے تو پھر ہم آسانی سے خادموں اور ان کے آقاؤں کو ٹھکانے لگا دیں گے اور پھر سارا مال اپنا ہوگا اور اگر کل ڈاکوؤں کو لے کر نہ آیا تو پھر مجبوری ہے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ جاکوس کہ پھر ہمیں دل پر جبر کر کے اپنے شکار کو جانے دینا ہوگا ورنہ خود ہماری گردنیں پھانسی کے پھندوں میں ہوں گی۔ تم لوگ دیوانے نہ ہو بھئی۔ یہ شکار چلے گئے تو دوسرے بہتر آ جائیں گے — جان سلامت تو شکار ہزار۔"

عین اس وقت میں نے بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے بہت سی آوازوں نے کہا۔

"لو — ہمارے دوست آ گئے۔" باشٹے نے خوش ہو کر کہا۔ "اب سارا مال اپنا ہے۔ جاکوس! رابرٹ! جاؤ بھئی۔ ہمارے دوستوں کو گودام لے جاؤ۔ تم جانتے ہی ہو نہ ہمیں کیا کارروائی کرنی ہے۔"

معلوم ایسا ہوا کہ جاکوس اور اس کا بھائی رابرٹ آنے والوں سے چند منٹوں تک باتیں کرتے رہے۔ وہ غالباً انہیں صورت حال سے واقف کر رہے تھے۔ اس کے بعد میں نے ڈاکوؤں کو گھوڑوں پر سے اترتے سنا اور پھر وہ، جیسا کہ میں نے سمجھ لیا، گودام کی طرف چلے گئے۔

"چلو یہ کام تو ہو گیا۔" باشٹے نے کہا۔ وہ بہت خوش اور مطمئن معلوم ہوتا تھا۔ "انہوں نے گھوڑوں پر سے اتر کر بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اب وہ خاموشی سے اور اچانک شکار پر ٹوٹ پڑیں گے۔ خوب اب میں اپنا کام کر لوں۔"

اب میں نے باشٹے کو اس چھوٹی سی الماری کی طرف بڑھتے سنا جو کمرے کے انتہائی سرے پر دیوار میں جڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے الماری کھولتے سنا۔

لیکن اس وقت کسی نے مجھے آہستہ سے جھنجھوڑا۔

"ہاں اب۔" مارگریٹ نے آہستہ سے کہا۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔

باشٹے میری طرف پیٹھ کئے کھڑا تھا۔ کمرے میں کوئی نہ تھا سوائے مارگریٹ اور بیرونس کے جو بے ہوش تھی۔

باشٹے الماری میں سے ایک خنجر نکال چکا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ تیز ہے کہ نہیں۔ میں اپنی کرسی سے اٹھ کر باشٹے پر جھپٹ پڑی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا اتنے زور سے دبایا

کہ اس کے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ میں نے اسے فرش پر گرا دیا تھا کہ مارگریٹ نے جھپٹ کر اپنے شوہر کے ہاتھ سے خنجر چھڑا لیا اور اس سے پہلے کہ میں یہ سمجھ سکوں کہ وہ کیا کرنے والی ہے اس نے خنجر اپنے شوہر کے سینے میں اتار دیا اور پھر اسے گھسیٹ کر وار پر وار کرتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

یہ کام بہت خوفناک لیکن بے حد ضروری تھا کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اس کام سے فرصت پا کر مارگریٹ نے مجھے اپنے ساتھ آنے کو کہا۔

"فرار ہی ہمارے بچاؤ کا تنہا ذریعہ ہے۔" وہ بولی۔ "چلو — جلدی کرو۔"

ظاہر ہے کہ میں بے ہوش بیرونس کو خونی ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہ جا سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے اسے اٹھا کر اپنے شانے پر ڈال لیا اور مارگریٹ کے پیچھے تقریباً بھاگ پڑی۔

ڈاکوؤں کے گھوڑے دروازے کے قریب ہی بندھے تھے۔ مارگریٹ ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ میں نے اس کی تقلید کی۔ بے ہوش بیرونس کو میں نے اپنے آگے زین پر ڈال لیا اور گھوڑے کو ایڑ مار دی۔ ہماری زندگی کا انحصار اب صرف اس بات پر تھا کہ ہم اسٹراس برگ پہنچ جائیں۔ مارگریٹ اس طرف کے راستوں سے واقف تھی چنانچہ وہ آگے آگے اپنا گھوڑا بھگا رہی تھی۔ ہمیں گودام کے سامنے سے گزرنا پڑا۔ جہاں ڈاکو خادموں کا قتل عام کر رہے تھے۔ گودام کا دروازہ کھلا تھا اور اندر سے قتل ہونے والوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ خونیوں کی آوازیں بھی۔ اس وقت میرے جذبات اور احساسات کیا رہے ہوں گے انہیں الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

جب ہم گودام کے قریب سے گزر رہے تھے تو جاکوس نے ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی اور لپک کر دروازے پر آیا۔ اس کے ہاتھ میں سلگتی ہوئی مشعل تھی۔ اس نے ہمیں فوراً پہچان لیا۔

"دغا — فریب۔" جاکوس نے شور مچا دیا۔

اس کے ساتھی اپنا خونی کام چھوڑ کر باہر بھاگ آئے اور اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگ پڑے۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔

خدا جانے کتنے آگے بڑھے تھے کہ سامنے سے گھڑ سواروں کا پورا دستہ ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ لوگ ہمارے قریب گزرنے ہی والے تھے کہ مارگریٹ نے چیخ کر کہا۔

"ٹھہرو — خدا کے لئے ہمیں بچاؤ۔"

سب سے آگے آنے والے گھوڑسوار نے، جو شاید رہبر تھا، اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں۔

"وہی ہے، وہی ہے۔" گھوڑسوار نے اپنے گھوڑے پر سے کود کر کہا۔ رک جائیے میرے آقا۔ یہ وہی ہے۔ میری ماں — خدا کا شکر ہے کہ یہ لوگ بچ گئے۔"

مارگریٹ دوڑ کر اس گھوڑسوار سے لپٹ گئی اور بے تحاشا اسے چومنے لگی — دوسرے گھڑسواروں نے بھی اپنے رہوار کی باگیں کھینچ لیں۔

"لیکن بیرونس لنڈن برگ کہاں ہیں؟" اس نے چیخ کر پوچھا۔ "وہ نہیں ہیں تمہارے ساتھ؟"

عین اسی وقت اس کی نظر بیرونس پر پڑی جو میرے بازوؤں میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر بیرونس کو بانہوں میں لے لیا۔ بیرونس کی بے ہوشی نے اسے ایک دم سے پریشان کر دیا اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ وہ زندہ سے زیادہ مردہ معلوم ہوتی تھی اور غالباً وہ اسے مردہ ہی سمجھ چکا تھا، لیکن جب اس نے بیرونس کے دل کو دھڑکتے محسوس کیا تو اطمینان کا لمبا سانس لے کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے۔ بیرونس زندہ اور محفوظ ہے۔"

"آپ خدا کا شکر بعد میں ادا کر لیجئے گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "پہلے بچاؤ کی صورت کیجئے کیونکہ ڈاکوؤں کا پورا گروہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔"

فوراً ہی گھوڑسواروں میں سے نصف بلکہ اس سے بھی زیادہ جو سب کے سب مسلح تھے اور سپاہی معلوم ہوتے تھے، دستے سے الگ ہو کر پیچھے آتے ہوئے ڈاکوؤں کی طرف بڑھے۔ ڈاکوؤں نے انھیں آتے دیکھا تو بجائے اس کے کہ وہ رک کر سپاہیوں کا مقابلہ کرتے اپنے گھوڑے موڑ کر جنگل کی طرف فرار ہو گئے۔ ہمارے سپاہیوں نے ان کا تعاقب کیا۔

اس طرف سے فرصت پا کر میں اجنبی کی طرف متوجہ ہوا جو بیرن لنڈن برگ ہی تھا۔ اب اس نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے بیرونس کی جان بچائی اور پھر کہا کہ ہمیں فوراً شہر کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔ بے ہوش بیرونس کو بیرن کے گھوڑے پر ڈال دیا گیا۔ بیرن اسے سنبھال کر بیٹھ گیا۔ مارگریٹ اور اس کا بیٹا اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ بیرن کے خدام وغیرہ ہمارے پیچھے چلے اور اس طرح یہ قافلہ اس سرائے کے دروازے پر پہنچا جہاں بیرن نے کمرے کرائے پر لے رکھے تھے۔

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

یہ سرائے آسٹرین ریگل ہی تھی جہاں میرے بگر نے خود میرے قیام کا انتظام کیا تھا۔ اس اتفاق پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اب مجھے بیرن سے تعلقات پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا اور میں اس خیال سے دل ہی دل میں خوش تھا کہ بیرن سے دوستی اور تعلقات جرمنی میں میرے کام آئیں گے اور وہاں مجھے دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔

وہاں پہنچتے ہی بیرونس کو ایک کمرے میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا گیا۔ طبیب کو بلایا گیا۔ بیرونس کا معائنہ کرنے کے بعد اس نے خواب آور دوا کا اثر دور کرنے والی دوا تجویز کی اور پھر اس کی تیمارداری پر سرائے کی مالکن کو مامور کر دیا گیا۔

اس کے بعد بیرن نے مجھ سے تمام واقعات بیان کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ میں واقعات بیان کرنے لگا حالانکہ اپنے خادم اسٹیفن کے لئے میرا دل رو رہا تھا اور میں نہ جانتا تھا کہ اس غریب کا کیا بنا۔ جلد ہی مجھے معلوم ہوا کہ وہ بیچارہ مارا گیا تھا۔

خیر تو جب میں بیرن کے سامنے واقعات بیان کر رہا تھا تو وہ سپاہی واپس آ گئے جو ڈاکوؤں کے تعاقب میں گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ انھوں نے ڈاکوؤں کو جا لیا تھا۔ ڈاکوؤں نے مقابلہ کے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنے اڈے کا پتہ اور یہ بھی بتا دیا کہ ان کے بقیہ ساتھیوں کو کس طرح پکڑا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان ڈاکوؤں نے بڑی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت دیا۔ قصہ مختصر سارے ڈاکوؤں کو پکڑ کر اور باندھ کر اسٹراس برگ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ چند سپاہی گودام میں جا گھسے۔ وہاں انھیں بیرن کے صرف دو خادم زندہ ملے لیکن وہ دونوں بھی زیادہ زخمی تھے۔ بقیہ کو ڈاکوؤں نے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ ان ہی قتل ہونے والوں میں میرا اسٹیفن بھی تھا۔

ہمارا تعاقب کرنے کی عجلت اور گڑبڑ میں ڈاکو باچسٹے کے گھر کو بھول ہی گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیرونس کی دونوں خادمائیں سپاہیوں کو صحیح سلامت مل گئیں۔ باچسٹے کے گھر میں سپاہیوں کو کوئی ورثہ ملا سوائے ایک چار سالہ بچے کے جسے وہ اپنے ساتھ لے آئے۔ ہم لوگ اس بچے کے متعلق اندازہ لگا رہے تھے کہ وہ کس کا تھا اور باچسٹے کے گھر میں کہاں سے آ گیا تھا۔ تبھی مارگریٹ اسی بچے کو گود میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور اس سپاہی کے قدموں میں گر پڑی جو اس بچے کو لایا تھا۔ اس نے سپاہی کا شکریہ ادا کیا کہ وہ مارگریٹ کے بچے کو بحفاظت اس تک لے آیا تھا۔

جب مارگریٹ کی مادرانہ شفقت کا جوش ذرا کم ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اب ہمیں یہ بتا دے کہ اس نے اس شخص سے شادی کیوں کی جس کے خیالات، کام

اور اصول خود مارگریٹ کے خیالات وغیرہ سے قطعی مختلف تھے۔

"صاحبو!" مارگریٹ نے کہا۔ "آپ لوگوں کے مجھ پر احسانات ہیں کہ آپ نے مجھے اس جہنم سے نکالا اور میرے بچے کو بھی بچایا ہے چنانچہ اب یہ معلوم کرنے کا حق آپ کو حاصل ہو گیا ہے کہ آپ نے کس پر یہ احسانات کیے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے سامنے سب کچھ بیان کیے دیتی ہوں اور وہ اعترافات کرتی ہوں جو مجھے شرم سے پانی پانی کر دیتے ہیں۔

خیر تو سنیے۔ میں اسٹراس برگ کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئی۔ اپنے والدین کے نام میں فی الحال ظاہر نہ کروں گی۔ میرے والد بقید حیات ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ میری روسیاہی انھیں بھی بدنام کر دے۔ اگر آپ نے میری درخواست قبول کر لی تو بعد میں آپ کو اپنا خاندانی نام بتا دوں گی۔ خیر تو مدعا برسر مطلب ایک بدمعاش میرے دل کا مالک بن گیا اور میں اس کی محبت میں ایسی دیوانی ہوئی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر اس کے ساتھ چل نکلی۔ حالانکہ میرے جذبات میری عصمت وعفت کے خیال پر غالب آگئے تھے لیکن میں اپنے ورغلانے والے سے محبت کرتی رہی۔ میں بستر میں اس کی وفادار رہی اس کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ سوئی۔ چنانچہ یہ بچہ اور وہ نوجوان جس نے میرے آقا بیرن کو بیرونس کے خطرے میں ہونے کی اطلاع دی تھی، ہماری محبت کی نشانیاں ہیں۔ میرا محبوب خاندانی تھا لیکن اس نے اپنے والدین کا ورثہ عیاشی میں اڑا دیا۔ فضول خرچی کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ ہوا یعنی وہ مفلس وقلاش بن گیا۔ اب اسٹراس برگ کی زمین اس کے لیے تنگ تھی چنانچہ وہ یہاں سے بھاگا۔ اب اس کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بھکاری بن جائے لیکن وہ بھیک مانگنا نہ چاہتا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے اس نے یہ کیا کہ ان ڈاکوؤں سے تعلقات قائم کیے جو قریب کے جنگل کو ہی اپنی پناہ گاہ بنائے ہوئے تھے۔ ڈاکوؤں کا یہ گروہ اسی قسم کے نوجوانوں پر مشتمل تھا جو میرے محبوب کی ہی طرح اپنا روپیہ پیسہ عیاشیوں کی نذر کر کے مفلس بن گئے تھے۔

میں بھی اپنے محبوب کے ساتھ ڈاکوؤں کے اڈے پر پہنچی۔ اب یہ تو میں جانتی تھی کہ ہماری زندگیوں کا انحصار لوٹ مار اور غارت گری پر تھا لیکن ان خطرات اور ان بھیانک اتفاقات سے واقف نہ تھی جو میرے محبوب کے پیشے کا لازمی جزو تھے۔ ہمارے آٹھ سال کے تعلقات کے بعد بھی ہماری محبت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تھی اور میرا محبوب مجھ سے ہر وہ بات چھپاتا تھا جو مجھے خوفزدہ کر سکتی تھی اور اس کے پیشے کے مظالم اور قتل وغارت وغیرہ سے واقف کر کے مجھے اس سے متنفر کر سکتی تھی۔

پھر وہ منحوس رات آئی جب میرے محبوب کو اس کے ساتھی اٹھا کر اڈے پر لائے۔ وہ بری طرح سے زخمی تھا۔ اس نے رو رو کر مجھ سے معافی مانگی کہ اس کی وجہ سے مجھے بہت دکھ برداشت کرنے پڑے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر چوما اور مر گیا۔ میں مارے غم کے دیوانی ہو گئی لیکن وقت بڑے سے بڑے غم کو دور کر دیتا ہے۔ جب میرے غم کی شدت کم ہوئی اور میرے حواس بحال ہوئے تو میں نے فیصلہ کیا کہ اسٹراس برگ جا کر اپنے آپ کو اور اپنے دونوں بچوں کو اپنے والد کے قدموں پر ڈال دوں اور ان سے معافی طلب کر لوں، لیکن آپ میری بے بسی کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب مجھ سے کہا گیا کہ ڈاکوؤں کے رازوں اور خفیہ اڈے سے واقف ہونے کے بعد کوئی بھی ان کے گروہ سے نہ تو الگ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کہیں جا سکتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں دوبارہ اپنے لوگوں اور سماج میں جانے کی امید چھوڑ دوں اور یہ کہ ان میں سے کسی ایک ڈاکو کو اپنے شوہر کے طور پر، پسند اور منتخب کر لوں۔ آخر میں ہوا یہ کہ انھوں نے قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کیا کہ میں کس کی بیوی ہوں گی اور اس طرح قسمت نے ظالم ہاٹسے کو میرا مالک بنا دیا۔ ایک ڈاکو نے جو کبھی راہب تھا، ہماری شادی کا الٹا سیدھا خطبہ پڑھا دیا اور مجھے اور میرے بچوں کو ہاٹسے کے سپرد کر دیا گیا اور وہ فوراً مجھے اپنے گھر لے آیا۔

بہرحال ہاٹسے کا سلوک میرے ساتھ اچھا رہا۔ وہ میرا غم بھلانے کی کوشش کرتا، مجھے تسلی دیتا اور میرے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتا اور مجھے کسی بات کے لیے مجبور نہ کرتا حتیٰ کہ اس کام کے لیے بھی نہیں جو میاں بیوی کے درمیان لازمی اور جائز ہے۔ میں اس کے ساتھ نہ سوئی۔ وقت گزرتا گیا اور ہاٹسے زیادہ سے زیادہ بے چین ہوتا چلا گیا، لیکن میں اپنا جسم اس کے حوالے کرنے سے برابر انکار کرتی رہی۔ آخرکار جو کچھ وہ حاصل نہ کر سکا اسے اب اس نے جبراً اور تشدد سے حاصل کرنے کی کوشش کی اور کامیاب رہا۔ اس غمناک تجربے نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ میں کس قدر بے بس ومجبور تھی اور صورت حال کتنی نازک اور میرے لیے کتنی خطرناک تھی۔ میرے پہلے محبوب نے اپنے پیشے کی خوفناکی کو ہمیشہ مجھ سے چھپایا تھا لیکن ہاٹسے اپنے مظالم اور بے دردانہ قتل کے واقعات میرے سامنے بیان کر کے ایک عجیب طرح کی مسرت محسوس کرتا اور خود مجھے خون خرابے سے مانوس کرانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

میں فطرتاً گرم مزاج اور بیباک ہوں لیکن سنگدل اور ظالم نہیں۔ چنانچہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں اس شخص کو، جس کے ساتھ مجھے جبراً باندھ دیا گیا تھا، کیسے پسند کر سکتی تھی جو راستہ بھولے ہوئے لوگوں کو بڑی گرمجوشی سے استقبال کر کے پناہ دیتا، اپنا مہمان بناتا لیکن ساتھ ہی ساتھ

انھیں لوٹنے اور قتل کرنے کے منصوبے گھڑا کرتا تھا؟ میں بالٹیسے کو ناپسند ہی نہ کرتی تھی بلکہ مجھے اس سے سخت نفرت بھی تھی۔ میں نے سیکڑوں دفعہ ارادہ کیا کہ خودکشی کرکے ایک وقت میں ان سب دکھوں اور بکھیڑوں سے نجات حاصل کروں لیکن ہر دفعہ بچوں کا خیال کہ وہ ظالم بالٹیسے کے رحم و کرم پر ہوں گے مجھے روک لیتا۔ چھوٹا تو ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ وہ کچھ کچھ سمجھ ہی نہ سکتا تھا البتہ میں نے بڑے کو اپنے والدین کے گناہوں سے آگاہ کرنا شروع کیا، اور آخرکار اس ظالمانہ پیشہ کے خلاف اس کے دل میں نفرت و حقارت جاگزیں کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی کہ کم عمری میں ہی میرے بڑے بیٹے تھیوڈور نے اپنی ذہانت اور فطرت سے ثابت کردیا کہ وہ ان بدمعاشوں میں رہنے والا نہ تھا ورنہ ہی اس کی طبیعت اور مزاج ان خونیوں کی طبیعت اور مزاج سے میل کھاتا تھا۔ میں خوش تھی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتی تھی کہ میرا بیٹا اپنے والدین کے نقشِ قدم پر نہ چل رہا تھا اور نہ چلنے والا تھا۔

"تو یہ حالات تھے جب ڈان الفانسو آپ کو آپ کا کوچوان کلاوڈے بالٹیسے کے گھر لے آیا۔ آپ کی جوانی پر مجھے رحم آگیا اور آپ کے اخلاق اور شائستگی نے مجھے گرویدہ بنالیا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں آپ کو بچاؤں گی۔ بالٹیسے مجھ پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا اس لئے میں آپ کو خبردار نہ کرسکتی تھی۔ چنانچہ میری ساری امیدیں اس بات سے وابستہ تھیں کہ کسی طرح اسٹراس برگ سے کمک حاصل کروں اور مجھے جو کچھ کرنا تھا وہ کرلیا اور یہ بھی سوچ لیا کہ اگر ذرا سا بھی موقع ملا تو ڈان الفانسو آپ کو خبردار کردوں گی۔ اسی وقت بالٹیسے کے حکم سے میں نئے مہمان کے لئے بستر تیار کرنے گئی اور بستر پر وہ چادر بچھادی جس پر ابھی چند راتوں پہلے ہی ایک مسافر کو قتل کیا گیا تھا اور جس پر خون کے داغ موجود تھے۔ مجھے امید تھی کہ ہمارے ہوشیار میزبان کی نظر سے یہ داغ پوشیدہ نہ رہیں گے اور یہ کہ ان خونی داغوں کو دیکھ کر وہ میرے شوہر کے شیطانی ارادوں سے بہت حد تک واقف ہوجائیں گے۔ نئے مہمان ڈان الفانسو کو بچانے کے لئے میں نے اسی ایک بات پر اکتفا نہ کی۔ میرا بیٹا تھیوڈور بیمار تھا اور بستر پر پڑا ہوا تھا۔ میں چپکے سے اس کے کمرے میں پہنچ گئی اور اسے صورت حال سے آگاہ کرکے اپنا ارادہ ظاہر کیا وہ میرا ساتھ دینے کے لئے خوشی سے تیار ہوگیا۔ اپنی علالت اور نقاہت کے باوجود وہ فوراً اٹھا اور جلدی سے کپڑے پہن کر تیار ہوگیا۔ میں نے بستر کی چادر اٹھا کر اس کے شانے سے باندھ دی اور اسے کھڑکی سے لٹکا کر نیچے اتار دیا۔ وہ بھاگ کر اصطبل میں پہنچا، کلاوڈے کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی سے اسٹراس برگ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر وہ مجسٹریٹ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور واقعات بیان کرکے مدد کی درخواست کی۔ تھیوڈور کی بھاگ دوڑ آخرکار میرے آقا بیرن تک پہنچی اور آپ بھی بیرڈنس کی طرف سے متفکر و پریشان ہو کر سپاہیوں کے ساتھ ہوئے۔ میرا تھیوڈور اپنی راہبری میں آپ کو بالٹیسے کے گھر کی طرف بھاگم بھاگ لے چلا اور شکر ہے کہ اس کی محنت اور یہ بھاگ دوڑ رائیگاں نہ گئی اور آپ عین وقت پر وہاں پہنچ گئے ورنہ ہم دونوں ان خونیوں کے ہاتھوں میں پڑ جاتے۔"

مارگریٹ اپنی سرگزشت بیان کرچکی تو بیرن نے پوچھا کہ اب اس کے کیا ارادے ہیں۔ اور ہر طرح سے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ بیرن کا ساتھ میں نے بھی دیا اور مارگریٹ سے کہا کہ اس نے میری جان بچائی ہے چنانچہ اس کی مدد کے لئے میں بھی وہ سب کچھ کرگزروں گا جو میرے اختیار میں ہے۔

"اس دنیا میں۔" مارگریٹ نے کہا۔ "مجھے بدقسمتی اور دکھوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا ہے چنانچہ اب مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے۔ اب میں اسے ترک کرکے نن بن جانا چاہتی ہوں لیکن کسی خانقاہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے اپنے بچوں کا انتظام کرنا اور ان کا مستقبل محفوظ کرنا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ میری والدہ کا انتقال ہوچکا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرے گھر سے چلے جانے کے بعد ان کے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ سنبھل نہ سکیں اور وقت سے پہلے ہی اپنی قبر میں جا سوئیں۔ لیکن میرے والد بقید حیات ہیں۔ وہ ضدی اور سخت دل نہیں چنانچہ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کی سفارش سے وہ مجھے معاف کردیں گے اور اپنے بدقسمت نواسوں کو اپنے زیر سایہ لے لیں گے۔ اگر آپ نے میرا یہ کام کردیا تو آپ نہ صرف میرے احسان کا بدلہ چکا دیں گے بلکہ الٹا آپ کا احسان مجھ پر ہوگا۔"

"میں نے اور بیرن نے مارگریٹ کو یقین دلایا کہ ہم فوراً اس کے والد سے مل کر مارگریٹ کے لئے معافی حاصل کرلیں گے۔ تھیوڈور کی پرورش کا ذمہ میں نے اپنے سر لیا اور چھوٹے لڑکے کو بیرن نے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ دکھیا ماں نے پرنم آنکھوں سے ہماری اس رحمدلی کا شکریہ ادا کیا اور اسے ہماری حد سے بڑھی ہوئی مہربانی کہا لیکن میں اور یقیناً بیرن بھی یہی محسوس کررہا تھا کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا اور جو کچھ کرنے والے تھے وہ ہمارا اخلاقی اور انسانی فرض تھا۔ اس کے بعد مارگریٹ اپنے چھوٹے بیٹے کو سلانے کے لئے چلی گئی۔

رو بہ صحت ہونے کے بعد جب بیرڈنس کو بتایا کہ میں نے جان پر کھیل کر اسے کن خطرات سے بچایا ہے تو اس نے اس جوش و خروش اور یوں مسلسل میرا شکریہ ادا کیا کہ الٹا میں شرما گیا۔ اس

کے بعد اس نے اور اس کے شوہر نے ایک ہو کر اپنے ساتھ اس قصر میں جو باوریا میں تھا چلنے پر ایسا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا۔ مجھے ان کے اصرار کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا۔

اسٹراس برگ میں ہمارے ایک ہفتے کے قیام کے دوران ہم اپنے ان وعدوں کو نہ بھولے جو ہم نے مارگریٹ سے کئے تھے۔ ہم اس کے باپ سے ملے اور اس سے درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی کی غلطیوں کو معاف کر دے۔ خلاف توقع ہمیں اس میں آسانی سے کامیابی ہو گئی۔ بڑے میاں بے حد شریف اور رحمدل تھے۔ انھوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنی بیٹی اور اپنے نواسوں کے لئے اپنے بازو پھیلا دیے۔ باپ اور بیٹی کے ملاپ کا منظر بے حد اثر انگیز تھا۔ وہ مصر تھے کہ وہ ان سب کو اپنے ساتھ اور اپنے گھر میں رکھیں گے، لیکن تھیوڈور کسی صورت ان منصوبوں کو ترک کرنے کے لئے تیار نہ تھا جو میں نے اس کے سامنے اور اس کی بھلائی کے لئے پیش کئے تھے۔

میرے اسٹراس برگ کے قیام کے دوران وہ بڑے خلوص دل سے میرا بن گیا تھا اور میرے ہی ساتھ لگا رہتا تھا اور جب میں وہاں سے جانے کی تیاری کرنے لگا تو اس نے رو رو کر درخواست کی کہ میں اسے بھی اپنے ساتھ لیتا جاؤں۔ اس لڑکے کی درخواستوں نے میرا دل پگھلا دیا خصوصاً اس لئے بھی کہ تھیوڈور بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ بہر حال وہ بڑی کوششوں کے بعد اپنی ماں اور نانا کو اس بات پر رضامند کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا۔

چنانچہ اسٹراس برگ میں ایک ہفتے کے قیام کے بعد میں اور تھیوڈور، بیرن اور بیرونس کے ساتھ باوریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے اور بیرونس نے مارگریٹ کو بہت سے قیمتی تحفے دیئے۔ وہ انھیں قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی لیکن جب اس سے کہا گیا کہ ان سے وہ اپنے چھوٹے بیٹے کا مستقبل محفوظ کر سکتی ہے تو اس نے یہ تحفے قبول کر لئے۔ اسٹراس برگ سے رخصت ہوتے وقت میں نے مارگریٹ سے وعدہ کیا کہ میں ایک برس کے عرصے میں اس کے بیٹے تھیوڈور کو اس کے پاس پہنچا دوں گا اور تب وہ ایسا بدلا ہوا ہو گا کہ وہ اسے پہچان بھی نہ سکے گی۔

"لورانزو! ان واقعات کو میں نے اتنی تفصیل سے اس لئے بیان کیا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ الفانسو دی الوروہ، جس کا ذکر تمہاری چچی نے اپنے خط میں نفرت و حقارت سے کیا ہے، کس طرح اور کس کی دعوت بلکہ اصرار پر قصر میں پہنچا اور یہ کہ تمہاری چچی نے الفانسو کے متعلق یعنی میرے متعلق جو کچھ لکھا یا کہا ہے وہ جو الزامات لگائے ہیں ان میں کہاں تک صداقت ہے۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

چوتھا باب

میرا سفر آسان اور دلچسپ رہا۔ بیرن کچھ ہوشیار اور عقلمند ضرور تھا لیکن وہ اپنے خول میں مگن تھا چنانچہ وہ، دنیاداری سے کوسوں دور تھا اور دنیا کا اسے کچھ بھی علم نہ تھا۔ اسے شکار کا بہت شوق تھا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اس کا یہ شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا اور میں بھی شکار کا شوقین تھا۔ سنڈر برگ پہنچنے کے بعد میں نے شکار کے سلسلے میں اپنی قابلیتوں کا مظاہرہ کیا تو بیرن بے حد خوش اور مرعوب ہوا اور میں اس کا گہرا دوست بن گیا۔

بیرن کی یہ دوستی خود میرے لئے ہر طرح سے مفید رہی اور لورانزو وہیں لنڈن برگ کے قصر میں میں نے پہلی دفعہ تمہاری بہن ایگنس کو دیکھا۔ اس میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو مجھے اپنا گرویدہ کرنے اور میری محبت حاصل کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اس وقت ایگنس کی عمر بمشکل سولہ سال کی رہی ہو گی۔ اس میں وہ علامتیں ظاہر ہو چکی تھیں جو ایک بالغ ہوتی ہوئی لڑکی میں نہ صرف ظاہر ہونے لگتی ہیں بلکہ اس بات کا اعلان بھی کرتی ہیں کہ وہ نسائی حسن کا مکمل ترین اور اعلیٰ ترین نمونہ ہو گی۔ ظاہری حسن کے علاوہ اس میں دوسری خصوصیات بھی تھیں۔ وہ بڑی ذہین تھی۔ موسیقی اور مصوری کا بھی اسے نہ صرف شوق تھا بلکہ وہ یہ چیزیں دوسروں سے اچھی جانتی تھی۔ پھر وہ خوش مزاج تھی، بلند اخلاق تھی اور ہر کام بڑی شائستگی اور قابل رشک سلیقے سے کرتی تھی۔ مجھے اس سے فوراً دلچسپی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں نے بیرونس سے اس کے متعلق پوچھا۔

"وہ میری بھتیجی ہے۔" بیرونس نے جواب دیا۔ "ڈان الفانسو! میں نے تمہیں اب تک یہ نہیں بتایا کہ میں خود تمہاری ہم وطن ہوں۔ میں ڈیوک آف مدینہ سیلی کی بہن ہوں اور ایگنس میرے بھائی ڈان گسٹس کی بیٹی ہے۔ ابھی وہ شیر خوار بچی ہی تھی کہ فیصلہ کر لیا گیا کہ جب وہ بڑی ہو گی تو اسے نن بنا دیا جائے۔ چنانچہ اب وہ مدینہ جلد ہی جانے والی ہے اور وہاں کی خانقاہ میں داخل ہونے والی ہے۔"

یہاں لورانزو کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی اور اس نے اپنے دوست ڈان منڈ عرف الفانسو کی بات کاٹ کر کہا۔

"اس! بچپن میں ہی اسے نن بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا! خدا کی قسم یہ تو میں آج پہلی

دفعہ سن رہا ہوں۔"

"یقیناً پہلی دفعہ ہی سن رہے ہو گے دوست۔" رائمنڈ نے کہا۔ "لیکن تم میری داستان صبر و سکون سے سنو۔ ایسے ایسے کئی ایک حیرت انگیز انکشافات ہوں گے اور اس وقت تو تم دانتوں میں انگلیاں دے لو گے جب میں تمہارے خاندان کی وہ خصوصیات بیان کروں گا جو خود تمہیں بھی معلوم نہیں اور مجھے ایگنس نے بتائی ہیں۔

پھر رائمنڈ نے اپنی داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تم شاید نہیں جانتے کہ تمہارے والدین بڑے توہم پرست تھے۔ جب ایگنس تمہاری والدہ کے پیٹ میں تھی تو وہ اچانک سخت بیمار ہو گئیں۔ بیماری سخت تھی اور تمہاری والدہ ڈونا انسیلا کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی حتیٰ کہ وہ ڈاکٹر بھی جواب دے چکا تھا جو ان کا علاج کر رہا تھا۔ اس حالت میں انھوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ تندرست ہو گئیں تو اس بچے کو جو ان کی کوکھ میں تھا مسیح سے منسوب کر دیں گے اور وہ لڑکی ہوئی تو سینٹ کلارا کی خانقاہ میں اور اگر لڑکا ہوا تو سینٹ بینیڈکٹ کی خانقاہ میں داخل کرا دیں گی۔ چنانچہ ان کی یہ منت قبول ہوئی۔ تمہاری والدہ تندرست ہو گئیں اور ایگنس پیدا ہوئی تو اسے سینٹ کلارا سے منسوب کر دیا گیا۔

"ڈان گسٹن اپنی بیوی کی اس منت میں برابر کے شریک تھے، لیکن وہ اپنے بھائی ڈیوک کے مزاج سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ڈیوک رہبانیت اور خانقاہوں کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ تمہاری بہن ایگنس کے متعلق جو کچھ طے کر لیا گیا ہے وہ ڈیوک سے چھپایا جائے۔ اس راز کو راز رکھنے کے لیے — کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس کی بھنک بھی ڈیوک کے کانوں میں پڑ گئی تو وہ ایک طوفان اٹھا دیں گے — فیصلہ کیا گیا کہ ایگنس کو اس کی چچی ڈونا روڈالنا کے ساتھ جرمنی بھیج دیا جائے کیونکہ جلد ہی ڈونا روڈالنا اپنے نئے شوہر بیرن لنڈن برگ کے پاس جانے والی تھیں۔ وہاں پہنچنے کے تقریباً بعد ہی ایگنس کو اس کانوینٹ میں داخل کر دیا گیا جو قصر سے زیادہ دور نہ تھا۔ اسے جن ننوں کے سپرد کیا گیا تھا وہ ایگنس کو خانقاہی زندگی کی طرف مائل کرنے کی جی جان سے کوشش کرتیں اور اسے نن بننے کی تعلیم دیتی رہیں۔ لیکن اس نو عمر خانقاہ نشین لڑکی کو اس کی جبلت اور حسن نے بہت جلد آگاہ کر دیا کہ گوشہ نشینی اس کے مزاج اور طبیعت کے خلاف تھی اور یہ کہ وہ نن بننے کے لیے پیدا نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ خانقاہ کی زندگی کو نفرت و حقارت سے دیکھنے لگی اور ننوں اور ان کے طور طریقوں سے اسے گھن آنے لگی۔

بدقسمتی سے ایگنس اپنے جذبات کو چھپا نہ سکی چنانچہ اس کی اطلاع تمہارے والد ڈان

گسٹن کو کر دی گئی۔ ڈان گسٹن اس خیال سے پریشان ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو، اس کی خبر تم کو ہو جائے اور تم ان کی مخالفت کرنے لگو — وہ جانتے تھے کہ تمہیں اپنی بہن سے بہت زیادہ محبت تھی اس لیے تمہارے والدین کو یقین تھا کہ اگر تمہیں پتہ چل گیا کہ ایگنس کو کانوینٹ میں نن بنانے کے لیے داخل کر دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ وہاں خوش نہیں ہے تو پھر تم اسے بچانے کے لیے زمین و آسمان ایک کر دو گے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک یہ قربانی نہیں دے دی جاتی تب تک اس بات کو تم سے اور ڈیوک سے چھپایا جائے۔ چنانچہ ایگنس کو نن بنانے کی رسم کا وہ زمانہ مقرر کیا گیا جب تم اپنے سفر پر جانے والے تھے۔ تمہاری بہن کو یہ کبھی نہ بتایا گیا کہ تم کہاں تھے اور کس طرف گئے تھے۔ چنانچہ اس کے نام تمہارا ہر خط پہلے پڑھا جاتا، سنسر کیا جاتا، وہ حصے کاٹ دیے جاتے جو ایگنس کے دل میں دنیا اور دنیا والوں کی چاہ پیدا کر سکتے تھے اور اس کے بعد ہی تمہارے خطوط اسے دیے جاتے رہے۔ ایگنس کے جوابی خطوط تو وہ یا تو اس کی چچی سامنے بیٹھ کر لکھواتی یا ایگنس کی معلمہ ڈیم کیونے گونڈا لکھواتی تھی۔ یہ تفصیلات مجھے خود بیرونس نے بتائی تھیں۔

میں نے اس خوبصورت اور ذہین لڑکی کو اس انجام سے بچانے کا فیصلہ کر لیا جو اس کی جبلت اور ذوق کے سراسر خلاف تھا اور اسی مقصد کے لئے میں نے ایگنس کا اعتبار حاصل کرنے اور اس کے دل میں گھر کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ میں نے پرزور الفاظ میں اور اکثر تمہاری اور اپنی گہری دوستی کا ذکر کیا اور آخرکار نہ صرف اس کا اعتبار بلکہ اس کی محبت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ایک دن اس نے میرے سامنے اقرارِ محبت کر ہی لیا۔ جب میں نے اس سے کہا کہ وہ قصر لنڈن برگ کو خدا حافظ کہہ کر میرے ساتھ چلی چلے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"نہیں الفانسو!" اس نے کہا۔ "یہ مناسب نہیں۔ بے شک میرا دل تمہارا ہو چکا لیکن خدا کے لئے اس تحفے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اسے ذلیل نہ کرو الفانسو۔ میں ابھی کم عمر اور بے سہارا ہوں۔ پوری دنیا میں میرا صرف ایک دوست ہے۔ میرا بھائی، لیکن اسے بھی مجھ سے جدا کر دیا گیا ہے اور میرے دوسرے عزیز و اقربا میرے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ الفانسو! تم ان لوگوں کا اعتبار اور شفقت حاصل کرنے کی کوشش کرو جن کے اختیار میں میں ہوں۔ بیرن تمہارا بہت زیادہ احترام کرتے اور تمہیں اپنا حقیقی دوست سمجھتے ہیں۔ بیرونس بھولی نہیں ہیں کہ خونیوں سے انھیں تم نے، صرف تم نے بچایا ہے۔ چنانچہ وہ تم پر مہربان ہیں اور ان کی ساری عنایتیں صرف تمہارے لئے ہیں۔ چنانچہ الفانسو تم اپنا اثر و رسوخ میرے ان سرپرستوں پر آزماؤ۔ اگر وہ ہماری شادی کے لئے راضی ہو گئے تو میرا ہاتھ تمہارا ہے — تم نے اپنے اور میرے بھائی کے

تعلقات کا جس طرح سے ذکر کیا ہے اس کی بنا پر میں کہتی ہوں کہ وہ قطعی مخالفت نہ کریں گے بلکہ الٹا خوش ہوں گے۔ اور جب میرے والدین کو معلوم ہوگا کہ اب وقت گزر چکا ہے اور یہ کہ اب وہ اپنی مت پوری نہیں کر سکتے تو وہ بھی میری اس نافرمانی اور گستاخی کو معاف کر دیں گے۔

ایگنس کو پہلی دفعہ دیکھنے کے بعد ہی میں نے اس کے رشتہ داروں کا اعتبار اور شفقت حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اسی وقت سے اس کوشش میں مصروف تھا۔ میری کوششوں کا پہلا مرکز کوئی اور نہیں بلکہ خود بیرونس تھیں کیونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ قصر میں بیرونس کا حکم چلتا تھا اور ان کا ہر لفظ وہاں کا قانون تھا۔ بیرونس کی عمر چالیس کے آس پاس رہی ہوگی۔ جوانی میں وہ بے شک حسین رہی ہوں گی، عمر کے تقاضے نے ان کے حسن کو ماند کر دیا تھا تاہم اس کے آثار اب بھی ان میں پائے جاتے تھے۔ بے شک وہ بڑی ہوشیار اور عقلمند تھیں لیکن رشک و رقابت اور حسد کے جذبات ان کی ان خوبیوں کو دبا دیتے تھے اور بدقسمتی سے ان میں یہ مادہ ضرورت سے زیادہ تھا۔ ان کا غصہ بھی تیز تھا اور وہ اکثر اپنے غصے کو اس بدنصیب کے خلاف استعمال کرتی تھیں جو ذرا بھی ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا تھا۔ پھر وہ اس بدنصیب سے یہ انتقام لیتی تھیں کہ آخرکار اسے تباہ و برباد کر کے ہی چھوڑتی تھیں۔ وہ جس کی دوست تھیں اس کی بہترین دوست تھیں اور جس کی دشمن تھیں تو پوری طرح دشمن، تو ایسی تھیں بیرونس لنڈن برگ۔

چنانچہ میں انھیں خوش کرنے اور اپنا دوست بنانے کی کوششیں کرتا رہا اور خوش قسمتی سے اس میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کامیاب رہا۔ میری بہت سی مصروفیتوں میں سے ایک مصروفیت یہ بھی تھی کہ میں ہر روز ڈونا روڈالنا کو ایک ناول پڑھ کر سناتا تھا۔ ان کے کتب خانے میں ہسپانیہ کے قدیم رومانوں پر مشتمل ناولوں کی کمی نہ تھی اور وہ ہر دن ایک منتخب ناول میرے ہاتھ میں پکڑا دیتی تھیں۔

ایک شام ڈونا روڈالنا کے کمرے میں ہم دونوں اکیلے تھے اور میں "ٹرسٹان اور ملکہ ایزلٹ معاشقے" پڑھ کر بیرونس کو سنا چکا تھا اور یہ ناول ختم کرنے پر دل ہی دل میں اپنے آپ کو مبارک باد دے رہا تھا کہ بیرونس نے کہا۔

"بیچارے۔ کیا بدقسمت تھے دونوں۔ سینور! تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا کوئی مرد کسی عورت کو اتنے خلوص سے چاہ سکتا ہے کہ اس پر اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی قربان کر دے؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا "خود میرے دل میں جو جذبات اس وقت موجزن ہیں وہ اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ڈونا روڈالنا، کاش کہ میں اپنا دل چیر کر آپ کو اپنی محبت

دکھا سکتا اور آپ کی مہربانی حاصل کر سکتا اور اپنی محبوبہ کا نام آپ کے سامنے ظاہر کر کے آپ کی منظوری......"

بیرونس نے جلدی میری بات کاٹ کر کہا۔

"اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تو؟ اگر میں کہوں کہ تمہارے دلی جذبات سے میں واقف ہوں اور انھیں سمجھتی ہوں تو؟ اور فرض کرو کہ میں یہ بھی کہہ دوں کہ تم جسے چاہتے ہو وہ بھی تمہیں اسی طرح چاہتی ہے مگر بدقسمتی سے ایک بندھن نے اسے تم سے الگ کر رکھا ہے تو کیا تم خوش اور مطمئن ہو جاؤ گے۔۔۔؟"

میں حیرت کی ایک چیخ کے ساتھ اس کے سامنے گھٹنوں پر گر گیا اور اس کا ہاتھ اٹھا کر چوم لیا۔

"آہ ڈونا روڈالنا! تو آپ نے میرا راز آخر معلوم کر ہی لیا۔ بتائیے اب آپ کا فیصلہ کیا ہے؟" میں نے کہا "مجھے ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا یا آپ کی مہربانی سے مجھے کامیابی حاصل ہوگی؟"

اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا جو اس نے کھینچا البتہ اس نے اپنا منہ میری طرف سے پھیر کر دوسرے ہاتھ سے اپنا چہرہ ڈھک لیا۔

"ڈان لف نسو! میں کیسے انکار کر سکتی ہوں؟" وہ بولی۔ "ایک عرصے سے میں دیکھ اور سمجھ رہی تھی کہ کون تمہارے خیالوں میں بسا ہوا ہے۔ عین اس وقت تک میں خود یہ نہ جانتی تھی کہ تمہارے ان جذبات نے میرے دل پر کیا اثر کیا ہے، لیکن اب میں اپنی کمزوری نہ تو اپنے آپ سے چھپا سکتی ہوں اور نہ تم سے۔ میں نے اپنے دل میں اٹھے ہوئے طوفان کے سامنے آخرکار ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اقرار کرتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔"

اور وہ خاموش ہو کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

لورانزو! تم سمجھ سکتے ہو کہ اس خلاف توقع انکشاف نے مجھے کس قدر گھبرا دیا ہوگا! میرے ہوش تو اڑ گئے اور مجھے احساس ہوا کہ خود میں نے اپنی حماقت سے اپنی اور اپنی مسرتوں کے درمیان وہ خلیج بنا دی تھی جسے پاٹنے کی صورت ممکن نظر نہ آتا تھا۔ ایگنس کو حاصل کرنے کے لیے میں نے بیرونس سے جس لگاوٹ کا مظاہرہ کیا تھا بدقسمتی سے اسے اس نے غلط معنی پہنا دیئے۔ چنانچہ اب اس نے جس بے تابی سے اپنی محبت کا ذکر کیا اور اس اظہار کی تہہ میں جن جذبات کا طوفان موجزن نظر آ رہا تھا اس کے خیال سے اور بیرونس کی انتقام جو طبیعت کو یاد کر کے میں کانپ گیا۔

صاف ظاہر تھا کہ اگر بیرونس پر اصلیت ظاہر ہو گئی یا کسی نہ کسی طرح اس نے یہ راز معلوم کر لیا تو پھر میں اور میری محبوبہ ہیلنس اس کے انتقام سے بچ نہ سکیں گے۔ وہ ہم دونوں کو برباد کر کے رہے گی۔

میں حیران تھا کہ اس کے اظہار محبت کا کیا جواب دوں؟ میں صرف یہ کر سکتا تھا کہ جلد از جلد اس کی غلط فہمی دور کر دوں — دراصل میں نے فیصلہ بھی کیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچا کہ فی الحال اپنی محبوبہ کا نام اسے نہ بتاؤں گا کیونکہ میرا تو خیر جو حال ہونا ہے سو ہو کم سے کم ہیلنس تو اس طرح بیرونس کے شر سے محفوظ رہے گی۔ بیرونس کے اظہار محبت کرتے ہی میرے بشرے کے جذبات میں فوری تغیر ہوا۔ میرا دل ایک دم سے بجھ گیا اور میرے بشرے سے محبت کے بجائے خوف اور سراسیمگی ٹپکنے لگی۔ میں اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے بشرے کے جذبات کا تغیر بیرونس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

"کیا مطلب ہے اس خاموشی کا؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا ہوئی وہ محبت جس کا تمہیں دعویٰ تھا؟ اور کہاں ہے وہ انبساط جس کی میں نے تم سے توقع کی تھی؟"

"سینورا!" میں نے کہا۔ "اگر میری وجہ سے آپ کو دکھ اور آپ کے لطیف جذبات کو ٹھیس پہنچ جائے تو میں پہلے ہی سے معافی طلب کئے لیتا ہوں لیکن یہ آپ کی اور میری دونوں کی عزت کا سوال ہے۔ چنانچہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ نے میری دوستی اور احترام کو غلطی سے محبت سمجھ لیا۔ سینورا! میری محبت تو پہلے ہی سے کسی اور کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ آپ واقعی حسین ہیں اور جو ایک دفعہ آپ کو دیکھ لے دیوانہ بن سکتا ہے، لیکن شکر ہے کہ میرا دل پہلے ہی سے کسی کا ہو چکا ورنہ اس طرح میں اس خطرے سے محفوظ رہا ورنہ میں اپنے میزبان کی عزت پر ہاتھ ڈالنے سے اپنے آپ کو روک نہ سکتا اور بعد میں عمر بھر میرا سر شرم سے جھکا رہتا۔"

میری اس خلاف توقع لیکن صاف بات نے بیرونس کو زرد کر دیا۔ وہ یقین نہ کر سکی کہ اس نے جو کچھ سنا وہ سچ ہو سکتا تھا یا سچ تھا۔ یقیناً وہ سوچ رہی تھی کہ اس وقت وہ جاگ رہی ہے یا سو رہی تھی۔

آخرکار وہ سنبھلی، اس کا ضبط و تحمل رخصت ہوا اور اس کی جگہ شاید غصے نے لے لی جس کی وجہ سے اس کے گالوں میں فوری طور پر خون دوڑ گیا اور وہ ایسے بھبھوکا ہو گئے کہ میں گھبرا گیا۔

"بدمعاش! دغاباز!" وہ چیخ کر بولی۔ "یہ ہے میری محبت کا انعام؟ نہیں! نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا — الفانسو کہہ دو کہ یہ غلط ہے۔ دیکھو میں تمہارے پیروں میں گر رہی ہوں۔ رحم کرو مجھ پر — رحم کرو اس پر جس نے تمہیں اپنا دل دے دیا ہے اور اپنا سب کچھ دے ڈالنے کو تیار ہے —

دیکھو — میری طرف دیکھو اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ جسے تم نے دل دیا ہے کیا وہ میری طرح حسین ہے؟ کیا وہ میری طرح امیر ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ تو پھر اس نے کیا کیا ہے تمہارے ساتھ؟ کون سی قربانیاں دی ہیں کہ وہ مجھ سے، بیرونس روڈالنا سے بلند ہو گئی ہے؟"

میں نے اسے اپنے پیروں پر سے اٹھانے کی کوشش کی۔

"سینورا! خدا کے لئے اپنے جذبات پر قابو حاصل کیجئے۔ آپ کی یہ حرکتیں مجھے شرمندہ اور خود آپ کو ذلیل کر رہی ہیں۔ آپ کی آواز شاید باہر تک پہنچ رہی ہے۔ اگر کسی ملازم نے سن لیا تو پھر آپ کا راز عام ہو جائے گا۔ خدا کے لئے سنبھلئے محترمہ — میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں میری موجودگی آپ کو غصہ دلا رہی ہیں چنانچہ مجھے اجازت دیجئے۔"

میں پلٹ کر کمرے سے جانے لگا تو بیرونس نے دوڑ کر میرا بازو پکڑ لیا۔

"کون ہے وہ خوش نصیب جو میری رقیب بنی ہے؟" اس نے پوچھا۔ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ میرے دل پر دہشت طاری ہو گئی۔ "میں اس کا نام معلوم کرنا چاہتی ہوں اور جب مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے گا اور اگر وہ لڑکی میرے اختیار میں ہوئی تو... تم نے مجھ سے میری مہربانی طلب کی تھی — تم نے کہا تھا کہ میری مہربانی سے تمہیں کامیابی نصیب ہو گی۔ کون ہے وہ؟ بتاؤ — کون ہے اگر تم اس خیال سے خاموش ہو کہ وہ میرے انتقام سے محفوظ رہے گی تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ میں معلوم کر کے رہوں گی کہ کون اور کہاں ہے وہ۔ میرے جاسوس اب تمہارے پیچھے لگ جائیں گے۔ تمہارے ایک ایک قدم کی جو تم اٹھاؤ گے اور تمہاری ایک ایک نظر کی، جو تم کسی پر ڈالو گے، اطلاع مجھے ملتی رہے گی — الفانسو! بہت جلد میں معلوم کر لوں گی کہ وہ کون ہے اور پھر جو کچھ ہو گا بڑا ہو گا۔ اتنا بڑا کہ اگر میں اس وقت اس کی تفصیلات بیان کر دوں تو تمہارے بدن میں تھرتھری پڑ جائے۔ الفانسو! تم نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ تم نے میری دوستی دیکھی ہے اب دشمنی بھی دیکھ لو گے اور میں جس کی دشمن بنتی ہوں اس کا پیچھا پاتال تک اور جہنم تک نہیں چھوڑتی۔ سوچ لو کہ تمہارا اور تمہاری اس کمینی محبوبہ کا انجام کیا ہو گا۔"

آخری لفظ کہتے وقت وہ ہانپنے لگی، پھر وہ کراہی اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ جب وہ بے ہوش ہو کر گر رہی تھی تو میں نے اسے تھام لیا اور اٹھا کر صوفے پر لٹا دیا۔ میں نے دروازے پر پہنچ کر اس کی خادماؤں کو آواز دی۔ جب وہ آ گئیں تو بے ہوش بیرونس کو ان کی حفاظت میں دے کر اور موقع غنیمت جان کر بھاگ نکلا۔

جب میں اس پارلر کے، جو نسبتاً نیچا تھا اور جس کی کھڑکیاں باغ میں پڑتی تھیں، قریب

سے گزر رہا تھا کہ میں نے اندر ایگنس کو بیٹھے دیکھا۔ وہ ڈرائنگ بنا رہی تھی اور اس کے چاروں طرف نامکمل سکیچ بکھرے پڑے تھے۔ میں پارلر میں داخل تو ہو گیا لیکن اب تک یہ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ بیرونس کے ساتھ جو واقعہ ہوا تھا اس سے اسے آگاہ کردوں کہ نہیں۔

"اوہ! تو تم ہو؟" اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "آؤ بیٹھو۔ تم کوئی غیر نہیں ہو چنانچہ تمہاری موجودگی میں بھی میں اپنا شغل جاری رکھ سکتی ہوں۔ وہ کرسی گھسیٹ کر یہاں بیٹھ جاؤ — میرے قریب۔"

میں کرسی گھسیٹ کر میز کے قریب بیٹھ گیا یہ جانے بغیر کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں نے میز پر سے ایگنس کے بنائے ہوئے چند نمونے اٹھائے اور انہیں دیکھنے لگا۔ ایک ڈرائنگ اپنی خصوصیت کی وجہ سے مجھے دلچسپ معلوم ہوئی۔ یہ قصر لنڈن برگ کے بڑے کمرے کی تصویر تھی۔ تنگ زینے کی طرف والا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ پیش منظر میں چند شبیہیں کچھ عجیب بے ترتیبی سے کھڑی تھیں جن کے چہروں پر دہشت منجمد تھی۔ ان لوگوں کے منہ کھلے ہوئے تھے اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ سب کے سب اس سائے کی طرف دیکھ رہے تھے جس نے ان پر دہشت طاری کر دی۔ یہ سایہ بھی کسی انسان ہی کا تھا۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ کوئی عورت تھی لیکن اس کی قد و قامت عام عورتوں سے مختلف تھی اور کسی قسم کا مذہبی لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس کے چہرے پر نقاب تھی۔ اس کے ایک بازو سے تسبیح یا مالا لٹک رہی تھی۔ اس کے لباس پر جگہ جگہ خون کے داغ تھے اور خون اس کے سینے پر کے ایک زخم میں سے ٹپک رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چراغ تھا اور دوسرے میں کھلا ہوا چاقو۔ یہ بڑی دہشت انگیز تصویر تھی جو ایگنس نے بنائی تھی۔

"یہ کیا تصویر بنائی ہے تم نے ایگنس اور کیا مطلب ہے اس کا؟" میں نے پوچھا۔ "کیا یہ تمہارے دماغ کی اپج ہے؟"

"نہیں تو — بلکہ ان دماغوں کی جو مجھ سے کئی گنا بڑے تھے۔" ایگنس نے جواب دیا۔

"لیکن یہ کس کی اور کیسی تصویر ہے؟ کیا ظاہر کرتی ہے یہ؟"

"حیرت ہے کہ تم تین مہینے سے قصر لنڈن برگ میں مقیم ہو اور اب تک تم خونیں نن کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟"

"خونیں نن! نہیں تو۔ یہ نام آج پہلی دفعہ میں تمہاری زبان سے سن رہا ہوں۔ کون ہیں یہ محترمہ جنہیں تم نے خونیں نن کہا ہے اور کیا مقصد ہے اس کا؟"

"خونیں نن کے متعلق جو کچھ میں جانتی ہوں اتنا تو تمہیں بتا سکتی ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ۔"

"اس کے متعلق میں جو کچھ جانتی ہوں وہ وہی روایتیں ہیں جو اس خاندان میں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہیں اور وہی میں تمہیں سناؤں گی۔"

اس نے اپنے ہاتھ کا کام ایک طرف رکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"یہ واقعی بڑی حیرت کی بات ہے کہ قدیم داستانوں اور تاریخ میں اس حیرت انگیز ہستی کا کوئی ذکر نہیں ملتا جو اب خونیں نن کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے کہہ تو دیا ہے کہ اس کی داستان سناؤں گی لیکن حیران ہوں کہ اس کی زندگی کے حالات کہاں سے بیان کروں کیونکہ جب تک وہ مر نہ گئی کوئی اس کے وجود تک سے واقف نہ تھا۔ مرنے کے بعد شاید اسے خیال آیا کہ اب دنیا میں کچھ گڑبڑ مچائی جائے اور لوگوں کو اپنے وجود سے واقف کیا جائے اور اس کے لئے اس نے قصر لنڈن برگ کو پسند کیا۔ چونکہ وہ بڑی باذوق اور نفاست پسند تھی اس لئے اس نے قصر کے بہترین کمرے کو اپنا مسکن بنایا یا یوں کہو کہ اس روح نے اس کمرے کو اپنا مسکن بنایا۔ جب وہ اس کمرے میں بس گئی تو پھر وہ آدھی رات کے وقت قصر کی میزوں اور کرسیوں کو اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر پھینکنے لگی۔ یہ اس کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ غالباً وہ راتوں کو سو نہ سکتی تھی لیکن یہ میں یقین سے نہ کہہ رہی ہوں اور نہ کہہ سکتی ہوں۔ روایت ہے کہ خونیں نن کا یہ مشغلہ کوئی ایک صدی پہلے شروع ہوا۔ کچھ عرصے بعد یہ ہوا کہ میزوں اور کرسیوں کی اٹھا پٹخ کے ساتھ ساتھ چیخیں، بھیانک آوازیں، کراہیں، گالیاں اور ایسی دوسری آوازیں سنائی دینے لگیں — کبھی کبھی وہ کمرے سے باہر نکل کر اندھیری اور پرانی غلام گردشوں اور خالی پڑے ہوئے کمروں میں جانے اور ٹہلنے لگی، اس کی اس شبانہ چہل قدمیوں کے دوران اکثر آدمیوں نے اسے دیکھا اور ان سب نے اس کا جو حلیہ اور لباس وغیرہ بیان کیا وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ تم میری بنائی ہوئی اس تصویر میں دیکھ رہے ہو۔"

"تمہاری اس خونیں نن نے ان لوگوں سے کبھی کوئی بات نہیں کی جنھوں نے اسے دیکھا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"اور لوگوں نے بھی اس سے بات چیت کرنے کی جرأت نہ کی۔"

"نہیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات بھی نہیں کیونکہ اپنی شبانہ چہل قدمیوں کے درمیان وہ جو حرکتیں کرتی تھی ان کے پیش نظر کسی کو اس سے بات چیت کرنے کی جرأت نہ تب تھی اور نہ اب ہوئی ہے۔ کبھی یہ ہوتا کہ قصر اس کی گالیوں، کوسنوں اور بددعاؤں سے گونجنے لگتا، لیکن پھر فوراً ہی وہ مشہور دعا پڑھنے لگتی جو "اے ہمارے باپ" سے شروع ہوتی ہے اور پھر وہ حمد گانے

لگتی، جیسے وہ گرجا کے سامع خانے میں گانے والوں کے ساتھ ہو، لیکن پھر فوراً ہی وہ لرزہ خیز قہقہے لگاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اس کی ان حرکتوں سے اسے دیکھنے اور سننے والے خوفزدہ ہو جاتے۔

خیر تو اس کی وجہ سے قصر رہنے کے قابل نہ رہا — قصر لنڈن برگ آسیب زدہ بن گیا اور اس کا مالک بیرونٹ کے ان خوفناک واقعات سے اتنا سہم گیا کہ ایک صبح وہ مردہ پایا گیا۔ لیکن مرحوم کے بعد کا بیرن، جو اس قصر کا مالک بنا، خونیں نن کے لئے بڑا عیار ثابت ہوا۔ وہ قصر میں آیا تو اس کے ساتھ ملک کا مشہور ترین بھوت اتارنے والا بھی تھا۔ سنا ہے کہ اس بھوت اتارنے والے کا قصر کے بھوت کے ساتھ بڑا زبردست اور طویل مقابلہ ہوتا رہا۔ یہاں تک خونیں نن نے اپنی ہار مان کر وعدہ کیا کہ وہ اب کسی کو پریشان نہ کرے گی اور خاموش رہے گی۔ خونیں نن بڑی ضدی تھی اور بھوت اتارنے والا اس سے بھی زیادہ ضدی ثابت ہوا۔ وہ ذرا سی بھی ڈھیل دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخرکار خونیں نن اس پر تیار ہو گئی کہ وہ قصر کے مکینوں کو سکون سے سونے دے گی لیکن پانچ سال بعد وہ بھوت اتارنے والا مر گیا اور خونیں نن ایک بار پھر اپنے مسکن سے باہر نکلنے لگی، لیکن اب وہ پہلے کی سی شریر اور طوفانی نہ رہی تھی بلکہ شریف اور پرسکون بن گئی تھی۔ اب وہ خاموشی سے آتی جاتی تھی اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ پانچ سال میں ایک دفعہ باہر آتی تھی۔ چنانچہ اس کا یہ پھیرا، بشرطیکہ تم بیرن کی بات کا یقین کرو، اب تک جاری ہے۔ بیرن بڑے یقین سے کہتے ہیں کہ ہر پانچویں سال مئی کی پانچویں تاریخ کو ادھر گھڑی ایک کا گھنٹہ بجاتی ہے کہ ادھر آسیب زدہ کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور خونیں نن ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے ہاتھ میں کھلا چاقو لئے باہر آتی ہے۔ مشرقی برج کا زینہ اترتی ہے اور بڑے کمرے میں سے گزرتی ہے۔ اس رات پہرے دار قصر کا پھاٹک خونیں نن کے لئے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔"

"اور قصر سے نکل کر یہ خونیں نن کہاں جاتی ہے؟"

"شاید آسمانوں پر یا جنت میں، لیکن اگر وہ وہیں جاتی ہے تو یقیناً وہ مقام اسے پسند نہیں کیونکہ ہر دفعہ وہ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد واپس آ جاتی ہے اور اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے اور آئندہ پانچ برسوں کے لئے اس میں بند رہتی ہے۔"

"اور ان خرافات پر تم یقین رکھتی ہو ایگنس؟"

"کیسا سوال پوچھ رہے ہو الفانسو؟ نہیں میں اس پر یقین نہیں رکھتی لیکن میں اس کا اظہار بھی بیرونس کے سامنے نہیں کر سکتی کیونکہ وہ تو خونیں نن پر یقین رکھتی ہے — رہی میری معلمہ ڈیم کیونے گونڈا تو اس کا دعویٰ ہے کہ پندرہ برس پہلے اس نے خونیں نن کو خود اپنی آنکھوں سے

دیکھا تھا۔ چنانچہ اس نے اس بھوت کا حلیہ جو بیان کیا تھا اسی کو بنیاد بنا کر میں نے یہ تصویر بنائی ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ اس تصویر میں وہ بھی موجود ہے۔ ڈیم کیونے گونڈا یہ تصویر دیکھ کر جتنی خفا اور دہشت زدہ ہوئی تھی اور جس بری طرح سے مجھے ڈانٹا تھا اسے میں کبھی بھول نہ سکوں گی۔"

یہاں اس نے ایک دھندلی شبیہ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ ایک دہشت زدہ بڑھیا تھی جو تصویر میں یوں کھڑی تھی جیسے سچ مچ بت بن گئی ہو۔

ایگنس کی اس شرارت پر میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے ڈیم کیونے گونڈا کی تصویر تو ہو بہو بنائی تھی لیکن اس کی بدصورتی اور بڑھاپے کی علامتیں ابھارنے میں ایسے مبالغے سے کام لیا تھا اور خوف و دہشت ظاہر کرنے کے لئے اس کے چہرے کے نقوش کو اس حد تک مضحکہ خیز بنا دیا تھا کہ اپنی اس تصویر کو دیکھ کر بڑی بی کو یقیناً غصہ آیا ہوگا جیسا کہ خود ایگنس نے کہا تھا۔

"میرے خدا! ایگنس! یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم اتنے اچھے کارٹون بھی بنا سکتی ہو۔" میں نے کہا۔

"ٹھہرو میں تمہیں ایک ایسی تصویر ابھی دکھاتی ہوں جو ڈیم کیونے گونڈا سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے" اس نے کہا۔

"اس تصویر کا تمہیں جو جی چاہے کرنا۔"

وہ اٹھ کر ایک طرف رکھی ہوئی الماری کے قریب پہنچی، ایک دراز کا قفل کھول کر اس میں سے ایک صندوقچہ نکالا، یہ بھی قفل بند تھا۔ ایگنس نے اس کا قفل اور پھر ڈھکن کھول کر صندوقچہ میری طرف بڑھا دیا۔

"پہچانتے ہو اسے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

یہ خود ایگنس کی تصویر تھی۔

اس تحفہ کو نیک شگون سمجھ کر میں ایسا خود رفتہ ہوا کہ میں نے ایگنس کی وہ تصویر چوم لی اور پھر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر کر بڑے زوردار الفاظ اور جذبات سے پر لہجے میں اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔ ایگنس نے اقرار کیا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی تھی۔ دفعتاً اس کے منہ سے خوف کی ایک چیخ نکل گئی، اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا ہاتھ، جو میرے ہاتھ میں تھا، چھڑا لیا اور بھاگ کر اس دروازے کے باہر چلی گئی جو باغ میں پڑتا تھا۔

ایگنس کے یوں اچانک بھاگ جانے پر متعجب ہو کر میں اٹھا اور یہ دیکھ کر لرز گیا کہ

میرے قریب ہی بیرونس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، حسد سے چہرہ بگڑ گیا تھا اور وہ خود غصے کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ ڈونا روز سنا غصے میں بھری ہوئی تھی اور میں خود خوفزدہ اور دم بخود تھا۔ چنانچہ ہم دونوں ہی خاموش تھے، لیکن پھر بیرونس سنبھلی۔

"تو میرا شک غلط نہ تھا۔" وہ بولی۔ "میری بھتیجی کے غمزوں نے تمہارے دل پر قبضہ کر لیا ہے اور اس قربان گاہ پر میری محبت کو بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے، لیکن اس خیال سے میرے دل کو خاصا اطمینان حاصل ہوا ہے کہ میں اکیلی ہی اپنی محبت میں ناکام نہیں رہی ہوں بلکہ اس کا مزہ تم بھی چکھو گے۔ تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ کسی سے محبت کرنا اور پھر اسے حاصل نہ کرنے سے کیا حال ہو جاتا ہے۔ کوئی دن جاتا ہے کہ ایگنس کے والدین اس کو بلا لیں گے اور ہسپانیہ پہنچتے ہی وہ نن بن جائے گی اور پھر اس کے تمہارے درمیان ایک ایسی دیوار حائل ہو جائے گی جسے نہ تو تم توڑ سکو گے اور نہ پھلانگ سکو گے۔ میرا فیصلہ آخری اور قطعی فیصلہ ہوتا ہے الفانسو، چنانچہ سن لو کہ آج سے تمہاری محبوبہ کو خود اس کے کمرے میں قید کر دیا جائے گا اور وہ اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ یہاں سے سیدھی خانقاہ میں منتقل نہیں ہو جاتی۔ قید اور تنہائی شاید اس کے حواس ٹھکانے لے آئے گی اور وہ اپنے فرائض سمجھنے لگے گی، لیکن اس خیال سے کہ تم مخالفت کر کے کوئی طوفان نہ اٹھاؤ میں تمہیں مطلع کر دینا ضروری سمجھتی ہوں ڈان الفانسو کہ اب اس قصر میں تمہاری کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جاؤ۔ خدا حافظ سینور۔"

قصر کی مالکن کے اس صاف اور صریح حکم کے بعد قصر لنڈن برگ میں میرا ٹھہرنا ظاہر ہے کہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن میں نے روانگی کی تیاری کر دی۔ ایگنس کہیں دکھائی نہ دی۔ میں لاکھ گڑگڑایا کہ مجھے ایگنس سے رخصت ہونے کی اجازت دی جائے لیکن میری ایک نہ سنی گئی۔ چنانچہ میں اس سے ملے بغیر ہی رخصت ہوا۔

بیرن نے مجھے یقین دلایا کہ اس کی بھتیجی کے چلے جانے کے بعد ہی اس قصر کو اپنا گھر سمجھ کر آ سکتا ہوں اور ضرور آؤں گا۔

"خدا حافظ ڈان الفانسو۔" بیرونس نے کہا اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے ہونٹوں کی طرف اٹھایا تو اس نے مجھے سختی سے روک دیا۔ اس کا شوہر کمرے کے آخری سرے پر اور حد سماعت سے باہر تھا۔

"سینور اب اپنی حفاظت کرنا۔" وہ بولی۔ "کیونکہ میری محبت نفرت میں تبدیل ہو گئی ہے اور میرے مجروح جذبات بے انتقام نہ رہیں گے۔ جہاں جی چاہے جاؤ، لیکن یاد رکھو کہ میرا

انتقام تمہارا پیچھا کرے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کچھ ایسی نظروں سے میری طرف دیکھا کہ میں کانپ گیا۔ ظاہر ہے کہ میں کوئی جواب نہ دے سکتا تھا۔ چنانچہ میں کچھ کہے بغیر قصر سے نکل گیا۔

اس وقت میرے ساتھ کوئی نہ تھا سوائے ایک فرانسیسی ملازم کے جس کو میں نے سٹیفن کی جگہ رکھ لیا تھا۔ دوسرا میرا خاص خدمت گار تھیوڈور تھا جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ اپنی وفاداری، ذہانت اور خوش مزاجی کی وجہ سے اس نے پہلے ہی میرے دل میں اپنی جگہ بنا لی تھی اور اب اس نے مجھ پر ایک زبردست احسان کرنے کی تیاری کی جس کی وجہ سے وہ میرا دست راست بن گیا۔

قصر سے نکلنے کے بعد ابھی ہم نے نصف میل کا فاصلہ بھی طے نہ کیا تھا کہ وہ اپنا گھوڑا بڑھا کر میری گاڑی کے قریب آیا۔

"سینور! مایوس نہ ہوں اور ہمت نہ ہاریں۔" تھیوڈور نے ہسپانوی زبان میں کہا۔ یہ زبان اب وہ صحیح اور روانی سے بولنے لگا تھا۔ "جب آپ بیرن سے رخصت ہو رہے تھے تو میں سب کی نظر بچا کر اس کمرے میں پہنچ گیا تھا جو ڈونا ایگنس کے کمرے کے عین اوپر ہے۔ وہاں پہنچ کر میں نے مخصوص جرمن لہجے میں، جس سے ڈونا ایگنس واقف ہیں، اونچی آواز میں یہ گیت گانے لگا کہ شاید وہ میری آواز سن اور پہچان لیں اور میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہی میں نے ان کے کمرے کی کھڑکی کھلنے کی آواز سنی۔ میں نے جلدی سے وہ ڈوری نیچے لٹکا دی جو میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ کھڑکی کے دوبارہ بند ہونے کی آواز سن کر میں نے ڈوری کھینچ لی تو اس کے سرے سے یہ کاغذ بندھا ہوا تھا۔"

اس نے میری طرف ایک تہ کیا ہوا کاغذ بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھولا تو وہ ایگنس کا رقعہ تھا اور میرے نام تھا۔

اس نے لکھا تھا۔

"آئندہ پندرہ دن کے لئے کسی قریبی گاؤں میں چھپ رہو۔ میری چچی یہ سوچ کر کہ تم لنڈن برگ سے چلے گئے ہو مجھے آزاد کر دیں گی۔ تیس تاریخ کی رات کو بارہ بجے میں قصر کی مغربی شہ نشین میں تمہارا انتظار کروں گی۔ تم ضرور آنا۔ پھر ہم سوچیں گے کہ کیا کیا جائے۔ تب تک کے لئے خدا حافظ۔

تمہاری

ایگنس"

یہ سطور پڑھ کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا اور میں نے تھیوڈور کا شکریہ اتنے زور وشور سے ادا کیا کہ وہ غریب الناشرما گیا۔ اس نے مجھ پر بہت سے احسانات کیے ہیں اور ہر دفعہ وہ میرے کام آیا ہے اور میں دن بہ دن اس کی ذہانت، وفاداری اور قابلیت کا زیادہ سے زیادہ قائل ہوتا جارہا ہوں۔ اب اس کی عمر چندرہ سال کی ہے اور وہ اب بھی میرے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے لورانزو کہ اس سے مل کر تم بے حد خوش ہوگے۔

خیر تو آمدم برسر مطلب۔

میں نے یلکس کی ہدایت پر عمل کیا۔ سیونخ پہنچ کر میں نے اپنی گاڑی تو فرانسیسی ملازم لوکاس کی حفاظت میں دی اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر اس گاؤں میں واپس آیا جو قصر لنڈن برگ سے صرف چار میل ادھر تھا۔

ظاہر ہے کہ سرائے میں ہمارا طویل قیام مالک کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کرسکتا تھا۔ چنانچہ سے مطمئن کرنے کے لئے اسے ایک من گھڑت سنائی گئی جو اس نے قبول کرلی۔ میرے ساتھ سوائے تھیوڈور کے اور کوئی نہ تھا، ہم دونوں بھیس بدلے ہوئے تھے اور زیادہ تر اپنے کرے میں ہی بند رہتے تھے۔ قصہ مختصر کسی کو ہم پر شبہ نہ ہوا اور ہر ایک نے وہی سمجھا جو بھیس بدل کر ہم اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

آخر کار وہ فیصلہ کن رات آگئی جس کا شدت سے انتظار تھا۔

خوشگوار، خاموش اور پورے چاند کی رات تھی۔ گھڑی نے گیارہ بجائے اور میں اپنی محبوبہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھیوڈور نے اپنے ساتھ ایک سیڑھی لے لی تھی اسے لگا کر میں آسانی سے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ تھیوڈور بھی میرے پیچھے اوپر آگیا اور سیڑھیاں اوپر کھینچ لی۔

مغربی شہ نشین میں میں بے تابی سے ایگنس کا انتظار کرنے لگا۔ قصر کے گھنٹے نے بارہ بجائے اور پھر وقت جیسے تھم گیا۔

پاؤ گھنٹہ اور گزر گیا۔

اور پھر میں نے اپنی محبوبہ کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنی جو شہ نشین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے دوڑ کر اس کا استقبال کیا اور اسے لا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا، اس کی آمد پر اور اسے دوبارہ دیکھنے پر میں خوشی سے بے خود ہو کر بولے جارہا تھا کہ اس نے روک کر کہا۔

"افسوس! ایک بدقسمتی ہے اور ہمارے پاس وقت بہت کم ہے کیونکہ کیونے گونڈ ہر دم مجھ پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ میرے والد کی طرف سے تاکیدی بلاوا آگیا ہے اور مجھے مدرید

کے لیے فوراً ہی روانہ ہونا تھا لیکن بڑی کوششوں کے بعد میں اپنی روانگی کو ایک ہفتے کے لئے ملتوی کرنے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔ اب خانقاہ کی خوفناکی اور عذاب سے بچنے کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے فرار۔ اچھا۔ اب سنو کہ میں نے فرار کی کیا تجویز سوچی ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے۔

"آج اپریل کی تیرہ ہے۔ آج سے ٹھیک پانچویں دن رات کو روایت کے مطابق وہ خونیں نن اپنے کمرے سے باہر آئے گی۔ پچھلی دفعہ جب میں کانوینٹ میں گئی تھی تو اس مقصد کے لیے نن کا لباس لے آئی تھی۔ وہاں سے تم ایک گاڑی کا انتظام کرلو اور پھر اسی رات، یعنی پانچ مئی کو گاڑی لے کر قصر کے بڑے دروازے سے ذرا دور میرا انتظار کرنا۔ ٹھیک ایک بجے میں اس لباس میں اور بالکل اس طرح اپنے کمرے سے باہر آؤں گی جس طرح کہتے ہیں کہ نن کا آسیب نکلتا ہے۔ اس وقت جو بھی مجھے دیکھے گا وہ ظاہر ہے کہ مجھے خونیں نن سمجھ کر خوفزدہ ہوجائے گا اور مجھے روکنے کی ہمت اور کوشش نہ کرے گا۔ یہاں تک تو کامیابی یقینی ہے لیکن افسوس! گر تم نے مجھے دھوکا دیا، اگر تم نہ آئے تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔"

ایگنس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا اور چاند کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

میں نے اس کو تسلی دی، اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اس سے کہا کہ میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ لورانزو کو تلاش کرکے اپنے ارادوں سے واقف کردوں۔ میں نے اس سے کہا کہ تم، لورانزو اس معاملے میں ہمارا ساتھ دوگے۔ میں اسی طرح اسے ڈھارس بندھا رہا اور اسے اپنے درخشاں مستقبل کا یقین دلا رہا تھا کہ شہ نشین کے باہر ایک آواز سن کر میں چونکا۔

دفعتاً شہ نشین کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور ایگنس کی معلمہ کیونے گونڈ ہمارے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ایگنس کو اپنے کمرے سے نکلتے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ اس کے پیچھے ہی پیچھے باغ میں آئی تھی اور پھر اس نے ایگنس کو شہ نشین میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ چونکہ وہ درختوں کے سایہ میں چھپتی چھپاتی بڑھ رہی تھی اس لئے تھیوڈور، جو شہ نشین سے کچھ دور دبکا ہوا تھا، اسے دیکھ نہ سکا تھا۔ چنانچہ اس نے شہ نشین کے باہر کھڑے ہو کر ہماری ساری باتیں سن لی تھیں۔

اسے دیکھتے ہی ایگنس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"شاباش۔" کیونے گونڈا نے غصے سے بھری ہوئی آواز میں کہا۔ "سینٹ باربرا کی قسم لڑکی کیا دماغ پایا ہے تم نے اور کیا تجویز سوچی ہے کہ واہ! واہ۔ تو تم خونیں نن کی نقل کرنے والی ہو کیوں؟ مقدس مریم کی قسم جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں ایسا کرنے دوں اور جب اصل آسیب سے

تمہاری ملاقات ہوگی تو کیا حالت ہوگی تمہاری؟ ڈان افانسو تمہیں شرم آنی چاہئے کہ ایک معصوم لڑکی کو ورغلا کر اسے عزیزوں اور خاندان سے چھڑا رہے ہو۔ بہرحال تم اپنے شیطانی ارادوں میں کامیاب نہ ہوگے۔ بیرونس کو میں مطلع کردوں گی اور ایلگنس صاحبہ کے خونیں نن بننے کے ارمان کم از کم اس دفعہ تو پورے نہ ہوں گے۔ خدا حافظ سینور۔ تم جاسکتے ہو۔ ڈونا ایلگنس! خونیں نن صاحبہ تشریف لے چلئے۔ میں آپ کو اپنے بھوت کمرے تک پہنچادوں۔"

میں نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا اور کیونے گونڈا کے سامنے گڑگڑانے لگا کہ وہ ہم پر ظلم نہ کرے۔ اس کی خوشامد کی، اسے لالچ دلایا۔ بڑے بڑے وعدے کئے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"بہت اچھا بڑی بی! تمہاری یہ ضد خود تمہاری دشمن بنی ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اپنے آپ اور ایلگنس کو بچانے کے لئے میں وہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں جو میں کرنا نہ چاہتا تھا۔"

اور میں نے لپک کر اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑلی اور اسے بھاگنے نہ دیا۔ عین اس وقت تھیوڈور شہ نشین میں داخل ہوا اور اس نے بڑھیا کو دبوچ لیا۔ میں نے ایلگنس کے سر پر سے نقاب گھسیٹ کر کیونے گونڈا کے سر پر ڈال دی۔ بڑھیا اس بری طرح سے چیخ رہی تھی کہ میں ڈرا کہ کہیں اس کی آواز قصر والے سن نہ لیں حالانکہ ہم قصر سے کافی دور تھے۔ آخرکار میں اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسنے میں کامیاب ہوگیا اور بڑھیا کی چیخیں مقید ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اور تھیوڈور نے بڑی دقتوں کے بعد اپنے رومالوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اس کے بعد میں نے ایلگنس سے کہا کہ اب وہ بے فکر ہو کر اپنے کمرے میں چلی جائے اور وعدہ کیا کہ کیونے گونڈا کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور کہا کہ میں پانچ مئی کی رات کو گاڑی لے کر قصر کے بڑے پھاٹک سے ذرا دور اس کا انتظار کروں گا۔ وہ مجھ سے رخصت ہوئی اور گھبرائی ہوئی اور پریشان سی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

اس عرصے میں میں تھیوڈور کی مدد سے کیونے گونڈا کو اٹھا کر باہر لے آیا تھا۔ اسے باغ کی دیوار پر پہنچا دیا گیا تھیلے کی طرح اور میں اسے لے کر قصر لنڈن برگ سے روانہ ہوگیا۔ ہم اس سڑک پر پہنچ گئے جس پر ہماری سرائے واقع تھی۔ تھیوڈور جب سرائے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا تو میں چند قدم دور منتظر کھڑا تھا۔ سرائے کے مالک نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں چراغ تھا۔

"لاؤ یہ بتی مجھے دو۔" تھیوڈور نے کہا۔ "میرے آقا تشریف لا رہے ہیں۔"

اس نے سرائے کے مالک کے ہاتھ سے چراغ گھسیٹ کر قصداً فرش پر گرا دیا۔ سرائے کے مالک نے چراغ اٹھایا اور اسے دوبارہ سلگانے کے لئے تیز تیز قدم اٹھاتا باورچی خانے کی طرف چلا گیا اور دروازہ کھلا چھوڑ گیا

میں کیونے گونڈا کو لے کر اپنے گھوڑے پر سے کودا، لپک کر سرائے میں داخل ہوا اور بھاگ کر زینہ چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں رکھی ہوئی اور فراخ الماری کے دراز کھولے اور اپنے قیدی کو اس میں بٹھا کر کواڑ بند کردیئے اور کنجی گھما کر تالا لگا دیا۔

دوسرے لمحے تھیوڈور اور سرائے کا مالک چراغ لے کر آگئے۔ موخرالذکر نے میرے اتنی رات گئے واپس آنے پر حیرت کا اظہار تو کیا لیکن الٹے سیدھے سوالات نہ پوچھے۔ چند منٹوں بعد ہی سرائے کا مالک چلا گیا اور میں اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں خوش ہونے اور خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔

سرائے کے مالک کے رخصت ہوتے ہی میں نے اپنی قیدی کی خیریت دریافت کرنے کے لئے الماری کھولی۔ بڑی بی کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے اور منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا چنانچہ وہ نہ تو جنبش کرسکتی تھیں اور نہ بول سکتی تھیں اس لئے ان کے شدید غصے کا اظہار ان کی آنکھوں سے ہو رہا تھا۔

میں اسے آزاد کرنے اور اس کے منہ سے کپڑا نکالنے کی بھی ہمت نہ کرسکا۔ جب ایسا کرنا ضروری ہوتا میں برہنہ تلوار لئے بڑی بی کے پیچھے کھڑا رہتا۔ مجھے احساس تھا کہ یہ میری زیادتی بلکہ ظلم تھا لیکن صورت حال کے پیش نظر میری یہ احتیاط ضروری تھی۔ رہا تھیوڈور تو وہ اس بڑھیا سے خار کھائے بیٹھا تھا۔ قصر لنڈن برگ میں ہمارے قیام کے دوران کیونے گونڈا نے اسے ذلیل کیا تھا اور اس میں اور تھیوڈور میں جھگڑا ہو گیا تھا چنانچہ اب اپنی دشمن کو اپنے قبضے میں دیکھ کر تھیوڈور بہت خوش تھا اور بڑھیا کو پریشان کرنے اور ستانے کی نت نئی ترکیبیں ایجاد کیا کرتا تھا۔ وہ اس سے اکثر کہا کرتا اور اس خیال سے آپ ہی خوش ہوتا تھا کہ بڑھیا کے یوں اچانک غائب ہو جانے نے بیرن اور بیرونس کو حیرت میں ڈال دیا ہوگا اور اپنی وفادار بڑھیا کے متعلق عجیب و غریب اندازے لگا رہے ہوں گے۔

تھیوڈور کا یہ اندازہ غلط بھی نہ تھا۔

ایلگنس کے علاوہ اور کوئی نہ جانتا تھا کہ کیونے گونڈا کے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور وہ کہاں گئی۔ بڑی بی کو ہر جگہ تلاش کیا گیا۔ قصر کا گوشہ گوشہ دیکھ ڈالا گیا، غوطہ زنوں نے تالابوں میں غوطہ

لگا کر اس کی دُم نکالنے کی ناکام کوشش کی اور جنگلوں کی ایک ایک جھاڑی دیکھ ڈالی گئی لیکن کیونکہ گونڈا کو نہ ملنا تھا سو نہ ملی۔ ایگنس اس روز گوادر میں خود بڑی بی کو دبائے بیٹھا تھا۔

اس عرصے میں میں ایگنس اور اپنے فرار کی ضروری تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ ایگنس سے مل کر آنے کے فوراً بعد ہی میں نے ایک دیہاتی کو خط دے کر وکاس کے پاس پیغام بھیج دیا تھا کہ وہ چار گھوڑوں والی گاڑی مئی کی پانچ تاریخ کو رات کے ٹھیک دس بجے روزن واند گاؤں میں پہنچا دے۔ چنانچہ وہ وقت مقررہ پر آگئی۔ ایگنس کے فرار کا وقت قریب آتا جا رہا تھا خوش قسمتی سے اگر مجھے یہ نہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ بڑی بی کی چیری برانڈی پر جان جاتی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ غصہ در مایوسی نے بڑھیا کا خاتمہ کر دیا ہوتا۔ چنانچہ بڑی بی کے سامنے یہ شراب وافر مقدار میں رکھ دی گئی۔ تھیوڈور ان کے سر پر سوار رہا اور ان کے منہ سے کپڑا نکال کر انھیں ان کی یہ پسندیدہ شراب پلاتا رہا۔ چونکہ بڑی بی کے لئے اس قید میں اور کوئی کام نہ رہ گیا تھا اس لئے وہ دن میں ایک دفعہ وقت گزاری کے غرض سے چیری برانڈی کے جام پر جام چڑھا کر ٹائیں ہو جاتیں۔

مئی کی پانچ تاریخ آگئی۔ وہ دن جسے میں مرتے دم تک نہ بھلا سکوں گا۔ بارہ بجنے سے پہلے ہی میں مقررہ جگہ پہنچ گیا۔ تھیوڈور اپنے گھوڑے پر سوار میرے ساتھ تھا۔ میں نے گاڑی اس پہاڑی کے بڑے غار میں چھپا دی جس کے نزدیک پہاڑ کے ایک سرے پر قصر تھا۔ یہ غار بہت بڑا اور گہرا تھا اور مقامی دیہاتیوں میں "لنڈن برگ کا گھڈ" کے نام سے مشہور تھا۔ رات حسین اور خاموش تھی۔ قدیم قصر کی برجیوں پر چاندنی جیسے بہہ رہی تھی۔ میرے چاروں طرف خاموشی تھی۔ کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی سوائے پتوں میں سرسراتی ہوئی ہوا کی آواز کے۔ کبھی کبھی دور گاؤں میں کوئی کتا بھونکنے لگتا یا وہ اُلو اپنی منحوس آواز میں چیخ کر خاموش ہو جاتا جس نے قصر کے آسیب زدہ کمرے کے برج میں بسیرا کر رکھا تھا۔

قصر کے گھنٹے نے آدھی رات ہونے کا اعلان کیا۔

میری نظریں قصر کی اس کھڑکی پر جمی ہوئی تھیں جس میں سے مجھے امید تھی کہ اس چراغ کی روشنی نظر آئے گی جو ایگنس کے ہاتھ میں ہوگا۔ خونیں نن کے نکلنے کا وقت آ گیا تھا۔ میں نے قصر کے پھاٹک کے جناتی کواڑوں کے کھلنے کی آواز سنی اور اتنی دور سے بھی میں نے قصر کے بوڑھے پہرے دار کانراڈ کو پہچان لیا جو ہاتھ میں موم بتی لیے ہوئے تھا۔ پھاٹک کھولنے کے بعد وہ چلا گیا۔ قصر کی بتیاں ایک ایک کر کے بجھ گئیں اور پھر قصر میں مکمل ترین اندھیرا تھا۔

میں ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے دل میں ایک انجانا سرد خوف اترتا جا رہا تھا اور

اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ آدھی رات کی خاموشی اور منظر ایسا ہی خوفناک تھا۔

قصر اس چاندنی میں اپنی کالی فصیل اور برجیوں کے ساتھ بیک وقت ہیبت ناک اور مسحور کن معلوم ہوتا تھا۔ بلند و بالا فصیل جس پر چاندنی جیسے تھک کر سوئی ہوئی تھی۔ اس کے برج جو اپنی چوٹیاں بادلوں میں چھپائے ہوئے تھے اور جو نیچے میدانوں کی طرف جیسے ظلمت سے دیکھ رہے تھے اور پھر مکمل ترین خاموشی میرے دل پر ایک عجیب اداس اور گمبھیر اثر ڈال رہی تھی۔ میں اٹھ کر قصر کی طرف بڑھا کہ اس کا ایک چکر لگا لوں۔

ایگنس کے کمرے میں اب بھی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی دیکھ کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔ ابھی میں اس کمرے کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک انسانی سایہ کھڑکی کے قریب آیا اور ایک ہاتھ نے اوپر اٹھ کر کھڑکی کا پردہ کھینچ لیا کہ روشنی باہر سے دیکھی نہ جا سکے۔ یہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ ایگنس نے اپنا ارادہ بدلا نہ تھا اور یہ کہ وہ ہماری تجویز پر عمل کرنے والی تھی۔

چنانچہ میں اپنے دل میں مسرتوں کا طوفان لئے واپس آکر پتھر پر بیٹھ گیا۔ ساڑھے بارہ کا گھنٹہ بجا۔

پونے ایک کا گھنٹہ بجا۔

پھر ایگنس اور روایتی خونیں نن کے نکلنے کا وقت آگیا اور ایک کا گھنٹہ بجا۔ ایک کا گھنٹہ بجتے ہی میری نظریں آسیب زدہ کمرے کے جھروکے کی طرف اٹھ گئیں، ابھی پانچ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ اس آسیب زدہ کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ اس کمرے کی کھڑکی کچھ بہت زیادہ بلند نہ تھی۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ کوئی عورت اپنے ہاتھ میں روشنی لئے کمرہ عبور کر رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے قریب سے گزری، آگے بڑھی اور کمرے میں ایک بار پھر اندھیرا تھا۔

ب تھوڑے تھوڑے وقفے سے زینے پر کی کھڑکیاں روشن ہو کر بجھ جاتی تھیں۔ میرا وہ حسین آسیب آہستہ آہستہ زینہ اتر رہا تھا۔ میں نے اس روشنی کو قصر کے بڑے کمرے اور پھر ڈیوڑھی میں سے گزرتے دیکھا اور پھر میں نے ایگنس کو دروازے میں سے باہر آتے دیکھا۔ اس نے بالکل ایسی ہی لباس پہن رکھا تھا جیسا کہ اس کے بقول نن کا بھوت پہنا کرتا تھا۔ اس کے ایک بازو سے تسبیح لٹک رہی تھی، اس کا چہرہ سفید اور لمبی نقاب سے ڈھکا ہوا تھا، اس کا نن کا جبہ خون سے سرخ تھا اور سوانگ کو مکمل کرنے کے لئے وہ ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے میں خنجر لئے ہوئے تھی۔

میں دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

"ایگنس" میں نے اسے سینے سے بھینچتے ہوئے کہا۔

"ایگنس! ایگنس! تم میری ہو۔"

"ایگنس! ایگنس! میں تمہارا ہوں۔"

جب تک میری رگوں میں خون گردش کرتا رہے گا۔

تم میری ہو

میں تمہارا ہوں

میرا جسم تمہارا ہے

اور میری روح تمہاری ہے۔"

اس نے اپنے ایک ہاتھ میں سے چراغ اور دوسرے میں سے خنجر چھوڑ دیا اور خود میرے سینے پر بے جان سے ڈھے گئی۔ میں اسے اٹھا کر گاڑی تک لے آیا، تھیوڈور کیونے گونڈا کو آزاد کرنے کے لئے پیچھے ہی ٹھہر گیا۔ اس کے علاوہ میں نے اسے ایک خط بھی دیا جو بیرونس کے نام تھا۔ اپنے اس خط میں میں نے بیرونس کو سارے واقعے سے آگاہ کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ ایگنس کے والد ڈان گسٹن کو مطلع کر دے کہ میں ان کی بیٹی سے شادی کرنے جا رہا ہوں۔ اپنے اس خط میں میں نے اسے اپنا اصلی نام بھی بتا دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ میں شریف، خاندانی اور امیر زادہ ہوں چنانچہ ایگنس کسی گمنام اور کم حیثیت شخصیت کی بیوی نہیں بن رہی اور اسے یقین دلایا تھا کہ حالانکہ اس کی محبت کا جواب محبت سے نہ دے سکا اس کے باوجود اس کا دوست بنا رہوں گا اور اس کی مہربانیوں کا خواہاں رہوں گا۔

میں گاڑی میں سوار ہوا، ایگنس پہلے ہی سے اندر بیٹھی ہوئی تھی۔ تھیوڈور نے دروازہ بند کیا اور گھوڑے گاڑی کو لے کر بھاگ پڑے۔ ابتدا میں تو مجھے گاڑی کی اس تیز رفتاری سے مسرت حاصل ہوئی لیکن جب ہم قصر اور خطرے سے دور نکل گئے تو میں نے کوچوانوں کو آواز دے کر رفتار کم کرنے کو کہا۔ انھوں نے میرے اس حکم کی تعمیل کرنا چاہی لیکن کامیاب نہ ہوئے، گھوڑے بے قابو ہو گئے تھے اور کوچوانوں کی لگامیں کھینچنے کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔ وہ حیرت انگیز رفتار سے بھاگے کیا اڑے جا رہے تھے۔ حیرت اور خوف کی چیخوں کے ساتھ کوچوانوں نے گھوڑوں کو روکنے کی کوششیں اور بھی زیادہ تیز کر دیں لیکن گھوڑوں کو نہ رکنا تھا نہ رکے بلکہ اب وہ دولتیاں بھی چلا رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لگامیں ٹوٹ گئیں اور کوچوان خوف کی فلک شگاف چیخوں کے ساتھ اندھا دھند بھاگتی ہوئی گاڑی پر سے نیچے کود پڑے۔ فوراً آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے۔ ہمارے چاروں طرف ہوا خوفناک آواز میں چنگھاڑنے لگی، بجلی چمکنے اور بادل دل دہلا دینے والی آواز میں

گرجنے لگے۔ ایسا لرزہ خیز طوفان میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ عناصر کی اس اتھل پتھل سے شاید خوفزدہ ہو کر گھوڑوں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی تیز — تیز — اور تیز — وہ گاڑی کو کھنڈروں اور ٹیلوں پر سے گھسیٹے لئے جا رہے تھے، وہ ڈھلانوں پر چڑھ رہے تھے اور بے حد خطرناک اور عمودی ڈھلانیں اتر رہے تھے اور کبھی تو میں یوں محسوس کرتا جیسے وہ گاڑی سمیت اڑ رہے ہوں اور ہوا کو پیچھے چھوڑ رہے ہوں۔

اس تمام عرصے میں میری ساتھی میری آغوش میں بے حس و حرکت پڑی رہی، بڑھتے ہوئے خطرے کے پیش نظر میں ایگنس کو ہوش میں لانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کہ ایک زبردست تڑاخ کی آواز نے اطلاع دی کہ ہماری اس مجنونانہ دوڑ کا خاتمہ اور بھی خطرناک طور پر ہو رہا تھا۔ گاڑی کے ٹکڑے اڑ گئے۔ میرا سر کسی سخت چیز سے ٹکرایا اور پھر پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا کیونکہ میں بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ چند دیہاتی میرے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ میں جرمن زبان ٹھیک ٹھیک بول لیتا تھا۔ چنانچہ ہوش آتے ہی میں نے ان سے ایگنس کے متعلق پوچھا۔ تم میری حیرت اور مایوسی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب ان لوگوں نے بتایا کہ اس وضع قطع کی دوشیزہ کی عورت کہیں اور کسی جگہ نہیں دیکھی گئی۔ انھوں نے کہا کہ وہ اپنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے کہ انھوں نے بگھی کے ٹکڑے دیکھے اور گھوڑے کو کراہتے سنا۔ چار گھوڑوں میں سے یہ ایک ہی زندہ تھا، بقیہ تین میرے قریب مرے پڑے تھے۔

میں نے ایگنس کی طرف سے متفکر اور پریشان ہو کر دیہاتیوں سے درخواست کی کہ وہ بکھر کر ایگنس کو تلاش کریں۔ میں نے اس کا حلیہ تفصیل سے بیان کر کے وعدہ کیا کہ جو بھی اس کی خبر لائے گا اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔

رہا میں تو خود ایگنس کی تلاش میں ان کے ساتھ نہ جا سکتا تھا کیونکہ میری دو پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں اور مجھے توقع نہ تھی کہ آئندہ میں سیدھا اور لنگڑائے بغیر چل سکوں گا۔

دیہاتیوں نے میری درخواست پر عمل کیا۔ چار دیہاتی وہیں ٹھہر گئے اور بقیہ ایگنس کی تلاش میں چلے گئے۔ ان چاروں نے، جو میرے پاس ٹھہر گئے تھے موٹی اور مضبوط ٹہنیوں کا اسٹریچر بنایا اور مجھے قریبی شہر تک لے جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ میں نے اس شہر کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ راٹسبون تھا۔ میں دم بخود رہ گیا اور مجھے یقین نہ آیا کہ ایک رات میں اتنا لمبا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ میں نے دیہاتیوں کو بتایا کہ گزشتہ رات ایک بجے میں روزوالڈ گاؤں میں سے گزر رہا تھا تو انھوں نے سر ہلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور آپس میں ایسے اشارے کئے جن سے

معلوم ہوا کہ وہ لوگ مجھے پاگل سمجھتے تھے۔

مجھے ایک صاف ستھری اور عمدہ سرائے میں لے جا کر فوراً بستر پر لٹا دیا گیا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے میرے شانے کی اتری ہوئی ہڈی چڑھا دی۔ پھر اس نے میری دوسری چوٹیں اور زخم دیکھے اور یقین دلایا کہ ان میں سے ایک بھی چوٹ ایسی نہ تھی جو مجھے عمر بھر کے لئے لولا لنگڑا کر دے۔ البتہ اس نے یہ ضرور حکم دیا کہ میں آزمائشی اور تکلیف دہ صحت یابی کے لئے تیار ہو جاؤں۔ میں نے جواب دیا کہ اگر وہ مجھے مطمئن اور پرسکون کرنا چاہتا ہے تو مجھے اس لڑکی کی خبر لا دے جو ڈزن والڈ سے میرے ساتھ چلی تھی اور حادثے کے وقت تک میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔ اس پر وہ صرف مسکرا دیا اور کہا کہ میں اطمینان رکھوں کہ ہر طرح سے میری خبر گیری کی جائے گی۔

یکے بعد دیگرے دیہاتی واپس آئے اور بتایا کہ میری بدقسمت محبوبہ کا کوئی سراغ انہیں کہیں نہیں ملا تھا۔ چونکہ انہیں کہیں ایسی عورت نہ ملی تھی اور نہ دکھائی دی تھی جس کا حلیہ میں نے بیان کیا تھا اس لئے انہوں نے اسے میرے پاگل دماغ کی اپج سمجھا اور میری باتوں اور درخواستوں کی طرف پھر کوئی دھیان نہ دیا۔

حالانکہ میرا سامان میرے فرانسیسی ملازم کے پاس میونخ میں تھا لیکن طویل خرچ کے خیال سے میں نے بہت سا روپیہ اپنے ساتھ لے لیا تھا چنانچہ میرا بٹوہ بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ میرا رختِ سفر بھی بڑا مفید ثابت ہوا اور سرائے میں مجھے ہر طرح سے آرام پہنچایا گیا۔

پورا دن گزر گیا، لیکن ایگنس کی کوئی خبر نہ ملی۔ چنانچہ میری پریشانی، مایوسی میں تبدیل ہو گئی۔ میں نے اس کے متعلق پوچھنا ترک کر دیا اور خاموش ہو کر اداس خیالات کے بھنور میں پھنس گیا۔ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق میں نے دوا پی لی۔ رات کا اندھیرا اترا اور میرے تیماردار چلے گئے تاکہ اب میں آرام کر لوں۔

لیکن میری قسمت میں آرام کہاں؟ نیند کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ میں بے تابی سے کروٹیں بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ قریبی گھنٹہ گھر نے ایک کا گجر بجایا۔

گجر کی گونج ابھی فضا میں تھرا رہی تھی کہ دفعتاً ایک عجیب طرح کی ٹھنڈک میرے جسم پر دوڑ گئی۔ میں کانپ گیا یہ جانے بغیر کہ یہ ٹھنڈک اور کپکپی کیسی اور کیوں تھی۔ میرے ماتھے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دفعتاً میں نے بوجھل قدموں کی مدھم چاپ سنی جو زینہ چڑھ رہی تھی۔ خدا جانے کیوں خوفزدہ ہو کر میں بستر پر اٹھ بیٹھا اور پردہ ہٹا دیا۔ آتشدان میں بجھتی ہوئی آگ کی ناکافی اور مردہ روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ دھڑ سے کمرے کا

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

دروازہ کھلا۔ ایک بھوت نما شبیہ کمرے میں داخل ہوئی اور تیز تیز قدموں سے میرے بستر کی طرف بڑھی۔ میں نے خوف سے کانپ کر اپنی اس آدھی رات کے ملاقاتی کی طرف دیکھا۔

میرے خدا! یہ خونیں نن تھی۔ اس نے آہستہ سے اپنے چہرے پر سے نقاب اٹھائی اور میں نے جو کچھ دیکھا اس نے میرا خون منجمد کر دیا۔ میرے سامنے ایک زندہ مردہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا لمبا اور خوفناک تھا۔ اس کے رخسار اور ہونٹ بے خون کے اور سفید تھے۔ موت کی زردی اس کے چہرے پر عیاں تھی اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی اور بے نور تھیں جو مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

میں بُت بنا اس آسیب کی طرف دیکھ رہا تھا اور اتنا خوف زدہ تھا کہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ میں نے لوگوں کو مدد کے لئے پکارنے کی کوشش کی لیکن میرے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ میرے ہوش و حواس گم تھے اور اعصاب تن کر بیکار سے ہو گئے تھے۔ میں جس طرح اور جس حال میں تھا اسی طرح بیٹھا رہا۔

خونیں نن چند منٹوں تک خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اس نے کھنچی ہوئی اور غیر ارضی آواز میں کہا۔

"رائمنڈ! رائمنڈ! تم میرے ہو
رائمنڈ! رائمنڈ! میں تمہاری ہوں۔
جب تک تمہاری رگوں میں خون گردش کرتا رہے گا
میں تمہاری ہوں
تم میرے ہو
میرا جسم تمہارا ہے اور میری روح تمہاری ہے۔

خوف سے بدحواس ہو کر میں سنتا رہا اور خونیں نن میرے ہی کہے ہوئے الفاظ، جو میں نے ایگنس کے لئے کہے تھے، دہراتی رہی۔ پھر وہ میرے بستر کے پائنتی بیٹھ گئی اور اب وہ خاموش تھی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی غیبی قوت تھی جس نے مجھے جکڑ رکھا تھا کیونکہ کوشش کے باوجود میں اس کی نظر سے اپنی نظر کو نہ چھڑا سکا اور اس کے چہرے پر سے نگاہیں نہ ہٹا سکا۔

اس طرح وہ پورے ایک گھنٹہ تک بیٹھی رہی۔

آخر کار گھنٹہ گھر نے دو بجائے۔ وہ اٹھ کر میرے سامنے آئی، اس نے اپنے سرد ہاتھوں میں میرا ہاتھ لے لیا جو بے جان سا بستر پر پڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے جھک کر میرے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے جو شبنم میں بھیگے ہوئے سنگریزے کی طرح سرد تھے اور ایک بار پھر اس نے کہا۔

"رائمنڈا! رائمنڈا! تم میرے ہو
رائمنڈا! رائمنڈا! میں تمہاری ہوں۔"

پھر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئی پھر دروازہ بند ہوگیا۔ فوراً ہی وہ سحر ٹوٹ گیا جو مجھ پر حاوی تھا۔ میری رگوں کا منجمد خون پھر جاری ہو کر یوں تیزی سے دل کی طرف بھاگا کہ میں برداشت نہ کر سکا اور تقریباً بے جان ہو کر بستر پر ڈھے گیا اور میرے منہ سے ایک زبردست کراہ نکل گئی۔

میرے کمرے کے متصل سرائے کے مالک اور اس کی بیوی کا کمرہ تھا، میری کراہ سن کر مالک کی آنکھ کھل گئی اور وہ گھبراہٹ کے عالم میں میرے کمرے میں بھاگا آیا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے اس کی بیوی بھی آ گئی۔ بڑی کوششوں کے بعد وہ مجھے ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے انھوں نے فوراً ہی ڈاکٹر کو بلا بھیجا۔ اس نے میرے حواس قدرے ٹھکانے لگائے اور پو پھٹنے سے کچھ پہلے سو گیا لیکن اس نیند میں بھی بھیانک خواب مجھے پریشان کرتے رہے چنانچہ جب میں بیدار ہوا تو بدستور تھکا ہوا اور بے دم سا تھا۔ میرا بخار کم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی گیا تھا اور میری دماغی پریشانی میری ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے میں مدد کرنے کے بجائے مجھے زیادہ تکلیف میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ چنانچہ مجھ پر بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر دن بھر میری قریب بیٹھے رہے۔ ادھر ایگنس کا خیال بھی مجھے پریشان کئے ہوئے تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جب اس منحوس رات کو اس نے مقررہ مقام پر مجھے نہ پایا ہوگا تو کیا سوچا ہوگا اور اس خیال نے تو مجھے خوفزدہ ہی کر رکھا تھا کہ وہ مجھے بے وفا یقین کر چکی ہوگی۔ تاہم یہ خیال میری ڈھارس بندھائے ہوئے تھا کہ میں نے جو خط تھیوڈور کو لکھا تھا وہ ایگنس کو میری وفاداری کا یقین دلا دے گا۔

چنانچہ اس طرف سے قدرے مطمئن ہو کر میں نے اپنے خیالات کی باگ خونیں نن کی طرف موڑ دی اور سوچا کہ کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ وہ آسیب اب میرے پاس نہ آئے چنانچہ اس کے لئے میں نے یہ کیا کہ سرائے کے مالک سے درخواست کی کہ ایک نوکر میرے کمرے میں رات بھر بیٹھا رہے۔

بے پناہ تھکن اور خواب آور دوا کے اثر سے آخر کار مجھے نیند آ گئی اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے نیند کی سخت ضرورت تھی۔ میں چند گھنٹوں تک گہری اور پرسکون نیند سویا تھا کہ قریبی گھنٹہ گھر نے ایک کا گجر بجایا۔ میری آنکھ کھل گئی اور گجر کی آواز نے مجھے پچھلی رات کی ساری خوفناکی یاد دلا دی۔ وہی ٹھنڈک مجھ پر مسلط ہوگئی اور اسی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا اور تب میں نے دیکھا کہ نوکر میرے قریب ہی بیٹھا گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے پکارا اور زور زور سے جھنجھوڑا بھی لیکن وہ بیدار نہ ہوا اور پھر۔

پیروں کی وہی چاپ زینہ چڑھ رہی تھی — دروازہ کھلا — اور ایک بار پھر خونیں نن میرے سامنے کھڑی تھی، ایک بار پھر میرے اعضاء، میرا پورا جسم جیسے جکڑ دیا گیا تھا۔ میں خود بے بس تھا اور ایک بار پھر میرے کانوں نے وہی منحوس اور خوفناک الفاظ سنے۔

"رائمنڈا! رائمنڈا! تم میرے ہو۔
رائمنڈا! رائمنڈا! میں تمہاری ہوں۔"

پھر وہی منظر دہرایا گیا جس نے ایک رات پہلے مجھے اتنا خوفزدہ کر دیا تھا۔ خونیں نن نے ایک بار پھر اپنے سرد ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا۔ ایک بار پھر اپنے مردہ سرد ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھے اور جب گھڑی نے دو بجائے تو وہ چلی گئی۔

اور پھر ہر رات یہی ہونے لگا۔

چنانچہ میرے دماغ کی مسلسل پریشانی اور ہر رات کا سنسنی خیز خوف میرے روبہ صحت ہونے میں مانع ہوا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کئی مہینوں کے بعد ہی میں اپنا بستر چھوڑنے کے قابل ہوسکا لیکن وہ بھی اس طرح کہ جب میں بستر سے اٹھ کر صوفے تک گیا تو میری سانس پھول رہی تھی اور میں ایسا بے دم تھا کہ کسی کی مدد اور سہارے کے بغیر کمرے سے باہر نہ جا سکا۔ سب میری اس حالت پر حیران تھے، لیکن کوئی اس کے اصل سبب سے واقف نہ تھا کیونکہ میں نے ہر رات آسیب کی آمد کی بات صرف اپنے تک ہی رکھی تھی کہ خونیں نن کا بھوت سوائے میرے کسی اور کو نظر بھی نہ آتا تھا۔

تمہیں تعجب ہوگا لورانزو کہ اس عرصے میں میں نے تمہاری بہن کے متعلق کوئی تحقیقات نہ کی۔ تھیوڈور بڑی دقتوں کے بعد میرا مسکن تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ میرے پاس پہنچ گیا اس نے اس طرف سے تو مجھے مطمئن کر دیا کہ ایگنس صحیح سلامت اور محفوظ تھی اور ساتھ ہی اس نے مجھے یہ بھی یقین دلا دیا تھا کہ ایگنس کو آزاد کرانا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ خود میں پوری طرح سے تندرست ہو کر اسپین نہیں لوٹ جاتا۔

اب میں یہ بتا دوں کہ خود ایگنس پر کیا گزری۔ یہ واقعات کچھ تو مجھے تھیوڈور سے معلوم ہوئے تھے اور کچھ خود ایگنس سے۔

جس منحوس رات کو وہ میرے ساتھ فرار ہونے والی تھی اس رات چند در چند وجوہات اور مجبوریوں کی وجہ سے وہ وقت مقررہ پر اپنے کمرے سے نہ نکل سکی، لیکن آخر کار وہ آسیب زدہ کمرے میں پہنچ ہی گئی، زینہ اتر کر بڑے کمرے میں اور وہاں سے باہر آ گئی جیسا کہ اسے یقین تھا۔

اس نے قصر کا بڑا پھاٹک کھلا پایا اور وہ باہر آ گئی، لیکن جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچی تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت اور مایوسی کی انتہا نہ رہی کہ میں اس کے استقبال کو وہاں موجود نہ تھا۔ اس نے مجھے غار میں اور قریب کے جنگل میں پورے دو گھنٹوں تک تلاش کیا لیکن میں وہاں ہوتا تو اسے ملتا، وہ غریب کیا جانتی تھی کہ میں اس کے دھوکے میں خونیں تن کو لے کر چلا گیا تھا چنانچہ اب اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہ رہ گیا تھا کہ اس سے پہلے کہ بیرونس کو اس کی غیر موجودگی کا پتہ چل جائے وہ قصر میں پہنچ جائے۔

جب وہ قصر کے پھاٹک پر پہنچی تو دو بج چکے تھے اور محتاط پہرے دار نے پھاٹک بند کر دیا تھا۔ ایلگنس نے ہمت کر کے پھاٹک کے آہنی حلقے سے ہلکی سے دستک دی، پہرے دار کانزاد نے یہ آواز سنی تو اٹھ کر آیا، ڈرا یک کواڑ کھول کر باہر دیکھا تو خونیں تن کا بھوت کھڑا تھا، خوف کی ایک چیخ کے ساتھ وہ وہیں اپنے گھٹنوں پر گر گیا، ایلگنس سہمے ہوئے کانزاد کے قریب سے نکل چلی گئی، اپنے کمرے میں پہنچی، خونیں تن کا لباس اتار کر ایک طرف پھینکا اور انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنے آپ کو بستر پر ڈال دیا۔

ادھر تھیوڈور نے جب دیکھا کہ میں ایلگنس کو (جو دراصل خونیں تن تھی) لے کر فرار ہو گیا ہوں تو وہ خوشی خوشی گاؤں لوٹ گیا۔ دوسرے دن صبح اس نے کیونے گونڈا کو آزاد کیا اور اسے لے کر قصر نڈن برگ پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ بیرن، بیرونس، اور ڈان گسٹن اس عجیب واقعہ پر بحث کر رہے تھے جو قصر کے پہریدار نے بیان کیا تھا کہ گزشتہ رات جب خونیں تن واپس آئی تھی اور پھاٹک کھلوایا تھا۔ وہ کسی نتیجے پر پہنچے نہ تھے کہ تھیوڈور کیونے گونڈا کو لے کر پہنچ گیا اور اس نے یہ معمہ حل کر دیا۔ اس کا بیان سننے کے بعد ان سب کو یقین ہو گیا کہ تھیوڈور نے جس کو میری گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا تھا وہ دراصل خونیں تن تھی اور وہ بھوت، جس نے کانزاد کو خوفزدہ کر دیا تھا، کوئی اور نہیں بلکہ ڈان گسٹن کی بیٹی ایلگنس تھی۔

ان لوگوں کی حیرت ذرا کم ہوئی تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بیرونس نے دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ اب ایلگنس فوراً نن بن جائے۔ میں نے اسے جو خط لکھا تھا وہ اس نے کسی کو نہ دکھایا (اپنے اس خط میں میں نے اپنا نام اور خاندان ظاہر کر دیا تھا) بیرونس نے مجھے نئے رنگوں میں پیش کرنا شروع کیا اور کہا کہ میں ایک گمنام اور خود غرض آدمی تھا۔ مجھ سے بھی یہ حماقت سرزد ہو گئی تھی کہ میں نے اپنی محبوبہ کو اپنا اصلی نام نہ بتایا تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ ایلگنس مجھ سے محبت کرے نہ کہ مجھے مارکوئیز دی لاسسترا ان کا بیٹا اور وارث سمجھ کر چاہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا قصر میں بیرونس

کے علاوہ کوئی میرے اصلی نام اور خاندان سے واقف نہ تھا۔ ڈان گسٹن نے بیرونس سے اتفاق کیا ایلگنس کو اسی وقت ان سب کے سامنے طلب کیا گیا۔ اس پر الزام لگایا گیا کہ خود اس نے فرار کی تجویز اور ترکیب گھڑی تھی، اسے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا گیا اور لوگوں نے جس طرح ٹھنڈے دل سے اس کا بیان سنا اس نے خود ایلگنس کو حیرت زدہ کر دیا پھر اسے بتایا گیا کہ میری بے وفائی اور خود غرضی کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں ناکام رہی — تم سمجھ سکتے ہو لورانزو کہ اس وقت ایلگنس کے جذبات کیا رہے ہوں گے اور اس کے دل کو کتنا صدمہ پہنچا ہو گا — ادھر بیرونس نے کیونے گونڈا کو ذرا دھمکا کر ایلگنس کے سامنے یہ بیان دینے پر مجبور کر دیا کہ میں نے اسے آزاد کر کے کہا کہ وہ ایلگنس کو مطلع کر دے کہ ہمارے، یعنی میرے اور ایلگنس کے تعلقات ہمیشہ کے لئے ختم ہوئے اور یہ کہ میں غلط اطلاعات کی بنا پر اس سے محبت کرتا رہا تھا جو جھوٹی تھیں کیونکہ میں ایسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا جس کے پاس دولت اور جائداد نہ تو ہے اور نہ ورثے میں ملنے کی امید ہے۔

ظاہر ہے کہ میرے یوں اچانک چلے جانے سے کیونے گونڈا کے اس بیان کو تقویت پہنچی۔ اگر تھیوڈور وہاں ہوتا تو وہ اس بیان کو جھٹلا کر حقیقت ظاہر کر دیتا، لیکن بیرونس کے حکم سے کمرے سے باہر رکھا گیا۔ جس چیز نے مجھے ٹھگ اور دغاباز ثابت کر دیا وہ لورانزو خود تمہارا خط تھا جو عین اسی وقت آ گیا تھا جس میں تم نے صاف صاف لفظوں میں کہا تھا تم کسی ڈان الفانسو کو نہیں جانتے۔ چنانچہ تمہارے خط، بیرونس کی عیاری اور کیونے گونڈا کے بیان نے میری بے وفائی ثابت کر دی اور اوپر سے ڈان گسٹن کے غصے اور دھمکیوں نے رہی سہی کسر پوری کر کے ایلگنس کو خانقاہ کی تنہائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ میری بے وفائی نے اس کا دل توڑ دیا تھا اور اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے ہر طرف سے مایوس ہو کر نن بننا قبول کر لیا۔ وہ مزید ایک مہینہ قصر نڈن برگ میں رہی اور پھر اپنے باپ ڈان گسٹن کے ساتھ اسپین چلی گئی۔ اب تھیوڈور کو آزاد کر دیا گیا۔ وہ سیدھا میونخ کے لئے روانہ ہو گیا کیونکہ میں نے کہا تھا کہ میں اسے اپنی خیریت بھیجوں گا، لیکن وہاں پہنچ کر اسے لوگوں سے معلوم ہوا کہ میں میونخ پہنچا ہی نہ تھا چنانچہ اس نے میری تلاش شروع کر دی اور آخرکار راٹیبون میں میرے پاس پہنچ گیا۔

میں اتنا بدل گیا تھا کہ وہ مجھے بمشکل پہچان سکا اور مجھے دیکھ کر اس کے چہرے سے دکھ کے جو جذبات ظاہر ہوئے ان سے پتہ چلتا تھا کہ وہ مجھے کس قدر چاہتا تھا۔ اب تھیوڈور کا ہی ساتھ اور محبت میرے لئے باعث تسلی تھا کیونکہ میں اسے اپنے نوکر سے زیادہ اپنا ساتھی اور بہترین

دوست سمجھتا تھا۔ اس کی باتیں دلچسپ اور عقلمندانہ ہوتیں جو میرا دل بہلاتیں اور اس کے غائب ذہن عارس بندھانے والے ہوتے تھے۔

ایک شام میں صوفے پر لیٹا ہوا اداس خیالات میں گم تھا اور تھیوڈور کھڑکی کے سامنے کھڑا دو کوچوانوں کا جھگڑا دیکھ رہا تھا، وہ دونوں سرائے کے صحن میں کسی سے مار کٹائی کر رہے تھے۔

"آہا۔" دفعتاً تھیوڈور نے کہا۔ "یہ مغل اعظم یہاں کہاں سے آ گیا؟"

"کون مغل اعظم؟" میں نے پوچھا۔

ایک آدمی ہے، جس نے میونخ میں مجھ سے عجیب بے سروپا باتیں کہی تھیں۔"

"مثلاً؟"

"اب آپ نے پوچھا ہے تو مجھے بھی یاد آیا ہے سینور۔ حقیقت میں اس نے آپ کے نام پیغام دیا تھا لیکن وہ ایسا احمقانہ تھا کہ میں نے آپ کے سامنے دہرانا مناسب نہ سمجھا۔"

"پھر بھی؟"

"جب میں میونخ پہنچا تو یہ آدمی "رومی شہنشاہ" نامی سرائے میں مقیم تھا۔ سرائے کے مالک نے اس پُراسرار آدمی کے متعلق مجھے عجیب باتیں بتائیں۔ مثلاً شہر میں اس کی کوئی جان پہچان والا نہیں ہے، وہ بہت کم بولتا ہے اور کبھی بھولے سے بھی مسکراتا نہیں۔ البتہ اس کا بٹوہ سرائے کے مالک کے بقول "بھرا ہوا ہے اور وہ ٹھاٹھ سے رہتا ہے، کئی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کوئی عرب نجومی ہے اور کئی ایک کہتے ہیں کہ وہ شیطان کا چیلا ڈاکٹر فاؤسٹ ہے جسے شیطان نے ایک بار پھر جرمن میں بھیج دیا تھا۔ بہر حال سرائے کے مالک نے مجھ سے کہا کہ اس کے خیال میں وہ مغل اعظم ہے جو بھیس بدل کر گھوم رہا ہے۔"

"لیکن وہ پیغام ــــ اس کی وہ عجیب باتیں تھیوڈور ــــ؟"

"اوہ ــــ ہاں ــــ وہ تو میں تقریباً بھول ہی گیا تھا۔ خیر تو جب میں سرائے کے مالک سے آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا تو یہ پُراسرار آدمی میرے قریب سے گزرتے ہوئے ٹھٹھک گیا اور گھور کر میری طرف دیکھنے لگا ــــ "نوجوان۔ اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "جسے تم تلاش کر رہے ہو اسے وہ مل گیا ہے جس سے وہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اپنے آقا سے کہنا کہ جب گھڑی ایک کا گجر بجائے تو وہ مجھے یاد کرے۔"

"میرے خدا!" میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ فوراً جاؤ تھیوڈور اور اپنے اس مغل اعظم سے کہو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

تھیوڈور نے جیسی کہ اس کی عادت تھی، کوئی سوال نہ پوچھا اور اس پُراسرار آدمی کو بلانے دوڑ گیا۔ چند منٹوں بعد وہ اس شخص کو اپنے ساتھ لئے واپس آیا۔ واقعی عجیب شخص تھا وہ جس کے بشرے سے عجیب طرح کی شان اور وقار ٹپکتا تھا، نقوش تیکھے تھے، آنکھیں بڑی بڑی، کالی اور چمکدار تھیں جیسے ان کے پیچھے چراغ جل رہے ہوں۔ اس کے باوجود اس میں کوئی خاص بات تھی کہ اسے دیکھتے ہی میرے دل پر ایک عجیب طرح کا رعب اور خوف چھا گیا تھا۔ اس کا لباس سادہ تھا۔ بال لمبے اور بے ترتیب تھے، ماتھے پر کالے رنگ کا ریشمی فیتہ بندھا ہوا تھا جو اس کے وقار میں اور بھی اضافہ کر رہا تھا، اسے ایک عجیب طرح کی سنجیدگی جیسے اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔ اس کی چال دھیمی اور پُروقار تھی اور متانت اس کے قدم چوم رہی تھی۔ اس نے مجھے بڑی شائستگی سے سلام کیا اور پھر گھوم کر تھیوڈور کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ ذرا بھی بُرا مانے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟" اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا اس پُراسرار آدمی نے کچھ کہنا شروع کیا۔ "بے شک میں تمہیں رات کے اس مدقاتی سے چھٹکارا دلا سکتا ہوں۔ لیکن یہ کام میں اتوار کے دن سے پہلے نہیں کر سکتا۔ جب یوم سبت کی صبح طلوع ہوتی ہے تو اندھیرے کی قوتوں کا تصرف انسانوں پر بہت کم ہو جاتا ہے۔ سنیچر کے بعد خونیں دلہن پھر کبھی تمہارے پاس نہ آئے گی۔"

میں نے اس موضوع پر اس سے مزید کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور خود اس نے بھی گفتگو کا موضوع بدل دیا اور مختلف موضوعات پر باتیں کرنے لگا۔ اس نے ان ہستیوں کا ذکر کیا جو صدیوں پہلے اس دنیا سے اٹھ گئی تھیں۔ اس کے باوجود اس پُراسرار آدمی کی باتوں سے ایسا معلوم ہوا ــــ وہ ان سے ملا تھا۔ میں نے دور دراز ملکوں کا ذکر کیا اور کمال ہے کہ کوئی ایسا ملک نہ تھا جہاں یہ عجیب شخص نہ گیا ہو۔ اس نے ان ممالک کی جو تفصیلات بیان کیں انھوں نے مجھے دم بخود کر دیا۔ یہ شخص دنیا کے ہر چھوٹے سے چھوٹے شہر کی پھر وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں کیوں نہ ہو، ایک ایک گلی اور ایک ایک کوچے سے واقف تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ جہاں گرد تھا اور چونکہ اس نے تقریباً ساری دنیا کی سیر کی تھی اس لئے اس کی زندگی بڑی دلچسپ اور پُرلطف گزری ہوگی۔ اس پر اس نے اداسی سے سر ہلا دیا۔

"نہیں" ۔ اس نے کہا، مجھے جو دکھ ہے اسے دنیا میں کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ قسمت کی مجبوری سے میں ہر دم چکر میں رہتا ہوں اور کسی ایک جگہ مجھے پندرہ دن سے زیادہ قیام کرنے کی اجازت نہیں۔ دنیا میں میرا کوئی دوست نہیں ہے اور کبھی ہوگا بھی نہیں۔ میں اپنی اس دکھ بھری

اور تھکا دینے والی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن موت میرے قریب بھی نہیں آتی۔ مجھے اپنی آغوش میں لینا تو دور کی بات ہے۔"

اور اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر اپنے ماتھے پر بڑھتے ہوئے ریشمی فیتے پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ، مایوسی اور کینہ تھا جس نے میرے بدن میں خوف اور سنسنی کی لہر دوڑا دی۔ میں بے اختیار کانپ گیا۔

"ایسا شراپ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔" وہ بولا۔ "جو مجھے دیکھتا ہے وہ خوف سے کانپ جاتا ہے اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی موجودگی سے تمہاری پریشانیوں میں اضافہ نہ کروں گا۔ اس لئے سنیچر تک خدا حافظ۔

"اس رات گھڑی جب بارہ بجائے گی تو میں تمہارے دروازے پر ہوں گا۔"

اور اتنا کہہ کر وہ چلا گیا اور میں اس کی عجیب باتوں اور خود اس کی عجیب ہیئت پر حیرت کرتا رہ گیا۔ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ پُراسرار آدمی رائسیون میں آٹھ دنوں سے مقیم تھا چنانچہ خود اس کے بیان کے مطابق وہاں اب اسے چھ دن اور قیام کرنا تھا اور سنیچر ابھی تین دن دور تھا۔

اور پھر وہ رات آ گئی جس کا مجھے انتظار تھا۔

ادھر گھڑی نے بارہ بجائے اور ادھر وہ پُراسرار آدمی میرے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ایک صندوقچہ لئے ہوئے تھا جو اس نے آتش دان کے قریب رکھ دیا۔ اس نے کچھ کہے بغیر مجھے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور میں بھی خاموش رہا۔

اب اس نے صندوقچہ کھولا اور اس میں جو چیز سب سے پہلے نکلی وہ ایک چھوٹی سی چوبی صلیب تھی۔ وہ گھٹنوں پر جھک گیا۔ شاید وہ دعا مانگ رہا تھا۔ آخر کار اس نے احترام سے سر جھکایا، تین تین دفعہ صلیب کو بوسہ دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے صندوقچے میں سے ایک سرپوش والا پیالہ برآمد کیا جس میں کوئی مشروب تھا۔ یہ مشروب خون معلوم ہوتا تھا۔ اس نے یہ خون فرش پر چھڑکا اور پھر چوبی صلیب کا ایک سرا اس میں ڈبو کر اس سے کمرے کے بیچ میں فرش پر ایک دائرہ کھینچا۔ اس دائرے کی سرخ لکیر پر اس نے بہت سی عجیب چیزیں ترتیب سے رکھ دیں۔ کھوپڑی اور ران کی ہڈی وغیرہ۔ میں نے ایک بات خصوصیت سے دیکھی کہ یہ چیزیں اس نے صلیبوں کی شکل میں رکھیں۔ آخر میں اس نے ایک بڑی سی بائبل نکالی اور مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کے ساتھ اس سرخ دائرے میں چلا آؤں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

"دیکھو" وہ بولا۔ "منہ سے ایک لفظ نہ نکالنا۔ اس دائرے سے باہر قدم نہ رکھنا اور اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو نظر جھکائے رکھنا اور میرے چہرے کی طرف نہ دیکھنا۔"

وہ ایک ہاتھ میں صلیب اور دوسرے میں بائبل لئے کوئی دعا یا شاید بائبل کی کوئی آیت پڑھنے لگا۔ ایک کا گجر بجا۔ دور زینے پر آسیب کے پیروں کی چاپ سنائی دی۔ خونیں نن کمرے میں داخل ہوئی، دائرے کے قریب آئی اور ٹھٹک کر کھڑی رہ گئی۔ پُراسرار آدمی نے چند الفاظ کہے جو میری سمجھ میں نہ آئے۔ پھر اس نے بائبل پر سے اپنا سر اٹھایا۔ صلیب خونیں نن کی طرف بڑھائی اور گمبھیر اور صاف آواز میں کہا۔

"بیاٹرس! بیاٹرس! بیاٹرس!"

"کیا چاہتے ہو تم؟" خونیں نن نے کھوکھلی اور کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کس چیز نے تمہاری ابدی نیند میں خلل ڈالا ہے؟ تم کیوں اس نوجوان کو پریشان کر رہی ہو؟ تمہاری بے قرار اور بھٹکی ہوئی روح کو سکون کس طرح بخشا جا سکتا ہے؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔ میں خود اپنی قبر میں پریشان اور بے آرام ہوں۔ لیکن حکم ہے کہ میری سزائیں طویل سے طویل تر ہوتی چلی جائیں۔"

"بیاٹرس! اس خون کو پہچانتی ہو؟ بس تو اس کا واسطہ دے کر میں کہتا ہوں کہ جواب دو۔"

"میں اپنے عذاب دہندوں کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔"

"اور میرے حکم سے سرتابی کرو گی؟"

اس نے یہ الفاظ تحکمانہ لہجے میں کہے اور اپنے ماتھے پر سے فیتہ گھسیٹ لیا۔ اس کی ہدایت کے باوجود میں اپنے آپ کو روک نہ سکا، شوق تجسس نے مجھے مجبور کر دیا اور میری نگاہیں اس کے چہرے کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے دیکھا کہ اس کے ماتھے پر آتشی صلیب نقش تھی۔ اس کے ماتھے پر یہ سلگتی ہوئی صلیب دیکھ کر میں نے جیسا خوف اور سرد کپکپی محسوس کی اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں البتہ اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ خدا دشمن کو بھی ایسے خوف اور کپکپی سے دور رکھے میرے حواس چند لمحوں کے لئے گم ہو گئے اور اگر اس پُراسرار آدمی نے میرا ہاتھ نہ پکڑ لیا ہوتا تو میں دائرے سے باہر جا پڑتا۔ جب میرے حواس بجا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آتشی صلیب نے خونیں نن پر بھی فوری اور شدید اثر کیا تھا۔

"ہاں۔" وہ بولی "یہ علامت دیکھ کر میں کانپ گئی ہوں۔ میں تمہارے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔ بہت اچھا، سنو میری ہڈیاں اب تک بے گور پڑی ہیں۔ وہاں لنڈن برگ کے گڑھے میں

بڑی سزا دی ہیں۔ اب انہیں دفنانے کا کسی اور کو نہیں بلکہ اس نوجوان کو صرف اس نوجوان کو حق حاصل ہے۔ صرف اس کے ہونٹوں نے اس کا جسم اور اس کی روح میرے سپرد کر دی۔ چنانچہ جب تک وہ میری ہڈیاں لنڈن برگ کے غار میں سے نکال کر اندلس کے اپنے خاندانی قبرستان میں دفنا نہیں دیتا تب تک ہر رات میں اس کی ملاقات کو آتی رہوں گی۔ میری ہڈیاں دفنانے کے بعد اس نوجوان کو چاہئے کہ وہ پورے تیس دنوں تک میری روح کے سکون کے لئے گرجا میں دعا کرواتا رہے۔ اور پھر میں کبھی اس دنیا میں نہ آؤں گی۔ بس اب مجھے جانے دو۔ تمہارے ماتھے پر کی صلیب میں سے نکلتے ہوئے شعلے مجھے جھلسا رہے ہیں۔"

پُراسرار آدمی نے وہ ہاتھ جھکا لیا جس میں صلیب تھی اور جسے وہ خونیں نن کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔ خونیں نن نے اپنا سر جھکایا اور دوسرے ہی لمحے وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

پُراسرار آدمی مجھے لے کر دائرے سے باہر آیا اس نے صندوقچے میں بائبل اور دوسری چیزیں رکھ دیں اور پھر میری طرف گھوم گیا۔ میں اس کے قریب حیرت سے بُت کھڑا تھا۔

"ڈن ریمنڈ!" اس نے کہا۔ "تم نے سن لیا کہ خونیں نن کی کیا شرط ہے؟ چنانچہ اگر تم اطمینان اور سکون چاہتے ہو تو اس کی یہ شرط فوراً پوری کر دو۔ میرے لئے کہنے کو اور کچھ نہیں رہ جاتا ہے سوائے اس کے کہ بیاٹرس جب زندہ تھی تو اس کا نام ڈانس سسٹرانن تھا اور وہ تمہارے گھر دادا کی بڑی چچی تھی چنانچہ وہ تمہارے اجداد میں سے ہے اور اس لئے اس کی مٹی کا احترام تم پر فرض ہے۔ میں اس مقدس آدمی سے ذاتی طور پر واقف ہوں جس نے قصر لنڈن برگ میں آدھی رات کے وقت بیاٹرس کے لئے فتویٰ دیا تھا اور اسے ہر حق سے خارج کر دیا تھا۔ بیاٹرس کی سرگزشت میں نے اسی سے سنی تھی جو یوں ہے۔

"اپنے والدین کے جابرانہ حکم سے مجبور ہو کر بیاٹرس کم عمر میں ہی نن بن گئی لیکن جب وہ جوان ہوئی تو اس کے جذبات بھڑک اٹھے اور وہ انہیں دبا نہ سکی اس کے برخلاف اس نے اپنے شباب کے جذبات کی لگام چھوڑ دی اور ان کی تسکین کے لئے موقع کی منتظر رہی اور آخرکار اسے موقع مل گیا اور وہ بیرن لنڈن برگ کے ساتھ خانقاہ سے فرار ہو کر جرمنی پہنچ گئی۔ قصر لنڈن برگ میں وہ کئی مہینوں تک بیرن کی داشتہ کے طور پر رہی اپنی اس بغاوت اور نفس پرستی پر بس نہ کرتے ہوئے وہ ملحدہ بن گئی۔ وہ خدا کے وجود سے انکار کرنے اور خانقاہ کی زندگی اور مذہبی رسومات پر کڑی تنقید کرنے بلکہ کیچڑ اچھالنے لگی۔

قصر لنڈن برگ میں اسے آئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بیرن کے چھوٹے بھائی پر اس

کا دل آ گیا۔ وہ خوبصورت، جوان اور مضبوط جسم والا تھا۔ بیاٹرس اب اس کی آرزو میں بے قرار تھی۔ وہ اپنے اس جذبے کو چھپا نہ سکی لیکن بہت محتاط رہنا پڑا تھا کیونکہ بیرن کا چھوٹا بھائی آٹو وان لنڈن برگ کینے اور عیاری میں بیاٹرس سے چند قدم آگے ہی تھا۔ اس نے بیاٹرس کی محبت کا جواب بڑے حیلے سے محبت کے ساتھ محبت سے دیا اور اس کے جذبات کو اور بھی بھڑکا دیا۔ جب آٹو کو یقین ہو گیا کہ اب پوری طرح پھنس چکی ہے تو اس نے اپنی محبت کی قیمت یہ رکھی کہ بیاٹرس بیرن یعنی آٹو کے بھائی کا خون کر دے۔ اس کام کے لئے ایک رات مقرر کی گئی۔ آٹو نے جو قصر سے چند میل دور اپنی چھوٹی سی جاگیر میں مقیم تھا وعدہ کیا کہ اس رات ٹھیک ایک بجے وہ اس غار میں جو لنڈن برگ کا گڑھا کہلاتی ہے بیاٹرس کا انتظار کرے گا یہ کہ وہ اپنے ساتھ منتخب آدمیوں کا ایک دستہ لائے گا جن کی مدد سے وہ قصر کا مالک بن جائے گا اور اس کے فوراً بعد بیاٹرس سے شادی کر لے گا۔

"آخرکار وہ منحوس رات آ گئی۔ بیرن اپنی داشتہ کے ساتھ سو رہا تھا، گھڑی نے ایک بجایا ہی تھا کہ بیاٹرس نے اپنے تکیے کے نیچے سے خنجر نکال کر اپنے یار کے سینے میں اتار دیا۔ قاتلہ جلدی سے اپنے بستر میں سے اور خون میں لت پت اپنے یار کے پہلو میں سے نکل گئی اس نے ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے میں خون آلود خنجر لیا اور غار کی طرف چلی۔ بیرن کے بعد پہرے دار بیاٹرس سے ڈرتا تھا۔ چنانچہ اس کے حکم پر اس نے پھاٹک کھول دیا۔ بیاٹرس لنڈن برگ کے گڑھے پر کھڈ میں پہنچ گئی۔ آٹو حسب وعدہ وہاں اس کا منتظر تھا۔ آٹو یہ بات چھپانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کے قتل میں اس عورت کے ساتھ برابر کا شریک تھا اور پھر اس خیال نے بھی اس پر ہیبت طاری کر دی کہ وہ عورت اس کی محبت کا دم بھرتی تھی جو نفس کی غلام، کینہ پرور اور قاتلہ تھی چنانچہ کیا پتہ کسی روز وہ کسی تیسرے آدمی کے دام میں پھنس کر خود آٹو کو بھی ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ اپنا جرم چھپانے اور اس عورت سے نجات حاصل کرنے کے لئے آٹو نے بیاٹرس کے ہاتھ سے وہی خون آلود خنجر گھسیٹ کر اس کے سینے میں اتار دیا اور پھر وار پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

"اس کے بعد آٹو قصر کا بیرن بن گیا۔ اس کے بھائی کے خون کا سارا الزام مفرور نن کے سر تھوپ دیا گیا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی کبھی یہ بات نہ آئی کہ بیرن کا خون کرنے کے لئے آٹو نے بیاٹرس کو اکسایا تھا، لیکن بیاٹرس کی بےقرار روح قصر کو اپنا مسکن بنائے رہی۔ وہ نن کے لباس میں، کیونکہ اس شریعت کو اس نے توڑا تھا اور ایک ہاتھ میں وہ خنجر لئے، جس سے اس نے اپنے یار کو قتل کیا تھا اور دوسرے میں وہ چراغ جس نے اس اندھیری رات میں اسے راہ دکھائی تھی، آٹو کی خواب گاہ میں ہر رات آتی رہی۔ رات بہ رات اس آسیب کی وجہ سے آٹو کا خوف اور ہیبت بڑھتی

رہی۔ یہاں تک کہ ایک رات شدتِ خوف سے اس کا دل پھٹ گیا اور صبح وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ اس کی موت کے بعد بھی آسیب کا یہ پھیرا جاری رہا۔ بیارس کی ہڈیاں بے گور پڑی رہیں اور اس کی روح قصر میں پڑی رہی۔

اب لنڈن برگ کی جاگیر کا مالک ایک دور کا عزیز بنا۔ اس نے خونیں تن کے (کیونکہ لوگ اس آسیب کو یہی کہتے تھے) متعلق جو کچھ سنا تھا اس کی وجہ سے وہ خوف زدہ تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مشہور بھوت نکالنے والے کو بلایا۔ یہ بھوت نکالنے والا خونیں تن کو اس بات پر رضامند کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ ہر رات کے بجائے پانچ سال میں ایک دفعہ اپنے کمرے سے باہر آئے گی۔ خونیں تن نے حالانکہ اس بھوت نکالنے والے کو اپنی سرگزشت سنا دی تھی، لیکن اسے کسی اور کے سامنے دہرانے کی اجازت نہ دی تھی اور نہ ہی اس سے کہا تھا کہ وہ اس کی یعنی خونیں تن کی ہڈیوں دفنانے کا انتظام کروا دے۔ یہ فرض تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا چنانچہ تمہاری آمد تک اس کے بھوت کا قیام قصر میں ہی رہا۔ بہر حال وہ بھوت نکالنے والا خونیں تن کو اس کے کمرے میں ہی قید کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس کی موت کے بعد وہ ہر پانچویں سال اپنے کمرے سے نکلتی رہی اور وہ اسی رات اور اسی وقت اپنے کمرے سے نکلتی تھی جب اس نے اپنے سوتے ہوئے یار کو قتل کیا تھا۔ وہ قصر سے نکل کر غار میں جاتی جہاں اس کی ہڈیاں بے گور پڑی تھیں اور جب گھڑی دو بجاتی تو وہ قصر میں واپس آ جاتی اور آئندہ پانچ برسوں کے لئے اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔

ایک صدی تک یہ عذاب برداشت کرنا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ وہ زمانہ پورا ہوا۔ چنانچہ اب کچھ نہیں رہ گیا ہے سوائے اس کے کہ اس کی ہڈیوں کو سپردِ خاک کر دیا جائے۔ نوجوان ــــ خدا حافظ۔

میری دعا ہے کہ تمہاری اس دور کی عزیزہ کی روح قیامت تک اپنے مقبرے میں آرام کرتی رہے۔ میری قسمت میں تو قیامت تک بھٹکنا لکھا ہے۔ خدا نے مقبرے کا آرام و سکون مجھ پر حرام کر دیا ہے۔"

اور اب وہ پُراسرار آدمی رخصت کی تیاری کرنے لگا۔

"ایک منٹ میرے بزرگ۔" میں نے کہا۔ "جانے سے پہلے یہ بتاتے جائیے کہ میرا محسن کون ہے؟ آپ نے ان واقعات کا ذکر کیا ہے جو صدیوں پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اور آپ نے اس بھوت نکالنے والے سے بھی ملاقات کی ہے جو آپ کے بیان کے مطابق سو سال پہلے

انتقال کر چکا ہے۔ میرے بزرگ! اس سے میں کیا سمجھوں؟"

میری بے تابی اور درخواست سے مجبور ہو کر وہ میری حیرت اس شرط پر دور کرنے کے لئے تیار ہو گیا کہ میں اس وقت تو خاموش رہوں البتہ دوسرے دن صبح اس کی آمد کا منتظر رہوں کہ اس وقت آ کر وہ مجھے اپنے متعلق بتائے گا۔ ظاہر ہے کہ میں اسے مجبور نہ کر سکتا تھا چنانچہ میں بھی دوسرے دن صبح تک اس کا انتظار کرنے کے لئے رضامند ہو گیا اور پُراسرار اجنبی سلام کر کے رخصت ہوا۔ دوسرے دن علی الصبح ہی میں نے اس پُراسرار اجنبی سے متعلق تحقیقات کی تو یہ معلوم کر کے مجھے سخت مایوسی ہوئی کہ وہ رائٹیون سے چلا گیا تھا۔ اس دن سے لے کر آج تک نہ تو میں نے پھر کبھی اسے دیکھا اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی کبھی نہ تو کہیں اس سے ملاقات ہو گی اور نہ ہی اس کی کوئی خیر خبر ملے گی۔"

یہاں لورانزو نے اپنے دوست کی سرگزشت کو بیچ میں قطع کر دیا۔

"رائمنڈ!" اس نے پوچھا "تو کیا تم معلوم نہ کر سکے کہ وہ پُراسرار آدمی کون تھا؟ کم سے کم کوئی اندازہ تو لگایا ہی ہو گا۔"

"جب میں نے یہ واقعات اپنے چچا کارڈینل ڈیوک کو سنائے" مارکوس رائمنڈ نے جواب دیا۔ "تو انھوں نے بڑے یقین سے کہا کہ وہ اجنبی گردش زدہ یہودی[1] کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ چونکہ اسے ایک جگہ پندرہ دن سے زیادہ قیام کرنے کی اجازت نہیں اور پھر چونکہ اس کے ماتھے پر آتشی صلیب کا نقش تھا اس لئے میرے چچا کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے میں نے بھی اسے تسلیم کر لیا ہے اچھا تو اب میں اپنی بقیہ سرگزشت بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

"اس کے بعد میری صحت یوں سرعت سے سدھر گئی کہ میرا معالج بھی تعجب کرنے لگا۔ خونیں تن پھر میرے پاس نہ آئی اور میں صحت یاب ہوتے ہی لنڈن برگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بیرن نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا۔ میں نے اس سے راز داری کا وعدہ لے کر اسے اپنی اس وقت تک کی سرگزشت سنا دی اور بیرن یہ معلوم کر کے خوش ہو گیا کہ خونیں تن اب اس کے قصر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکی تھی۔ میری غیر موجودگی میں ڈونا روڈاننہ کے دل کی آگ کو ٹھنڈا نہ

---

[1] وہ یہودی جس کے متعلق روایت ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کا اس وقت مذاق اڑایا اور بے ادبی کی تھی جب آپ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق صلیب اٹھائے اس مقام کی طرف جا رہے تھے جہاں آپ کو مصلوب کیا جانے والا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا۔ جب تک دنیا میں دوبارہ نہ آؤں تو مارا مارا پھرے گا۔ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق وہ اب تک زندہ ہے اور ہر دم گردش میں رہتا ہے۔ (مترجم)

کر سکی تھی۔ چنانچہ وہ پھر مجھ سے محبت جتانے اور اپنی محبت کا جواب میری محبت سے حاصل کرنے لگی۔ لیکن مجھے تو اب اس سے گھن آتی تھی۔ بیوٹرس کی ہڈیاں غار میں پڑی رہ گئیں۔ چونکہ میں انہی ہڈیوں کو لینے لنڈن برگ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے قصر سے روانگی کا بگل بجا دیا۔ اوّل تو اس لئے کہ میں ان ہڈیوں کو دفنانا چاہتا تھا اور دوم اس لئے کہ بیرونس سے، جس سے مجھے نفرت تھی دور سے دور چلا جانا چاہتا تھا۔

میں تیزی سے ہسپانیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوکاس میرا سارا سامان لے کر لنڈن برگ میں مجھ سے آملا تھا۔ میں اپنے وطن میں بخیر وخوبی پہنچ گیا اور ذرا بھی تاخیر کئے بغیر اپنے والد کے قصر کی طرف، جو اندلس میں ہے، چل پڑا۔ بیوٹرس کی ہڈیاں دفن کی ساری رسومات کے ساتھ ہمارے خاندانی قبرستان میں رکھ دی گئیں اور اس کی ہدایت کے مطابق تیس دنوں تک اس کی روح کے لئے گرجا میں دعائیں کر دی گئیں۔ اب میں آزاد تھا اور ایگنس کے متعلق تحقیقات کر سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ایگنس کے مدرید پہنچنے سے پہلے ہی اس کی والدہ ڈونا ایلیا کا انتقال ہو چکا تھا اور لورانزو تمہارے متعلق معلوم ہوا کہ تم پردیس گئے ہوئے تھے، کہاں؟ یہ میں معلوم نہ کر سکا۔ رہے تمہارے والد تو وہ ڈیوک دی مدینہ کے پاس کسی دور کی جاگیر میں تھے۔ رہی ایگنس تو اس کے متعلق کوئی مجھے بتا نہ سکا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ ہوا۔

تھیوڈور حسب وعدہ اسٹراس برگ چلا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ اس کے دادا کا انتقال ہو چکا تھا اور مرحوم کا کل ورثہ تھیوڈور کی ماں مارگریٹ کو مل گیا تھا۔ مارگریٹ نے اپنے بیٹے کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس جگہ نہ رکا اور دوسری دفعہ اپنی ماں سے رخصت ہو کر میرے پاس مدرید آ گیا اور میرے ساتھ مل کر ایگنس کی کھوج لگانے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن ہمیں کامیابی نہ ملی۔

آج سے کوئی آٹھ مہینے پہلے میں ایک تفریح گاہ میں شام گزارنے کے بعد اپنے ہوٹل کی طرف لوٹ رہا تھا۔ رات اندھیری تھی، میں اکیلا اور خیالات میں گم تھا چنانچہ میں نے یہ تک نہ دیکھا کہ تھیئٹر سے ہی تین آدمی میرا پیچھا کر رہے تھے۔ ایک موڑ مڑ کر میں سڑک پر پہنچا، وہ ویران تھی اور وہاں ان تینوں نے اچانک مجھ پر حملہ کر دیا۔ رات کا اندھیرا میرا معاون ثابت ہوا کیونکہ وہ تینوں جو وار کر رہے تھے وہ اندھا دھند تھے اور وار مجھے پڑ رہے تھے اس کے باوجود میں زخمی تو ہو چکا تھا اور اگر تلواروں کی جھنکار سن کر ایک سپاہی میری مدد کو نہ آ گیا ہوتا تو یقیناً میں زندہ نہ بچ سکتا۔ وہ تلوار کھینچ کر میری مدد کو دوڑا اور چند شہری بھی جلتی ہوئی مشعلیں اٹھائے دوڑے آئے۔ اب مقابلہ

تقریباً برابر تھا اس کے باوجود بدمعاشوں کا پلڑا بھاری تھا اور اگر آس پاس کے گھروں کے ملازم نہ دوڑے آئے ہوتے تو ہمیں شکست ہو جاتی لیکن بہت سے آدمیوں کو دیکھ کر بدمعاشوں کے جی چھوٹ گئے اور وہ فرار ہو گئے۔

اب اجنبی میری طرف گھوم گیا اور پوچھا کہ کہیں میں زخمی تو نہیں ہوں۔ میں بے شک زخمی تھا اور میرے زخموں سے خون اتنا زیادہ نکل گیا تھا کہ میں کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ ٹھیک سے پہلے اجنبی کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکا کہ اس نے عین وقت پر آ کر میری جان بچائی۔ بہرحال میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے چند خادموں کو میرے ساتھ کر دے کہ وہ مجھے میرے والد کے ہوٹل ڈی سسٹران پہنچا دیں۔ میں نے سسٹران کا نام لیا تو اجنبی نے کہا کہ وہ نہ صرف اس نام سے واقف ہے بلکہ میرے والد کا دوست ہے اور کہا کہ جب تک میرے زخموں کی مرہم پٹی نہیں کر دی جاتی وہ مجھے اتنی دور نہ جانے دے گا۔ اس نے کہا کہ اس کا گھر قریب ہی ہے اور یہ کہ میں اس کے ساتھ چلا چلوں۔ چنانچہ میں اس کے گھر پہنچا۔ میرے محسن نے فوراً ہی اپنے خاندانی سرجن کو بلا بھیجا۔ میں ایک بے حد شاندار کمرے میں صوفے پر لٹا دیا گیا اور میرے زخموں کا معائنہ کرنے کے بعد اعلان کیا گیا کہ وہ خطرناک نہ تھے اس کے باوجود میرے محسن نے وہ رات اپنے گھر میں ہی گزارنے پر ایسا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا اور رات وہیں قیام کرنے پر راضی ہو گیا۔

اپنے محسن کے ساتھ تنہائی میسر آئی تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا جو اب تک ادا نہ کر سکا تھا اور میں نے اس کا احسان ماننے کے لئے مناسب و موزوں الفاظ کہے۔ "اس میں میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے نوجوان۔" میرا محسن بولا۔ "بلکہ الٹا میں خوش ہوں کہ مجھے تمہاری خدمت کا موقع ملا۔ تمہیں اور مجھے بھی میری بیٹی کا مشکور ہونا چاہئے کہ اس نے سینٹ کلارے کی خانقاہ میں مجھے اتنی رات گئے تک روک رکھا۔"

لورانزو! اب تم میری حیرت اور خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے کیونکہ میرا محسن کوئی اور نہیں بلکہ تمہارے اور ایگنس کے والد ڈان گسٹن ڈی مدینہ تھے اور خوشی اس بات پر تھی کہ انہیں کی زبانی مجھے معلوم ہو گیا کہ ایگنس سینٹ کلارے کی خانقاہ میں تھی لیکن میں نے ابھی اس خوشی کا اظہار ڈان گسٹن کے سامنے نہ کیا۔ میں نے بظاہر بے تعلق ہو کر ان کی بیٹی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ نن بن چکی ہے۔ ان کے اس جواب سے نہ تو میری خوشی کم ہوئی اور نہ ہی میں مایوس ہوا کیونکہ مجھے یقین تھا میرے چچا کا روم کلیسا میں جو اثر و رسوخ تھا وہ یہ آزمائے گا اور میں آسانی سے ایگنس کو اس کے عہد سے نجات دلا کر خانقاہ سے نکال لاؤں گا۔

عین اس وقت ایک خادم نے آکر اطلاع دی کہ جس بدمعاش کو میں نے جھڑپ میں زخمی کردیا تھا وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اسے ہوش بھی آگیا ہے۔ میں نے کہا کہ اسے فوراً میرے والد کے ہوٹل پہنچا دیا جائے کیونکہ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر حملہ کرکے میری جان لینے کی کوشش کیوں کی۔ اس پر مجھے مطلع کیا گیا کہ وہ بول سکتا تو ہے حالانکہ قدرے مشکل سے۔ ڈان کسٹن کا شوق تجسس بھی بڑھ ہوا تھا چنانچہ وہ مجھے مجبور کرنے لگے کہ میں ان کی موجودگی میں اس شخص سے سوالات کروں لیکن میں اس کے لئے تیار نہ ہوا اور کہا کہ ایک خاتون کے حکم سے میری جان لینے کی کوشش کی گئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ زخمی کے منہ سے اس خاتون کا نام نکل جائے اور چونکہ میں اس خاتون کو بدنام کرنا نہیں چاہتا اس لئے مناسب ہوگا کہ میں اکیلے میں ہی زخمی سے ملاقات کروں۔ اس پر ڈان کسٹن خاموش رہے چنانچہ اس بدمعاش کو میرے ہوٹل میں پہنچا دیا۔

دوسرے دن علی الصبح میں نے اپنے میزبان کو خدا حافظ کہا کیونکہ وہ خود بھی اسی دن ڈیوک کے پاس واپس جانے والے تھے۔ میرے زخم اتنے معمولی تھے کہ گزشتہ رات کی کمزوری میں اس وقت محسوس نہ کر رہا تھا۔ سرجن نے بدمعاش کے زخموں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ وہ خطرناک تھے اور یہ کہ اس کا آخری وقت آگیا تھا اور اس نے یہ غلط نہ کہا تھا۔ بہرحال غنڈے نے یہ اعتراف کیا کہ انتقام جو بیرونس ڈونا روڈالنا نے روپیہ دے کر اور مزید روپیہ دینے کا وعدہ کرکے اسے اور اس کے ساتھیوں کو مجھے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا اس اعتراف کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ غنڈہ مر گیا۔

اب میری تمام تر توجہ ایلکس کی طرف مبذول تھی اور میری ساری کوششیں یہ تھیں کہ کسی نہ کسی طرح ایلکس سے رابطہ قائم ہو جائے۔ تھیوڈور حسب معمول اس کام میں مصروف ہو گیا اور اس نے خانقاہ کے باغبان کو اتنی بہت سی رشوتیں دیں اور اتنے بہت سے وعدے کئے کہ وہ بڈھا پگھل گیا اور اس بات کے لئے تیار ہو گیا کہ وہ مجھے اپنے نائب اور معاون کے طور پر خانقاہ میں داخل کرلے گا۔ چنانچہ مجھے گندے لباس میں خانقاہ کی منتظم راہبہ کے حضور پیش کیا گیا۔ گندے لباس کے علاوہ میں نے یہ بھی کیا تھا کہ اپنی ایک آنکھ پر کالی گدڑی باندھے ہوئے تھا جیسا کہ ایک آنکھ سے کانے لوگ باندھتے ہیں۔ منتظم راہبہ نے جو خانقاہ کی سب سے بڑی راہبہ بھی تھی اور جسے کل اختیارات تھے، اپنے باغبان کے انتخاب کی تعریف کی اور مجھے ملازم رکھ لیا۔

چوتھے دن میں نے ایلکس کی آواز سنی۔ میں اس طرف تیز تیز قدم اٹھاتا بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے بڑی راہبہ آتی دکھائی دی۔ میں جلدی سے پیچھے ہٹ کر درختوں کے ایک جھنڈ

میں چھپ گیا۔

راہبہ آکر ایلکس کے قریب بنچ پر بیٹھ گئی۔ یہ بنچ اس جگہ سے جہاں میں چھپا ہوا تھا، زیادہ دور نہ تھی، میں نے راہبہ کی آواز سنی کہ وہ ایلکس کو یوں اداس ملول، بے پروا نہ رہی تھی۔ اس نے ایلکس سے کہا کہ اب وہ نن ہے۔ چنانچہ اپنے عاشق کے لئے رونا گناہ ہے اور بے وفا عاشق کے لئے رونا تو نری حماقت ہے۔ ایلکس نے اتنی نیچی آواز میں جواب دیا کہ میں سن نہ سکا کہ اس نے کیا کہا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس نے کوئی ناشائستہ جواب دیا ہوگا۔ عین اس وقت ایک خادمہ نے آکر راہبہ کو مطلع کیا کہ ملاقات کے کمرے میں اس کا انتظار کیا جارہا ہے۔ اس پر بڑھیا اٹھی، ایلکس کے رخسار پر بوسہ دیا اور چلی گئی جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو میں درختوں کے جھنڈ میں سے آیا۔ اور آہستہ آہستہ ایلکس کی طرف بڑھا کہ رفتہ رفتہ اس پر اپنے آپ کو ظاہر کروں۔ ایلکس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پہلی ہی نظر میں مجھے پہچان لیا۔ حالانکہ میں بھیس بدلے ہوئے تھا۔ حیرت کی ایک چیخ کے ساتھ وہ اٹھی اور خانقاہ کی طرف تقریباً بھاگنے لگی، لیکن میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے روک لیا اور کہا کہ خدا کے لئے وہ میری بات سن لے۔ چونکہ اسے یقین تھا کہ میں نے اس سے بے وفائی کی تھی اور اسے دھوکا دیا تھا اس لئے اس نے نہ صرف میری بات سننے سے انکار کردیا بلکہ مجھے باغ سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا۔ لیکن میں یوں ہار ماننے والا نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اسی جگہ قتل ہی کیوں نہ کردیا جاؤں میں اسے اپنی بات سنائے بغیر نہ جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ میں نے نہیں بلکہ اس کی محترم عزیزہ نے اسے دھوکا دیا تھا اور یہ کہ اگر اس نے میری بات سکون سے سنی تو اسے بھی یقین ہو جائے گا کہ میں اب بھی اسے دل و جان سے چاہتا ہوں اور اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

چنانچہ میری اس دھمکی سے کہ جب تک وہ میری بات نہ سنے گی نہ جاؤں گا اور پھر میری بحث اور قسموں نے اسے آخر کار مجبور کردیا اور اس نے کہا کہ وہ رات کے گیارہ بجے میری بات سننے اور مجھ سے آخری دفعہ ملنے ٹھیک اسی جگہ آئے گی چنانچہ اس سے وعدہ لینے کے بعد میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ خانقاہ کی طرف بھاگ گئی۔

میں نے اپنی کامیابی کا ذکر بوڑھے باغبان سے کیا تو اس نے مجھے وہ جگہ بتائی جہاں میں رات تک چھپ سکتا اور کسی کو میری موجودگی کا پتہ نہ چل سکتا تھا۔ چنانچہ جب میرے کام پر رخصت ہونے کا وقت آیا تو میں اس جگہ چھپ گیا اور اس مبارک گھڑی کا انتظار کرنے لگا جب ایلکس مجھ سے ملنے آنے والی تھی۔

حسب وعدہ ایلکس مقررہ وقت پر آ گئی اور میں نے اسے تفصیل سے بتایا کہ پانچ مئی کی اس منحوس رات کو میرے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔ ایلکس میری سرگزشت سے بے حد متاثر ہوئی اور جب میں خاموش ہوا تو اس نے اعتراف کیا کہ وہ مجھے غلط سمجھتی تھی اور یہ کہ میں اسے معاف کر دوں اور یہ کہ اس نے مایوس ہو کر خانقاہ کی تنہائی قبول کر لی تھی اور یہ کہ اب وہ اپنی عجلت پر پچھتا رہی تھی۔

"لیکن اب وقت گزر چکا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" اس نے کہا "اب میں قربان گاہ کے سامنے عہد کر کے اپنے آپ کو کنواری مریم اور مسیح کے لئے وقف کر چکی ہوں۔ خانقاہ کی زندگی سے مجھے نفرت تھی اور ہے بلکہ یہ نفرت دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی لیکن یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ مجھے اب بھی تم سے محبت ہے، وہی تم سے جسے میں اپنا شوہر تسلیم کر چکی تھی۔ لیکن اب یہ کیا ہو سکتا ہے؟ اب تو ہم دونوں کے درمیان ناقابل عبور خلیج حائل ہے جسے کسی طور پر پاٹا نہیں جا سکتا۔"

اب میں اس پر یہ ثابت کرنے لگا کہ ہماری شادی ناممکن نہیں ہے جیسا کہ اس نے سمجھ رکھا ہے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ اسے مسیح کے عہد اور بندھنوں سے معافی دلا کر آزاد کرایا جا سکتا ہے اور یہ کہ مجھے یقین ہے کہ جب ڈن کسٹن میرے نام اور خاندان سے واقف ہوں گے تو بڑی خوشی سے اسے یعنی ایلکس کو مجھ سے شادی کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ ایلکس نے جواب دیا کہ میں اس کے باپ کو نہیں جانتی۔ وہ سخت اور خدا ترس سہی لیکن مذہب کے سلسلے میں بڑے توہم پرست ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس بات کو بھی اپنے خاندان کی توہین سمجھیں گے کہ ان کی بیٹی مسیح سے کیا ہوا وعدہ اور قربان گاہ کے سامنے کھائی ہوئی قسم توڑ دے۔

"بہت اچھا۔" میں نے کہا۔ "ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ وہ شادی کی اجازت خوشی سے نہ دیں گے، وہ ہماری شادی کو پسند نہ کریں گے، لیکن ایلکس پیاری! میری بیوی بن جانے کے بعد والد کا تم پر کوئی اختیار نہ ہو گا۔ ویسے مجھے ان کی خوشی اور ناخوشی کی پرواہ بھی نہیں، لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ ہماری شادی ہو گئی ہے اور یہ کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنے گا تو پھر وہ تمہیں اور مجھے بھی قبول کر لیں گے، لیکن اگر وہ ہماری شادی کے بعد بھی تم سے ناراض رہتے ہیں تو ہماری محبت اور میرے عزیز و اقربا کا سلوک تمہارے والد کی کمی پوری کر دے گا اور تم انہیں بھولے سے بھی یاد نہ کرو گی۔"

"ڈان رائمنڈ!" ایلکس نے غصیلی اور فیصلہ کن آواز میں کہا۔ "میں اپنے والد سے محبت کرتی ہوں۔ بے شک اس ایک معاملے میں انہوں نے مجھ پر سختی کی ہے لیکن بچپن سے لے کر اب تک انہوں نے میری لاکھ ناز برداریاں کی ہیں اور اپنی شفقت کا ثبوت دیا ہے کہ ان کی یہ

شفقت میری زندگی کا ایک ضروری جزو بن گئی ہے۔ قربان گاہ کے سامنے میں نے جو قسمیں کھائی ہیں، انہیں توڑنا اس لئے ممکن نہیں کہ ان قسموں سے خود میں نے خدا سے اپنا ناطہ جوڑ دیا ہے، میں گنہگار بنے بغیر اسے توڑ نہیں سکتی۔ یہ ناقابل عفو گناہ اور جرم ہو گا چنانچہ ریمنڈ! مجھ سے شادی کرنے کا خیال تو اپنے دل سے ہمیشہ کے لئے نکال ہی دو۔"

ابھی ہم اسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے کہ خانقاہ کا گھنٹہ بجا اور ننوں کو تسبیح نیم شب کے لئے طلب کرنے لگا۔ اب ایلکس کا جانا ضروری تھا لیکن میں نے اسے اس وقت تک نہ جانے دیا جب تک کہ اس نے یہ وعدہ نہ کیا کہ وہ آئندہ رات بھی اسی وقت اور اسی جگہ مجھ سے ملنے آئے گی۔

چنانچہ ہر رات ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان کا سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا اور یہاں لورانزو میں تمہاری مہربانی اور معافی کا خواستگار ہوں۔ میرے دوست! کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے سوچو کہ حالات کیسے تھے، ہم دونوں جوان تھے اور پھر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے پھر ایلکس خانقاہ کی پابندیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ ان سب باتوں کو دھیان میں رکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ بے اختیار ہو کر اور جوانی کے اندھے پن میں کیا اور مجھے اس بات پر یقیناً معاف کر دو گے کہ ایک منحوس گھڑی میں ایلکس کا کنوارہ پن میرے جذبات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گیا جب ہم دونوں کے ہی جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تو ایلکس خوفزدہ ہو کر میری آغوش میں سے نکل آئی اور مجھے شیطان، بدمعاش اور درندہ اور عصمت کا لٹیرا وغیرہ کہنے اور اپنا سینہ کوٹنے لگی۔ میں خود اپنے کئے پر پشیمان تھا اور میری سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا اور کیسے ہو گیا۔ بہر حال میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور معافی مانگنے لگا، لیکن ایلکس نے اپنا ہاتھ گھسیٹ لیا۔

"خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا تو" اس نے غصے سے یوں چیخ کر کہا کہ میں لرز گیا۔ "میں نے تم پر بھروسہ کیا، تمہاری خاندانی عزت کو پیش نظر رکھ کر سمجھا کہ میری عزت تمہارے ساتھ محفوظ رہے گی لیکن اس کا صلہ مجھے یہ ملا کہ میری عصمت ہی لوٹ لی جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اب تو میں ایک رنڈی سے بھی گر گئی ہوں۔ لعنت ہے تم پر کہ تم نے میری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مجھے کہیں کا نہ رکھا۔

"بدمعاش! اب تم مجھے کبھی نہ دیکھ پاؤ گے۔"

اور وہ بھاگ کر خانقاہ میں چلی گئی۔

دوسرے دن صبح میں حسب معمول باغ میں پہنچا لیکن ایلکس کہیں دکھائی نہ دی۔ رات

ہوئی تو میں اس جگہ اس کا انتظار کرتا رہا جہاں ہم ملا کرتے تھے۔ لیکن وہ نہ آئی۔

کئی دن اور کئی راتیں اسی طرح گزر گئیں۔

اور آخر میں نے اپنی محبوبہ کو دیکھا، وہ ان کیاریوں کی روش پر آ رہی تھی جہاں میں کام کر رہا تھا۔ وہ اسی نوجوان خادمہ کے ساتھ تھی جس نے پہلے دن منتظمہ راہبہ کو اطلاع دی تھی کہ ملاقات کے کمرے میں اس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ ایگنس اس کا سہارا لئے ہوئے تھی اور صاف ظاہر تھا کہ وہ حد درجہ کمزور ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نظر میری طرف دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

جب تمیں اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں تو بوڑھا باغبان میرے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ اداس اداس سا تھا۔

"سینور؟" وہ بولا "اس بانو نے، جس سے آپ ملا کرتے تھے، مجھ سے ابھی کہا ہے کہ اگر آئندہ سے میں نے آپ کو باغ میں آنے دیا تو وہ سارا معاملہ صدر راہبہ کے سامنے بیان کر دیں گی۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں آپ سے کہہ دوں کہ اگر آپ کے دل میں ان کا ذرا بھی خیال ہے تو اب آپ ان سے ملنے کی کوشش نہ کریں چنانچہ سینور! اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اگر کہیں بانو نے راہبہ سے کہہ دیا تو میری نوکری جاتی رہے گی صرف یہی نہیں بلکہ وہ مجھے سزا بھی دلا دے گی اور جیل بھجوا دے گی۔

میں اس کے سامنے گڑگڑایا، اسے لالچ دی، دھمکیاں دیں لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اس نے مجھے آئندہ سے باغ میں آنے سے منع کر دیا۔

اس کے پندرہ دن بعد میرے والد سخت بیمار ہو گئے چنانچہ میں مدرید سے اندلس کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ والد صاحب کی زندگی کی کوئی امید نہیں تاہم وہ چند مہینوں تک زندگی اور موت کے درمیان جھولتے رہے اور میں اندلس چھوڑ کر کہیں جا نہ سکا کیونکہ ورثہ وغیرہ کا قضیہ نمٹانے کے لئے میرا وہاں رہنا ضروری تھا۔

اس طرف سے فرصت پا کر میں واپس آیا تو ہوٹل میں مجھے یہ خط ملا جو بہت دنوں سے آیا پڑا تھا۔ یہاں رائمنڈ نے ایک الماری کی دراز کھولی، اس میں سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور اپنے دوست کی طرف بڑھا دیا۔ لورنزو نے خط کھولا اور اپنی بہن کی تحریر فوراً پہچان لی۔

خط کی عبارت یوں تھی۔

"تم نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے! میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تم سے کبھی نہ ملوں گی بلکہ اگر ممکن ہوا تو تمہیں بھلا دوں گی اور اگر تمہیں یاد کیا بھی تو نفرت و حقارت سے یاد کروں گی،

لیکن قدرت بڑی ستم ظریف واقع ہوئی ہے میری کوکھ میں ایک ہستی پروان چڑھ رہی ہے اور روپ لے رہی ہے جس کے لئے میں ابھی سے مادرانہ شفقت محسوس کر رہی ہوں۔ یہی ہستی ہے جس کی محبت ہے جو مجھے مجبور کر رہی ہے کہ اپنے باغ جوانی کے پھول وقف کر دوں، کوئی وجہ ہے نہیں تو محض اس لئے کہ اسے باپ کا سایہ اور محبت ملے۔

رائمنڈ! تمہارا بچہ میرے پیٹ میں ہے اور میں اس خیال سے کانپ اٹھتی ہوں کہ اگر صدر راہبہ کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے سخت سزا دے گی۔ مجھے اپنی پروا نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اپنی زندگی عزیز ہے لیکن جو میرے پیٹ میں ہے وہ بے گناہ ہے اور اس کا وجود خود میرے وجود سے ہے چنانچہ اس کی خاطر میرا زندہ رہنا ضروری ہے۔ اگر میرا راز کھل گیا تو نہ میں رہوں گی نہ وہ چنانچہ اب بتاؤ کیا کیا جائے لیکن دیکھو مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھ تک جواب پہنچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم لکھ کر کاپوشن کے گرجا میں سینٹ فرانسس کے بت کے قدموں میں چھپا دو۔ میں ہر جمعرات کو اعتراف گناہ کے لئے وہاں جاتی ہوں چنانچہ بت کے قدموں میں سے تمہارا خط لینے کا موقع مجھے جلد ہی مل جائے گا۔ میں نے سنا ہے کہ اس وقت تم مدرید میں نہیں ہو۔ چنانچہ جیسے ہی تم واپس آؤ اور جیسے ہی تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً جواب دو۔ ہائے رائمنڈ! قسمت نے ہمارے ساتھ عجب ظالمانہ کھیل کھیلا ہے میں اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتے ہوئے تمہاری اس تجویز کو ایک بار پھر قبول کر رہی ہوں جو تم نے سب سے پہلے پیش کی تھی۔ تم سے شادی میرے والد کے انتقال سے راستے کا روڑا تو ہٹ گیا ہے۔ وہ اپنی قبر میں سو رہے ہیں اور اب مجھے ان کی ناراضگی کا خوف نہیں لیکن ہائے! خدا کی ناراضگی سے مجھے کون بچائے گا رائمنڈ! میں نے فیصلہ کر لیا ہے مجھے میری قسم اور عہد کے بندھن سے آزاد کرا دو۔ میں تمہارے ساتھ فرار ہونے کے لئے تیار ہوں۔ میرے سرتاج! مجھے فوراً لکھو اور کہو کہ میری ناراضگی کی وجہ سے اور مجھ سے دور چلے جانے کی وجہ سے تمہاری محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ وعدہ کرو کہ تم اپنے اس بچے کو، جو ابھی پیدا نہیں ہوا ہے اور اس کی دکھیا ماں کو بچا لو گے۔ رائمنڈ! ہر نظر جو میری طرف اٹھتی ہے مجھے احساس دلاتی ہے کہ وہ میرے راز اور میرے گناہ سے واقف ہے۔ میرے دل کا سکون اور رات کی نیند اڑ گئی ہے۔ میں بے چینی اور خوف میں جی رہی ہوں اور اس کی وجہ تم ہو۔ ہائے! جب میں نے تم سے محبت کی تھی تو میں کیا جانتی تھی کہ تمہاری وجہ سے مجھے یہ دکھ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔

ایگنس"

خط پڑھ کر لورنزو نے رائمنڈ کی طرف بڑھا دیا، اس نے خط واپس دراز میں رکھا اور

یوں کہنا شروع کیا۔

"لورانزو!" یہ خط پڑھ کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور میں نے جلد ہی سارے انتظامات کر لئے بلکہ یہ انتظامات تو میں اسی وقت سے ہی کر رہا تھا جبکہ ڈان گسٹن کے ذریعہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیٹی کہاں ہے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے ساتھ فرار ہونے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ خیر تو میں نے کارڈینل ڈیوک آف سرما کو اپنا راز دار بنایا اور وہ ضروری کاغذات حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ابھی تھوڑے دنوں پہلے ان کا خط موصول ہوا تھا کہ کوئی دن جاتا ہے پاپائے اعظم کی طرف سے ایگنس کی آزادی کا پروانہ آنے والا ہی ہے چنانچہ میں اس پروانے کا انتظار صبر و سکون سے کر سکتا تھا لیکن کارڈینل نے اپنے خط میں مجھے لکھا بلکہ تاکید کر دی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح —— وہ اس طرح کہ صدر راہبہ کو کانوں کان خبر نہ ہو —— ایگنس کو خانقاہ سے نکال لوں کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ صدر راہبہ بڑی ہی ظالم اور دم کٹے سانپ کی طرح انتقام جو ہے اور ایگنس کو سخت سے سخت سزا دینا بھی اس سے بعید نہیں۔ کارڈینل کی اس اطلاع سے ظاہر ہے کہ میں ایگنس کو خانقاہ میں نہ رکھ سکتا تھا اور ظالم راہبہ کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ ایگنس کو خانقاہ سے نکال کر کسی محفوظ جگہ اس وقت تک چھپائے رکھوں جب تک پاپائے روم کی طرف سے اس کی آزادی کا پروانہ نہیں آ جاتا میں نے اپنے ارادے سے کارڈینل کو مطلع کیا تو انھوں نے نہ صرف میری تجویز سے اتفاق کیا بلکہ مفرور کو اپنے یہاں پناہ دینے کا بھی وعدہ کیا —— میں نے خانقاہ کی کنجی بھی حاصل کی۔ اب سوائے اس کے اور کوئی کام نہ رہ گیا تھا کہ ایگنس کو فرار ہونے کے لئے تیار کر لوں اور یہ کام اس خط کے ذریعہ کیا گیا جو تم نے مجھے سینٹ فرانسس کے بت کے قدموں میں رکھتے دیکھا تھا میں نے اپنے اس خط میں ایگنس کو مطلع کیا ہے کہ کل رات کے بارہ بجے اس کا انتظار کروں گا۔ وہ فرار کی ساری تیاریاں کر کے میرے ساتھ چلنے کے لئے اور میری بننے کے لئے میرے پاس آ جائے۔

لورانزو! یہ ہے میری سرگزشت۔ میں نے سب کچھ بے کم و کاست بیان کر دیا ہے اور اپنی صفائی میں مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ سوائے اس کے کہ تمہاری بہن سے میں پاک محبت کرتا ہوں بے شک ایک غلطی کی ہے جو ہم دونوں سے جوانی کے جوش میں ہو گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہماری اس غلطی کو نہ صرف معاف کر دو گے بلکہ ہماری مدد بھی کرو گے۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

پانچواں باب

یہاں مارکیوس ڈان رائمنڈ نے اپنی سرگزشت ختم کی۔ لورانزو خاموش رہا اور جواب دینے سے پہلے سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ آخر کار اس نے خاموشی توڑی۔

"رائمنڈ!" اس نے اپنے دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ساتھ جو واقعات ہوئے ہیں اور جو کچھ تم پر بیت گئی ہے اس کی وجہ سے میں تمہیں اپنا دشمن نہیں سمجھ سکتا۔ جو کچھ ہو گیا وہ تو خیر ہو گیا لیکن اس کی تلافی اپنی بہن کی شادی تمہارے ساتھ کر کے کی جا سکتی ہے۔ رائمنڈ! تم میرے عزیز ترین اور بہترین دوست تھے اب بھی ہو اور آئندہ بھی رہو گے۔ مجھے اپنی بہن سے اتنی محبت ہے کہ شاید ہی کسی بھائی کو اپنی بہن سے رہی ہو چنانچہ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا مجھے ایسا نظر نہیں آتا جس کے ہاتھ میں میں اپنی بہن کا ہاتھ خوشی سے دے سکوں۔ چنانچہ رائمنڈ! تم اپنی تجویز پر عمل کرو۔ میں بھی کل رات تمہارے ساتھ چلوں گا اور میں خود ایگنس کو کارڈینل کے گھر پہنچا آؤں گا۔ تمہارے ساتھ میری موجودگی اس بات کا ثبوت ہو گی کہ ایگنس نے جو کچھ کیا ہے میری رضامندی سے کیا ہے۔ چنانچہ نہ تو کوئی اسے فرار کا الزام دے گا اور نہ خود وہ اپنے آپ کو مجرم سمجھے گی۔"

اس کے بعد اس نے رائمنڈ کو مطلع کیا کہ اب اسے ڈونا روڈالفا کی دشمنی اور انتقام سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے بتایا کہ کوئی پانچ مہینے پہلے شدید ہیجانی کے عالم میں بیرونس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی اور اس کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ مر گئی۔ اس کے بعد لورانزو نے انٹونیہ کا ذکر کیا اور اس کی ضرورت تفصیل سے بیان کی۔ رائمنڈ اپنی اس نئی رشتہ دار کے متعلق سن کر متعجب ہوا۔ اس کے باپ نے اسے کبھی نہ بتایا تھا کہ اس کے بڑے بیٹے کی بیوہ کا کیا بنا۔ رائمنڈ نے لورانزو کو یقین دلایا کہ وہ اپنی بھابی اور اس کی بیٹی کو فوراً قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے لورانزو سے کہا کہ وہ ایلویرا سے کہہ دے کہ اسے جب بھی اور جتنی بھی رقم کی ضرورت ہو گی رائمنڈ اپنے پاس سے دے گا لورانزو نے وعدہ کیا کہ یہ معلوم ہوتے ہی کہ ایلویرا کہاں مقیم ہے وہ رائمنڈ کا پیغام اس تک پہنچا دے گا۔ اس کے بعد لورانزو نے اپنے ہونے والے بہنوئی سے اجازت لی اور قصر مدینہ میں واپس آ گیا۔

دل سے ہماری مدد کی کوشش کی ہے اس کی وجہ ہے — اور — یہ میں اعتراف کیوں نہ کروں کہ تمہارے ہردلعزیز دربانکے دوست ڈان کرسٹوفر کو ایک دفعہ اور دیکھ لینے کی غرض سے میں اپنی بہن کی مرضی کی پروا نہیں کر رہی ہوں چنانچہ میں سب سے چھپ کر تمہیں اطلاع دے رہی ہوں کہ ہم قصر دی لبرواس سے چار گھر ادھر، ورجام میگل کویلو کی دوکان کے عین سامنے ایستادہ وی سان یاگو میں مقیم ہیں۔ وہاں آ کر ڈونا الویرا ڈالسا کو پوچھنا کیونکہ اپنے خسر کے حکم اور اپنے وعدے کے مطابق میری بہن ہر جگہ اپنے کنوارپنے کا ہی نام بتاتی ہے۔ آج شام تک ہم گھر پہنچ جائیں گے لیکن خیال رہے کہ کبھی بھولے سے بھی تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس سے میری بہن کو شک ہو کہ اپنا پتہ میں نے تمہیں بتایا ہے۔ اب، اگر تمہاری ملاقات اپنے دوست ڈان کرسٹوفر سے ہو — ہائے ہائے — لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں کہ یہ خط لکھتے ہوئے میں شرم سے سرخ ہوئی جا رہی ہوں — خیر تو اپنے دوست سے کہنا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ آئیں تو مجھے بے حد خوشی اور طمانیت حاصل ہوگی۔

لیونیلا۔"

آخری سطور سرخ روشنائی سے لکھی گئی تھیں جو لکھنے والی کے ان رخساروں کی تصویر کھینچ رہے تھے جو یہ سطور لکھتے وقت سرخ ہو گئے اور لیونیلا کے کنوارپنے کی شرم کا اظہار تھے۔

یہ خط ملتے ہی لورانزو اپنے دوست کرسٹوفر کی تلاش میں نکل پڑا لیکن دن بھر کی تلاش کے بعد بھی وہ اسے نہ پا سکا چنانچہ اکیلا ہی الویرا کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔

وہاں پہنچا تو اس نے لورا کو، جو بیمار تھی، صوفے پر لیٹے ہوئے پایا۔

وہ متناسب الاعضاء عورت تھی۔ حالانکہ دکھوں اور کڑے وقت نے اس کے نقوش پر اپنا گہرا سایہ ڈال رکھا تھا۔ تاہم پتہ چلتا تھا کہ اپنے وقت میں وہ بے حد حسین رہی ہوگی۔ اس کے بشرے سے عجیب طرح کی متانت عیاں تھی، لیکن اس متانت کی تہہ میں دلکشی جھانک رہی تھی جو نہ صرف اس کی متانت کو بلکہ خود الویرا کو بھی حقیقت میں مسحور کن بنا رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر لورنزو کا استقبال کیا۔

"تشریف رکھئے۔" اس نے بڑی شائستگی سے کہا اور پھر خود ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

انطونیہ نے قدرے گھبراہٹ اور قدرے احترام سے اس کا استقبال کیا۔ اس کے رخسار ایک دم سے بھبھوکا ہو گئے تھے اور وہ اپنے دل کی کیفیت چھپانے کے لئے اس فریم پر جھکی ہوئی تھی جس میں لگے ہوئے کپڑے پر وہ کڑھائی کر رہی تھی۔

رات ختم ہونے لگی تھی جب مارکیوس راحتنہ اپنی خواب گاہ میں پہنچا اور نڈھال سا ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ فوراً ہی نیند نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہ ایگنس کے ساتھ شادی کے خوشگوار خواب دیکھنے لگا۔

ہوٹل دی مدینہ پہنچ کر لورانزو نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ اس کے نام کوئی خط تو نہیں آیا تھا۔ حقیقت میں کئی خط اس کے نام آئے پڑے تھے لیکن جس خط کا اسے انتظار تھا وہ ان خطوں میں نہ تھا۔ اس شام لیونیلا کو خط بھیجنے کی تھی، لیکن وہ بہرحال کرسٹوفر کا دل اپنے قبضہ میں کرنے کے لئے بے چین تھی۔ چنانچہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دوسرا دن بھی اسے یہ اطلاع دیئے بغیر گزر جائے کہ اس سے یعنی لیونیلا سے کہاں ملا جا سکتا ہے۔

کاپوشن گرجا سے لوٹتے ہی اس نے اپنی بہن الویرا کے سامنے تفصیل سے گرجا کا واقعہ بیان کر کے بتایا کہ تجیبر نوجوان اس پرتپنی لیونیلا پر کس طرح مہربان ہو گیا تھا اور یہ کہ اس نوجوان کے دوست نے وعدہ کیا تھا کہ وہ انطونیہ کا معاملہ مارکیوس دی لاسسترا ان کے سامنے نہ صرف پیش کر دے گا بلکہ سفارش بھی کرے گا۔ الویرا نے اپنی بہن کو برا بھلا کہا کہ اس نے ایک اجنبی کے سامنے ان کا راز کھول دیا تھا۔ چنانچہ اس کی یہ حرکت مارکیوس کو بڑی معیوب ہوگی اور وہ ان سے ناراض ہو کر ان سے ملنے سے انکار کر دے گا اور پھر الویرا نے یہ بھی دیکھا کہ لورانزو کا نام سنتے ہی اس کی بیٹی انطونیہ کے رخساروں پر شفق سی کھل اٹھی تھی، اور اس نے شرما کر نظریں جھکا دی تھیں۔ چنانچہ الویرا کا ماتھا ٹھنکا لیکن اس نے اپنے اس اندیشے کو اپنے تک ہی رکھا البتہ لیونیلا سے کہا کہ وہ ان نوجوانوں سے کئے ہوئے وعدے کو بھول جائے۔

لیکن لیونیلا تو لورانزو کے دوست کرسٹوفر پر مرمٹی تھی چنانچہ وہ اپنی بہن کے سامنے تو خاموش رہی لیکن کسی سے کہے بغیر اس نے چپکے سے لورانزو کو ایک خط لکھا جو یوں تھا۔

"سینور ڈان لورانزو۔

تم نے مجھے سینکڑوں دفعہ وعدہ فراموش اور دھوکے باز کہا ہوگا لیکن میں بھی کیا کرتی، مجبور تھی۔ کنواری مریم کی قسم کہ میں کوشش کے باوجود گزشتہ کل تمہیں خط نہ لکھ سکی۔ حیران ہوں کہ کن الفاظ میں بیان کروں کہ تمہاری پیشکش کا استقبال میری بہن نے کس عجیب طریقے سے کیا۔ یہ سن کر کہ تمہارے دوست مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان تھے اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں۔ اے میاں اس نے تو مجھے سختی سے منع کر دیا کہ تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ ہم کہاں مقیم ہیں۔ لو غضب خدا کا ہے کہ نہیں، لیکن آپ نے جس مہربانی کا اظہار کیا ہے اور خلوص

اب لورانزو نے رائمنڈ سے اپنی گفتگو تفصیل سے دہرادی اور الویرا کو یقین دلایا کہ وہ یعنی مارکیوس رئمنڈ الویرا کو اپنے بھائی کی بیوہ کے طور پر نہ صرف قبول کرنے بلکہ اس کا اعلان بھی کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا کہ جب تک رائمنڈ کو خود اس کے پاس آنے کا وقت نہیں ملتا تب تک لورانزو اس کا قائم مقام ہے چنانچہ الویرا کو جو کچھ کہنا ہے اس سے کہے اور اپنی مشکلات بلا جھجک بیان کردے۔

لورانزو کی اس بات نے الویرا کے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹادیا اور اس دکھیا عورت نے کئی برسوں کے بعد پہلی دفعہ اطمینان کا سانس لیا کہ اب اس کے بے باپ کی انطونیہ کو، جس کے مستقبل کا خیال اس کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا، ایک سرپرست مل گیا ہے۔ وہ لورانزو کا شکریہ ادا کرتے تھکتی نہ تھی کہ اس نے ان کی خاطر اتنی بھاگ دوڑ کی اور ان کی مشکل آسان کردی اس کے باوجود اس نے لورانزو کو دوبارہ آنے کے لئے جھوٹ بھی نہ کہا لیکن جب لورانزو رخصت ہونے کے لئے اٹھا اور اس کی صحت معلوم کرنے کے لئے کبھی کبھار آنے کی اجازت چاہی تو اس کی شائستگی، خوش اخلاقی اور اس کے احسان کے پیش نظر الویرا انکار نہ کرسکی۔ لورانزو نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا وہ اس کی عزت پر حرف نہ آنے دے گا اور چلا گیا۔

اب انطونیہ اپنی ماں کے ساتھ اکیلی تھی اور دونوں ہی خاموش تھیں۔ یہ خاموشی دونوں کو ہی کچھ بے چین کررہی تھی۔ آخر کار الویرا نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"انطونیہ! بے حد شریف اور اچھا لڑکا ہے لورانزو، مجھے تو اس سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ کل گرجا میں بہت دیر تک تمہارے پاس بیٹھا رہا تھا؟

جب تک میں گرجا میں رہی وہ میرے قریب سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں ہٹے۔ انھوں نے اپنی جگہ مجھے دے دی تھی، بڑے اخلاق اور شائستگی سے پیش آئے تھے اور وہاں ہر طرح میرے آرام کا خیال رکھا تھا۔

"اچھا! تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ تم نے آج تک اس نوجوان کا ذکر میرے سامنے نہ کیا؟ اگر لیونیلا اس کا ذکر نہ کرتی اور نہ بتاتی کہ وہ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو میرے لئے اس کا عدم وجود برابر ہی ہوتا۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ انطونیہ کے رخساروں پر رنگ دوڑ گیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"شاید تمہیں وہ اتنا اچھا نہیں معلوم ہوا جتنا کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ میرے خیال میں وہ خوبصورت ہے، ہوشیار ہے۔ اس کی باتیں عقلمندانہ ہیں اور اخلاق قابل تعریف ہے لیکن ہوسکتا

ہے کہ وہ تمہیں ایسا معلوم نہ ہوا ہو شاید وہ تمہیں واہیات اور ..."

"واہیات؟ اماں! خدا نہ کرے کہ میں ان کے بارے میں ایسا خیال کروں۔ اگر گزشتہ کل ان کی مہربانیوں کو نظر انداز کردیتی تو یہ میری احسان فراموشی ہوتی اور اگر ان کا بلند اخلاق اور خوبیاں مجھے نظر نہ آتیں تو میں اپنے آپ کو اندھی سمجھتی۔ وہ اتنے شریف، اتنے بلند اخلاق اور اتنے اچھے ہیں کہ میں سمجھتی ہوں کہ مدریڈ آئندہ سو برسوں میں تو ایسا انسان پیدا نہ کرسکے گا۔"

"تو پھر تم اس نادر الوجود اور لاثانی انسان کی تعریف میں اب تک خاموش کیوں رہیں؟"

"پتہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ان کا ذکر آپ سے کرنا چاہتی تھی اور کل سے آج تک بیسیوں دفعہ اس کی کوشش بھی کرچکی ہوں لیکن ہر دفعہ خدا جانے کیا ہوا کہ میری زبان ہی گنگ ہوگئی۔ لیکن اماں! اگر میں نے ان کا ذکر نہیں کیا تو اس سے آپ کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ میں انھیں برا سمجھتی ہوں۔"

"اس کا مجھے یقین ہے کہ تم اسے اچھا ہی سمجھتی ہو۔ لیکن میں بتاؤں کہ تم کیوں اس کا نام میرے سامنے لینے کی جرأت نہ کرسکیں؟ اس لئے کہ تمہارے دل میں چور ہے۔ اس نوجوان کے لئے تمہارے دل میں وہ جذبہ موجزن ہوگیا ہے جسے تمہارے خیال میں، میں ناپسند کروں گی۔ انطونیہ! یہاں آؤ۔"

انطونیہ نے کڑھائی کی سلائیاں ایک طرف رکھ دیں۔ دل میں امید و بیم کا طوفان لئے تھی، اپنی ماں کے قریب پہنچی، چند ثانیوں تک کھڑی رہی اور پھر گھٹنوں کے بل گر کر اپنا چہرہ اپنی ماں کی گود میں چھپالیا۔

الویرا نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بیٹی! ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تمہارے دل کی کیفیت سے میں واقف ہوں۔ ماں کی نظر سے اولاد کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اس نوجوان لورانزو نے تمہارے دل میں گھر کرلیا ہے اور تمہارا دل بھی اس کا جواب دے رہا ہے یعنی تم بھی اس کے دل میں گھر کرچکی ہو۔ لیکن بیٹی! — اس — اس — محبت کا انجام کیا ہوگا؟ تم غریب اور بے سہارا ہو اور لورانزو ڈیوک آف مدینو سیلی کا وارث ہے۔ اگر لورانزو نے تم سے شادی کرنی بھی چاہی تو اس کا چچا کبھی اس شادی کی اجازت نہ دے گا اور اس کی اجازت کے بغیر خود میں اس شادی کی اجازت نہ دوں گی۔ تم بھولی ہو، تم نے دنیا نہیں دیکھی اور تمہارا دل بھی ایسا ہے کہ اسے جس طرح چاہو موڑ سکتی ہو۔ چنانچہ ابھی وقت ہے کہ تم محبت کے اس جذبہ کو پھلنے پھولنے نہ دو اور اپنے دل سے اکھاڑ پھینکو۔"

انطونیہ نے اپنی ماں کا ہاتھ چوم کر کہا کہ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گی۔

"چنانچہ" الویرا نے کہا۔ "یہ جذبہ تمہارے دل میں جڑ نہ پکڑ لے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ لورانزو کو یہاں آنے سے منع کر دیا جائے۔ اگر اس کے متعلق میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اگر میں نے اس کے سامنے صاف صاف باتیں کہہ دیں اور خود اپنے آپ کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ذرا بھی بُرا مانے بغیر یہاں آنا ترک کر دے گا۔ اب تم کہو بیٹی کہ یہ احتیاط ضروری ہے یا نہیں—؟"

انطونیہ نے بلا جھجک، حالانکہ دل پر قدرے جبر کر کے، اپنی ماں کی ہر بات سے اتفاق کیا۔ الویرا نے پیار سے اس کے گال تھپتھپائے، اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور سونے کے لئے چلی گئی۔ انطونیہ نے اس کی تقلید کی اور بار بار قسم کھائی کہ وہ لورانزو کے متعلق نہ سوچے گی لیکن ہوا یہ کہ جب تک اسے نیند نہ آ گئی وہ لورانزو کے متعلق ہی سوچتی رہی۔

جب ماں بیٹی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں تو لورانزو تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دوست رائمنڈ کے پاس جا رہا تھا۔

ایگنس کے دوبارہ فرار کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور دونوں دوست چار گھوڑوں والی بگھی لے کر رات کے ٹھیک بارہ بجے خانقاہ کے پھاٹک پر پہنچ چکے تھے۔ ڈان رائمنڈ نے جیب میں سے کنجی نکال کر، جو اس نے حاصل کر لی تھی پھاٹک کھولا۔ دونوں دوست باغ میں داخل ہوئے اور ایگنس کا انتظار کرنے لگے۔ وقت گزرتا گیا لیکن ایگنس نہ آئی۔ آخر کار رائمنڈ کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا اور اسے خوف ہوا کہ ایگنس کو بھگا لے جانے کی یہ دوسری کوشش بھی کہیں پہلی کوشش کی طرح بیکار ثابت نہ ہو۔ اس نے کہا کہ آگے بڑھ کر خانقاہ میں ایگنس کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ دونوں دوست خانقاہ کی طرف بڑھے۔ چاروں طرف خاموشی اور اندھیرا تھا۔ صدر راہبہ چاہتی تھی کہ یہ راز راز ہی رہے اور کسی کو پتہ نہ چلے کہ اس کی خانقاہ کی ایک نن نہ صرف فرار ہونا چاہتی تھی بلکہ حاملہ بھی تھی۔ چنانچہ اس نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا تھا تاکہ ایگنس کے عاشق کو یہ شک بھی نہ ہو کہ اس کا راز کھل گیا تھا اور اس کے ارادے سے صدر راہبہ واقف ہو چکی تھی۔ چنانچہ صدر راہبہ نے ایگنس کو تو قید کر دیا تھا اور رہا اس کا عاشق تو اس کے لئے یہ تھا کہ اب اس کا جو جی چاہے سو کرے۔ صدر راہبہ خوش تھی کہ ایگنس کا عاشق اپنی معشوقہ کو بھگا لے جانے آئے گا، لیکن بے نیل و مرام لوٹ جائے گا اور ایسا ہی ہوا بھی۔ لورنزو اور رائمنڈ رات بھر ایگنس کا انتظار کرتے رہے اور جب پو پھٹنے لگی تو وہ اپنے دل میں اداسی اور ایک عجیب طرح کا خوف لئے لوٹ گئے۔

کوشش کے باوجود وہ دونوں یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ ایگنس کیوں نہ آئی؟ کیا واقعہ اس کے ساتھ ہوا؟

دوسرے دن صبح لورانزو خانقاہ میں پہنچا اور اپنی بہن سے ملنے کی درخواست کی۔ اس درخواست کا جواب دینے خود صدر راہبہ آئی۔ وہ بظاہر اداس اور سنجیدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے لورانزو کو بتایا کہ پچھلے کئی دنوں سے ایگنس بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتی تھی۔ اس سے پوچھنے پر بھی اس نے نہ بتایا کہ اسے کیا ہوا تھا لیکن جمعرات کے دن ایک دم سے وہ سخت بیمار ہو گئی اور اب بستر سے اٹھ بھی نہیں سکتی۔ لورانزو کو یہ سب کچھ جھوٹ معلوم ہوا اور وہ اپنی بہن سے ملنے پر اصرار کرنے لگا اور کہا کہ اگر وہ اس سے ملاقات کرنے کے لئے یہاں ملاقات کے کمرے میں نہیں آ سکتی تو خود لورانزو کو اس کی بہن کے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔ صدر راہبہ نے لورانزو کی اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کیا وہ نہیں جانتا کہ ننوں کی خانقاہ میں کسی مرد کا داخلہ ممنوع ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر لورانزو دوسرے دن آیا تو تب تک ایگنس شاید اس قابل ہو جائے گی کہ اس سے ملاقات کرنے کے لئے ملاقات کے کمرے تک آ سکے گی۔ اب لورانزو مجبور تھا۔ چنانچہ وہ اٹھ کر خانقاہ سے باہر آیا لیکن وہ مطمئن نہ تھا اور اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ خانقاہ کی چار دیواری میں اس کی بہن پر خدا جانے کیا بیت رہی ہوگی۔ اس کا دل بار بار کہہ رہا تھا کہ اس کی بہن بہر حال محفوظ نہ تھی۔

دوسرے دن سویرے ہی وہ خانقاہ میں پہنچا۔

"ایگنس کی حالت اور بھی زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس کی جان کو خطرہ ہے۔ چنانچہ اس حالت میں آپ کو اپنی بہن سے ملنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔"

اس جواب پر لورانزو غضبناک ہو گیا اور اس نے خوب شور و غل مچایا لیکن گذشتہ کل کی طرح آج بھی اس کی ہر کوشش محض بیکار ہی ثابت ہوئی۔ دل شکستہ لورانزو اپنے دوست رائمنڈ کے پاس پہنچا اور دونوں کو یقین ہو گیا کہ ایگنس کے فرار ہونے کا راز کسی طرح فاش ہو گیا ہے اور یہ کہ ایگنس کی بیماری محض ایک بہانہ ہے لیکن وہ نہ جانتے تھے کہ اسے صدر راہبہ کے شکنجے سے کس طرح چھڑایا جائے۔

اب لورانزو بلا ناغہ خانقاہ میں جانے لگا اور ہر دفعہ اسے مطلع کیا جاتا کہ اس کی بہن کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ ان اطلاعات سے لورانزو ہراساں نہ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایگنس کی علالت من گھڑت تھی، لیکن صدر راہبہ کا یہ جھوٹ اسے اس لئے متفکر کئے ہوئے تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایگنس کے ساتھ صدر راہبہ نے کیا سلوک کیا تھا یا اس پر کیا گزر رہی تھی۔

یقیناً وہ کسی مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی اور لورانزو کو اس سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ وہ اب تک کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ اب کون سا قدم اٹھایا جائے کہ رائمنڈ کو ڈیوک آف سرما کا خط ملا۔ اس خط سے پاپائے روم کا یہ حکم نامہ منسلک تھا کہ ایگنس کو اس کی لی ہوئی قسموں سے آزاد کر کے اس کے عزیزوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اس بے حد اہم حکم نامے نے ہمارے دوست کی سب سے بڑی فکر دور کر دی اور انھوں نے طے کیا کہ لورانزو اسی وقت یہ حکم نامہ لے کر صدر راہبہ کے پاس جائے اور کہے کہ اس کی بہن کو بلا تاخیر اس کے سپرد کر دیا جائے۔

اب چونکہ اس کی بڑی فکر دور ہو گئی تھی اور اپنی بہن کی طرف سے اب وہ مطمئن ہو گیا تھا اس لئے اب اسے اپنی محبت اور اپنی محبوبہ انطونیہ کی یاد آئی۔ چنانچہ وہ ٹھیک اسی وقت جس وقت کہ وہ پچھلی دفعہ وہاں گیا تھا ڈونا الویرا کی قیام گاہ پر پہنچا۔ اس وقت الویرا اکیلی تھی۔ اس نے اس دفعہ اپنے مہمان کا استقبال پچھلی دفعہ کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی بے تکلفی سے کیا اور اسے اپنے پاس ہی صوفے پر بٹھا لیا اور پھر بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"ڈان لورانزو! میں نہ تو احسان فراموش ہوں اور نہ ہی تمہاری مہربانیوں کو کبھی بھول سکتی ہوں کہ تم ہی نے مارکیوس سے ہماری سفارش کی ہے چنانچہ خدارا میرے لئے کوئی غلط رائے قائم نہ کرنا جو کچھ کہہ رہی ہوں اپنی بیٹی انطونیہ کی بھلائی کے لئے کہہ رہی ہوں اور کون ایسی بدنصیب ماں ہوگی جو اپنی اولاد کا بھلا نہ چاہے۔ میری صحت دن بہ دن گرتی جا رہی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب اوپر والے کا بلاوا آ جائے اور انطونیہ بے ماں کی ہو جائے اور اگر سسٹرن خاندان کا سہارا نہ ملے تو بے یار و مددگار بھی رہ جائے۔ وہ ابھی کم عمر اور ناتجربہ کار ہے۔ زمانے کی اونچ نیچ سے واقف نہیں لیکن خدا نے اسے حسن دیا ہے اس لئے اس بے یار و مددگار لڑکی پر زمانے کے ہاتھوں بہت کچھ بیت سکتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ چنانچہ تم سمجھ سکتے ہو ڈان لورانزو کہ میں اسے ان لوگوں کی صحبت سے دور رکھنا چاہتی ہوں جو اس کے معصوم دل میں وہ جذبات بیدار کر دیں جو اسے آخر کار تباہ ہی کر دیں۔ ڈان لورانزو! تم شریف ہو، حسین ہو، بلند اخلاق ہو اور انطونیہ کا دل نرم اور اثر پذیر ہے۔ میں تمہیں اپنے یہاں آنے سے تو روک نہیں سکتی کہ تم ہمارے محسن ہو لیکن میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں کہ مجھ غریب پر رحم کرو۔ میری ایک ہی بیٹی ہے۔ میں دل پر پتھر رکھ کر یہ بات کہتی ہوں کہ انطونیہ کو برباد ہونے سے بچاؤ۔ اس کے دل میں وہ آرزو بیدار نہ کرو جو پوری نہیں ہو سکتی لیکن اس کی زندگی میں زہر ضرور گھول سکتی ہے۔ میں اپنی بیٹی کی بھلائی کی خاطر تم سے درخواست کر رہی ہوں کہ آئندہ سے تم یہاں نہ آیا کرو۔ تمہارا یہ دوسرا احسان مجھ پر ہوگا

جسے میں کبھی بھلا نہ سکوں گی۔"

"محترمہ! آپ کی اس صاف گوئی نے میرے دل پر ایک خاص اثر کیا ہے۔" لورانزو نے جواب دیا۔ "یقین کیجئے کہ آپ نے میرے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ غلط نہیں اور میں بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤں گا جس سے آپ کی عزت و آن پر حرف آئے لیکن مناسب ہوگا کہ آپ مجھ پر یہ پابندی نہ لگائیں کہ میں یہاں نہ آؤں کیونکہ اب مجھے کچھ اختیارات حاصل ہو گئے ہیں جن کی بنا پر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ پابندی اٹھا لیں۔ میں آپ کی صاحبزادی سے محبت کرتا ہوں — دل و جان سے چاہتا ہوں اسے — یہ سچ ہے کہ میں خود دولت مند نہیں ہوں۔ میرے والد مرحوم نے میرے لئے کوئی بڑا ورثہ نہیں چھوڑا ہے۔ تاہم میں خلوص دل سے کونڈے ڈی لاسسٹرن کی بیٹی کا ہاتھ طلب کرنے کی جرأت کر رہا ہوں اور یہی بات شاید آپ کو عجیب اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہے۔"

لورانزو ابھی اور بھی کچھ کہنے والا تھا کہ الویرا نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"ڈان لورانزو! اس لقب کے طمطراق میں تم میری اصلیت بھول گئے ہو۔ تم بھول جاتے ہو کہ میں نے اسپین میں چودہ سال اس طرح گزارے ہیں اور اب بھی گزار رہی ہوں کہ میرے شوہر کے خاندان والوں نے میری خبر تک نہ لی، اپنے قصر کے دروازے میرے لئے بند رکھے اور مجھے اتنا وظیفہ دیا جس کے ذریعہ میں بمشکل اپنا پیٹ پال سکی اور انطونیہ کو تعلیم دے سکی۔ چنانچہ لورانزو! انطونیہ کونڈے ڈی لاسسٹرن کے خاندان کی فرد نہیں بلکہ ایک تاجر ربیوڈا کی نواسی ہے۔ مجبوری دیکھو کہ وہ اپنے وظیفہ کے لئے درخواست کرنے یہاں آئی ہے اور اب سوچو کہ اس بے باپ کی لڑکی اور ڈیوک آف مدینو کے بھتیجے اور اس کی جائداد کے وارث لورانزو میں کتنا فرق ہے۔ مجھے تمہارے خلوص اور تمہاری محبت میں شک نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہارے چچا اس شادی کے حق میں نہ ہوں گے اس لئے میں اس میل ملاپ میں اپنی بیٹی کی بربادی دیکھ رہی ہوں۔"

"معاف کرنا سینورا! آپ نے میرے چچا کو غلط سمجھا ہے، اور اسے اسی عینک سے دیکھا ہے جس سے کہ آپ عام آدمیوں کو دیکھتی ہیں۔ وہ بڑے وسیع النظر اور وسیع القلب ہیں، مجھے بہت زیادہ چاہتے ہیں، میری ہر خوشی میں خوش ہیں چنانچہ کوئی وجہ نہیں کہ شادی کی مخالفت کریں اور بفرض محال اگر وہ ناراض ہوئے بھی تو خود مجھے بھی کیا ڈر ہے اور کس کا خوف ہے؟ میرے والدین کی میرے پاس جو تھوڑی بہت جائیداد اور دولت ہے میں اس کا بلا شرکت غیرے مالک ہوں اور میرے پاس اتنا تو ہے کہ میرے اور انطونیہ کے لئے کافی ہے اور میں ذرا بھی افسوس کئے بغیر انطونیہ

پرمد ہونی کی جائید ادقربان کردوں گا۔انطونیہ کے ہاتھ کے عوض اپنے اس ورثے سے بخوشی دست بردار ہو جاؤں گا۔"

"ڈان لورانزو!تم نوجوان ہو،جوشیلے ہو چنانچہ ایسے باغیانہ خیالات کا اظہار کر رہے ہو،لیکن میرا تجربہ کہتا ہے کہ ایسے رشتے کے جلو میں،جو برابری کا نہ ہو لعنت،مصیبت اور تباہی چلتی ہے۔میں نے ڈونا دے دی لاسسترن سے شادی کی حالانکہ ان کے رشتہ دار اس شادی کے مخالف تھے،جوانی کے جوش میں انھوں نے بھی شادی کی،ورسب کچھ ٹھکرا بھی دیا لیکن وہ دولت میں کھیلے تھے اور ان کی زندگی بے فکری اور آرام میں بسر ہوئی تھی،وہ محنت ومشقت کے عادی نہ تھے لیکن اب انھیں محنت کرنی پڑ رہی تھی۔چنانچہ ب وہ اپنے کئے پر پچھتانے اور اپنے اچھے دنوں کو یاد کرنے لگے اور جب وہ بہت زیادہ پریشان ہوتے تو مجھ پر برس پڑتے کہ میری وجہ سے انھیں سب کچھ چھوڑنا پڑا اور میں نے انھیں ان حالوں میں پہنچایا ہے۔چنانچہ لورانزو!میں نے تو خود اپنے تجربے سے سیکھا ہے کہ جو شادی ماں باپ کی مرضی کے خلاف کی جائے وہ کامیاب نہیں ہوتی اور اسی لئے میں اپنی بیٹی کو ان مصیبتوں اور دکھوں سے بچانا چاہتی ہوں جن سے میں خود گزر چکی ہوں۔چنانچہ جب تک میں زندہ ہوں تب تک تو یہ ہونے کا نہیں کہ تمہارے چچا کی مرضی کے بغیر انطونیہ تمہاری ہو جائے۔یقیناً وہ اس شادی کی مخالفت کریں گے۔وہ بڑے اور بارسوخ آدمی ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ انطونیہ ان کے غصے اور جبر کا نشانہ بن جائے۔"

ان کا غصہ اور جبر؟اس سے تو بے حد آسانی سے بچا جا سکتا ہے۔یعنی اسپین چھوڑ کر۔ پھر سب بڑے جھک مارتے رہیں گے،میں بالکل ہی مفلس وقلاش نہیں ہوں۔ہسپانونیہ میں میری چھوٹی سی جائیداد ہے حالانکہ کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن ہم وہاں چلے جائیں گے اور اگر آپ نے انطونیہ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تو میں ہسپانونیہ کو ہی اپنا آبائی وطن سمجھوں گا۔"

"تم نہیں جانتے لورانزو کہ اپنا وطن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑنا کیا ہوتا ہے۔تم نہیں جانتے کہ ان گلیوں کو جہاں تمہارا بچپن گزرا،انجان گلیوں کی عوض ترک کرنا کیسا ہوتا ہے۔تم نہیں جانتے کہ اپنے بچپن اور جوانی کے دوستوں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونا کیا ہوتا ہے،تم نہیں جانتے کہ وطن کی ہوا کیا ہے اور وطن کی ہر بات اور ہر چیز پردیس میں کس طرح یاد آتی ہے اور ستاتی ہے۔میں یہ سب کچھ محسوس کر چکی ہوں۔میرا شوہر اور دو بچے کیوبا میں پیوند زمین بن چکے ہیں اور اگر میں اسپین نہ چلی آتی تو انطونیہ بھی آج زندہ نہ ہوتی۔لورانزو!تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ پردیس میں مجھے ساری باتیں اور ساری چیزیں کتنی یاد آ رہی تھیں۔اسپین کا نام تک میرے لیے

عزیز ترین چیز تھا اور میں اس زبان کو بے اختیار چوم لینا چاہتی تھی جس پر میرے وطن کا نام آتا تھا۔ ابھی تم نہیں جانتے کہ پردیس کیا ہوتا ہے۔"

الویرا خاموش ہو گئی،اس کی آواز لڑکھڑا گئی اور اس نے رومال میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"میرے محسن!"آخر کار وہ بولی۔"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔اپنے خیالات کا اظہار تمہارے سامنے کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ کس لئے تم سے یہ درخواست کر رہی ہوں کہ اب تمہارا یہاں نہ آنا اور انطونیہ سے نہ ملنا ہی مناسب ہوگا۔اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنی شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے بچاؤ گے۔"

"میرے ایک اور سوال کا جواب دے دیجئے سینورا اور پھر میں چلا جاؤں گا۔اگر ڈیوک دی مدینو نے میرے پیار پر کوئی اعتراض نہ کیا۔اگر انھوں نے اس شادی کی منظوری دے دی تو کیا اس کے بعد بھی مجھے یہاں آنے اور آپ سے اور انطونیہ سے ملنے کی اجازت نہ ہوگی؟کیا اس کے بعد میری درخواست قبول کر لی جائے گی—؟"

"اگر تمہارے چچا ڈیوک نے منظوری دے دی تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔لیکن ان کی رضا مندی کے بغیر میں شادی کبھی نہ ہونے دوں گی۔بہر حال میری درخواست ہے کہ جب تک تم ڈیوک کے فیصلے سے واقف نہیں ہو جاتے تب تک تم یہاں نہ آؤ اور انطونیہ سے نہ ملو تو اچھا ہے۔یہ میں اپنی بیٹی کی بھلائی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔اگر ڈیوک نے ہاں کہہ دی تب تو کوئی روک اور کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اگر انھوں نے انکار کر دیا تو پھر مجھے افسوس ہے کہ میرے دروازے تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گے لیکن اتنا کہہ دوں کہ اس کے بعد بھی میں تمہارے احسانوں کو کبھی نہ بھلاؤں گی اور ہمیشہ تمہیں اپنی دعاؤں میں یاد کرتی رہوں گی۔

لورانزو نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ الویرا نے کہا ہے۔اس کے بعد اس نے بتایا کہ مارکیوس ریمنڈ بذات خود اب تک کیوں اس کے پاس نہ آیا تھا۔اس سلسلے میں اس نے اپنی بہن کی سرگزشت شروع سے آخر تک بیان کر دی اور آخر میں کہا۔

"امید ہے ہم ایگنس کو کل تک خانقاہ سے نکال لائیں گے اور چونکہ اس کے بعد ریمنڈ کی ایک بڑی فکر دور ہو جائے گی اس لئے وہ خود آپ کے پاس آ کر اپنی دوستی اور سرپرستی کا یقین دلا دے گا۔"

"میرے خدا!لورانزو!"الویرا نے کہا۔"تمہاری بہن کی اب خدا ہی حفاظت کرے۔ سینٹ کلارے کی خانقاہ کی صدر راہبہ کے متعلق میں نے بہت سی لرزہ خیز باتیں سن رکھی ہیں۔وہ

اپنی خانقاہ کو مریدی کی سب سے زیادہ بااصول خانقاہ بنانے پر تلی ہوئی ہے بلکہ اسے ان کا خون سب اور ان لوگوں کو، پھر وہ کوئی بھی ہوں، کبھی معاف نہیں کرتی جو اپنے کسی کرتوت سے اس پر معمولی سا بھی داغ لگانا چاہتے ہوں۔ جب اسے ایک دفعہ غصہ آ جاتا ہے تو پھر وہ سوچ سمجھ کی بھی نہیں ہوتی اور ایسی سنگدلی کا ثبوت دیتی ہے جو تصور میں بھی نہیں آ سکتی وہ اسے غصہ دلانے اور خانقاہ کو بدنام کرنے والے یا والی کو سخت سے سخت سزا دینے میں ذرا نہیں جھجکتی چنانچہ لورانزو! تمہاری بہن کے خانقاہ چھوڑنے کے واقعہ کو وہ سخت توہین سمجھے گی اور پاپائے روم کے حکم نامے کو منسوخ کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دے گی اور ایک نہ ایک ایسا بہانہ تلاش کر لے گی کہ تمہاری بہن خانقاہ میں ہی رہے اور میں تو اس خیال سے کانپ کانپ اٹھتی ہوں کہ ایلگنس اس ظالم عورت کے رحم و کرم پر رہے۔

اب لورانزو جانے کے لئے اٹھا۔ الویرا نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ویرا کا ہاتھ احترام سے چوم کر کہا کہ وہ جلدی انطونیہ کے سلسلے میں اپنے چچا کی منظوری حاصل کرے گا اور پھر سلام کر کے اپنے ہوٹل میں واپس آ گیا۔

ابھی دن کی روشنی پوری طرح سے پھیلی بھی نہ تھی کہ لورانزو حکم نامہ لے کر سینٹ کلارا کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ تمام راہبائیں صبح کی عبادت میں لگی ہوئی تھیں۔ وہ بے تابی سے عبادت ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا اور آخر کار صدر راہبہ ملاقات کے کمرے میں آ گئی۔ لورانزو نے اپنی بہن کو بلانے کو کہا۔ بوڑھی راہبہ نے بے حد متفکر ہو کر کہا کہ ایلگنس کی طبیعت لمحہ بہ لمحہ زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی اور یہ کہ ڈاکٹر نے اس کی زندگی سے مایوس ہو کر جواب دے دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے بچنے کا انحصار اب صرف اسی بات پر ہے کہ اسے مکمل آرام دیا جائے۔ لورانزو نے راہبہ کے کہے ہوئے ایک لفظ پر بھی یقین نہ کیا چنانچہ اس معاملے کو ختم کرنے کے لئے اس نے پاپائے روم کا حکم نامہ نکال کر صدر راہبہ کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا "بیمار ہو یا تندرست اس کی بہن کو بہر حال اس کے سپرد کر دیا جائے۔"

صدر راہبہ نے پاپائے روم کا حکم نامہ بڑے احترام سے لیا لیکن اس تحریر کو پڑھتے ہی دفعتہ بڑھیا کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے اس کے زرد رخساروں پر غصے سے دوڑ گئے اور اس نے آگ اگلتی ہوئی اور کھا جانے والی نظروں سے لورانزو کی طرف دیکھا۔

"پاپائے روم کا حکم سر آنکھوں پر۔" اس نے کہا۔ باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے سے غصے کا اثر دور نہ کر سکی تھی "اور میں بڑی خوشی سے اس حکم کی تعمیل کرتی لیکن افسوس ہے کہ یہ میرے

اختیار میں نہیں ہے۔ اس تحریر کے ذریعہ پاپائے روم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بلا تاخیر تمہاری بہن کو تمہارے حوالے کر دوں چنانچہ اب میں تمہیں یہ بتانے پر مجبور ہوں کہ گزشتہ جمعہ کے دن تمہاری بہن ایلگنس کا انتقال ہو گیا ہے۔"

لورانزو خوف سے کانپ گیا اور اس کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "ابھی پانچ منٹ پہلے خود تم نے کہا تھا کہ وہ زندہ ہے لیکن سخت بیمار ہے۔ اسے اسی وقت لاؤ۔ میں فوراً اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"سینور! اپنی زبان کو لگام دو۔ تم اپنی حیثیت فراموش کر رہے ہو۔ میرا احترام تم پر لازم ہے کیونکہ میں نہ صرف عمر میں تم سے بڑی ہوں بلکہ راہبہ بھی ہوں۔ تمہاری بہن اس دنیا میں نہیں رہی۔ یہ بات میں نے تم سے اس لئے چھپائی کہ میں تمہیں صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے خوف تھا کہ تم اس صدمے کو برداشت نہ کر کے دیوانے ہو جاؤ گے۔ اچھا صلہ دیا ہے تم نے میری اس مہربانی کا تم ہی بتاؤ کہ تمہاری بہن کو خانقاہ میں زبردستی رکھنے کا مجھے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ لورانزو! جب تمہیں اس کا سبب معلوم ہوگا تو تم خود کہو گے کہ اچھا ہوا وہ مر گئی۔ گزشتہ جمعرات کو کاؤنٹ کے گرجے سے واپس آنے کے فوراً بعد ہی وہ بیمار پڑ گئی اور عجیب بیماری تھی یہ جو کسی کی سمجھ میں نہ آئی اور خود ایلگنس نے ہم سے چھپایا کہ اسے کیا ہوا تھا لیکن سینور تم ہماری حیرت اور خوف کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب دوسرے دن ایلگنس نے ادھورے بچے کو جنم دیا اور اس کے کچھ ہی دیر بعد خود بھی مر گئی۔ اب کہو سینور! کیا اس کے بعد بھی تمہارے دل میں اپنی بہن کی ایسی ہی محبت قائم ہے؟ اگر ہاں تو مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ تمہاری بہن گنہگار تھی جو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے دوسری دنیا میں چلی گئی اور اس کے لئے میں اپنے خدا باپ کی شکر گزار ہوں کہ آج اسے اپنی قبر میں سوئے تین دن بھی ہو گئے۔"

اتنا کہہ کر بوڑھی راہبہ نے اپنے گلے سے لٹکتی ہوئی چھوٹی سی صلیب کو بوسہ دیا اور پھر وہ اپنی کرسی پر سے اٹھی اور چلی گئی۔ جانے سے پہلے اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ لورانزو کی طرف دیکھا۔

"خدا حافظ سینور!" وہ بولی "جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ مجھے افسوس ہے کہ پاپائے روم کا دوسرا بلکہ تیسرا حکم نامہ بھی تمہاری بہن کو اس خانقاہ سے نہ نکال سکے گا۔"

لورانزو بھی اٹھ کر خانقاہ سے باہر آ گیا۔ اس کے دل میں متضاد جذبات نے طوفان اٹھا

رکھا تھا۔ وہ اداس و ملول تھا لیکن رائمنڈ تو یہ خبر سن کر دیوانہ ہی ہو گیا۔ لورانزو اسے کچھ سمجھاتا لیکن وہ ایک نہ سنتا۔ اسے یقین تھا کہ ایگنس زندہ تھی اور رائمنڈ ہر دن اسے خانقاہ سے نکال لانے کی نئی ترکیب سوچتا، اس کی خبر معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا، ہر ذریعہ آزماتا لیکن سب محض بیکار۔

رہا لورانزو تو اس نے اپنی بہن سے ملنے کی کوششیں ترک کر دیں لیکن اسے بھی یقین تھا کہ اس کی بہن زندہ تو تھی لیکن اس کے ساتھ کوئی خوفناک واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دوست رائمنڈ کی کوششوں میں برابر کا شریک تھا اور ارادہ کر چکا تھا کہ اگر اس کے شکوک صحیح ثابت ہوئے تو وہ خانقاہ کی صدر راہبہ سے سخت اور عبرت انگیز انتقام لے گا۔ اپنی بہن کی گمشدگی نے اس کے دل پر خاصا اثر کیا تھا۔ وہ بے حد ملول تھا۔ چنانچہ وہ انطونیہ کے سلسلے میں اپنے چچا ڈیوک سے گفتگو نہ کر سکا۔

اس طرح دو طویل، اداس اور آزمائشی مہینے گزر گئے۔

اب بھی ایگنس کی کوئی خبر نہ ملی اور مایوس رائمنڈ کو بھی اپنی محبوبہ کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اب لورانزو نے انطونیہ کے متعلق اپنے چچا کو آگاہ کر دینے کا فیصلہ کیا۔ وہ اس عرصہ میں کئی دفعہ باتوں باتوں میں شادی کرنے کا ارادہ کنایتاً ظاہر کر چکا تھا اور ڈیوک نے اس کے اس ارادے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا چنانچہ لورانزو کو یقین تھا کہ وہ انطونیہ کے لئے اپنے چچا کی منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

چھٹا باب

جذبات کا ہیجان گزر گیا، امبروسیو کی شہوت کی آگ بجھ گئی، جنون ختم ہوا تو اس کی جگہ ندامت اور پشیمانی نے لے لی۔ اب وہ پریشان اور گھبرایا ہوا تھا۔ مدت طویل سے دبائی ہوئی آگ بھڑک کر ٹھنڈی ہو گئی تو وہ اپنی اس کمزوری اور شکست پر عجیب طرح کی الجھن محسوس کرتا ہوا متلاوہ پر سے اٹھ آیا۔ عمر بھر کنوارے رہنے اور عورت سے لطف اندوز نہ ہونے کی قسم ٹوٹ گئی۔ اس نے سوچا کہ اس نے متلاوہ کے ساتھ کیا کیا اور پھر اس خیال سے کانپ گیا کہ اگر بھانڈا پھوٹ گیا تو کیا ہوگا۔ وہ متلاوہ سے نظر ملانے کی جرأت نہ کر سکا۔ متلاوہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور حجرے میں گمبھیر خاموشی طاری تھی۔ امبروسیو تو اس خاموشی کو توڑنے کی ہمت نہ کر سکا البتہ متلاوہ نے اس خاموشی کو توڑا۔ اس نے امبروسیو کا ہاتھ پکڑ کر چوما اور پھر اپنے سینے پر رکھ دیا "امبروسیو!" اس نے کانپتی ہوئی مگر نرم آواز میں کہا۔

اس کی آواز سن کر امبروسیو چونکا۔ اس نے سر گھما کر متلاوہ کی طرف دیکھا۔ راہب کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"خطرناک عورت۔" وہ بولا۔ "کتنے خطرناک اور خوفناک گڑھے میں تو نے مجھے دھکیل دیا ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ تو عورت ہے تو پھر نہ صرف میری عزت بلکہ زندگی ختم ہو جائے گی — میرے خدا! ان چند لمحوں کی لذت کی بھاری قیمت مجھے ادا کرنی پڑے گی۔ میں احمق تھا کہ تیرے جال میں پھنس گیا۔ کیا کفارہ ادا کروں اپنے اس گناہ کا؟ تو نے تو میرا سکون ہمیشہ کے لئے درہم برہم کر دیا۔"

"امبروسیو! یہ لعنت ملامت تم مجھ پر کر رہے ہو؟ یہ سرزنش مجھے کی جا رہی ہے؟ مجھے، جس نے تمہاری خاطر دنیا کی خوشیاں اپنے پر حرام کر لیں، اپنی عزت قربان کر دی اور اپنے عزیز و اقربا تک کو چھوڑ دیا؟ تم نے کیا گنوایا ہے اور میں نے کیا بچایا ہے؟ میں تمہارے گناہ میں برابر کی شریک نہیں ہوں؟ اور کیا تم میرے لطف میں برابر کے شریک نہیں ہوئے؟ جتنا لطف مجھے آیا ہے اتنا ہی تمہیں بھی آیا ہے۔ گناہ؟ جرم؟ کیسا گناہ؟ کیسا جرم؟ جب تک گناہ اور جرم ظاہر نہیں ہوتا وہ گناہ اور جرم ہوتا ہی نہیں — چنانچہ دنیا کو پتہ چلے گا ہی نہیں ہمارے درمیان کون سے تعلقات قائم

ہو چکے ہیں۔ چھوڑو ان دونوں کو، ہم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ ہمارے تعلقات مقدس ہیں امبروسیو۔ اگر محبت کرنا جرم ہوتا، اگر عورت و مرد کے جنسی تعلقات گناہ ہوتے تو خدا اس کام کو ایسا لذت اور بھرپور بناتا ہی کیوں؟ امبروسیو! پریشان نہ ہو، غصہ نہ کرو، اپنے آپ کو الزام نہ دو۔ مجھے لعنت ملامت نہ کرو اور وہ مزہ لیتے رہو جو ایک بے بہا اور بے مثال عطیہ ہے۔ میں نے تمہیں بتایا کہ اصل لذت کیا ہے اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ میں نے تمہیں سکھایا ہے چنانچہ تمہیں تو اتنا میرا احسان مند ہونا چاہئے۔ آؤ مجھ سے لطف اندوز ہوتے رہو۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اور لطف نہیں ہے۔"

متلاہ کی آنکھوں میں ہوس کی عجیب سی چمک آ گئی اور اس کی چھاتیاں اٹھنے اور گرنے لگیں۔ اس نے امبروسیو کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اسے اپنے اوپر جھکا کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے چسپاں کر دیئے۔ یہ وہ داؤ تھا جو پٹ پڑ ہی نہ سکتا تھا۔ امبروسیو کے دل میں ایک بار پھر شہوانی جذبات کا ہیجان تھا۔ وہ قسم تو بہرحال توڑ چکا تھا، گناہ تو بہرحال کر چکا تھا چنانچہ اب کیوں وہ اس لذت سے بھاگنے کی کوشش کرے؟ کیوں اپنے آپ کو بچائے اور کیوں محروم رہے؟ جب ڈوبے ہی ہیں تو پھر پانی چند فٹ گہرا ہو یا چند بانس اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟ یہ سوچا تو امبروسیو کے جذبات شدت سے بھڑک اٹھے اور اس نے لگامیں پوری طرح سے چھوڑ دیں۔

ایک بار وہ پھر متلاہ پر تھا اور اس دفعہ اس کے حملے پچھلی دفعہ سے زیادہ شدید اور بھرپور تھے۔ رہی متلاہ تو وہ امبروسیو کا لطف بڑھانے کے لئے اپنے سارے داؤں کام میں لا رہی تھی، اپنے سارے تجربات کو جامہ عمل پہنا رہی تھی اور اپنے عاشق کے لطف کو انتہا تک پہنچا رہی تھی اور امبروسیو وہ لذتیں محسوس کر رہا تھا جن سے آج تک وہ ناواقف تھا۔ اس دنیا میں پہنچ رہا تھا جو اسے دیوانگی کی حد تک جوشیلا بنا رہی تھی۔

رات ختم ہوئی اور امبروسیو کو متلاہ پر دیکھ کر صبح شرم سے سرخ ہو گئی۔ لطف اور لذت کے نشے میں سرشار راہب متلاہ کے بستر پر سے اٹھا۔ اب وہ اپنے اس کام کو شرمناک نہ سمجھ رہا تھا اور نہ ہی قہر خداوندی کا اسے خوف تھا۔ اب اسے خوف تھا تو صرف یہ کہ کہیں وہ جلد ہی مر نہ جائے کہ اس لطف سے چھوٹ جائے۔ وہ اب بہت برسوں تک زندہ رہنا اور اس لذت کو ہر دم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ متلاہ کے خون میں اب بھی زہر تھا لیکن امبروسیو چاہتا تھا کہ وہ زندہ رہے کیونکہ اگر وہ مر گئی تو پھر وہ یہ مزہ حاصل کرنے کہاں جائے گا۔ چنانچہ اس نے متلاہ سے کہا کہ وہ تندرست ہو جائے جیسا کہ اس کے اختیار میں تھا۔

"بے شک یہ میرے اختیار میں ہے۔" متلاہ نے کہا "اب چونکہ تم نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ میری زندگی قیمتی اور ضروری ہے اس لئے میں زندہ رہوں گی۔ بہرحال میں اپنے آپ کو بچاؤں گی، اپنی خاطر نہیں تو تمہاری خاطر۔ تمہاری خوشی میں زندہ رہنا ایک صدی دوسری دنیا کی صدیوں سے زیادہ عزیز ہے لیکن امبروسیو یہ قدم اٹھانے سے پہلے یعنی اپنے آپ کو زندہ رکھنے کی ترکیب سے پہلے میں تم سے ایک وعدہ چاہتی ہوں۔"

"کہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تم یہ نہ پوچھو گے کہ میں کس طرح اپنے آپ کو بچاتی اور زندہ رکھتی ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا اور قسم کھاتا ہوں۔"

"شکریہ میرے پیارے۔ یہ احتیاط بے حد ضروری تھی کیونکہ آج رات میں جو رسم ادا کروں گی وہ تمہیں چونکا دے گی اور مجھے شاید تمہاری نظر سے گرا دے گی۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ آج آدھی رات کے وقت مجھے قبرستان میں پہنچا دو۔ میں سینٹ کلارے کے مقبرے کی تہ خانے میں اتر جاؤں گی اور تم باہر پہرہ دو گے کہ کوئی یہ نہ دیکھ سکے کہ میں اندر کیا کرتی ہوں۔ اس مقبرے میں میں ایک گھنٹہ تک رہوں گی اور پھر وہ زندگی مجھے عطا کی جائے گی جو میں تمہاری لذتوں کے لئے وقف کر دوں گی اور وقف کر دی ہے۔ لوگوں کے شکوک سے بچنے کے لئے یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ تم دن کے وقت میرے پاس کبھی نہ آؤ گے۔ سنو! کوئی آ رہا ہے۔ میں سوتی بن جاتی ہوں۔"

امبروسیو نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے آگے بڑھ کر حجرے کا دروازہ کھولا تو سامنے فادر پابلو کھڑا تھا۔

"صبح بخیر مقدس باپ۔" فادر پابلو نے کہا۔ "میں اپنے نوجوان مریض کی خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔"

"شش۔ آہستہ بولو۔" امبروسیو نے کہا۔ "میں بھی اس کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ ہمارا روزاریو سو رہا ہے۔ گہری نیند سو رہا ہے اور اسے بیدار کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں۔"

فادر پابلو نے امبروسیو سے اتفاق کیا۔ عین اس وقت صبح کی عبادت کا گھنٹہ بجنے لگا اور وہ دونوں راہب عبادت گاہ کی طرف چل دیئے۔ عبادت گاہ میں داخل ہوتے وقت امبروسیو ایک عجیب طرح کی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ گناہ اس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ چنانچہ وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے ہر نظر جو اس کی طرف اٹھ رہی تھی اس کے گزشتہ رات کے کارنامے سے نہ صرف واقف ہو رہی بلکہ اس کے ماتھے پر تفصیل سے لکھا دیکھ رہی تھی۔ وہ سر جھکا کر عبادت میں مصروف

ہوئی، لیکن آج وہ پچھلا اعتقاد و خشوع محسوس نہ کر رہا تھا۔ اس کے دل میں خداوند خدا کا جلال اترنے کے بجائے مٹلاوہ کے لذت انگیز اعضا کی یاد ابھر رہی تھی۔ ان پوشیدہ اعضاء کی جن سے وہ لطف اندوز ہوا تھا۔ دیکھنے والوں نے قدرے حیرت سے دیکھا کہ آج امبروسیو پہلے سے کئی گنا زیادہ عبادت میں مصروف رہا اور اس خلوص سے جیسے اپنے گردوپیش کو یکسر بھول کر یسوع مسیح کے حضور پہنچ گیا لیکن دیکھنے والے یہ نہ جانتے تھے کہ یہ محض دکھاوا تھا۔ ان کا صدر راہب انہیں دھوکا دے رہا تھا۔

عبادت ختم ہوئی۔ امبروسیو اپنے حجرے میں پہنچا۔ اس کے دل و دماغ میں متضاد جذبات کا ایک طوفان بپا ہو رہا تھا۔ وہ افسوس سے سوچ رہا تھا کہ اس کی پاک و صاف روح اب آلودہ ہو چکی تھی۔ وہ اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ اس دنیا مٹلاوہ کی ذرا سی لغزش عزت و احترام کی اس عمارت کو ڈھا دے گی جو اس نے تیس برسوں میں کھڑی کی تھی، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ انبساط سے جھوم بھی رہا تھا۔ مٹلاوہ کے سحر انگیز حسن کو یاد کر رہا تھا جس کا تنہا وہ مالک تھا اور اس پر لذت حاصل کرنے کے لئے اسے کون سی قیمت ادا کرنی پڑی تھی؟ صرف اپنی عصمت و معصومیت اور یہ کوئی بڑی بھاری قیمت نہ تھی۔ مٹلاوہ سے اسے جو لطف حاصل ہوا تھا اس کی یاد ہی اس پر وجد طاری کر دیتی اور اس کی روح انبساط سے پر کر دیتی تھی۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مٹلاوہ سے تو بہرحال لطف اندوز ہوتا رہے گا وہ مسیح کے ساتھ اپنی ہر قسم نبھائے گا سوائے کنوارپن اور عورت کے قریب نہ جانے کی قسم کے۔ اس سے یہ ہوگا کہ ایک طرف تو وہ مزے لوٹتا رہے گا اور دوسری طرف لوگوں میں اس کی پہلے کی سی عزت بندھی رہے گی۔ وہ پہلے کی طرح اس کے سامنے احترام سے جھکتے رہیں گے۔

رہا دوسری دنیا کا عذاب تو خداوند انسانوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ہی مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا۔ چنانچہ ظاہر ہے امبروسیو کو بھی وہ بخش دے گا۔ خصوصاً اس لئے کہ پورے تیس سال تک تو اس نے کسی عورت کو چھوا تک نہ تھا۔ خدا کے علاوہ کسی کا خیال اپنے دل میں بسایا نہ تھا، خوب عبادتیں کی تھیں اور اپنے جسم کو خوب اذیتیں پہنچائی تھیں۔ آخر ان کا ثواب تو اس کے کھاتے میں لکھا جا چکا ہے اور اس کے مقابلے میں یہ گناہ، بشرطیکہ ہم اس بے حد پر لطف کام کو گناہ کہیں کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر ہے تو بے حد معمولی۔ لیکن وہ یہ نہ جانتا تھا کہ بقول اس کے "اس معمولی سے گناہ" نے اس کے لئے کون سے دروازے بند کر دیئے اور کون سے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کھلے دروازوں سے گزر کر وہ کہاں پہنچنے والا تھا۔ اس کا یہ پہلا گناہ دوسرے گناہوں کی تمہید تھا یہ وہ نہ جانتا تھا۔

بہرحال دین و دنیا دونوں کی لذتیں حاصل کرنے کا یہ بہانہ تلاش کرنے کے بعد اسے قدرے سکون ہوا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا کہ گہری نیند سو کر رات بھر کے کارنامے کی تھکن دور

کرے اور مٹلاوہ سے پھر لطف اندوز ہونے کے لئے تازہ دم ہو جائے۔

وہ بیدار ہوا تو تازہ دم اور رات کے لطف کے اعادہ کے لئے نہ صرف تیار بلکہ بے قرار بھی تھا لیکن مٹلاوہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ دن کے وقت اس کے پاس نہ گیا۔ طلوع خوف نے میں فادر پابلو نے مطلع کیا کہ روزا یا آخر کار اس کی بیٹی فادر پابلو کی ہدایت پر عمل کر کے دوائیں پی رہی تھی لیکن ان دواؤں نے کوئی اثر نہ کیا تھا۔

دن ختم ہوا۔ رات آئی۔

امبروسیو نے دن ہی سے اس پچھلے دروازے کی کنجی حاصل کر لی تھی جو قبرستان میں کھلتا تھا۔ چنانچہ جب خانقاہ میں ہر طرف خاموشی مسلط ہو گئی اور دیکھے جانے کا خطرہ نہ رہا تو امبروسیو قبرستان کی کنجی لے کر اپنے حجرے سے باہر آیا اور تیز قدموں مگر خاموشی سے مٹلاوہ کے حجرے کی طرف چلا۔ وہ امبروسیو کی آمد سے پہلے ہی اپنے بستر میں سے نکل آئی تھی۔ کپڑے وغیرہ پہن کر تیار کھڑی تھی۔

"بہت بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" مٹلاوہ نے کہا۔ "میری زندگی کا انحصار انہی لمحوں پر ہے۔ کنجی لے کر آئے ہو؟"

"ہاں۔ لے آیا ہوں۔"

"تو چلو پھر۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میرے پیچھے آؤ۔"

مٹلاوہ نے ایک چھوٹی سی ڈھکی ہوئی ٹوکری ایک ہاتھ میں اور دوسرے میں چراغ اٹھایا جو شمعدان کی چھت پر رکھا ہوا تھا اور جل رہا تھا اور اس طرح لیس ہو کر وہ حجرے سے باہر آ گئی۔ امبروسیو اس کے پیچھے تھا۔ وہ احتیاط سے مگر تیز قدموں سے چل رہی تھی۔ دونوں خانقاہ سے نکل کر باغ کے مغربی سرے پر آ گئے۔ مٹلاوہ کی آنکھوں میں کبھی آگ اور وحشت تھی کہ ہمارے راہب کے دل میں ایک عجیب طرح کا خوف اور رعب اترتا جا رہا تھا۔

اس نے چراغ امبروسیو کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس سے کنجی لے کر قبرستان کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ یہ ایک وسیع و عریض میدان تھا جس میں یو[1] کے درخت اگے ہوئے تھے۔ آدھا قبرستان تو امبروسیو کی خانقاہ کا اور بقیہ آدھا سینٹ کلارے کی خانقاہ کی راہبات کی ملکیت تھا۔ راہبات کے قبرستان میں پتھر کی چھت تھی اور ایک آہنی جنگلہ راہبوں اور راہبات کے قبرستانوں کو الگ کر رہا تھا۔ اس جنگلے کے پھاٹک کی کھڑکی عموماً غیر مقفل رہتی تھی۔

[1] Yew ایک قسم کا سدا بہار درخت جو بہت آہستہ بڑھتا ہے اور عموماً قبرستانوں میں ہی لگایا جاتا ہے۔

مثلاہ اسی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے پھاٹک کی کھڑکی کھولی اور اس زیرِ زمین مقبرہ کا دروازہ تلاش کرنے لگی جس میں سینٹ کلارے کی خانقاہ کی راہبات کے مردے رکھے ہوئے تھے اور مٹی بن رہے تھے۔ خوش قسمتی سے اس وقت ہوا بند تھی اس لئے امبر دسیو کو چراغ جلتا رکھنے میں دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑ رہا تھا۔ چنانچہ اس کی روشنی میں مثلاہ نے تہہ خانے کا دروازہ جلد ہی تلاش کر لیا۔ دروازے تک پتھر کی تین سیڑھیاں جاتی تھیں۔ مثلاہ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی۔

"امبر دسیو۔" اس نے جلدی سے سرگوشی میں کہا۔ "تہ خانہ میں لوگ ہیں۔ جلدی سے چھپ جاؤ کہیں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ خود ایک بلند قبر کے پیچھے دبک گئی۔ امبر دسیو نے اس کی تقلید کی اور چراغ بھی چھپا دیا کہ کہیں اس کی روشنی اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔

چند منٹ ہی گزرے تھے کہ تہ خانے کا دروازہ اندر سے کھولا گیا اور سیڑھیوں پر روشنی نظر آئی۔ اس روشنی میں امبر دسیو اور مثلاہ نے دو نسوانی سائے دیکھے جو مذہبی لباس میں ملبوس تھے اور آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ امبر دسیو نے ان میں سے ایک کو تو فوراً پہچان لیا۔ وہ سینٹ کلارے کی خانقاہ کی صدر راہبہ تھی اور دوسری اس کی ماتحت بوڑھی نن تھی۔

"ہمارے انتظامات اطمینان بخش طور پر ہو گئے۔" صدر راہبہ نے کہا۔ "کل اس کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اس کے آنسو اور آہیں بے اثر رہیں گی۔"

"مقدس ماں! آپ نے یہ فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن آپ کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔" صدر راہبہ کی ساتھی نن نے کہا۔ "ہماری خانقاہ میں ایگنس کے ہمدرد زیادہ ہیں اور مدر سینٹ ارسولہ تو بڑے زور و شور سے ایگنس کی حمایت کرے گی۔ ایگنس کو اپنی غلطی اور گناہ کا شدت سے احساس ہے۔ اس کا حد سے بڑھا ہوا تاسف ہی اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ جو یوں ہر دم روتی رہتی ہے تو سزا کے خوف سے نہیں بلکہ ندامت سے روتی ہے اور آنسو بہا بہا کر توبہ کر رہی ہے۔ مادر مقدس! اگر آپ ایگنس کی یہ پہلی لغزش معاف کر دیں تو اس کے مستقبل کے چال چلن کا ذمہ میں لیتی ہوں۔"

"معاف کر دوں؟ مادر کمیلا! حیرت ہے کہ یہ تم کہہ رہی ہو۔ اس چھوکری نے مدرید کے دیوتا امبر دسیو کے سامنے مجھے ذلیل کیا ہے۔ میں اپنی خانقاہ کی دھاک بٹھانا چاہتی تھی اور

میری اس خواہش کا اس نے گلا گھونٹ دیا ہے۔ اس کے بعد بھی تم کہتی ہو کہ میں ایگنس کو معاف کر دوں؟ نہیں — یہ کبھی نہ ہوگا۔ ایگنس میرے انصاف اور میری ناراضگی کا ایک ایسا خوفناک اور عبرت انگیز نمونہ بن کر رہے گی کہ دوسری ننیں ایسا کام کرنے سے پہلے سوچیں گی۔"

صدر راہبہ نے اب اس دروازے کا قفل کھولا جو سینٹ کلارے کے گرجا میں کھلتا تھا۔ دونوں ننیں اندر داخل ہو گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔

"کون ہے یہ ایگنس جس سے صدر راہبہ اس قدر خفا ہے؟" مثلاہ نے پوچھا۔

امبر دسیو نے ایگنس کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس وقت وہ اس قسم کے واقعات میں بے حد سخت تھا لیکن اب چونکہ اس کے خیالات میں فوری تغیر و تبدل ہوا ہے اسے اب اس بدنصیب نن ایگنس پر رحم آتا ہے۔

"میں کل ہی سینٹ کلارے کی صدر راہبہ سے ملوں گا۔" وہ بولا۔ "اور اسے مجبور کروں گا کہ وہ ایگنس کو معاف کر دے۔"

"خبردار امبر دسیو ایسا نہ کرنا۔" مثلاہ نے کہا۔ "بھول کر بھی ایسا نہ کرنا ورنہ تمہارے خیالات کا یہ تغیر اور تمہاری یہ نرمی صدر راہبہ کے دل میں شکوک پیدا کر دے گی اور ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم کسی کے دل میں بھی اپنی طرف سے شکوک و شبہات پیدا نہ کریں۔ اس کے برخلاف تم اور بھی سخت گیر بن جاؤ اور دوسروں کے گناہوں پر خوب گرج گرج کر لعنت ملامت کرو کہ اسی طرح تم ہمارے تعلقات پر پردہ ڈال سکو گے۔ اس بدنصیب نن کو اس کی قسمت پر ہی چھوڑ دو۔ وہ چونکہ اپنی محبت اور کام کو چھپا نہ سکی اس لئے وہ ان سے لطف اندوز ہونے کی قطعی مستحق نہیں ہے لیکن ان بیکار باتوں میں میں قیمتی لمحات ضائع کر رہی ہوں۔ رات سرعت سے گزرتی جا رہی ہے۔ ننیں چلی گئی ہیں اور اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لاؤ۔ چراغ مجھے دے دو۔ امبر دسیو! تہ خانے میں مجھے تنہا ہی جانا ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور اگر کوئی آتا دکھائی دے تو پکار کر مجھے خبردار کر دینا۔ سنو اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو تہ خانے میں آنے اور یہ دیکھنے کی کوشش نہ کرنا کہ میں کیا کرتی ہوں؟"

اتنا کہہ کر اور ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے میں وہی ڈھکی ہوئی ٹوکری لے کر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا۔ پیچھے کالے سنگ مرمر کی سیڑھیاں تھیں جو نیچے اترتے چلی گئی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر گئی۔ امبر دسیو اوپر ہی ٹھہر رہا اور اس روشنی کو دیکھتا رہا جو تہ خانے میں اندر ہی اندر اترتی جا رہی تھی۔ مثلاہ نیچے اتر گئی۔ روشنی غائب ہو گئی اور اب امبر دسیو گھپ اندھیرے میں اور اکیلا کھڑا ہوا تھا۔

اکیلا کھڑا ہوا امبر دیسو اس بات پر حیرت کیے بغیر نہ رہ سکا کہ مطلاوہ کے جذبات اور خصوصیات میں فوری اور نمایاں تغیر ہوا تھا۔ ابھی چند دنوں پہلے ہی وہ بے حد نرم اور خاکسار قسم کی عورت تھی لیکن اب اس کی ہر حرکت اور لہجے سے بھی تقریباً مردانہ جرأت اور ہمت ظاہر تھی۔ اب وہ کوئی بات نرمی سے نہیں بلکہ تحکمانہ لہجے میں کہتی تھی۔ اب وہ نہ گڑگڑاتی تھی اور نہ درخواست کرتی تھی بلکہ صاف صاف حکم چلاتی تھی۔ اب امبر دیسو نہیں بلکہ مطلاوہ بالادست تھی۔ اب اس کا حکم امبر دیسو پر چلتا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہر بات ماننے پر مجبور تھا۔ اب اسے وہ روزاریو یاد آ رہا تھا جو اس کا پرستار تھا، اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا، جو ہر دلعزیز اور نرم دل تھا۔ اسے افسوس ہوا کہ وہ روزاریو کم سے کم اس کے لئے تو اب نہ رہا تھا اور جب اس نے مطلاوہ کی وہ بات یاد کی جو اس نے ابھی ابھی یکلس کے متعلق کہی تھی تو اسے مطلاوہ کی یہ بات سراسر غیر زنانہ ہی نہیں بلکہ غیر انسانی معلوم ہوئی۔ روزاریو رحم دل تھا، لیکن مطلاوہ سنگ دل تھی۔ رحم نام کا جذبہ شاید اس کے دل میں تھا ہی نہیں۔ خدا ترسی اور رحم — یہ دو چیزیں خدا نے عورت کو ایسی عطا کی ہیں جو اس جنس کو مردوں سے بلند کرتی ہیں۔ ہر عورت میں یہ دو جذبات موجود ہوتے ہی ہیں چنانچہ ان کا ہونا کسی عورت کی امتیازی خصوصیت نہیں کیونکہ یہ تو ان کی فطرت ہے لیکن ان کا فقدان عورت کو عورت نہیں رکھتا، کچھ اور بنا دیتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلاوہ کو سنگ دل اور بے رحم سمجھ رہا تھا اس کے باوجود وہ اس کے مشورے کو مناسب اور قابل قبول بھی تسلیم کر رہا تھا۔ چنانچہ ہر چند اسے بدقسمت یکلس پر ترس آ رہا تھا لیکن اس نے صدر راہبہ سے ملنے اور یکلس کی سفارش کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

مطلاوہ کو تہ خانے میں اترے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ امبر دیسو کا شوق تجسس اب انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ وہ زینے کے قریب پہنچا اور کان لگا کر سننے لگا۔ اندر خاموشی تھی۔ امبر دیسو بے تاب ہو گیا۔ وہ یہ راز معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا اور مطلاوہ کی ہدایت کو پس پشت ڈال کر تہ خانے میں اترنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ وہ چند سیڑھیاں اتر چکا تھا کہ دفعتاً اس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ باہر واپس آ گیا اور بے چینی سے مطلاوہ کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

دفعتاً کچھ ہوا۔ امبر دیسو گھبرا گیا۔

اس نے ایک شدید جھٹکا محسوس کیا۔ ایک زلزلہ سا آ گیا۔ زمین کانپ گئی۔ قبرستان کی چھت کو تھامے ہوئے سنگین ستون یوں ہلنے لگے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی دم میں گر جائیں گے اور امبر دیسو چھت تلے دب مرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دل ہلا دینے والی گرج سنی۔ گرج فوراً ہی خاموش ہو گئی اور امبر دیسو نے دیکھا کہ تہ خانے میں بجلی سی کوند کر بجھ گئی۔ روشنی اتنی تیز تھی

کہ ایسی روشنی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی دوسرے ہی لمحے یہ روشنی امبر دیسو کی نظر کو خیرہ کر کے غائب ہو چکی تھی۔ اس روشنی کے غائب ہوتے ہی زمین کی کپکپی ختم ہو گئی۔ ایک بار پھر چاروں طرف مکمل خاموشی تھی اور ایک بار پھر گھپ اندھیرا تھا۔

ایک گھنٹہ اور گزر گیا۔

ایک بار پھر تہ خانے میں وہی خیرہ کن روشنی چمک کر بجھ گئی اور ایک عجیب قسم کی موسیقی کی آواز تہ خانے میں سے تیرتی ہوئی باہر آئی۔ اس آواز نے امبر دیسو کے دل کو بیک وقت سرور اور خوف کے متضاد جذبات سے پُر کر دیا۔ یہ موسیقی کی لہریں ابھی فضا میں تیر ہی رہی تھیں کہ امبر دیسو نے سیڑھی پر مطلاوہ کے پیروں کی چاپ سنی۔ وہ تہ خانے سے باہر آئی تو امبر دیسو نے دیکھا کہ وہ بے حد خوش اور مطمئن تھی اور اس کا حسن دوبالا ہو گیا تھا۔

"امبر دیسو! کچھ دیکھا تم نے؟" مطلاوہ نے آتے ہی پوچھا۔

"دو دفعہ بے حد تیز روشنی دیکھی۔"

"اور کچھ نہیں دیکھا؟"

"نہیں۔"

"صبح ہونے والی ہے چنانچہ آؤ اب خانقاہ میں چلا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح کی روشنی ہمارا راز کھول دے۔"

وہ خانقاہ کی طرف چلی۔ وہ اپنے حجرے میں پہنچ گئی۔ بے قرار راہب اب بھی اس کے ساتھ تھا۔ مطلاوہ نے اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے ٹوکری اور چراغ ایک طرف رکھ دیا۔

"میں کامیاب رہی۔" وہ بولی اور امبر دیسو سے لپٹ گئی۔ "توقع سے زیادہ مجھے کامیابی ہوئی۔ امبر دیسو اب میں زندہ رہوں گی۔ تمہارے لئے زندہ رہوں گی۔ جو قدم اٹھاتے میں ڈرتی تھی، جس کے خیال سے میں کانپ کانپ اٹھتی تھی وہی قدم اٹھا کر میں نے ناقابل بیان مسرتیں حاصل کر لی ہیں اور اپنے لئے بے پناہ کامیابی کا دروازہ کھول لیا ہے۔ امبر دیسو! میرے امبر دیسو کاش کہ اپنی کامیابیوں میں میں تمہیں شریک کر سکتی اور تمہیں تمہاری جنس کے بلند ترین مقام تک پہنچا سکتی جس طرح میرے ایک جرأت مندانہ قدم نے خود مجھے ان بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔ جنہیں دوسری عورت چھو بھی نہیں سکتی۔"

"تو پھر مجھے مردوں میں اس بلند مقام پر پہنچنے میں کون سی چیز مانع ہے مطلاوہ؟ اب تو مجھے تمہارے خلوص اور محبت پر شک ہونے لگا ہے کیونکہ تم نے وہ مسرتیں حاصل کر لی ہیں جن سے

تم مجھے محروم رکھنا چاہتی ہو اور رکھ رہی ہو۔"

"مجھے واقعی افسوس ہے کہ میں اپنی مسرتوں اور کامیابیوں میں تمہیں شریک نہیں کر سکتی لیکن اس میں قصور میرا نہیں بلکہ تمہارا ہے۔ میرے پیارے امبردسیو تم میں اب بھی بہت زیادہ رہبانیت ہے اور تمہاری توہم پرستی تمہیں وہ قدم اٹھانے کی اجازت نہ دے گی جو میں نے اٹھا کر اپنے لئے وہ دروازے کھول لئے ہیں جو کسی نے نہ کھولے ہوں گے اور وہ انعام حاصل کیا ہے جو کوئی حاصل نہ کر سکا تھا۔ فی الحال تم اس راز کو جاننے کے قابل نہیں ہو لیکن تم صبر سے کام لو گے تو سب کچھ ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ تم نے قسم کھائی ہے کہ تم مجھ سے یہ نہ پوچھو گے کہ آج رات میں کیا کرتی رہی اور کون سا کارنامہ انجام دیتی رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی اس قسم پر قائم رہو۔ حالانکہ" اور یہاں اس نے مسکرا کر امبردسیو کے ہونٹ چوم لئے۔ "حالانکہ میں نے صبح سے تمہاری قسم تڑوا دی ہے لیکن چاہتی ہوں کہ میرے سامنے جو قسم کھائی ہے اسے نبھاؤ۔"

مٹلاہ کے اس ایک ہی بوسے نے امبردسیو کا بدن تپا دیا۔ اس نے دیوانوں کی طرح مٹلاہ کو بھینچ لیا اور اس کے ہونٹ، آنکھیں اور رخسار چومنے لگا۔ آج خود امبردسیو نے مٹلاہ کے جسم سے اس کا لباس الگ کیا۔ اس کی چمکتی ہوئی برہنگی دیکھ کر راہب بے تاب ہو گیا۔ اس نے جھپٹ کر مٹلاہ کو اٹھا کر صوفے پر لٹا دیا اور پھر وہ اس کام میں مصروف ہو گیا جسے دیکھ کر شرم و حیا بھی آنکھیں بند کر لیں۔

امبردسیو مٹلاہ کے حجرے سے اس وقت تک نہ نکلا جب تک کہ صبح کی عبادت کے لئے گھنٹہ نہ بجنے لگا اور آج پہلی دفعہ امبردسیو کو اس گھنٹے کی آواز بڑی مکروہ معلوم ہوئی۔

پھر یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ امبردسیو کو اس مزے کا چسکا پڑ گیا تھا۔ ادھر دوسرے راہب روزاریو کی خلاف توقع صحت یابی پر خوش تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی شک نہ ہوا کہ روزاریو دراصل مٹلاہ اور ان کے صدر راہب کی داشتہ تھی۔ امبردسیو اپنی داشتہ سے بڑے اطمینان، سکون اور بے خوفی سے لطف اندوز ہوتا تھا، کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ راہب جسے پورا مدرید گویا زندہ ولی سمجھتا تھا راتوں کی تنہائیوں میں کیا کرتا ہے۔ امبردسیو کی ہوس بس بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ سیر ہوتا ہی نہ تھا۔ اب تو شرم اسے پریشان کرتی تھی اور نہ ندامت اب اس کا ضمیر بھی خاموش تھا۔ جنسی تعلقات کے بار بار اور متواتر اعادے نے اسے گناہ کا عادی بنا دیا تھا اور اب ضمیر کی نیش زنی کو وہ محسوس نہ کرتا تھا ادھر مٹلاہ تھی کہ اسے اور بھی زیادہ اکسا رہی تھی۔ اسے اور زیادہ گناہ کے دلدل میں دھکیل رہی تھی لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ امبردسیو اکتا گیا ہے۔ آگے بڑھا کر اور اسے اپنے

جسم سے زیادہ سے زیادہ مانوس کر کے اس نے غلطی کی تھی کیونکہ اب امبردسیو اس یکسانیت سے اکتانے لگا تھا۔ مٹلاہ اس کے لئے گویا گھر کی مرغی بنتی جا رہی تھی۔ اس کا حسن امبردسیو میں جوش و جنون پیدا نہ کرتا تھا جس کا مظاہرہ اس نے ابتدا میں کیا تھا۔ اس لطف کی انتہا سے راہب کی طبیعت اوب گئی تھی۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ امبردسیو اپنی داشتہ سے تھک گیا۔ اپنے نفس کی آگ بجھانے کا اور کوئی ذریعہ تھا نہیں اس لئے وہ مٹلاہ کے پاس آتا ضرور تھا لیکن اپنی آرزو پوری کرنے کے بعد وہ قدرے نفرت سے اس سے رخصت ہوتا اور اس کا دل نئے پن کی آرزو کرنے لگتا اور وہ سوچتا کہ تنہا مٹلاہ سے چپکے رہنا تو غلط ہے۔ کیوں نہ مختلف عورتوں کا مزہ چکھا جائے۔

اس طرح کا قبضہ، جو مردوں کو اکتا دیتا ہے عورتوں کی محبت کو بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ مٹلاہ پر پوری طرح اختیار حاصل کرنے کے بعد امبردسیو تو اس سے اکتانے لگا تھا لیکن خود مٹلاہ کی الفت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ چونکہ اس نے امبردسیو کی عنایت اور پسند حاصل کر لی تھی اس لئے وہ اسے بہت پیارا لگتا تھا اور مٹلاہ اس کی احسان مند بھی تھی کہ راہب اسے وہ لذت بخش رہا تھا جس کی آرزو میں وہ مری جا رہی تھی، لیکن بد قسمتی سے مٹلاہ کے جذبات جتنے زیادہ بھڑکتے جا رہے تھے اور امبردسیو کے سرد پڑتے جا رہے تھے۔ چنانچہ مٹلاہ اپنے یار سے یہ شکایت کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اب اس کی صحبت امبردسیو کے لئے دن بدن ناپسند ہونے لگی تھی اور یہ کہ اب وہ مٹلاہ کی محبت اور ہمدردی کا جواب پہلے کے سے جوش اور شدت سے نہ دے رہا تھا۔ مٹلاہ کو چونکہ اس کا شدت سے احساس تھا کہ امبردسیو اس سے اکتانے اور دور ہونے لگا تھا اس لئے اس نے، راہب کا جذباتی جوش دوبارہ پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششیں اور بھی تیز کر دیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی کیونکہ امبردسیو مٹلاہ کی ان کوششوں کو اس کی خود غرضی سے منسوب کر رہا تھا، اس کا لطف دوبالا کرنے اور اسے اپنے زیادہ سے زیادہ قریب لانے کے لئے مٹلاہ جو نت نئی ترکیبیں آزما رہی تھی ان سے امبردسیو کو اب گھن آنے لگی تھی اس کے باوجود دونوں کے ناجائز تعلقات قائم رہے لیکن یہ صاف ظاہر تھا کہ امبردسیو اس کے پاس محبت سے نہیں بلکہ جنسی بھوک سے مجبور ہو کر آتا تھا کیونکہ یہ بھوک مٹانے کا ذریعہ سوائے مٹلاہ کے اس کے پاس اور کوئی نہ تھا۔ چونکہ امبردسیو نے جذبات کو پوری طرح سے راہ دے دی تھی اس لئے اب اس کے لئے عورت ضروری ہو گئی تھی اور خانقاہ میں مٹلاہ کے علاوہ کوئی دوسری عورت تھی نہیں جس کے پاس وہ جا سکتا۔ حقیقت میں مختلف جذبات جو اس کی تعلیم اور فطرت کا نتیجہ تھے اس کے دل میں باہم دست و گریباں تھے اور ہار و شکست کا فیصلہ نفسانی جذبات ہی کر سکتے تھے جنہیں اس نے اب تک دبا رکھا تھا، لیکن بد قسمتی

ے اس کے نفسانی جذبات بہت ہی واہیات فیصلہ کرنے والے تھے۔ خانقاہ کی تنہائی اور گوشہ نشینی اس معاملے میں اب تک اس کی معاون ثابت ہوئی تھی اور وہ اپنی برائیوں اور کمزوریوں سے واقف نہ ہوا تھا بلکہ وہ سمجھ بیٹھا تھا کہ وہ عام انسانی برائیوں اور کمزوریوں سے مبرا تھا۔ جیسے ہی اسے موقع ملا، جیسے ہی وہ اس لطف سے واقف ہوا جو اس کے لئے نیا تھا کہ مذہب کی دیوار ایک دم سے ٹوٹ گئی۔ اس کے جذبات کے سیلاب میں سب کچھ — پاکدامنی، مسیح سے کیا ہوا عہد، دعائے نیم شبی، جنت کی آرزو، دوزخ کا کھٹکا — سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔

وہ اب بھی مدرید کی آنکھ کا تارا تھا۔ اب بھی لوگ اس کی پرستش کرتے تھے بلکہ اب تو اس کی تقریریں ایسی ولولہ انگیز ہوتی تھیں کہ سامعین چیخ پڑتے تھے۔ ہر جمعرات کو کاتھیڈرل سامعین سے کھچا کھچ بھر جاتا اور امبر دسیو کا خطبہ اسی احترام اور خاموشی سے سنا جاتا۔ وہ اب بھی خانقاہ سے باہر قدم نہ رکھتا تھا اور اس کی یہ گوشہ نشینی لوگوں کو اس کی سخت پرہیز گاری کا یقین دلا کر ان کے احترام کے جذبہ کو اور بھی بڑھا رہی تھی۔ لیکن سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ عورتیں اس کی تعریف کرتے تھکتی نہ تھیں اور ان کی یہ تعریف اس لئے نہ ہوتی تھی کہ وہ امبر دسیو کا احترام کرتی تھیں۔ بے شک وہ احترام تو کرتی تھیں لیکن اس سے زیادہ اس راہب کی قبول صورتی، دبدبہ، عظمت اور خوش بیانی ان کے دلوں پر اثر انداز تھی اور وہ اس کی ان ہی چیزوں کی تعریف کیا کرتی تھیں اور امبر دسیو ان کے حسن کو اپنی آنکھوں سے صراحیوں کی طرح پیا کرتا تھا، اگر اس کے پاس اعتراف گناہ کے لئے آنے والی عورتیں اس کی بھوکی نظروں کا مطلب سمجھ سکتیں تو پھر امبر دسیو کو اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لئے کسی دوسرے ذریعہ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی، لیکن یہ امبر دسیو کی بدقسمتی تھی کہ مدرید کی عورتیں اس کی پاکبازی کی اس حد تک قائل تھیں کہ ان کے دل میں بھولے سے بھی یہ خیال نہ آ سکتا تھا کہ امبر دسیو کبھی انہیں بری نظر سے دیکھ بھی سکتا ہے۔ بے شک! اسپین کی گرم آب و ہوا یہاں کی عورتوں کے شہوانی جذبات پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن یہ تو تسلیم شدہ امر تھا کہ عورت اپنے جذبات کی گرمی سے سینٹ فرانسس کے بت کو تو پگھلا کر اپنی طرف مائل کر سکتی ہے لیکن امبر دسیو کے بے داغ اور ہٹیلے دل کو جھکانا اور اپنی طرف مائل کرنا ممکن ہی نہیں اور یہی وجہ تھی کہ مدرید کی عورتیں امبر دسیو کی بھوکی نظروں کو سمجھ نہ سکیں۔

ایک صبح اعتراف کرنے والیوں کی بھیڑ معمول سے کچھ زیادہ تھی۔ چنانچہ امبر دسیو اس کرسی میں، جس میں بیٹھ کر وہ اعترافات سنا کرتا تھا، مقررہ وقت سے زیادہ دیر تک بیٹھا اعترافات سنتا رہا۔ آخرکار یہ سلسلہ ختم ہوا اور امبر دسیو گرجا سے رخصت ہونے کی تیاری کر رہا تھا کہ دو عورتیں

گرجا میں داخل ہوئیں اور بڑے احترام سے اس کے قریب آئیں۔ انھوں نے اپنی نقابیں الٹ دیں اور ان میں ایک نے جو پہلی سے کم عمر اور جوان تھی درخواست کی کہ امبر دسیو چند لمحوں کے لئے اس کی بھی سن لے۔ لڑکی کی آواز ایسی مترنم تھی کہ امبر دسیو فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ یہ اعتراف کرنے والی دکھوں کے بوجھ سے جیسے جھکی پڑ رہی تھی۔ اس کے رخساروں کا رنگ اڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے بے ترتیب بال ریشمی ذخیرہ کی طرح اس کے چہرے اور سینے پر پڑے ہوئے تھے اس کے باوجود اس کا حسن اس بلا کا تھا، اس کے نقوش ایسے مسحور کن اور ملکوتی تھے کہ کسی کے دل کو بھی دیوانہ بنا سکتے تھے اور راہب کے سینے میں جو دل دھڑک رہا تھا وہ تو اب حسن کا پرستار تھا۔

"کہو — میں سن رہا ہوں۔" امبر دسیو نے خلاف معمول بے حد ملائمت سے کہا۔

"مقدس باپ! آپ کے سامنے وہ بدنصیب کھڑی ہے جس سے اس کی بے حد پیاری ہستی چھنی جا رہی ہے۔ میرا ایک ہی سہارا ہے جو مجھ سے چھوٹ رہا ہے۔ میری ماں بستر علالت پر پڑی ہے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ پورا مدرید آپ کی پرہیز گاری، تقدس اور تقویٰ کے گن گا رہا ہے۔ چنانچہ آپ میری ماں کی صحت کے لئے دعا کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ خدا آپ کی سن لے گا۔"

امبر دسیو نے وعدہ کیا کہ اس کی ماں کے لئے دعا کرے گا۔ لڑکی نے نہال نہال ہو کر راہب کا شکریہ ادا کیا اور پھر کہا۔

"ایک درخواست اور ہے مقدس باپ۔ ہم مدرید میں اجنبی ہیں، میری ماں کے لئے کسی راہب کی ضرورت ہے، جس کے سامنے وہ اعتراف گناہ کر سکیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ کون سے راہب کو بلایا جائے۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ خانقاہ سے باہر نہیں جاتے اور میری والدہ یہاں آنے کے قابل ہی نہیں۔ مقدس باپ! اب اگر آپ مہربانی کر کے کسی مناسب راہب کو نامزد کر دیں جس کے سامنے اعتراف کر کے میری ماں کی موت کی تکلیف کم ہو جائے تو ہم آپ کے اس احسان کو کبھی نہ بھلا سکیں گے۔"

امبر دسیو نے اس کی یہ درخواست بھی قبول کر لی اور سچ تو یہ ہے کہ ایسی مترنم آواز میں کی گئی درخواست کو کون ٹھکرا سکتا تھا؟ امبر دسیو نے وعدہ کیا کہ وہ اسی شام ایک راہب کو اس کے گھر بھیج دے گا چنانچہ وہ اپنا پتہ اس کے پاس چھوڑ جائے۔ لڑکی کی معمر ساتھی نے ایک کارڈ امبر دسیو کی طرف بڑھا دیا جس پر پتہ لکھا ہوا تھا اور پھر وہ دونوں امبر دسیو کا شکریہ ادا کر کے رخصت ہوئیں اور

جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئیں تب تک راہب نے کارڈ کی طرف نہ دیکھا۔ کارڈ پر یہ پتہ درج تھا۔

"ڈونا الویرا ڈالسا
سٹراڈا دی سان ایاگمد
قصر اپرنوس سے چار گھر آگے۔"

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ امبروسیو سے یہ درخواست کرنے والی لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ خوبصورت انطونیہ اور اس کی ساتھی یونیلا تھی۔

امبروسیو اپنے حجرے میں پہنچا تو اس کے دل پر انطونیہ کی تصویر نقش تھی اور ہزاروں نئے جذبات اس کے دل میں ابھار رہے تھے اور وہ ان جذبات کی وجہ اور بنیاد پر غور کرنے کے خیال سے ہی کانپ اٹھا تھا۔ اس کے شہوانی جذبات برانگیختہ نہ تھے، وہ انطونیہ سے اپنی آرزو پوری کرنے کے لئے بے قرار نہ تھا اور نہ ہی تصور میں وہ انطونیہ کو برہنہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے برخلاف اس کے دل میں ایک لطیف درد، لطف افسردگی رفتہ رفتہ گھر کر رہی تھی اور دنیا کی بڑی سے بڑی خوشی کے عوض بھی وہ افسردگی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔

"خوش قسمت ہوگا وہ مرد جو اس حسینہ کے دل کا مالک بنے گا۔" امبروسیو نے بے تاب ہو کر کہا۔ "کیا حسن ہے، کیا نزاکت ہے اس کے اعضاء میں، کیا سحر ہے ان شرمیلی آنکھوں میں اور وہ مٹلاہ سے کس قدر مختلف ہے۔ مٹلاہ میں وحشت ناک آگ ہے، دیوانہ وار جوش ہے اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں جھڑتی ہیں۔ اس کے برخلاف اس لڑکی میں دل موہ لینے والی شرم و حیا اور فرشتوں کی سی معصومیت ہے۔ ہائے اس کے ہونٹوں کا بوسہ کتنا مسحور کن ہوگا، کتنا شیریں ہوگا۔ مٹلاہ خوشی سے بوسہ دیتی ہے لیکن اس لڑکی سے بوسہ چھیننے میں جو مزہ ہو سکتا ہے وہ مٹلاہ کی سپردگی میں کہاں؟ ہائے اس کے لئے میں سب کچھ قربان کر سکتا ہوں۔ اپنی شہرت، اپنی عزت، اپنا وقار— حتیٰ کہ اپنی قسم بھی توڑ سکتا ہوں جو میں نے قربان گاہ کے سامنے کھائی ہے، اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے، اس کی جھکی ہوئی نظریں اپنی طرف اٹھوانے کے لئے، اس کے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسو اپنے ہونٹوں سے پونچھ لینے کے لئے، اس کے بے داغ دل کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے اور اس کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونے کے لئے میں دین دنیا کو ٹھکرا سکتا ہوں۔ ہاں اگر دنیا میں کوئی مکمل ترین مسرت حاصل کر سکتا ہے تو وہ وہ مرد ہے جو اس حسینہ کا شوہر بنے گا— میرے خدا! اس کا شوہر بننا ایک نعمت ہے، جس کے سامنے ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔"

امبروسیو کے دل میں یہ خیالات ابھر رہے تھے اور وہ بے تابی سے اپنے حجرے میں ٹہل رہا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ یہ "مکمل ترین مسرت" اس کے نصیب میں نہیں تھی تو اس کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ نکل کر اس کے گال پر ڈھلک گیا۔ "ہائے میں اسے کبھی حاصل نہ کر سکوں گا۔" وہ بڑبڑایا۔ "اس سے شادی کرنا تو ممکن نہیں اور اسے میں زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ ایک معصوم دوشیزہ کا اس نے مجھ پر جو اعتبار کیا ہے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے بگاڑنا— نہیں— یہ تو جرم ہوگا— اتنا بڑا جرم جو اس دنیا میں کبھی نہ کیا گیا ہوگا۔ خوبصورت لڑکی! فکر نہ کر تیری عصمت کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے—"

وہ بے جان سا اس کرسی میں ڈھے گیا جو میز کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور تب اس کی نظر ایک کارڈ پر پڑی جس پر الویرا کا پتہ تھا۔ اس نے کارڈ اٹھایا اور اسے یاد آیا کہ اس نے انطونیہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی ماں کا اعتراف سننے کے لئے کسی راہب کو بھیج دے گا۔ دفعتاً اسے ایک خیال آیا، اس نے یہ خیال فوراً جھٹک دیا، لیکن انطونیہ کا حسن اس پر کچھ اس طرح اثر انداز ہو چکا تھا کہ یہی خیال اس کے دماغ میں پھر ابھرا اور اس نے اسے جھٹکنے کے بجائے اپنا لیا اور ایک آخری فیصلہ کر لیا۔ وہ خود اعتراف سننے جائے گا۔ وہ چپکے سے اور بغیر کسی مشکل کے خانقاہ سے نکل سکتا تھا اور اپنے چہرے پر جبہ کی کلاہ ڈال کر شہر کی سڑکوں پر سے گزر سکتا تھا اور کوئی اسے پہچان نہ سکتا تھا اور الویرا سے یہ بات اپنے تک ہی رکھنے کا وعدہ لے کر وہ مدرید کو اس دھوکے میں رکھ سکتا تھا کہ وہ خانقاہ کی چار دیواری سے باہر قدم نہ رکھنے کی قسم پر بدستور قائم ہے۔ صرف مٹلاہ تھی جس کی ہوشیاری اور چوکسی سے وہ ڈرتا تھا لیکن طعام خانے میں اس سے یہ کہہ کر کہ دن بھر کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اپنے حجرے ہی میں بند رہنے پر مجبور تھا۔ وہ مٹلاہ کے حسد اور غصے سے بچ سکتا تھا چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس وقت، جب ہسپانوی اپنی عادت کے مطابق قیلولہ کر رہے ہوں گے خانقاہ سے نکلے گا۔

اسی دن ہمارے راہب نے اپنے اس ارادے کو جامۂ عمل پہنا دیا۔

راستے میں اس کی مڈبھیڑ زیادہ لوگوں سے نہ ہوئی اور وہ بخیر و خوبی اسٹراڈا دی سان ایاگمد میں پہنچ گیا اور الویرا کی قیام گاہ آسانی سے تلاش کر لی۔ اس نے گھنٹی بجائی، فوراً ہی اس کے لئے دروازہ کھول دیا گیا اور اسے اوپری منزل میں پہنچا دیا گیا۔

اگر یونیلا گھر پر ہوتی تو اسے فوراً پہچان لیتی اور پھر چونکہ وہ بہت باتونی اور پیٹ کی ہلکی تھی اس لئے جلد ہی پورے مدرید میں یہ خبر پھیل جاتی کہ امبروسیو خانقاہ سے نکل کر اس کی بہن کے پاس آیا تھا لیکن یہاں قسمت ہمارے راہب کا ساتھ دے رہی تھی۔ یونیلا جب گرجا سے واپس

آئی تو ایک خط اس کے نام آیا تھا کہ اس کے ایک بھانجے کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ اپنی چھوٹی سی ملکیت اس کے اور لویرا کے نام چھوڑ گیا ہے چنانچہ اس میراث کو قبضے میں کرنے کے لئے وہ ایک منٹ کی تاخیر کئے بغیر قرطبہ کے لئے روانہ ہو گئی۔ وہ اپنی بہن کو اس حال میں چھوڑ کر جانا تو نہ چاہتی تھی لیکن خود لویرا نے اسے مجبور کیا۔ اسے احساس تھا کہ اس کی بیٹی کا مستقبل ابھی ڈانواڈول تھا اور اس حالت میں جو بھی تھوڑی بہت دولت مل جائے غنیمت تھی۔ چنانچہ یونیلا اس طرح مدریہ سے قرطبہ کی طرف روانہ ہوئی کہ اپنی بہن کی طرف سے متفکر تھی اور اپنے بیچارے ذہن کرسٹوفر کی یاد میں آہیں بھر رہی تھی۔ کرسٹوفر کو گنوانے کا سبب کچھ ہی کیوں نہ ہو لیونیلا کو بہرحال اس کا غم تھا۔ وہ یک وقت گرم و سرد آہیں بھرا کرتی، ہاتھ باندھے بے تابی سے ٹہلا کرتی، اپنے آپ سے ہی باتیں کیا کرتی اور پھر اپنی اس ملازمہ کو یاد کیا کرتی جو اس قسم کا صدمہ برداشت نہ کر کے مر گئی تھی۔ اوریا اپنی بہن کی ان حماقتوں سے پریشان تھی اور اسے ڈانٹا کرتی تھی کہ وہ ہوش کے ناخن لے لیکن اوریا کی اس ہدایت اور ڈانٹ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ قرطبہ کے لئے روانہ ہوتے وقت اس نے اوریا کو یقین دلایا کہ وہ دھوکے باز کرسٹوفر کو کبھی نہ بھلا سکے گی۔ خوش قسمتی سے لیونیلا کا یہ خیال غلط ثابت ہوا یوں کہ قرطبہ تک کے سفر میں اس کی ملاقات قرطبہ کے ایک عطار نوجوان سے ہو گئی جو اس کا ہم سفر تھا اور شہر شہر گھوم کر دوائیں بیچا کرتا تھا۔ عطار نے باتوں باتوں میں معلوم کر لیا کہ لیونیلا کے پاس کم سے کم اتنی دولت تو ضرور تھی کہ وہ اس کے ذریعہ خود اپنی ایک دکان کھول سکتا تھا۔ چنانچہ وہ جھٹ لیونیلا سے لگاوٹ کی باتیں کرنے لگا اور اس کی باتوں نے آخرکار لیونیلا کا دل پگھلا دیا اور وہ اس نوجوان عطار کو دنیا کا "خوش نصیب ترین" اور "مسرور ترین" آدمی بنانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس نے لویرا کو خط لکھ کر اس نوجوان عطار سے اپنی شادی کی اطلاع دی لیکن چند وجوہات کی بنا پر الویرا نے اس کے خط کا جواب بھی نہ دیا۔

امبر دسیو کو پہلو کے اس کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں الویرا بستر علالت پر پڑی ہوئی تھی۔ انطونیہ جو اپنی ماں کے بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی فوراً اٹھ کر اس کے استقبال کو آئی۔

"مقدس باپ!" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا لیکن امبر دسیو کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی اور اس کے منہ سے حیرت اور خوشی کی چیخ نکل گئی۔

"میرے خدا! میری آنکھیں مجھے دھوکا تو نہیں دے رہیں؟" وہ بولی کیا ممکن ہے؟ کیا یہ مقدس امبر دسیو ہی ہیں جو میری ماں کو سکون بخشنے خلاف معمول اپنی خانقاہ سے باہر آئے ہیں؟ خدایا! میری ماں اس مہربانی پر کس قدر خوش ہوگی۔"

وہ اس معزز ملاقاتی کو اپنی ماں کے پاس لے گئی، الویرا کے بستر کے قریب ایک کرسی رکھ دی اور راہب کو اپنی ماں کے پاس چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

الویرا بھی اس کی مشکور تھی۔ امبر دسیو کو قدرت کی طرف سے لوگوں کے دلوں کو خوش کرنے اور سکون بخشنے کا عطیہ ملا ہی تھا۔ چنانچہ انطونیہ کی ماں کی خاطر وہ اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لے آیا۔ اپنی خوش بیانی اور مناسب دلائل سے اس نے الویرا کے شکوک اور سارا خوف دور کر دیا۔ اس نے اپنے کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کی خوفناکی کو تتر بتر کر کے اسے ابدی سکون میں پیش کیا اور قبر کے، جس میں پاؤں لٹکائے الویرا بیٹھی تھی، اندھیرے اور تنہائی کو روشنی اور فرشتوں کی صحبت میں بدل دیا۔ الویرا ایک وجد کے عالم میں اس کی باتیں سن رہی تھی اور ایک عجیب طرح کا سکوتی سکون اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔ الویرا نے آخرکار بلا جھجک اپنے تفکرات اور خدشات اس کے سامنے بے کم و کاست بیان کر دیئے۔ اس کے خدشات تو وہ پہلے ہی دور کر چکا تھا اب وہ اس کے تفکرات دور کرنے لگا۔ اس کے تفکرات انطونیہ کے متعلق تھے۔ اس بھری دنیا میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے حوالے وہ انطونیہ جیسی لڑکی کو، جو دنیا کی اونچ نیچ سے واقف نہ تھی نہ تو اپنے کو سنبھال سکتی اور نہ ہی اپنی حفاظت کر سکتی تھی — راہب کو جب الویرا کے تفکرات کی وجہ معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ اس طرف سے بھی بے فکر رہے۔ اس نے کہا کہ وہ اس کے لئے مارشیونس ویلافرانکا کے گھر میں انتظام کر دے گا۔ اس نے کہا کہ یہ خاتون بے حد شریف اور اس کی بڑی معتقد تھی چنانچہ اس کی بات ٹالے گی نہیں۔ اس نے ایک بار پھر الویرا کو یقین دلایا کہ وہ انطونیہ کے لئے بھی خاطر خواہ انتظام کر دے گا۔ اب وہ جانے کے لئے اٹھا، اس نے وعدہ کیا کہ دوسرے دن اسی وقت اس کے پاس آئے گا اور درخواست کی کہ کسی کے سامنے بھولے سے بھی اس کا ذکر نہ کرے کہ وہ اس کے پاس آتا ہے۔

"میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے کہ میں خانقاہ سے باہر آنے لگا ہوں۔" اس نے کہا۔ "یہ پابندی میں نے اپنے آپ پر لگائی ہے کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ہر جگہ اور ہر وقت بلایا جاتا اور مجھے عبادت و ریاضت کا وقت ہی نہ ملتا۔ میں چپکے سے خانقاہ کے باہر آتا ہوں تاکہ بیماروں کو شفا بخشوں اور مرنے والوں کے لئے موت کی کٹھن راہ آسان کر دوں اور ان کے لئے جنت کے دروازے کھلوا دوں۔"

الویرا نے کہا کہ وہ اس کے ان جذبات، مہربانیوں اور خدا ترسی کی قدر کرتی ہے اور وعدہ کیا کہ اس کی ملاقاتیں راز ہی رہیں گی۔ امبر دسیو نے اسے دعائے خیر دی اور کمرے سے باہر آ گیا۔

دوسرے کمرے میں اس کی ملاقات انطونیہ سے ہوئی جو وہاں منتظر بیٹھی تھی۔ حالانکہ امبروسیو جلدی میں تھا لیکن اس حسینہ کی صحبت سے لطف اندوز ہونے کے موقع کو ہاتھ سے جانے دینا بھی نہ چاہتا تھا چنانچہ وہ رک کر انطونیہ کو تسلی دینے لگا کہ اس کی ماں پہلے سے بہتر اور پرسکون ہے اور یہ کہ ممکن ہے وہ تندرست ہی ہو جائے۔ اس نے کہا کہ وہ خانقاہ کے طبیب کو، جو مدرید کا بہترین طبیب ہے اس کے علاج کے لئے بھیج دے گا اور پھر وہ الویرا کی شرافت، اصاف اور پاکدامنی اور عقائد کی تعریف کرنے لگا اور کہا کہ اس نے امبروسیو کے دل میں ایک خاص معزز و محترم مقام حاصل کرلیا ہے۔ انطونیہ کا معصوم دل خوشی سے ناچ اٹھا اور یہ خوشی اس کی آنکھوں سے چھلکنے لگی اور اس کی آنکھوں میں احسان مندی کے آنسو تیر آئے اور قدرے جھجکتے ہوئے اس نے امبروسیو کی باتوں کا جواب دیا، اپنے خوف اور فکر کا ذکر کیا اور خلوص دل سے اس کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔

امبروسیو کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے اور وہ سنتا رہے اور اس کی حسین صورت دیکھتا رہے، لیکن دل پر جبر کر کے اس نے باتوں کا یہ سلسلہ ختم کیا اور گھر سے باہر نکل آیا۔ اس پر جادو چلانے والی ساحرہ اس کے جاتے ہی اپنی ماں کے پاس دوڑی گئی اور وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کا حسن راہب کے دل سے کیسی شرارت کر گیا تھا۔ وہ اس مقدس ہستی کے متعلق اپنی ماں کی رائے معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھی جس کی تعریف میں اس نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے تھے اور اس نے اپنی ماں کو بھی امبروسیو کی تعریف سے پُر پایا۔

"انطونیہ!" الویرا نے کہا۔ "اسے دیکھتے ہی میرا دل اس کی طرف جھک گیا اور ابھی وہ کچھ بولا بھی نہ تھا کہ میرے دل میں سکون اترنے لگا اور جب وہ بولا ہے تو اس کی آواز میرے دل کے تاروں کو جھنجھناتی چلی گئی۔ کیا آواز ہے، کیا لہجہ ہے۔ سچ مچ یہ بھی خدائی دین ہے، لیکن انطونیہ! یہ آواز میں نے پہلے بھی سنی ہے۔ میرے کانوں کو راہب کی آواز سراسر جانی پہچانی معلوم ہوئی۔ یا تو اس راہب سے میں پہلے بھی کبھی مل چکی ہوں یا پھر اس کی آواز ہو بہو کسی ایسے شخص کی آواز کی طرح ہے جسے میں نے کبھی بار بار سنا ہے۔ اس کی آواز میں وہ — کیا کہتے ہیں — خاص قسم کی کھنک تھی جو میرے دل کو چھو کر سنسنی کی ایسی لہریں دوڑا دیتی تھی کہ میں باوجود کوشش کے اس سنسنی کا مطلب نہ سمجھ سکی۔"

"ہاں! ان کی آواز نے مجھ پر بھی بالکل ایسا ہی اثر کیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ مدرید آنے سے پہلے نہ تو آپ نے ان کی آواز سنی تھی اور نہ میں نے۔ میرے خیال میں تو ہم جس بات

کو ان کی آواز سے منسوب کر رہے ہیں وہ اصل ان کی خوش خلقی کی وجہ سے ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ ان سے باتیں کرتے وقت میں ایک عجیب طرح کا سکون اور اطمینان محسوس کر رہی تھی حالانکہ دوسرے مردوں سے باتیں کرتے وقت میں بے چینی، ہچکچاہٹ محسوس کیا کرتی ہوں۔ میں بے خوف و خطر اپنے بیگانہ خیالات کا اظہار ان کے سامنے کر سکتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بڑے صبر و سکون اور غور سے میری ناقص باتیں سنیں گے۔ خدا کی قسم! یہ مقدس ہستی ہیں یہ راہب امبروسیو بھی۔ فرشتہ ہیں فرشتہ۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ انطونیہ کہ میں نے ان راہب صاحب کو پہلے کہاں دیکھا ہے —؟"

"کہیں بھی نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نے انھیں دیکھا ہو۔"

"کیوں؟ ممکن کیوں؟"

"اس لئے کہ جب سے وہ خانقاہ میں داخل ہوئے ہیں تب سے لے کر اب تک انھوں نے اس کی چار دیواری سے باہر قدم بھی نہیں رکھا۔"

"ہاں یہ تو ممکن ہے لیکن میں نے پہلے بھی انھیں دیکھا ہے، شاید ان کے خانقاہ میں داخل ہونے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے پہلے ظاہر ہے کہ خانقاہ میں داخل ہونے سے پہلے وہ کہیں باہر ہی ہوں گے۔ باہر آنے کے لئے اندر ہونا ضروری ہے اسی طرح اندر داخل ہونے کے لئے باہر ہونا بھی ضروری ہے انطونیہ —"

"واقعی یہ سچ کہا آپ نے لیکن —— کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ خانقاہ میں ہی پیدا ہوئے ہوں؟"

انطونیہ کے اس بھولے پن پر الویرا مسکرائی۔

"ایسا ہو تو سکتا ہے لیکن بہت مشکل ہے۔"

"آ — ہاں — ٹھہر و اب مجھے یاد آیا۔ مشہور ہے کہ ان کے والدین بے حد غریب تھے اور چونکہ ان کی پرورش کا بار سنبھال نہ سکتے تھے اس لئے انھیں خانقاہ کے دروازے پر چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت مقدس امبروسیو نہ صرف شیرخوار بلکہ نوزائیدہ تھے۔ خانقاہ کے مرحوم صدر راہب نے خدا ترسی سے انھیں اٹھا لیا اور خانقاہ میں ہی ان کی پرورش کی اور وہیں انھیں تعلیم دی۔ چنانچہ راہب امبروسیو بڑے ہو کر عابد و زاہد بنے اور اپنی پاکدامنی، تقویٰ اور ریاضت وغیرہ کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ چنانچہ انھوں نے برادری کی قسم لی، پھر پادری کا حلف لیا اور آخر کار اپنی خصوصیات کی بنا پر صدر راہب بن گئے۔ اب یہ روایت صحیح ہو یا غلط خانقاہ کے پادری تو بہر حال ایک بات پر

متفق ہیں کہ جب راہب امبروسیو کو خانقاہ میں لیا گیا تو وہ بول نہ سکتے تھے۔ کیا پتہ غوں غاں کر لیتے ہوں۔ تو میری اچھی اور پیاری ماں یہ ممکن ہی نہیں کہ ان کے خانقاہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے ان کی آواز سنی ہو کیونکہ اس وقت انھوں نے بولنا سیکھا ہی نہ تھا۔"

"انطونیہ! میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم ایسے منطقی دلائل پیش کر سکتی ہو۔"

"لو—اب آپ میرا مذاق اڑانے لگیں، لیکن یہ بھی اچھا ہی ہے کیونکہ آپ کو یوں خوش دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہوا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ بے حد پُرسکون اور مطمئن معلوم ہوتی ہیں۔ امید ہے کہ اب آپ پر تشنج کے دورے نہ پڑیں گے اور مجھے یقین ہے کہ راہب صاحب کے آنے سے آپ کی طبیعت سدھرتی جائے گی۔"

"میری طبیعت بہت حد تک سدھر گئی ہے بیٹی۔ ان کی باتوں اور مہربانیوں کا اثر میں محسوس کرنے لگی ہوں۔ میری آنکھیں بوجھل ہو چلی ہیں۔ مناسب ہوگا کہ اب میں ذرا سو جاؤں۔ پردے کھینچ لو بیٹی اور دیکھو اگر میں آدھی رات تک بیدار نہ ہو جاؤں تو تم میرے پاس بیٹھی نہ رہنا۔ یہ میرا حکم ہے۔"

انطونیہ نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی اور پھر ضروری انتظامات کرنے کے بعد وہ بھی سونے چلی گئی۔ نیند نے فوراً ہی اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہ گہری اور معصوم نیند کی ان وادیوں میں پہنچ گئی جس کے عوض دنیا کے اکثر بادشاہ اپنا تاج و تخت دے ڈالنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAB - اپلوڈر از سلیم سل خان

ساتواں باب

امبروسیو خانقاہ میں پہنچ گیا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ خانقاہ سے باہر گیا اور اتنی دیر تک غائب رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خوش آئند خیالات چکر کاٹ رہے تھے۔ انطونیہ کا حسن اور سحر اس کے لئے جو خطرات پیدا کر سکتا تھا اس کی طرف سے اس نے قصداً آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسے تو صرف وہ لطف اور وجدان یاد تھا جو اس لڑکی کی صحبت میں ملتا تھا اور وہ خوش تھا کہ وہ یہ لطف روزانہ حاصل کر سکتا تھا۔ چنانچہ الویرا کی علالت کا بہانہ بنا کر وہ روزانہ وہاں جانے لگا اور انطونیہ پر آہستہ آہستہ اپنا اثر جمانے لگا۔

ابتدا میں اس نے اپنے دل پر جبر کر کے انطونیہ کا اعتماد اور دوستی حاصل کرنے کی کوشش کی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اعتماد اور دوستی کے جذبات اس کے دل میں پوری طرح جڑ پکڑ چکے ہیں تو اس نے آہستہ آہستہ اپنا رنگ بدلا اور انطونیہ کی طرف نمایاں گرم جوشی سے متوجہ ہونے لگا۔ انطونیہ نے اس کے اس التفات کا جواب جس معصومانہ بے تکلفی سے دیا اس نے راہب کی خواہشات کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اب وہ انطونیہ کے فطری شرم وحیا کا چونکہ عادی ہو چکا تھا اس لئے اب اس کے لئے پادری کے دل میں وہ لطیف گرمی اور احترام نہ تھا جو اس نے پہلی دفعہ محسوس کیا تھا۔ بے شک اسے انطونیہ کی یہ ادا اب بھی پسند تھی لیکن یہ پسند اب اسے اس بات پر اکسا رہی تھی کہ وہ انطونیہ سے وہ چیز بہر حال حاصل کر لے جو اس کی اس شرم وحیا کی بنیاد تھی۔ وہ اپنے جذبات کو جو اس کی مقصد برآوری کر سکتے تھے، آسانی سے بروئے کار لانے اور مناسب موقع سے انطونیہ کے دل میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن یہ آسان کام نہ تھا۔ انطونیہ جسے دنیا کی ہوا نہ لگی تھی، چند معصومانہ الفاظ سے اس کے سارے غلط استدلال کو اوندھا کر دیتی اور اسے احساس دلا دیتی تھی کہ اس کی سچائی، معصومیت اور پاکدامنی کے سامنے راہب کی ساری تدبیریں محض بیکار ہیں۔ ایسے موقع پر وہ اپنی خوش بیانی کا سہارا لیتا اور الٹا سیدھا فلسفہ بگھارنے لگتا اور پھر یہ دیکھ کر خوش ہو جاتا کہ اس کی یہ دقیق فلسفیانہ باتیں انطونیہ کو ایک دم مرعوب کر دیتی تھیں۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ انطونیہ کے دل میں اس کا احترام اور اعتماد دن بہ دن بڑھتا جا رہا تھا۔ چنانچہ اسے یقین تھا کہ بہت جلد وہ اس حسینہ کو رام کر کے اس راہ پر لے آئے گا جس پر چلنے کے بعد وہ خود بخود امبروسیو کی

آغوش میں پہنچ جائے گی۔

اسے یہ احساس ہی نہ تھا کہ اس کی یہ کوششیں انتہائی مجرمانہ تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ کسی معصوم لڑکی کو بگاڑنے کی کوشش کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے لیکن اس کے جذبات اس قدر برانگیختہ ہو چکے تھے کہ وہ اپنی کوششوں کو ترک کرنے کے لئے کسی طور تیار نہ تھا۔ وہ اپنی ان کوششوں کو اس وقت تک جاری رکھنے کا ارادہ کر چکا تھا جب تک کہ اس کی آرزو پوری نہیں ہو جاتی۔ انطونیہ کو بہر حال حاصل کرنے کی اسے ایسی دھن لگی تھی کہ وہ دن بدن مٹلاہ کی طرف سے بے پروا ہوتا جا رہا تھا۔ مٹلاہ اس کے فوری تغیر اور بے مروتی کو محسوس کرنے لگی اور اس نے شکایت کے دفتر کھول دیئے، غصے کا بھی اظہار کیا۔ لیکن جب ہر دفعہ اس نے اپنے آپ کو امبروسیو کی ہوس کے سپرد کر دیا تو راہب اس طرف سے بھی مطمئن ہو گیا کہ وہ بہر حال اس سے خفا نہ تھی۔ چنانچہ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ کسی دن غصے یا حسد کی جھونک میں راز کھول دے گی۔ بیشک مٹلاہ کے آنسو راہب کے دل پر اثر کئے بغیر نہ رہتے تھے، اس کی شکایتیں امبروسیو کا دل ہلا دیتی تھیں۔ اسے مٹلاہ پر ترس بھی آتا تھا لیکن وہ مجبور تھا اس کی شکایتیں دور کرنا اس کے اختیار سے باہر تھا۔ مٹلاہ نے بھی آخر کار شکایتیں وغیرہ کرنا ترک کر دیا وہ اپنے یار کے ساتھ پہلے کی سی ہی التفات اور محبت سے پیش آنے لگی۔

رفتہ رفتہ الویرا کی صحت سدھرتی چلی گئی اور انطونیہ کی ایک بڑی فکر دور ہو گئی لیکن امبروسیو نے الویرا کی صحت یابی کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔ اس کی صحت یابی کے ساتھ ہی ساتھ راہب کے دل میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔ اسے احساس تھا کہ الویرا نے دنیا دیکھی تھی، زمانے کا سرد و گرم چکھ چکی تھی چنانچہ اپنے تقدس سے اسے دھوکا دینا ممکن نہ تھا اور یہ کہ وہ آسانی سے اس کی یعنی امبروسیو کی نظر پہچان لے گی اور سمجھ جائے گی کہ وہ اس کی بیٹی پر اتنا مہربان کیوں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ امبروسیو نے فیصلہ کیا کہ اس سے پہلے کہ الویرا اپنے کمرے سے نکلنے کے قابل ہو سکے وہ انطونیہ کو حاصل کر لے یا کم سے کم اس پر اپنا داؤں چلا کر قبضے میں کر لے۔

ایک شام الویرا تقریباً پوری طرح سے تندرست تھی۔ چنانچہ امبروسیو اس کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا اور خلاف معمول جلد ہی اس سے رخصت ہو کر اس کے کمرے سے باہر آ گیا۔ انطونیہ پہلو کے کمرے میں نہ تھی چنانچہ امبروسیو جرأت کر کے اس کے کمرے کی طرف چلا۔

انطونیہ صوفے پر اور دروازے کی طرف پیٹھ کئے بیٹھی انہماک سے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اسے امبروسیو کی آمد کا پتہ اس وقت تک نہ چلا جب تک کہ وہ آگے بڑھ کر اس کے

قریب صوفے پر نہ بیٹھ گیا۔ وہ چونکی اور امبروسیو کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ اسے اپنی نشست کے کمرے میں آ جائے لیکن راہب نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھا لیا۔

اس نے وہ کتاب اٹھائی جو انطونیہ پڑھ رہی تھی اور جواب اس نے میز پر رکھ دی تھی۔ امبروسیو نے دیکھا کہ یہ انجیل مقدس تھی۔

"کمال ہے۔" وہ حیرت سے دل میں بولا "کہ انطونیہ انجیل کا مطالعہ کرتی ہے اس کے باوجود اس قدر معصوم ہے کہ عورت مرد کے تعلقات سے واقف ہی نہیں!"

لیکن جب اس نے انجیل کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ الویرا نے بھی کچھ یہی سوچا تھا۔ وہ بڑی زیرک اور مصلحت اندیش عورت تھی۔ جہاں وہ انجیل مقدس کے حسن کی معترف تھی، وہاں اسے یہ بھی احساس تھا کہ اس میں ایسے قصے بھی ہیں کہ ان کا مطالعہ کسی بھی لڑکی کے لئے مناسب نہیں۔ اس میں بہت سے واقعات یوں کھول کر بیان کئے گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کے نام یوں صاف صاف لکھے گئے ہیں کہ وہ کسی بھی لڑکی کے دل میں ممنوعہ جذبات بھڑکا سکتے ہیں اور خود ان شریف لڑکیوں کو بھٹکا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے انجیل کے متعلق دو فیصلے کئے۔ ایک تو یہ کہ انطونیہ اس وقت تک انجیل کا مطالعہ نہ کرے گی جب تک کہ وہ بالغ نہیں ہو جاتی اور اس میں اچھا برا بھلا سمجھنے کی تمیز نہیں آ جاتی۔ دوسرا یہ کہ انطونیہ کے لئے خود اپنے ہاتھ سے انجیل کی نقل کرے اور اس کے سارے بے حیائی اور واہیات حصوں کو یا تو بدل دے یا سرے سے حذف ہی کر دے اور اس نے اپنے اس فیصلے پر عمل کیا۔ چنانچہ انطونیہ جس انجیل کا مطالعہ کر رہی تھی وہ وہی تھی جو الویرا نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور جس میں کوئی واہیات بات نہ تھی۔ انطونیہ بڑے اعتقاد اور احترام سے وہ انجیل پڑھا کرتی تھی جو اس کی ماں نے اسے دی تھی۔

امبروسیو کو یہ انجیل دیکھنے کے بعد اپنے اس سوال کا جواب مل گیا کہ انطونیہ اب تک اتنی معصوم کیوں تھی۔ اس نے انجیل میز پر رکھ دی۔

انطونیہ نے اپنی ماں کے تندرست ہونے کا ذکر خوشی سے بھرائی ہوئی آواز میں کیا اور راہب کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے الویرا کو حیات نو عطا ہوئی تھی۔

"خوش نصیب ہے وہ ماں جسے تم جیسی اولاد ملی۔" امبروسیو نے کہا۔ "تمہیں اپنی ماں سے جو بے پناہ محبت ہے وہ تمہاری فرمانبرداری اور شرافت کا پتہ دیتی ہے۔ خوش قسمت ہو گا وہ جو تمہاری محبت کا حقدار بنے گا۔ یہ تو بتاؤ بیٹی تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

"محبت کی ہے؟" انطونیہ نے بڑی معصومیت سے اس کا سوال دہرایا۔ "ہاں بہت

ے لوگوں سے مجھے محبت ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہ تھا۔ میں جس محبت کا ذکر کر رہا ہوں وہ کسی ایک ہستی ہی کے لئے محسوس کی جاتی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"کسی مرد کو دیکھ کر اپنا شوہر بنانے کی آرزو نہیں کی تم نے کبھی؟"

"نہیں تو۔"

"اور انطونیہ تم ایسے مرد کو دیکھنے اور اسے اپنا بنانے کے لئے بے تاب نہیں ہو؟ تم اپنے دل میں ایک خلا سا محسوس نہیں کر رہیں جسے تم پُر کرنا چاہتی ہو؟ کیا واقعی کوئی ایسا نہیں ہے جس کے لئے تم آہیں بھرو؟ کیا کبھی تم نے یہ آرزو نہیں کی کہ کوئی تمہارا بھی شریک حیات ہو؟ نہیں۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ خوبصورت آنکھیں، شرم سے سرخ ہوتے ہوئے گال، یہ مسحور کن اداسی جو اکثر تمہارے حسین چہرے پر چھا جاتی ہے تمہارے الفاظ کو جھٹلا رہی ہے۔ تمہیں کسی سے محبت ہے جسے تم مجھ سے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔"

"مقدس باپ! حیران ہوں کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کون سی محبت ہے یہ، جس کا ذکر آپ کر رہے ہیں؟ میں اس محبت کی خصوصیت سے نہ تو واقف ہوں، نہ کبھی ایسی محبت کی ہے کسی سے اور نہ ہی آپ سے کچھ چھپانے کی مجھے ضرورت ہے۔"

"انطونیہ! تم نے کبھی کسی مرد کے لئے، پھر وہ تمہارے لئے اجنبی ہی کیوں نہ ہو، اپنے دل میں تڑپا دینے والا جذبہ محسوس نہیں کیا؟ جس کو دیکھ کر تم نے یوں محسوس کیا ہو کہ تم اسے صدیوں سے جانتی ہو، حالانکہ تم نے اسے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو؟ جس کی آواز تمہیں سکون بخشے، تمہارے دل کو انجانی مسرتوں سے بھر دے اور تمہاری روح کی گہرائیوں میں اتر کر اسے ملکوتی سکون بخشے؟ جس کی موجودگی تمہارے لئے باعث مسرت ہو اور جس کے سامنے تم اپنا دل کھول سکو؟ کیا تم نے یہ محسوس نہیں کیا انطونیہ؟"

"یقیناً محسوس کیا ہے۔ پہلی ہی دفعہ آپ کو دیکھ کر میں نے یہ سب محسوس کیا تھا۔"

امبر دسیو چونکا۔ اسے یقین نہ آیا کہ اس نے جو کچھ سنا ہے وہ سچ ہے۔

"مجھے دیکھ کر انطونیہ۔" وہ خوشی سے چیخ پڑا۔

اس کی آنکھوں میں مسرت اور شہوت کی چمک آ گئی اور اس نے بڑی بیتابی سے انطونیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

مجھے دیکھ کر تم نے یہ سب محسوس کیا تھا!"

"ہاں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ شدت سے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی میں نے ایک عجیب طرح کی مسرت حاصل کی تھی اور آپ کی آمد کی بے چینی سے منتظر تھی اور جب میں نے آپ کی آواز سنی تو وہ مجھے بے حد شیریں معلوم ہوئی اور میں نے یوں محسوس کیا جیسے میں ایک مدت سے آپ کو جانتی ہوں اور جب آپ چلے گئے تو میں رو پڑی اور دعائیں کرنے لگی کہ خدا وہ وقت جلد لائے جب میں آپ کو دوبارہ دیکھوں۔"

"انطونیہ! میری پیاری انطونیہ" امبر دسیو نے کہا اور اسے گھسیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ "کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ انطونیہ! کہو — کہو کہ تم مجھے چاہتی ہو۔"

"بے شک چاہتی ہوں۔ اماں کے بعد آپ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔"

اس صاف و صریح اظہار سے امبر دسیو بے تاب ہو گیا۔ جذبات کی شدت نے اسے اندھا کر دیا۔ اس نے کانپتی اور سرخ ہوتی ہوئی انطونیہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا، اپنے ہونٹ درندوں کی طرح اس کے نازک ہونٹوں سے چسپاں کر دیئے اور اس کا ایک ہاتھ انطونیہ کی کنواری چھاتیوں سے کھیلنے لگا۔ راہب کی اس فوری حرکت سے انطونیہ اتنی پریشان اور خوفزدہ ہوئی کہ چند ثانیوں تک وہ سناٹے میں رہی اور کوئی جدوجہد نہ کر سکی۔ آخر کار وہ سنبھلی اور اس کی آغوش سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

"مقدس باپ! یہ کیا کر رہے ہیں آپ!" وہ چلائی۔ "خدا کے لئے — چھوڑ دیجئے مجھے۔"

لیکن راہب کے سر پر تو شیطان سوار تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ انطونیہ کو چھوڑ دیتا وہ اور بھی دست درازی کرنے لگا۔ اس نے انطونیہ کو سونے کے صوفے پر لٹا دیا، اور اس کا لباس رانوں تک ہٹا دیا۔ انطونیہ رو رہی تھی، گڑگڑا رہی تھی، راہب کو دھکیلنے کے لئے اپنے نازک جسم کی ساری قوت کو بروئے کار لا رہی تھی۔ وہ خوفزدہ تھی اور مدد کے لئے چیخنے والی ہی تھی کہ دفعتہً کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس دیوانگی میں امبر دسیو کو خطرے کا احساس ہوا، اس نے اپنے شکار کو چھوڑ دیا اور صوفے پر سے اٹھ گیا۔ انطونیہ خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگی اور دوسرے ہی لمحے اپنی ماں کے سینے سے لگی ہچکیاں لے رہی تھی۔

الویرا دنیا کی عورت تھی، نشیب و فراز سے گزر چکی اور انسانی فطرت سے واقف ہو چکی تھی۔ چنانچہ امبر دسیو کی رہبانیت اور اس کے زہد و تقویٰ کے قصے اسے دھوکا نہ دے سکتے تھے۔

اس نے مختلف واقعات پر غور کیا حالانکہ یہ معمولی تھے لیکن الویرا نے انہیں ایک ترتیب میں پرو دیا تو اسے اپنے خدشات بے بنیاد معلوم نہ ہوئے۔ راہب کی اس کے گھر میں باقاعدہ آمد، انطونیہ کے ذکر پر اس کی آنکھوں میں آتی ہوئی چمک، انطونیہ سے اس کی دلچسپی اور پھر خود راہب کی جوانی اور جوانی کی گرمی اور سب پر بڑھ کر اس کا وہ مہلک فلسفہ جس کا اظہار وہ انطونیہ کے سامنے کرتا اور بعد میں انطونیہ اس کی ان باتوں کو الویرا کے سامنے دہرا دیتی تھی۔ یہ ساری باتیں تھیں جس نے الویرا کے دل میں امبروسیو کے زہد و نیک نیتی کے خلاف شکوک پیدا کر دیے تھے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ جب وہ آئندہ انطونیہ کے ساتھ اکیلا ہوگا تو وہ یعنی الویرا اچانک وہاں پہنچ کر راہب کی ان مہربانیوں اور بظاہر خلوص کا راز معلوم کرے گی اور اس نے اپنے اس ارادے کو جامہ عملی پہنا دیا۔

یہ سچ ہے کہ جب انطونیہ کے کمرے میں داخل ہوئی تو امبروسیو اپنے شکار کو چھوڑ چکا تھا لیکن بیٹی کے بے ترتیب لباس اور خود راہب کی گھبراہٹ نے الویرا کو یقین دلا دیا کہ امبروسیو کے متعلق اس کے شکوک صحیح تھے۔ لیکن وہ بڑی ہوشیار اور مصلحت اندیش عورت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے ان شکوک کا جو اب یقین میں تبدیل ہو گئے تھے، کسی طرح سے اظہار نہ کیا اور نہ امبروسیو کی گھبراہٹ کی طرف اشارہ کیا بلکہ وہ صوفے پر یوں بیٹھ گئی جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہو اور اپنے کمرے سے نکل کر انطونیہ کے کمرے میں آنے کے متعلق ایک قابل قبول بہانہ گھڑ کر بیان کر دیا اور پھر امبروسیو سے مختلف موضوعات پر بڑے اطمینان اور سکون سے باتیں کرتی رہی۔

الویرا کے اس ٹھنڈے پن سے امبروسیو کو یقین ہو گیا کہ اس نے نہ تو کچھ دیکھا تھا اور نہ ہی وہ کچھ جانتی تھی۔ چنانچہ اب اس کے حواس بحال ہونے لگے۔ کچھ دیر تک الویرا کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد وہ جانے کے لئے اٹھا اور جب وہ الویرا کو خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو الویرا نے بے حد نرم لہجے میں اس سے کہا کہ اب چونکہ وہ تندرست ہو چکی ہے اس لئے "مقدس باپ" کو مزید تکلیف دینا نہیں چاہتی۔ "بے شک وہ راہب کی احسان مند تھی" اس نے کہا۔ "لیکن اگر اس نے امبروسیو کو تندرست ہونے کے بعد بھی، اپنے یہاں آنے پر مجبور کیا تو یہ دوسرے حاجت مندوں کی جنہیں امبروسیو کی مہربانیوں کی زیادہ ضرورت تھی، حق تلفی اور خود اس کی یعنی الویرا کی خود غرضی ہوگی۔ اس نے امبروسیو کو یقین دلایا کہ وہ اس کے احسانوں کو کبھی فراموش نہ کرے گی اور افسوس کا اظہار کیا کہ خود اس کی گھریلو الجھنیں اور امبروسیو کی مصروفیات کی وجہ سے وہ آئندہ سے اس کی "مقدس صحبت" سے محروم رہے گی۔ حالانکہ یہ بات الویرا نے صاف صاف لفظوں میں نہ کہی تھی کہ اب وہ اس کے گھر نہ آئے لیکن امبروسیو نے سمجھ لیا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی اور کیا چاہتی تھی اس کے

باوجود امبروسیو نے یوں ظاہر کیا کہ وہ کچھ سمجھا نہ تھا۔ چنانچہ وہ الویرا کے گھر پھر آنے کے متعلق دلیل پیش کرنے لگا تھا کہ اس ہوشیار عورت نے راہب کی طرف چند ایک نظر سے یوں دیکھا کہ راہب فوراً خاموش ہو کر اسی وقت رخصت ہو گیا اور جب وہ خانقاہ میں پہنچا تو اس کا خون غصے، شرم، تلخی اور مایوسی سے سنسنا رہا تھا۔

امبروسیو چلا گیا تو انطونیہ نے اطمینان کا سانس لیا لیکن وہ اس بات پر افسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اب وہ راہب کو کبھی دیکھ نہ سکے گی۔ الویرا کو بھی اس کا افسوس تھا۔ وہ اس راہب کو اپنا ہمدرد اور دوست سمجھ کر دل ہی دل میں خوش ہوا کرتی تھی لیکن اسے اپنی بیٹی کی آبرو سب سے زیادہ عزیز تھی۔ چنانچہ اس نے امبروسیو کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا اس پر اسے قطعی افسوس نہ تھا۔ بہرحال اس نے انطونیہ کو خبردار کیا کہ آئندہ سے وہ ہوشیار رہے اور اس کے منع کرنے کے باوجود امبروسیو ان کے گھر آئے تو انطونیہ کبھی اس سے اکیلے میں ملاقات نہ کرے۔ انطونیہ نے اپنی ماں کے سینے سے لگ کر وعدہ کیا کہ وہ ان کے مشوروں پر عمل کرے گی۔

امبروسیو نے اپنے حجرے میں پہنچ کر دروازہ بند کر دیا اور انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنے بستر پر ڈھے گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔ انطونیہ کے وہاں جانے اور اس سے ملنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ اب اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا تھا اور وہ اپنے جذبات کی تسکین نہ کر سکتا تھا جو اس کی زندگی کا نہ صرف جزو بن گئے تھے بلکہ اسے بے قرار بھی کئے ہوئے تھے۔ اسے اب احساس ہوا کہ اس کا راز ایک عورت الویرا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس خیال سے کانپ گیا کہ اگر اس نے یہ راز کھول دیا تو کیا ہوگا۔ لیکن پھر فوراً ہی اسے اس خیال سے غصہ آ گیا کہ اگر وہ منحوس عورت الویرا نہ آ گئی ہوتی تو انطونیہ سے اپنی آرزو پوری کر چکا ہوتا۔ اس خیال نے اسے ایسا غصہ دلایا اور اتنا بے چین کیا کہ وہ بستر سے اٹھ کر اپنے حجرے میں اس بپھرے ہوئے شیر کی طرح ٹہلنے لگا جسے اس کے شکار سے محروم کر دیا گیا ہو۔ اس سے بھی اسے چین نہ آیا تو وہ دیواروں پر گھونسے اور لاتیں مارنے لگا اور دانت پیسنے لگا۔

اس کی یہی حالت تھی کہ کسی نے اس کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ وہ چونکا اور اس نے کوشش کر کے اپنے جذبات پر قابو حاصل کر لیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب کوئی اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ نہ لگا سکتا تھا تو اس نے دروازے کی چٹخنی کھولی۔ کواڑ باہر سے دھکیلے گئے اور سامنے متلڈا کھڑی تھی۔ اس موقع پر اگر اسے کسی کی آمد سخت بری معلوم ہو سکتی تھی تو وہ متلڈا تھی۔ چنانچہ اسے دیکھتے ہی وہ منہ بنا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اس وقت تم جاؤ ملاوہ۔" اس نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں بہت مصروف ہوں۔"

لیکن ملاوہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ حجرے میں آگئی، دروازہ بند کیا اور بڑے سکون وانکساری سے آگے بڑھی۔

"اس بے وقت مداخلت کی معافی چاہتی ہوں امبر دیسیو۔" وہ بولی۔ "لیکن ڈرو نہیں میں نہ تو شکایت کرنے آئی ہوں اور نہ تمہاری بے وفائی کا گلہ۔ چونکہ اب تمہاری محبت میرے لئے نہیں اس لئے میں دوسری چیز تم سے مانگنے آئی ہوں، تمہاری دوستی اور تمہارا اعتماد۔ تم مجھ سے کتراتے کیوں ہو؟ مجھ سے بھاگتے کیوں ہو؟ مجھے تم سے اس کی شکایت ہے نہ تمہاری بے وفائی کی۔ عرصہ ہوا کہ میں نے تمہاری محبوبہ بنی رہنے کی کوششیں ترک کر دیں لیکن کوشش کے باوجود میں تمہاری دوستی کو ترک نہ کر سکی اور نہ کر سکتی ہوں۔"

"ملاوہ!" امبر دیسیو نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم تم دنیا کی ساری عورتوں سے بلند ہو۔ میں تمہاری اس پیشکش کو قبول کرتا ہوں۔ بے شک مجھے ایک دوست، ایک ہمدرد اور ایک ہمراز مشیر کی سخت ضرورت ہے، لیکن ملاوہ! تم کچھ نہیں کر سکتیں۔ تمہارے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔"

"میرے علاوہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے، ورنہ میں ہی سب کچھ کر سکتی ہوں، کوئی اور نہیں کر سکتا امبر دیسیو! تمہارے راز سے میں واقف ہوں۔ تم نے جو بھی قدم اٹھایا ہے اس سے میں واقف ہوں۔ تمہاری کوئی حرکت میری نظر سے پوشیدہ نہیں رہی۔ امبر دیسیو! تم محبت میں گرفتار ہو۔"

"ملاوہ"

"تم نے مجھ سے چھپایا لیکن میں جانتی ہوں کہ انطونیہ ویلس تمہاری محبت کا مرکز ہے۔ میں اس سلسلے میں ہر واقعہ سے واقف ہوں۔ مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ تم نے انطونیہ سے اپنی آرزو پوری کرنے کی کوشش کی لیکن تم کامیاب نہ ہوئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ الویرا کے گھر میں تمہارا داخلہ بند کر دیا گیا۔ چنانچہ اب تم انطونیہ کو حاصل کرنے سے مایوس ہو چکے ہو لیکن میں تمہاری مایوسی دور کرنے، تمہاری امید بندھانے اور تمہاری کامیابی کا وہ راستہ دکھانے آئی ہوں جس کے ذریعہ تم گوہر مقصود حاصل کر لو گے۔"

"کامیابی کا راستہ؟ گوہر مقصود حاصل کر لوں گا؟ ہائے۔ یہ ناممکن ہے۔"

"جو لوگ ہمت کا ثبوت دیتے ہیں ان کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی امبر دیسیو! اب وقت آگیا ہے کہ تمہیں اطمینان دلانے اور تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے میں تمہیں اپنی

زندگی کے وہ حالات سنا دوں جو میں نے اب تک تم سے چھپائے ہیں۔ غور سے سنو اور بیچ میں مجھے ٹوکنا نہیں۔ میں بتا چکی ہوں کہ میرا سرپرست غیر معمولی علم کا مالک تھا۔ جہاں اس نے بہت سے علم سیکھے ہیں وہاں اس نے وہ علم بھی سیکھا جسے بہت سے لوگ برا اور سفلی علم کہتے ہیں۔ میری مراد اس علم سے ہے جس کا تعلق روحوں سے ہے۔ وہ عناصر کو برہم کرنے کے ساتھ قدرت کے مبادیات کو بدل سکتا تھا۔ اس کی نظر مستقبل کے دبیز پردوں کو توڑ سکتی تھی اور بدروحیں اس کی محکوم تھیں۔ ایں؟ تم چونکے کیوں؟ بیشک تمہارا اندازہ صحیح تھا لیکن تمہارا خوف بے بنیاد ہے۔ میرے سرپرست نے مجھے بھی اپنے علوم سے واقف کیا اور خوب ہی جان سے مجھے تعلیم دی۔ اس کے باوجود اگر میں نے تمہیں نہ دیکھا ہوتا تو میں اپنے اس علم کو کبھی استعمال نہ کرتی۔ اس زندگی کو بچانے کے لئے، جو تمہاری محبت کی وجہ سے مجھے عزیز ہوگئی تھی۔ میں نے وہ ذریعہ استعمال کیا جس کے خیال سے ہی میں کانپ اٹھتی تھی۔ تمہیں وہ رات یاد ہے جس رات ہم سینٹ کلارے کے قبرستان گئے تھے اور میں مقبرے کے تہ خانے میں اتری تھی؟ اس رات جرأت کر کے وہ رسومات ادا کی تھیں جو یک راندۂ درگاہ فرشتے کو میرے روبرو لے آئی تھیں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے امبر دیسیو کہ یہ دیکھ کر مجھے کس قدر خوشی ہوئی تھی کہ میرا سارا خوف سراسر بے بنیاد تھا۔ میں نے دیکھا کہ میری ابرو پر بل دیکھ کر ظلمت کا شہزادہ کانپ جاتا تھا، اور ہوا یہ کہ بجائے اس کے کہ میں اپنی روح آقا کے ہاتھ بیچ دیتی میں نے اپنی ہمت اور جرأت سے اپنے لئے ایک غلام حاصل کر لیا۔"

"ملاوہ! یہ تم نے ہمت و جرأت کا ثبوت دے کر اپنے لئے غلام نہیں بلکہ ابدی عذاب حاصل کر لیا ہے۔ عارضی قوت و اختیار پر ابدی خوشیوں کو قربان کر دیا ہے۔ اگر کالے علم کے ذریعہ میں گوہر مقصود حاصل کر سکتا تو ملاوہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ بے شک میں انطونیہ پر ریجھا ہوا ہوں لیکن ہوس نے مجھے اتنا اندھا نہیں کیا ہے کہ انطونیہ کو حاصل کرنے کے لئے میں اپنی دنیا اور عاقبت بھی بگاڑ دوں۔"

"یہ تو تم نے بڑی مضحکہ خیز بات کہی ہے۔ میری پیشکش قبول کرنے اور میری مدد حاصل کرنے میں آخر کیا خطرہ ہے؟ میں تو تمہیں یہ قدم اٹھانے کا مشورہ صرف اس لئے دے رہی ہوں کہ تمہیں چاہتی ہوں۔ چنانچہ تمہیں تمہاری خوشیاں واپس دلانا چاہتی ہوں۔ اگر اس میں کوئی خطرہ ہے تو میں اس کی شکار ہوں گی، تم نہیں، لیکن میں جانتی ہوں کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بنی نوع انسانی کا دشمن میرا آقا نہیں بلکہ غلام ہے امبر دیسیو! اپنے مذہب کے جھوٹے خوابوں کو جھٹک دو۔ اس خوف کو اپنے دل سے نکال پھینکو جو تمہاری روح سے کسی طرح میل نہیں کھاتا، اس

خوف کو عام آدمیوں کے لئے رہنے دو اور تم دنیا کی ساری مسرتیں اور کامیابیاں حاصل کرو۔ آج رات میرے ساتھ سینٹ کلارے کے تہ خانے میں چلو، میرا افسوں دیکھو اور انطونیہ تمہاری ہوگی۔"

"اس واسطے سے نہ تو میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں اور نہ کبھی کروں گا۔ چنانچہ مجھے اکساؤ نہیں کہ میں دوزخ کا ایندھن بننے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"ہمت نہیں کر سکتے امبروسیو! تم نے تو مجھے سخت مایوس کیا ہے۔ جس دماغ کو میں عظیم اور بے دھڑک سمجھتی تھی وہ عورت کے دماغ سے زیادہ کمزور اور جھوٹے توہمات کا غلام ثابت ہوا ہے۔"

"تو کیا میں اپنے اوپر نجات کے دروازے بند کر دوں؟ نہیں۔ نہیں ملاوا! میں خدا کے دشمن سے دوستی نہیں کر سکتا۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا تم اب اپنے آپ کو خدا کا دوست کہہ سکتے ہو؟ کیا تم نے اس سے کیا ہوا عہد نہیں توڑ دیا؟ اپنی خدمات سے روگردانی نہیں کی اور اپنے شہوانی جذبات کی تسکین نہیں کی؟ پھر کہاں رہے تم خدا کے دوست؟ اس کے بعد تم اپنی آرزو پوری کرنے کے لئے شیطین سے نہیں تو کس سے رجوع کرو گے؟ ملاءِ اعلیٰ سے؟ کیا حلقہ اشرف الملائکہ میں کوئی لبیک کہہ کر تمہاری مدد کو آئے گا اور انطونیہ کو لا کر تمہاری آغوش میں ڈال دے گا؟ قطعی نہیں۔ اپنے خدا سے اس قسم کی مدد کی امید رکھنا حماقت ہے، لیکن یہ سب بکواس ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم خدا اور دوزخ کے خوف سے میری پیشکش کو نہیں ٹھکرا رہے کیونکہ یہ خوف تو تم نے اسی رات اپنے دل سے نکال پھینکا تھا جب تم پہلی دفعہ میرے ساتھ سوئے تھے اور اپنا نطفہ میرے بدن میں انڈیل دیا تھا۔

نہیں چنانچہ تمہاری ذات میں ہمت و جرأت و بہادری کا فقدان ہے، تمہاری یہ بزدلی ہے جو میری پیشکش قبول کرنے سے تمہیں روک رہی ہے۔ خدا کا خوف نہیں بلکہ اس کے انتقام کا دھڑکا ہے جو مانع ہے۔ تف ہے اس روح پر جو نہ تو پکی دوست بننے کی جرأت کر سکی اور نہ ہی کھلی دشمن بننے کی ہمت۔"

"ملاوا! اپنے گناہوں کو خوف سے دیکھنا بذاتِ خود ایک خوبی ہے، اپنے عیبوں کو محسوس کرنا بذاتِ خود ایک خصوصیت ہے۔ چنانچہ اس صورت میں میں بلا جھجک یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ بے شک میں بزدل ہوں۔ بیشک اپنے جذبات کا غلام بن کر میں نے اپنے اصول توڑ دیئے اس کے باوجود میں اتنا نہیں گرا ہوں کہ ایسا بھیانک اور ناقابلِ عفو قدم اٹھا دوں۔"

"ناقابلِ عفو! ناقابلِ عفو کیوں؟ کیا تمہارا خدا جو اپنے آپ کو بڑا رحیم، بڑا کریم اور بڑا

بخشنے والا کہتا ہے وہ تمہیں معاف نہیں کرے گا؟ کیا اب اس کی یہ خصوصیات ختم ہو گئیں جن کے حسن تم دوسروں کے دوسرے پر ستارہ لگاتے ہیں؟ کیا اس نے اپنی کریمی اور رحیمی کو محسوس کر دیا ہے یا ان کے سامنے روک لگا دی ہے یا خود تمہارا ان کی ان صفات سے اعتقاد اٹھ گیا ہے؟ نہیں امبروسیو! یہ تم اپنے خدا کی توہین کر رہے ہو۔ ابھی تمہارے سامنے پوری عمر پڑی ہے۔ تم اسے اس کی کریمی اور رحیمی دکھانے کا موقع دو۔ جتنا ہی بڑا تمہارا گناہ ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی رحمت جوش میں آئے گی اور اتنی ہی بڑی اس کی بخشش ہوگی۔ چنانچہ امبروسیو جھٹک دو اپنا یہ بیگانہ خوف۔"

"بس کرو ملاوا۔ یہ کفر کے کلمات اور یہ طنز کسی کی بھی زبان سے اچھے معلوم نہیں ہوتے اور عورت کی زبان سے اور بھی برے معلوم ہوتے ہیں۔ انطونیہ میری ہو کر رہے گی میں اسے حاصل کر کے رہوں گا لیکن اس کی مدد سے نہیں جو راندۂ درگاہ اور تمہارا انعام ہے جیسا کہ تم کہتی ہو۔"

"تو تمہاری انطونیہ کبھی بھی نہ ہوگی۔ وہ کسی دوسرے سے محبت کرتی ہے۔ ایک خوبرو اور شریف نوجوان اس کے دل پر قبضہ کر چکا ہے۔ اگر تم نے تاخیر کی تو وہ جلد ہی اس نوجوان کی دلہن بن جائے گی۔ اطلاع مجھے میرے جاسوس نے دی ہے۔ میرے یہی جاسوس تم پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ تمہاری ایک ایک حرکت کی خبر دیتے تھے اور ان ہی کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا کہ الویرا کے گھر میں تمہارے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور میرے اپنے غیبی جاسوسوں نے مجھے مشورہ دیا کہ انطونیہ کو حاصل کرنے کے لئے کون سی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ حالانکہ تم مجھ سے کتراتے تھے لیکن میں ان قوتوں کے طفیل جو مجھے عطا کی گئی ہیں، ہر دم تمہارے ساتھ رہتی تھی۔"

پھر اس نے اپنے جبے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر فولاد کا ایک پالش کیا ہوا آئینہ برآمد کیا جس کے کناروں پر عجیب قسم کے اور انجانے نقش بنے ہوئے تھے۔

"امبروسیو! تمہاری بے وفائی اور بے مروتی کے شدید غم کو یہ آئینہ دور کر دیتا تھا جس پر سحر کی شکل نقش ہیں۔ ایک منتر پڑھنے کے بعد اس میں وہ ہستی دکھائی پڑتی ہے جس پر دیکھنے والے کے خیالات نقش ہوں۔ چنانچہ اس طرح ہر دم تم میری نظر کے سامنے رہتے تھے حالانکہ میں خود تمہاری نظر سے دور ہوتی تھی۔"

اس نے آئینہ امبروسیو کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے شوقِ تجسس اور اس خیال سے کہ اس کی پیاری انطونیہ اس میں دکھائی دے، آئینہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ملاوا نے منتر پڑھا۔ فوراً ان اشکال میں سے، جو آئینے کے کناروں پر بنی ہوئی تھیں، گاڑھا دھواں نکل کر آئینے کی سطح پر پھیل گیا۔ رفتہ رفتہ یہ دھواں غائب ہو گیا اور امبروسیو نے آئینے میں دلربا انطونیہ کو دیکھا۔

آئینہ جو منظر پیش کر رہا تھا وہ انطونیہ کے کمرے میں بنے ہوئے غسل خانے کا تھا۔ وہ نہانے کے لئے اپنے کپڑے اتار رہی تھی۔ عاشق مزاج راہب بے خوف و خطر اور پوری طرح سے انطونیہ کو برہنہ دیکھ سکتا تھا۔ انطونیہ کپڑے اتار رہی تھی اور راہب کی بھوکی نظریں آئینے میں اس کے مرمریں اعضا پر پھسل رہی تھیں۔ اس نے آخری کپڑا بھی اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور خود اپنے آپ سے لجاتی شرماتی اس ٹب کی طرف بڑھی جو اس کے نہانے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا ایک پیر پانی میں ڈبویا تو پانی اسے ٹھنڈا معلوم ہوا۔ انطونیہ نے اپنا پیر واپس کھینچ لیا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ کوئی اسے برہنہ حالت میں دیکھ رہا تھا اس کے باوجود فطری شرم اس پر غالب آ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے وہ جگہ ڈھک لی جہاں کے زعفران زار میں امبروسیو کی نظریں الجھی ہوئی تھیں اور اس طرح وہ ٹب کے کنارے پر چپ کم کے عالم میں حسن کی دیوی وینس کی طرح کھڑی رہی۔ عین اس وقت اس کا پالتو لینٹ[1] اڑتا ہوا غسل خانے میں آ گیا اور اس کی جوان چھاتیوں کی درمیانی وادی میں اپنا سر ڈال دیا اور پھر شرارت سے اس کی بٹنوں پر چونچیں مارنے لگا۔ انطونیہ نے اپنا دوری بدن ہلا کر اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن جب وہ اپنے دلچسپ کھیل میں مصروف رہا تو انطونیہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اڑا دیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کا ہاتھ اس کی چھاتیوں کو اوپر سے نیچے تک رگڑتا چلا گیا۔ اور اب امبروسیو برداشت نہ کر سکا۔ اس کے جذبات انتہائی حد تک بھڑک اٹھے اور اسے دیوانہ بنا چکے تھے۔

"اب میں برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ چیخ اٹھا۔ "مٹلاہ جو بھی چاہے کرو، جیسے بھی ہو مجھے انطونیہ دلا دو۔ میں اسے حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

اس وقت آدھی رات ہو چکی تھی۔ مٹلاہ اسی وقت اپنے حجرے کی طرف بھاگی۔ چند ثانیوں بعد وہ ڈھکی ہوئی ٹوکری اور قبرستان کے تہ خانے کی کنجی لے کر واپس آئی۔ یہ کنجی اس رات سے اسی کے پاس تھی جب وہ اپنی صحت حاصل کرنے کے لئے تہ خانے میں گئی تھی۔ اس نے راہب کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا وقت ہی نہ دیا۔

"آؤ۔" اس نے امبروسیو کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "آؤ میرے ساتھ اور اپنے فیصلے اور عزم کا نتیجہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی باہر آئی اور قبرستان میں اسے عبور کر کے تہ خانے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ مٹلاہ نے کنجی نکال کر دروازہ کھولا اور وہ زینے کے ماتھے پر تھے۔ اب تک

---

[1] ایک چھوٹا خوش الحان پرندہ جسے اسپین کی عورتیں بڑے شوق سے پالتی ہیں۔ (مترجم)

روشنی انہیں راہ دکھا رہی تھی لیکن یہاں اندھیرا تھا۔

"امبروسیو! تم کانپ کیوں رہے ہو؟" مٹلاہ نے کہا "ہمت! ہماری منزل مقصود قریب ہے۔"

وہ زینہ اتر کر نیچے پہنچے اور دیواروں کا سہارا لے کر ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھے۔ ایک موڑ مڑے تو سامنے دھندلی سی روشنی دکھائی دی جو کہیں دور تہ خانے کے بطن میں جلتی معلوم ہوتی تھی۔ وہ اس روشنی کی طرف بڑھے۔ یہ ایک گورستانی چراغ تھا جو سینٹ کلیر کے بت کے سامنے جل رہا تھا۔

مٹلاہ نے یہ چراغ اٹھا لیا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" اس نے امبروسیو سے کہا۔ "چند منٹوں میں میں واپس آ جاؤں گی۔"

اب امبروسیو وہاں اکیلا تھا۔

وہاں مکمل ترین اندھیرا اور خاموشی مسلط تھی۔ اس اندھیرے اور خاموشی میں خوفناک خیالات راہب کو دبا رہے تھے۔ مٹلاہ کے سامنے وہ اپنے خوف اور بزدلی کا اظہار کرتے شرما رہا تھا لیکن چونکہ اب وہ اکیلا تھا اس لئے یہ احساسات پوری شدت سے ابھر آئے تھے۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ واپس خانقاہ میں چلا جائے لیکن چونکہ وہ بہت سی زیر زمین اندھیری گزرگاہوں اور موڑوں سے گزر رہا تھا اس لئے زینے تک پہنچنے کا راستہ اسے یاد نہ تھا۔ چنانچہ اسے خوف تھا کہ اگر اس نے واپس لوٹنے کی کوشش کی تو زمین تک پہنچنے کے بجائے تہ خانے کی اندھیری بھول بھلیوں میں پھنس جائے گا۔ چنانچہ وہ اپنے خوف پر قابو حاصل کرنے اور خود اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اس کی اس ہمت و جرأت کا انعام انطونیہ کی صورت میں ملے گا۔ اس نے انطونیہ کی برہنگی کو یاد کیا اور سوچا کہ انطونیہ کو حاصل کرنے کے بعد وہ توبہ کر سکتا تھا اور خدا بڑا بخشنے والا تھا (جیسا کہ مٹلاہ نے اسے یقین دلایا تھا) اور چونکہ وہ مٹلاہ کی مدد حاصل کر رہا تھا نہ کہ شیطان کی اس لئے اس کا گناہ قطعی ناقابل عفو نہ تھا۔ اس نے سفلی علم کے متعلق بہت کچھ پڑھا تھا اور جانتا تھا کہ جب تک وہ خدا کو ترک کر کے شیطان کے ساتھ تحریری معاہدہ نہیں کرتا تب تک شیطان کو اس پر کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے وہ شیطان سے معاہدہ نہ کرے گا۔

بڑبڑاہٹ کی ایک پراسرار آواز نے امبروسیو کے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ یہ آواز کہیں بہت قریب سے آ رہی تھی۔ وہ چونکا اور کان لگا کر سننے لگا۔ کوئی جیسے سخت تکلیف کے عالم میں کراہ رہا تھا۔ کبھی یہ آواز صاف سنائی دیتی۔ جب وہ ہستی، جس کی یہ کراہ تھی، تکلیف برداشت نہ

کر سکتی، شاید اس کی تکلیف میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اب امبر دسیو کو شک ہوا کہ وہ کچھ مبہم الفاظ بھی سن رہا تھا اور پھر اس نے صاف طور پر کسی کو کہتے سنا۔

"میرے خدا! کوئی امید نہیں! کوئی میری مدد کو نہ آئے گا!"

"کیا مطلب ہے اس کا؟" وحشت زدہ راہب نے سوچا۔

دفعتاً ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے اس کے دماغ میں کوند گیا اور امبر دسیو کے پورے جسم میں سرد سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"میرے خدا! کیا یہ ممکن ہے؟" اس نے بے اختیار کراہ کر کہا۔ "کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ ہائے کتنا ظالم ہوں میں!"

مٹلاہ کی آمد نے امبر دسیو کے ان رحم دلانہ اور ہمدردانہ خیالات کو ایک دم سے بھگا دیا۔ چراغ کی روشنی تہ خانے کی سنگین دیواروں پر پھیلتی رہی اور چند لمحوں بعد مٹلاہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اب وہ ایک کالے جبہ میں، جو اس کے ٹخنوں تک پہنچ رہا تھا، ملبوس تھی۔ اس جبہ پر سنہرے تاروں سے سمجھ میں نہ آنے والی شکلیں کڑھی ہوئی تھیں، کمر پر منقش پٹکا بندھا ہوا تھا اور اس میں ایک خنجر اڑسا ہوا تھا اس کی گردن اور بازو کھلے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں سنہرا سا عصا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک تھی اور دیکھنے والا اس سے مرعوب ہوئے اور اس کے حسن کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" مٹلاہ نے بے حد نپی تلی آواز میں حد درجہ سنجیدگی سے کہا۔ "سب تیار ہے۔"

وہ اسے لے کر تنگ گزرگاہوں میں چل پڑی۔ گزرگاہوں کے دونوں طرف مردے رکھنے کے غار تھے جن میں پڑی ہوئی انسانی کھوپڑیاں، ہڈیاں اور پنجر چراغ کی روشنی میں نظر آ جاتے تھے۔ ان مقبروں کی دیواروں پر بنی ہوئی مختلف دیوں کی تصویریں جیسے حیرت و خوف سے آنکھیں پھاڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

آخر کار وہ دونوں ایک وسیع و عریض غار میں پہنچ گئے جس کی چھت اتنی بلند تھی کہ نظر اسے دیکھ نہ سکتی تھی۔ اس غار میں پہنچ کر مٹلاہ ٹھہر گئی۔ وہ امبر دسیو کی طرف گھوم گئی اور اس کے گرد ایک دائرہ کھینچا اور ٹوکری میں سے ایک چھوٹی سی بوتل نکال کر اس میں سے کسی سیال کے چند قطرے فرش پر ٹپکائے۔ وہ ان قطروں پر جھک گئی، کچھ پڑھا اور فوراً ہی فرش میں سے ایک زرد شعلہ نکلا اور الف کی طرح کھڑا ہو گیا وہ رفتہ رفتہ بڑھنے اور پھیلنے لگا یہاں تک کہ اس نے پورے فرش کو

ڈھک لیا سوائے اس جگہ کے جہاں دائرے بنے ہوئے تھے اور جن میں مٹلاہ اور امبر دسیو کھڑے ہوئے تھے۔ اب شعلہ غار کے ستونوں سے لپٹ کر اوپر چڑھا اور چھت پر پھیلا اور اس نے پورے غار کو لرزتی ہوئی سبز آگ کے کمرے میں تبدیل کر دیا۔ اس آگ میں روشنی نہ تھی۔ لیکن برخلاف اس میں سے عجیب سی سردی پھوٹ رہی تھی۔ مٹلاہ جو منتر پڑھ رہی تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے ٹوکری میں سے مختلف چیزیں نکال رہی تھی۔ امبر دسیو ان چیزوں کا نام تک نہ جانتا تھا۔ البتہ جو چند چیزیں وہ پہچان سکا ان میں تین انسانی انگلیاں تھیں، انجیل کا ایک ورق تھا جس کے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور انہیں اس شعلے میں پھینک دیا جو اس کے سامنے تھا۔ یہ ٹکڑے فوراً ہی یوں راکھ ہو گئے جیسے شعلے نے انہیں نگل لیا ہو۔

دفعتاً وہ اتنے زور سے چیخی کہ غار اس کی آواز سے بھر گیا اور پھر اس پر جنون کا دورہ سا پڑا۔ وہ اپنے بال نوچ رہی تھی، سینہ کوٹ رہی تھی اور عجیب اشارے کر رہی تھی۔ دفعتاً اس نے اپنے پٹکے سے خنجر گھسیٹ کر اپنے بائیں بازو میں اتار دیا۔ اس کے زخم میں سے خون بہنے لگا۔ مٹلاہ دائرے کے کنارے کے قریب پہنچ کر خون اس کے باہر گرنے لگی۔ ناگہاں خود آگ فرش سے بادلوں کے مرغولے اٹھے، یہ بادل بلند ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کی چوٹی غار کی چھت سے جا لگی۔ عین اس وقت دل دہلا دینے والی گرج سنائی دی جس کی گونج غار سے نکل کر گزرگاہوں میں دور تک چلی گئی اور مٹلاہ کے پیروں تلے زمین لرزنے لگی۔

"اس کا ظہور ہو رہا ہے۔" مٹلاہ نے خوشی اور فتح مندی سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

امبر دسیو چونکا اور خوف بھرا دل لئے شیطان کی آمد کا انتظار کرنے لگا، لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب گرج کی آواز کے تھمتے ہی وجد طاری کر دینے والی موسیقی کی آواز ابھری۔ اس وقت بادل غائب ہو گیا اور راہب نے اپنے سامنے ایک ایسی ہستی کو دیکھا جس کے حسن کو تصور میں لانا بھی ممکن نہ تھا۔ یہ ایک نوجوان تھا جس کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی اور اس کی خوبصورتی اور جسم کی متناسب ساخت بے مثال تھی۔ وہ بالکل برہنہ تھا، اس کے ماتھے پر ایک تارہ چمک رہا تھا۔ اس کے دونوں شانوں پر ایک ایک سنہرا پر تھا اور اس کی ریشمی، سنہری اور گھنگھریالے بالوں کی لٹوں سے شعلے لپٹے ہوئے تھے، یہ شعلے مختلف رنگوں کے تھے اور ان میں چکاچوندھ پیدا کر دینے والی چمک تھی۔ ہیروں کے کنگن اس کی کلائیوں اور پیروں میں پڑے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں مہندی کی ٹہنی کی شکل کی ایک چاندی کی شاخ تھی۔ گلابی رنگ کے بادلوں نے اسے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا اور جب وہ نمودار ہوا تو غار میں معطر ہوا کے جھونکے چلنے لگے۔

امبروسیو حیرت اور مسرت سے اسے چمکتے ہوئے فرشتے کو دیکھ رہا تھا۔ موسیقی کی آواز ڈوب گئی۔ مٹلاہ نے ایک عجیب زبان میں جو امبروسیو کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نوجوان کو مخاطب کیا۔ اس نے اسی زبان میں جواب دیا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ مٹلاہ کسی بات پر اصرار کر رہی تھی جسے قبول کرنے کے لئے ابلیس تیار نہ تھا۔ وہ بار بار غصیلی نظروں سے امبروسیو کی طرف دیکھ رہا تھا اور جب وہ اس کی طرف دیکھتا تو راہب کا دل ڈوبنے لگتا۔ ایسا معلوم ہوا کہ مٹلاہ کو غصہ آ گیا اور وہ غضبناک اشارے کرنے اور ابلیس کو انتقام لینے کی دھمکیاں دینے لگی۔ اس کے اس غصے کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ابلیس اس کے سامنے گھٹنوں پر گیا اور احترام سے چاندی کی شاخ اس کی طرف بڑھا دی۔ مٹلاہ نے شاخ اپنے قبضے میں کی ہی تھی کہ اسی موسیقی کی آواز پھر ابھری، بادل نے کہیں سے اتر کر ابلیس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، فرش پر جلتا ہوا شعلہ بجھ گیا اور غار میں مکمل ترین اندھیرا چھا گیا۔ راہب جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ یہ غیر ارضی اندھیرا غائب ہو گیا تو امبروسیو نے دیکھا کہ مٹلاہ اس کے قریب ہاتھ میں چاندی کی شاخ لئے کھڑی تھی اور غار میں وہ چراغ جل رہا تھا جسے مٹلاہ سینٹ کلارے کے بت کے قریب سے اٹھا کر لائی تھی۔

''مبارک ہو۔ میں کامیاب ہوئی، حالانکہ اس دفعہ مجھے خلاف توقع دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔'' وہ بولی۔ ''یہ عزازیل تھا جسے میں نے بلایا تھا۔ ابتدا میں وہ میرا حکم ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ مجھے اپنے زبردست منتروں کو کام میں لانا پڑا اور میں کامیاب ہوئی، لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی وعدہ کرنا پڑا کہ آئندہ سے میں کبھی اسے تمہاری مدد کے لئے نہ بلاؤں گی۔ چنانچہ امبروسیو جو موقع تجھے دیا گیا اس سے تمہیں بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر یہ موقع تم نے کھو دیا تو پھر میرے تمہارے بنائے کچھ نہ بنے گا۔ لو یہ آسمانی شاخ لو۔ تم یہ اپنے ہاتھ میں رکھو گے تو ہر دروازہ تمہارے لئے کھل جائے گا۔ خیال رہے امبروسیو اپنی محبوبہ سے لطف اندوز ہونے کا موقع تمہیں میں دے رہی ہوں — اس شاخ کے ذریعہ کل رات تم انطونیہ کی خواب گاہ میں پہنچ جاؤ گے، پھر تین دفعہ اس شاخ پر انطونیہ کا نام پھونکنا اور اسے اس کے تکیے پر رکھ دینا۔ فوراً اس پر موت سی غشی طاری ہو جائے گی۔ بس تم اس پر جا پڑنا۔ یہ غفلت اس پر صبح تک طاری رہے گی۔ بس اس حالت میں تم اس سے جتنی دفعہ چاہو اپنی آرزو پوری کر سکتے ہو۔ اطمینان رکھو تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا لیکن صبح ہونے سے پہلے لوٹ آنا کیونکہ صبح ہوتے ہی اس کا سحر زائل ہو جائے گا، انطونیہ بیدار ہو کر دیکھے گی کہ اس کی عصمت لوٹی جا چکی ہے لیکن وہ معلوم نہ کر سکے گی کہ اس کی عصمت دری کرنے والا کون ہے۔ رات ختم ہونے والی ہے آؤ۔ خانقاہ میں چلیں، کہیں ایسا نہ

ہو کہ راہب ہماری غیر موجودگی محسوس کر لیں۔"

راہب نے خاموش احسان مندی سے شاخ لے لی۔ ملاؤ نے اپنی ٹوکری اور چراغ اٹھایا اور اپنے ساتھی کو اس پُراسرار غار سے باہر لائی۔ اس نے چراغ اسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور پھر دونوں پر پیچ گزرگاہیں طے کرتے زینے تک آ گئے۔ کسی نے انہیں دیکھا نہیں اور دونوں اپنے اپنے حجرے میں پہنچ گئے۔

اب امبر دسیو کی دماغی الجھن ختم ہونے لگی۔ وہ اپنے کارنامے اور کامیابی پر خوش تھا، چاندی کی شاخ کے سحر پر اس کو یقین تھا۔ چنانچہ اب وہ انطونیہ کو بھی اپنے اختیار میں یقین کر چکا تھا۔ اس نے تصور میں انطونیہ کے پوشیدہ اعضاء دیکھے جو سحر زدہ آئینے نے اسے دکھائے تھے۔ ایک دم سے اس کے دل میں جذبات بھڑک اُٹھے، اس کا خون گرم ہو گیا اور وہ بیتابی سے آدھی رات کا انتظار کرنے لگا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

آٹھواں باب

ڈان رائمنڈ کی ساری کوششیں اور ساری بھاگ دوڑ محض بیکار ثابت ہوئی۔ ایلکس کا پتہ ملنا تو درکنار، اس کی کوئی خبر بھی نہ ملی۔ مایوسی اور غم نے آخر کار اسے بیمار کر دیا۔ اس کی یہ علالت سخت اور طویل ثابت ہوئی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ الویرا کے گھر جا کر اس سے نہ مل سکا جیسا کہ وہ چاہتا تھا اور جیسا کہ اس نے لورنزو سے وعدہ کیا تھا۔ ادھر الویرا چونکہ رائمنڈ کی علالت سے بے خبر تھی اس لئے اس کے نہ آنے سے وہ بے چین ہوگئی اور اس کو اس نے کچھ اور ہی معنی پہنا دیئے۔ خود لورنزو بھی بہن ایلکس کی موت سے اتنا پریشان تھا کہ وہ انطونیہ سے شادی کرنے کے متعلق اپنے چچا سے بات چیت نہ کر سکا۔ الویرا نے چونکہ اسے اپنے گھر آنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے وہ ڈیوک کی منظوری حاصل کئے بغیر اب اس کے گھر بھی نہ جا سکتا تھا چنانچہ اب الویرا نے نہ تو اسے دیکھا اور نہ ہی اس کے ارادوں کی اسے کسی کے ذریعہ کوئی خبر ملی۔ اس سے الویرا نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یا تو لورنزو نے اپنے لئے کوئی خاندانی لڑکی پسند کر لی ہے یا پھر اس کے چچا نے اسے انطونیہ سے شادی کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔ ادھر وہ انطونیہ کے مستقبل کی طرف سے فکرمند تھی اور ہر دن زیادہ سے زیادہ بے چین ہوتی جاتی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ راہب امبروسیو اس کی بیٹی کو برباد کرنے پر بہر حال تلا ہوا تھا اور اس خیال نے اس کے دل کا سکون اور رات کی نیند اڑا دی تھی کہ اگر وہ مر گئی تو پھر انطونیہ اس خود غرض، ذلیل اور عورت کی بھوکی دنیا میں اکیلی اور بے سہارا ہوگی۔

ڈان رائمنڈ کی علالت نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ لورنزو ہر دم اپنے غمزدہ بیمار دوست کے قریب بیٹھا رہتا اور ہر طرح اس کی دل جوئی کیا کرتا۔ ایک طرف سے اپنی بہن کا غم تھا اور دوسری طرف اپنے دوست کی فکر اور یہ دونوں چیزیں اب خود لورنزو پر بھی اثر انداز ہونے لگی تھیں۔

ادھر وفادار تھیوڈور کا غم بھی کسی طور کم نہ تھا۔ یہ دعزیز اور مخلص لڑکا بھی ہر دم اپنے آقا کے بستر کے قریب ہی رہتا تھا اور اسے تسلی دینے اور غم غلط کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ رائمنڈ کو اپنی محبوبہ کو کھو دینے کا ایسا شدید غم و صدمہ تھا کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ بچ نہ سکے گا۔ اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا کہ ایلکس اب بھی زندہ ہے تو وہ یقیناً کبھی کا اپنی قبر میں جا سویا ہوتا۔ رائمنڈ کو یقین تھا کہ

ایلکس زندہ ہے اور کبھی نہ کبھی اسے بچانے اور اسے حاصل کرنے کی موہوم سی امید ہی اسے اب تک زندہ رکھے ہوئے تھی حالانکہ لورنزو اور تھیوڈور کو ایلکس کی موت کا یقین ہو چکا تھا اس کے باوجود وہ رائمنڈ کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے کیونکہ اسے سکون بخشنے اور زندہ رکھنے کا یہی ایک سہارا تھا۔

تھیوڈور تنہا وہ آدمی تھا جس نے اپنے آقا کے اس وہم کو دور کرنے کو صحیح طور پر معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ ایلکس زندہ تھی، جیسا کہ اس کے آقا کا خیال تھا، یا مر گئی تھی جیسا کہ خود لورنزو کو یقین تھا۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح خانقاہ میں داخل ہونے یا کم سے کم وہاں کی ننوں سے ایلکس کے متعلق صحیح خبر معلوم کرنے کے منصوبے گھڑنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ بہروپیہ بن گیا روز روز نئے روپ میں ایلکس کی خبر معلوم کرنے کے لئے بھٹکنے لگا لیکن اس کی یہ کوششیں بھی محض بیکار ثابت ہوئیں۔ وہ ہر روز راسترانٹ کے محل میں اداس اور ناکام واپس آتا۔ ایک دن اس نے بھکاری کا روپ لیا۔ اپنی ایک آنکھ پر کالا کپڑا باندھا، ہاتھ میں گٹار لی اور کلارے کی خانقاہ کے پھاٹک پر جا بیٹھا۔

"اگر حقیقت میں ایلکس خانقاہ میں کہیں قید ہے۔" اس نے سوچا "اور میری آواز سن رہی ہے تو وہ یقیناً میری آواز سن لے گی اور کسی نہ کسی طرح مجھے مطلع کر دے گی کہ وہ زندہ اور یہیں ہے۔"

چنانچہ یہ سوچ کر وہ بھکاریوں میں مل گیا جو ہر روز شوربہ لینے کے لئے جسے خانقاہ میں ننیں دوپہر کے بارہ بجے تقسیم کیا کرتی تھیں، خانقاہ کے دروازے پر جمع ہو جاتے تھے۔ ہر بھکاری پیالہ یا کشکول لے کر آیا تھا لیکن چونکہ تھیوڈور کے پاس کوئی برتن نہ تھا اس لئے اس نے خانقاہ کے دروازے پر ہی بیٹھ کر اپنا حصہ کھانے کی اجازت چاہی۔ بڑی مشکلوں اور خوب گڑگڑانے کے بعد وہ یہ اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تھیوڈور سے کہا گیا کہ وہ اس وقت تک وہیں رکا رہے جب تک دوسرے بھکاری چلے نہیں جاتے کیونکہ اس کے بعد ہی اس کی درخواست قبول کی جائے گی۔ اس نے پہرہ دارنی کا شکریہ ادا کیا، دروازے کے قریب سے ہٹ آیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر اپنے گٹار کے تار کسنے لگا۔ جب بھکاریوں کی بھیڑ بکھر گئی تو تھیوڈور کو اشارے سے بلایا اور اندر آنے کو کہا گیا۔ تھیوڈور نے بڑی خوشی اور فرمانبرداری سے اس حکم کی تعمیل کی اور بظاہر بڑے احترام سے اس مقدس دہلیز پر قدم رکھا۔ پہرے دارنی اسے خود اپنے حجرے میں لے آئی اور دوسری نو آموز ننیں باورچی خانے کی طرف دوڑ گئیں اور تھیوڈور کے لئے شوربے کی دگنی مقدار لے کر آ گئیں۔ پہرے دارنی نے خود اپنے حصے میں سے روٹیاں اور چند پھل دیئے اور دونوں ننیں سامنے بیٹھ کر اسے کھلانے لگیں۔ تھیوڈور شکریہ ادا کر کے بڑی رغبت سے کھانے لگا۔ ادھر دونوں ننیں آپس میں

سرگوشیاں کرکے اس بات پر اظہار افسوس کر رہی تھیں کہ ایسا بانکا نوجوان زمانے کا ستایا ہوا تھا اور یہ کہ اگر انھوں نے صدر راہبہ سے درخواست کی کہ وہ اس کا ذکر مہر دسیوے کرکے اسے گرجا کے خدمتگاروں میں شامل کروا دے تو یہ مذہب اور گرجا کی ایک بڑی خدمت ہوگی۔

یہ طے کرنے کے بعد پیرے وارنی اسی وقت اٹھ کر صدر راہبہ کے پاس پہنچی اور اس نے تھیوڈور کی خوبیوں کا ایسا مبالغہ آمیز ذکر کیا کہ بڑھیا اس نوجوان سے ملنے کے لیے بیتاب ہوگئی اور اس نے پیرے وارنی سے کہا کہ وہ اس نوجوان کو فوراً ملاقات کے کمرے کے دروازے پر لے آئے۔ اس عرصہ میں وہ نوآموزن کو شیشے میں اتار کر ایگنس کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ نن نے جو کچھ بتایا وہ صدر راہبہ کے بیان سے مختلف نہ تھا۔ اس نے بتایا کہ اعتراف گناہ سے واپس آتے ہی ایگنس بیمار پڑ گئی، پھر وہ کبھی اپنے بستر سے نہ اٹھ سکی اور یہ کہ وہ خود ایگنس کے جنازے میں شریک تھی۔ نوآموزن کے اس بیان نے تھیوڈور کو مایوس کر دیا، لیکن وہ اس حد تک قدم آگے بڑھا چکا تھا کہ اس نے اپنے کارنامے کو اختتام تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا۔

اس اثنا میں پیرے وارنی واپس آگئی اور اس نے تھیوڈور کو اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔ تھیوڈور فوراً اٹھا اور پیرے وارنی کے پیچھے سر جھکا کر چلتا ہوا ملاقات کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جہاں صدر راہبہ پہلے سے آکر کھڑی ہوئی تھی اور بہت سی ننوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ تھیوڈور نے بڑے احترام اور شائستگی سے ان سب کو سلام کیا اور اس کی اس حرکت میں یہ اثر تھا کہ سخت دل راہبہ بھی جس کی تیوریاں ہر دم چڑھی رہتی تھیں، قدرے خوش ہوگئی۔ اس نے تھیوڈور سے اس کے والدین، مذہب اور اس کے بھکاری بننے کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے۔ تھیوڈور نے اس کے ہر سوال کا جواب دیا۔ وہ بے حد اطمینان بخش لیکن سراسر جھوٹ تھا۔ صدر راہبہ نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو اس قابل اور اس کا مستحق ثابت کیا کہ وہ آئندہ سے اس کی مدد کرتی رہے گی۔ تھیوڈور نے اسے یقین دلایا کہ وہ اسے کسی قسم کی کوئی شکایت کا موقع نہ دے گا۔ چنانچہ صدر راہبہ نے کہا کہ وہ دوسرے دن اس کے پاس آئے کیونکہ وہ اس سے مزید باتیں کرنا چاہتی ہے اور اتنا کہہ کر وہ ملاقات کے کمرے سے چلی گئی۔

صدر راہبہ کے جاتے ہی دوسری ننیں دروازے پر ہجوم کر آئیں اور تھیوڈور پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ افسوس کہ ایگنس ان میں نہ تھی۔ ننیں یوں یکے بعد دیگرے اور ایسے ڈھیروں سوال پوچھ رہی تھیں کہ تھیوڈور کے لیے جواب دینا مشکل ہو رہا تھا۔ بہرحال وہ اپنے من گھڑت کارنامے بیان کرنے لگا اور اس نے دیووں، جنگلیوں، وحشیوں، سمندری طوفان، جہازوں کی

تباہی اور کچھ سنسنی خیز قصے بیان کر کے ننوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس نے کہا کہ وہ نیوار گمو میں پیدا ہوا تھا، اپنی تعلیم ایک ہائیلوٹ یونیورسٹی میں حاصل کی تھی اور سیسپ کے امریکیوں میں دو سال گزارے تھے۔ "اسی سفر میں میری یہ آنکھ گئی اور یہ بے حد مناسب سزا ہے جو مجھے مقدس مریم سے گستاخی کرنے کے سلسلے میں ملی۔" تھیوڈور نے کہا۔ "یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میں نے دوسری دفعہ لورہ کی یاترا کی تھی۔ میں اس معجزے والے گرجا میں قربان گاہ کے بہت قریب کھڑا ہوا تھا۔ راہب مقدس مریم کے مجسمے کو بہترین لباس پہنانے میں مصروف تھے۔ اس رسم کے وقت زائرین سے کہا گیا کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ حالانکہ میں فطرتاً بے حد مذہبی قسم کا آدمی ہوں لیکن اس وقت شوق تجسس میرے ہر جذبہ پر غالب آگیا۔ جب راہب مجسمے کی قمیص بدل رہے تھے تو میں نے اپنی ایک آنکھ ذرا کھولی کہ دیکھوں مقدس مریم کیسی ہے۔ بس میری وہ نظر آخری نظر تھی۔ مقدس مریم کے مجسمے کا جلال ایسا تھا کہ برداشت نہ کیا جا سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اپنی آنکھ بند کر لی لیکن پھر وہ ایسی بند ہوئی کہ آج تک نہ کھلی"۔

تھیوڈور سے یہ معجزہ سن کر ساری ننوں نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور وعدہ کیا کہ وہ سب مل کر مقدس مریم سے دعا کریں گی کہ وہ اس کی گستاخی معاف کر کے اس کی آنکھ کھول دے۔

عین اس وقت خانقاہ کے گھنٹے نے اپنی فولادی آواز میں ننوں کو مطلع کیا کہ ان کے طعام خانے میں جانے کا وقت آگیا ہے۔ انھوں نے تھیوڈور کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ دوسرے دن ضرور آئے۔ تھیوڈور نے اس کا وعدہ کیا اس خیال سے کہ تھیوڈور یہ وعدہ وفا کرے ننوں نے اسے یقین دلایا کہ ان کی خانقاہ سے اسے کھانا ملتا رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر نن نے اسے ایک ایک معمولی سا تحفہ بھی دیا۔ تھیوڈور نے احسان مندی سے دوہرے ہو کر یہ تحائف لیے اور کہا کہ اس کے پاس نہ تو ٹوکری ہے اور نہ کوئی برتن اس لیے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ان تحائف کو کیسے لے جائے۔ بہت سی ننیں پلٹ کر ٹوکری کی تلاش میں جانے ہی لگی تھیں کہ ایک معمر نن نے آکر انھیں روک دیا۔ اس نن کو تھیوڈور نے اب تک نہ دیکھا تھا۔ اس کے بشرے سے ٹپکتا ہوا تقدس اور رحم دلی نے تھیوڈور کو فوراً ہی اس کے دل میں احترام کا جذبہ پیدا کر دیا۔

"لو!" پیرے وارنی نے کہا۔ "مادر سینٹ ارسولہ ٹوکری لے کر آرہی ہیں"۔ معمر نن نے دروازہ کے قریب آکر ٹوکری تھیوڈور کی طرف بڑھا دی۔ "یہ میری طرف سے ہے یعنی یہ میرا تحفہ ہے۔" اس نے ٹوکری تھیوڈور کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "نوجوان اسے لاپرواہی سے پھینکنا نہیں، بظاہر یہ بے حد سستی اور معمولی چیز ہے لیکن اس میں بڑی خوبیاں پوشیدہ ہیں"۔

یہ کہتے وقت اس نے معنی خیز نظر سے تھیوڈور کی طرف دیکھا۔ تھیوڈور کچھ سمجھ کر ایک دم سے آگے بڑھا اور دروازے پر لگے ہوئے ڈنکے کے بہت قریب جا کھڑا ہوا۔

"ایگنس"۔ مادر سینٹ ارسولہ نے اتنی نیچی آواز میں کہا کہ بمشکل سنی جا سکی تھی۔

لیکن تھیوڈور کے تیز کانوں نے یہ نام سنا اور سمجھ لیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس ٹوکری میں کوئی راز چھپا ہوا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ عین اس وقت خانقاہ کی صدر راہبہ وہاں آ گئی۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی جھڑ رہی تھیں اور وہ غیظ و غضب کی دیوی معلوم ہوتی تھی۔

"مادر سینٹ ارسولا! میں تنہائی میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتی ہوں"۔

تھیوڈور نے دیکھا کہ اس کی مہربان بوڑھی نن کا رنگ ایک دم سے فق ہو گیا۔

"مجھ سے؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

صدر راہبہ نے جواب دیے بغیر اشارہ کیا کہ سینٹ ارسولہ اس کے ساتھ آئے اور پلٹ کر چلی گئی۔ مادر سینٹ ارسولہ نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور وہ پُراسرار ٹوکری تھیوڈور کے ہاتھ میں رہ گئی۔

چند منٹوں بعد ہی تھیوڈور ٹوکری لیے اپنے آقا کے بستر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ لورانزو بھی وہیں تھا اور اپنے بیمار دوست کو وہ صدمہ برداشت کرنے کی تلقین کر رہا تھا جو خود اس کو بھی تھا کیونکہ ایگنس بہرحال اس کی بہن تھی۔

تھیوڈور نے اپنا کارنامہ بیان کرنے کے بعد سینٹ ارسولہ کے آنے، ایگنس کا نام لینے اور اسے ٹوکری دینے کا ذکر کیا۔ رائمنڈ ایک دم سے اٹھ بیٹھا۔ ایگنس کی موت نے جو آگ سرد کر دی تھی وہ ایک بار پھر اس کے دل میں بھڑک اٹھی اور اس کی بجھی ہوئی آنکھوں میں امید کی چمک آ گئی۔ رائمنڈ نے ٹوکری اپنے وفادار خادم کے ہاتھ سے گھسیٹ لی۔ اس نے ٹوکری اپنے بستر پر اوندھا دی اور اس میں سے جو چیزیں بستر پر گری تھیں ایک عالم بے تابی میں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اسے امید تھی کہ ایک خط مل جائے گا لیکن ان چیزوں میں ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ اس نے دوبارہ اور زیادہ غور سے چیزوں کو دیکھا لیکن کچھ نہ ملا۔ آخرکار اس نے دیکھا کہ نیلے رنگ کے ساٹن میں ایک کپڑے کے کونے پر سیون تھی۔ اس نے جلدی سے یہ سیون ادھیڑ دی۔ اس میں سے تہ کیا ہوا ایک کاغذ نکل آیا جس پر "مارکیوس دی لاسسترن" لکھا ہوا تھا۔ اس نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے کاغذ کھولا تو اس پر یہ تحریر تھا۔

UPLOAD BY SALIMSALKHA

"آپ کے ملازم خاص کو پہچان کر یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کر رہی ہوں۔ کارڈینل ڈیوک سے مجھے اور صدر راہبہ کو گرفتار کرنے کا حکم حاصل کر لو لیکن اس پر جمعہ کی آدھی رات سے پہلے عمل نہ کرنا۔ وہ سینٹ کلارے کے جشن کا دن ہے چنانچہ اس رات کو اور اسی وقت ننوں کا ایک مشعلی جلوس نکلے گا، میں بھی انہی ننوں میں ہوں گی لیکن خیال رہے آپ کے ارادے کا پتہ کسی کو نہ چلے۔ اگر آپ کو ایگنس سے محبت ہے اور آپ اس کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو بے حد احتیاط سے کام لینا۔ میں وہ باتیں بیان کروں گی جو آپ کا خون منجمد کر دیں گی۔"

سینٹ ارسولہ

یہ خط پڑھتے ہی رائمنڈ بے ہوش ہو کر اپنے بستر پر گرا کیونکہ ان سطور نے اس کی آخری امید بھی ختم کر دی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ ایگنس واقعی اس دنیا میں نہیں رہی۔ اسے ہوش میں لانا آسان کام نہ تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر لورانزو پریشان ہو گیا۔ اس کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے دوست کے قریب سے نہ ہٹے لیکن اب دوسرا اور اہم کام اس کے ذمہ آ پڑا تھا۔ اسے سینٹ کلارے کی خانقاہ کی صدر راہبہ کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ وہ اسی وقت ہوٹل دی لاسستران سے نکل کر کارڈینل ڈیوک کے محل کی طرف چل پڑا۔

وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ چند ضروری ریاستی کام نمٹانے کے لئے کارڈینل ایک دور کے علاقے میں گیا ہوا تھا۔ لورانزو کی مایوسی کی انتہا نہ رہی لیکن پھر اس نے سوچا کہ جمعہ ابھی پانچ دن دور تھا اور یہ کہ اگر وہ اسی وقت روانہ ہو جائے اور رات دن سفر کرتا رہے تو کارڈینل سے حکم نامہ حاصل کر کے سینٹ کلارے کے جشن کے دن واپس آ سکتا تھا۔ یہی اس نے کیا اور کامیاب رہا۔ اس نے کارڈینل کو تلاش کر لیا۔ اس کے سامنے سینٹ کلارے کی خانقاہ کا جرم بیان کیا اور اس وجہ سے ڈان رائمنڈ کی جو حالت تھی اس کا ذکر کیا۔ لورانزو نے کسی اور بات کا ذکر نہ کر کے صرف رائمنڈ کی حالت کا ہی ذکر کیا ہوتا تب بھی اسے خاطر خواہ کامیابی ہوتی کیونکہ کارڈینل ڈیوک کو اپنے تمام بھتیجوں میں رائمنڈ سب سے زیادہ عزیز تھا۔ مختصر یہ کہ لورانزو گرفتاری کا حکم نامہ آسانی سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ حکم نامہ حاصل کرتے ہی لورانزو اسی وقت مدرید کی طرف روانہ ہو گیا اور ٹھیک جمعہ کے دن رات کا اندھیرا اترنے سے کچھ پہلے وہاں پہنچ گیا۔ وہ سیدھا اپنے دوست کے پاس پہنچا۔ رائمنڈ پہلے کی بہ نسبت پرسکون تھا لیکن اتنا کمزور اور مضمحل ہو رہا تھا کہ بولتے وقت اس کی سانس پھول جاتی تھی۔ اپنے دوست کے پاس ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد لورانزو اس سے رخصت ہوا کہ اپنے چچا کو تمام حالات سے باخبر کرے اور ڈان رامیریز ڈی میلو کو کارڈینل

کا حکم نامہ اور خط دے دے۔ لورانزو کا چچا تو اپنی بھتیجی ایلکنس کے متعلق تفصیلات سن کر کانپ گیا اور کہا کہ وہ ایلکنس کے قاتلوں کو سزا دلوانے میں لورانزو کا ساتھ دے گا اور یہ کہ وہ خود اس رات لورانزو کا ساتھ سینٹ کلارے کی خانقاہ چلے گا۔ ڈن رامیریز نے بھی لورانزو کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور سپاہیوں کا ایک دستہ منتخب کیا کہ اگر گرفتاری کے وقت عوام کی طرف سے مخالفت ہو یا وہ لڑ اور طوفان بچانے کی کوشش کریں تو یہ مسلح سپاہی انہیں قابو میں کر لیں۔

لیکن جب لورانزو ایک مذہبی پیشوا کی ریاکاری کا پردہ فاش کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا تو یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اسے دوسرے مذہبی پیشوا سے وہ غم اور صدمہ پہنچنے والا تھا جو اس کی زندگی تلخ کر دینے والا تھا۔ ملاّلاہ کے دوزخی عامل کی مدد سے انطونیہ کی عصمت دری کرنے کی امبروسیو نہ صرف تیاری بلکہ ارادہ کر چکا تھا۔ آخر وہ وقت آ گیا جو اس معصوم لڑکی کے لئے بے حد منحوس ثابت ہونے والا تھا۔ انطونیہ رات بھر کے لئے اپنی ماں سے رخصت ہو رہی تھی۔ جب اس نے اپنی ماں کو شب بخیر کہہ کر اسے بوسہ دیا تو وہ ایک عجیب طرح کی بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس کا جی اپنی ماں کو چھوڑنے کو نہ چاہتا تھا اور اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اب وہ اپنی ماں سے کبھی نہ مل سکے گی۔ الویرا نے اپنی بیٹی کی یہ بے چینی دیکھی تو وہ اس کے وہم پر ہنس پڑی اور کہا کہ ایسے احمقانہ خیالات کو دل میں جگہ دینا آگے چل کر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ایسے توہمات میں مبتلا رہی تو اس کی زندگی دوبھر ہو جائے گی۔

انطونیہ نے اپنی ماں کی ساری تسلیوں کا اگر کچھ جواب دیا تو صرف یہ کہا۔

"اماں! میرا دل بیٹھا جا رہا ہے — کاش کہ یہ رات نہ آتی۔ کاش کہ یہ صبح ہوتی یا اسی وقت صبح ہو جاتی۔"

الویرا اپنی حالیہ علالت کے اثر سے اب تک نجات نہ حاصل کر سکی تھی اور آج تو خلاف توقع وہ کچھ زیادہ ہی نقاہت اور کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ چنانچہ آج وہ خلاف معمول جلد ہی سونے چلی گئی۔ انطونیہ خود اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ وہ ایک عجیب طرح کی بے چینی اور افسردگی محسوس کر رہی تھی۔ وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے اس کی ساری امیدیں ساری توقعات ایک دم سے ختم ہو گئی تھیں اور اب دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں رہ گئی جس کے لئے زندہ رہا جا سکے۔ وہ آرام کرسی میں ڈھے سی گئی، اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور خالی خالی نظروں سے فرش کی طرف دیکھنے لگی اور اداس خیالات اس کے دماغ میں ہجوم کر آئے۔ وہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی کھڑکی کے نیچے سے موسیقی کی بے حد سریلی آواز ابھری۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب پہنچی اور اس کے پٹ

کھول دیئے کہ ٹھیک سے سن سکے۔ چاندی کی روشنی میں اس نے نیچے بہت سے آدمیوں کو دیکھا جو ستار اور سرنگیاں لئے ہوئے تھے اور ان سے کچھ دور ایک شخص جواب میں اپنا لورانزو لگا جس کا قد و قامت اور جسم کی ساخت لورانزو سے بے حد ملتی جلتی تھی۔ یہ حقیقت میں لورانزو ہی تھا۔ وہ چونکہ وعدہ کر چکا تھا کہ اپنے چچا کی منظوری حاصل کئے بغیر انطونیہ سے نہ ملے گا اس لئے اس نے اپنی محبوبہ کو یہ یقین دلانے کا یہ طریقہ استعمال کیا تھا کہ وہ بدستور اس سے محبت کرتا ہے اور موسیقاروں کو لے کر اس کی کھڑکی کے نیچے آ گیا تھا۔ اس کے اس طریقہ کا اثر خاطر خواہ نہ ہوا کیونکہ انطونیہ فطرتاً اتنی شرمیلی تھی اور اس کی ذات میں اتنی خاکساری تھی کہ وہ اپنے آپ کو اس توجہ کے قابل سمجھتی ہی نہ تھی۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ یہ نغمہ یقیناً کسی دوسری لڑکی کے لئے ہو گا جو اس کی قیام گاہ کے قریب ہی رہتی ہے وہ اداس ہو گئی کہ لورانزو نے اپنی محبت کا رخ کسی اور کی طرف موڑ دیا ہے۔

موسیقاروں نے اپنا نغمہ ختم کیا۔ انطونیہ کھڑکی کے سامنے سے ہٹ آئی، اپنے آپ کو سینٹ روزلیہ کی حفاظت میں دیا، حسب معمول رات کی دعائیں پڑھیں اور بستر پر لیٹ گئی جلد ہی نیند نے اسے ساری بے چینی اور افسردگی سے نجات دلا دی۔

رات کے دو بج رہے تھے جب ہوس پرست راہب خانقاہ سے نکل کر انطونیہ کی قیام گاہ کی طرف چلا۔ وہ اس کی قیام گاہ تک پہنچ گیا اور کسی نے اسے نہ دیکھا — وہ زینہ چڑھ گیا جو مکان تک جاتا تھا۔ اس نے ابلیس کی دی ہوئی چاندی کی شاخ سے کواڑوں کو چھوا ہی تھا کہ وہ اپنے آپ ہی کھل گئے۔ امبروسیو کے لئے راستہ کھلا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا اور کواڑ خود بخود بند ہو گئے۔

چاندی کی روشنی کا سہارا لے کر وہ دبے پاؤں زینہ چڑھ گیا۔ ہر ہر قدم پر وہ احتیاطاً رک کر ادھر ادھر دیکھ لیتا تھا۔ وہ ایک گناہ، ایک جرم کرنے آیا تھا۔ جس کے دل میں چور ہو وہ عورت سے بھی زیادہ بزدل بن جاتا ہے۔

وہ انطونیہ کی خوابگاہ کے سامنے پہنچ گیا اور وہاں رک کر کان لگا کر سننے لگا۔ اندر خاموشی طاری تھی۔ اس خاموشی نے اسے یقین دلا دیا کہ اس کا شکار بے فکری کی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ چنانچہ اس نے ابلیس کی دی ہوئی شاخ کواڑوں سے چھوا دی۔ دروازہ فوراً کھل گیا۔ امبروسیو اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ وہ اپنے معصوم شکار کی خوابگاہ میں تھا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

امبروسیو دبے پاؤں آگے بڑھا۔ سامنے انطونیہ سو رہی تھی۔ ملاّلاہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے راہب نے ابلیس کی شاخ پر تین دفعہ انطونیہ کا نام پھونکا اور پھر وہ شاخ انطونیہ کے تکیے پر رکھ دی۔

اب امبر دسیو کو یقین ہو گیا کہ انطونیہ بے بس اور اس کے اختیار میں تھی۔ راہب کی آنکھوں میں کامیابی اور شہوانی بھوک کی خوفناک چمک آ گئی۔ اس نے سوئے ہوئے معصوم حسن کی طرف اپنی بھوکی آنکھوں سے دیکھا۔ خوابگاہ میں جلتے ہوئے تنہا چراغ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں امبر دسیو انطونیہ کے جسم کے ہیجان انگیز ابھار اور دوسرے حصے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ رات چونکہ قدرے گرم تھی اس لئے انطونیہ نے غلاف پورا نہ اوڑھا تھا۔ البتہ اس کے جسم کے نچلے حصے کو غلاف نے ڈھک لیا تھا اور امبر دسیو کے گستاخ ہاتھ نے آگے بڑھ کر اور غلاف ہٹا کر وہ حصہ بھی عریاں کر دیا۔ انطونیہ ایک بازو پر سر رکھے ہوئے تھی اور دوسرا بستر کے نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ نیند میں مسکرا رہی تھی اور اس کے سرخ ہونٹوں کے درمیان سے وقتاً فوقتاً ایک آہ یا کوئی مبہم لفظ نکل جاتا تھا۔ انطونیہ کی مکمل ترین برہنگی میں بھی ایک طرح کی حیا تھی جس نے ہوس پرست راہب کو بالکل ہی بے قابو کر دیا۔

وہ چند ثانیوں تک کھڑا انطونیہ کے بدن کے ان حصوں کو دیکھتا رہا اور اپنا ہوس ناک جوش بڑھاتا رہا جو جلد ہی اس کی پیاس بجھانے والے تھے۔ دفعتاً انطونیہ کے ہونٹ یوں کھلے جیسے وہ بوسہ دے رہی ہو۔ ایک دم سے امبر دسیو نے جھک کر اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ اس بوسے کے لطف نے اس کی ہوس کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اب وہ ایک سیکنڈ بھی صبر نہ کر سکتا تھا اس نے جلدی سے انطونیہ کی ٹانگیں گھٹنوں میں سے اوپر اٹھا کر کھول دیں اور......

"میرے خدا!" اس کے پیچھے سے ایک آواز نے تقریباً چیخ کر کہا۔ "تو میرا اندازہ غلط نہ تھا یا کہیں یہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"

خوف، سنسنی گھبراہٹ اور ناکامی کے خیال نے امبر دسیو کو بہ یک وقت گڑبڑا دیا اور غضب ناک بھی کر دیا۔ وہ یک دم سے آواز کی طرف گھوم گیا۔ کمرے کے دروازے میں الویرا کھڑی حیرت اور نفرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امبر دسیو کی شرم نے اسے اور الویرا کی حیرت نے اسے بت بنا دیا تھا۔ دونوں جہاں تھے وہیں ایک سناٹے کے عالم میں کھڑے تھے

سب سے پہلے الویرا نے اپنے حواس بجا کئے۔

"نہیں یہ خواب نہیں ہے۔" وہ چیخ کر بولی۔ "یہ امبر دسیو ہی ہے جو میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ وہی امبر دسیو جسے پورا مدرید زندہ ولی سمجھتا ہے لیکن مدرید والے آئیں اور دیکھیں کہ ان کا ولی آدھی رات گئے میری بیٹی کی عصمت دری کرنے آیا ہے۔ مکار! فریبی! تیرے ناپاک ارادوں

کو میں نے پہلے ہی سے بھانپ لیا تھا، لیکن میں اس خیال سے چپ رہی کہ کیا پتہ میرا خیال غلط ہو۔ کمینے اب میں خاموش نہ رہوں گی۔ سارا مدرید تیری ہوس پرستی سے واقف ہو جائے گا۔"

پریشان اور گھبرایا ہوا راہب الویرا کے سامنے کھڑا کانپ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب کچھ کہنا اور اپنی صفائی پیش کرنا فضول ہے اس کے باوجود اس نے نت نئے بہانے تلاش کرنے شروع کیا لیکن اس کے منہ سے نامکمل اور ٹوٹے پھوٹے جملے نکل رہے تھے اور ہر دوسرا جملہ پہلے جملے کی نفی کر رہا تھا۔

"ٹھہر تو جا کمینے۔" الویرا نے کہا۔ "اب تو تو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اب تو نہ بچ سکے گا۔"

وہ لپک کر انطونیہ کے قریب پہنچی اور اسے پکارنے لگی لیکن وہ بیدار نہ ہوئی۔ چنانچہ اس نے انطونیہ کا ایک ہاتھ پکڑا اور اسے اٹھا کر بٹھا دیا۔ لیکن اس جیسی شاخ کا اثر بہت زبردست تھا کہ انطونیہ بیدار نہ ہوئی اور جب الویرا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ مردے کی طرح دھپ سے بستر پر گر گئی۔

"یہ۔ یہ قدرتی نہیں ہے۔" حیرت زدہ الویرا نے چیخ کر کہا۔ اس میں کوئی راز ہے۔ ضرور ہے مکار راہب! میں تیری تمام بدمعاشی کا پردہ چاک کئے دیتی ہوں۔ تو نہیں بچ سکتا۔ ارے لوگو! دوڑو! دوڑو! مدد! مدد!" الویرا اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چیخنے لگی۔ "ارے فلورا! فوراً آؤ یہاں — انطونیہ کے کمرے میں۔"

"خاتون! — ایک منٹ — میری بات تو سنو......" خطرہ محسوس کر کے امبر دسیو ایک دم سے سنبھلا اور چیخ کر بولا۔ "میں یسوع مسیح اور سارے مقدس ولیوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری بیٹی کی آبرو جوں کی توں قائم ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے خانقاہ میں پہنچ جانے دو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ انطونیہ آئندہ سے میری طرف سے محفوظ رہے گی"— "لیکن دوسروں کی بہو بیٹیوں کا کیا —؟ میں سب کو بچاؤں گی سارا مدرید تیری مکاری، ہوس پرستی اور عیاری سے واقف ہو جائے گا۔ تو بدوزاہد بن کر تو سب کی آنکھوں میں دھول جھونک چکا۔ یہ اب نہ ہوگا۔ تیری ظاہری ولایت کے دن ختم ہوئے۔ ارے کوئی ہے فلورا؟ فلورا! دوڑ کر آؤ یہاں۔"

جب الویرا نے یوں کہا تو امبر دسیو کو دفعتاً ایگنس یاد آ گئی۔ اس نے اسی طرح سے رحم کی درخواست کی تھی اور اس نے امبر دسیو نے اسی طرح اس کی درخواست ٹھکرا دی تھی۔ اب ذلیل و خوار ہونے کی اس کی باری تھی، اب سزا پانے کی اس کی باری تھی اور وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ

رہ سکا کہ اسے اس کے مظالم کی یہ بے حد مناسب سزا مل رہی تھی۔

اس عرصے میں لوریا اپنی خادمہ فلورا کو برابر پکارے جا رہی تھی لیکن وہ یوں گھوڑے بیچ کے سو رہی تھی کہ اس کے کانوں میں لوریا کی آواز نہ پہنچ رہی تھی۔ خود لوریا فلورا کو بیدار کرنے اور خوف سے نہ جا رہی تھی کہ کہیں موقع غنیمت جان کر راہب فرار نہ ہو جائے اور سچ تو یہ ہے کہ راہب کا ارادہ بھی یہی تھا۔ راہب نے اپنے وہ کپڑے سمیٹے جنھیں وہ اتار چکا تھا اور انھیں بغل میں دبا کر دروازے کی طرف بڑھا۔ لوریا اس کا ارادہ بھانپ کر اس کے پیچھے چلی اور اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا لوریا نے اسے دبوچ لیا۔

"بھاگنے کی کوشش نہ کر کمینے"۔ وہ بولی۔ "اب تو دنیا تیری اصلیت سے واقف ہو کر رہے گی۔ تو میری بیٹی کی عزت لوٹنے آیا تھا؟ اس کی سزا تجھے ملے گی اور ضرور ملے گی۔"

امبروسیو نے اپنے آپ کو لوریا کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی تو وہ اس سے چمٹ گئی۔ لوریا اور بھی بلند آواز میں مدد کے لیے لوگوں کو پکارنے لگی۔ راہب کو احساس ہوا اور شدت سے ہوا کہ اب وہ بری طرح پھنس گیا تو اسے خوف ہو چلا تھا کہ کوئی دم میں لوگ دوڑے آئیں گے اور اس کی بربادی مکمل ہو جائے گی۔ اپنے آپ کو تباہی سے اور اپنی عزت بچانے کے لیے اس نے ایک فوری لیکن وحشیانہ فیصلہ کر لیا۔

اس نے ایک دم سے گھوم کر ایک ہاتھ سے لوریا کا گلا دبا دیا کہ اس کی چیخیں رک گئیں اور اسے گھسیٹتا ہوا بستر کی طرف لے چلا۔ راہب کی اس خلاف توقع اور فوری حرکت بلکہ یوں کہیے کہ حملے نے لوریا کو اتنا گڑبڑا دیا کہ وہ اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے جدوجہد بھی نہ کر سکی۔ خوف نے امبروسیو کو دیوانہ ہی کر دیا تھا۔ وہ نہ جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے لوریا کو پچھاڑ دیا، اپنا ایک گھٹنا اس کے سینے پر رکھا، انطونیہ کے سر کے نیچے سے تکیہ گھسیٹ لیا اور اسے لوریا کے منہ پر رکھ کر دباتا چلا گیا کہ ایک ہی وقت میں لوریا کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے دور کر دے۔

وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب رہا۔

لوریا کا دم گھٹ رہا تھا، وہ تڑپ رہی، وہ ہاتھ پاؤں مار رہی تھی، وہ تکیے کے نیچے سے اپنا چہرہ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ راہب اس کو بُری طرح سے دبائے ہوئے تھا۔ وہ اس کے منہ پر دونوں ہاتھوں سے تکیہ دبائے ہوئے تھا، اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھے ہوئے تھا اور لوریا کو ہاتھ پاؤں مارتے اور تڑپتے دیکھ رہا تھا اور اس کے دل میں اس وقت رحم کا کوئی جذبہ نہ تھا۔ وہ ایک وحشیانہ مسکراہٹ کے ساتھ اور سراسر غیر انسانی جذبے سے لوریا کو

تڑپتے اور ہاتھ پاؤں پٹختے دیکھ رہا تھا۔ آخر کار لوریا کی ساری تکلیفوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے۔ اب وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔

راہب نے تکیہ ہٹا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ لوریا کا چہرہ خوفناک حد تک کالا پڑ گیا تھا، اس کے اعضا اکڑ گئے تھے اور اس کے دل نے دھڑکنا ترک کر دیا تھا۔

اب راہب کو ہوش آیا اور اس نے دیکھا کہ اس سے ایک زبردست جرم سرزد ہو گیا تھا۔ اسے ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے، اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں، وہ اٹھا اور لڑکھڑا کر کرسی میں ڈھے گیا اور تقریباً اتنا ہی بے جان تھا جتنی کہ وہ بدنصیب جس کی لاش اس کے قدموں میں پڑی ہوئی تھی۔

خدا جانے کب تک وہ اسی طرح پڑا رہتا کہ دفعتاً اسے یاد آیا کہ خطرہ اب تک ٹلا نہ تھا۔ بلکہ کچھ بڑھ ہی گیا تھا اور یہ کہ اب یہاں سے بھاگنا ضروری تھا۔ اب اپنے ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی آرزو نے دم توڑ دیا تھا۔ بستر پر بے خبر پڑی ہوئی برہنہ انطونیہ اب اسے ایک بے حد گھناؤنی چیز معلوم ہو رہی تھی۔ امبروسیو کے دل میں جو گرمی تھی اس پر اب موت کی سی ٹھنڈک حاوی ہو چکی تھی۔

اس نے تکیہ اٹھا کر بستر پر رکھ دیا، اپنے کپڑے اٹھائے اور ابلیسی شاخ اٹھا کر لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن خوف نے اسے ایسا دہشت زدہ کر دیا تھا کہ وہ یوں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے ان دیکھی قوتیں اس کا راستہ روک رہی تھیں۔ اس کی یہ دہشت اس انتہا کو پہنچی کہ وہ اپنے سامنے مہیب ہیولے دیکھنے لگا۔

بہر حال وہ لرزتا اور کانپتا دروازے تک پہنچ گیا۔ ابلیسی شاخ نے ایک بار پھر اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ بھرائی ویران راستوں پر سے گزر کر خانقاہ میں اور وہاں سے اپنے حجرے میں پہنچ گیا۔ حجرے میں پہنچتے ہی اس نے اپنے آپ کو بستر پر ڈال دیا اور خوفناک لرزہ خیز اور تاریک خیالات نے اس کی روح کو شکنجے میں جکڑ لیا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN--- اپلوڈ از سلیم سل خان

نواں باب

امبرڈیو نے اپنی سیہ کاریوں کی تیزی پر غور کیا تو کانپ گیا۔ الویرا کی لاش اس کی نظر کے سامنے سے ہٹتی نہ تھی اور اس کا ضمیر اب ایک دم سے بیدار ہو کر اسے اس کے گناہوں کی خبر دے رہا تھا، لیکن گزرتے ہوئے وقت نے اس کے ان جذبات کو معدوم کرنا شروع کیا۔

ایک دن گزر گیا، دوسرا گزر گیا اور کسی کو امبرڈیو پر ذرہ برابر بھی شک نہ ہوا۔ اس کا سکون عود کرآنے لگا اور جیسے اس کا خوف زائل ہونے لگا۔ وہ اپنے ضمیر کی ملامتوں کی طرف سے بے پرواہ ہوتا چلا گیا۔ ادھر مٹلاہ اس کی ڈھارس بندھانے میں اپنی ساری ذہانت کو استعمال کرتی تھی۔ اس نے کہا کہ امبرڈیو نے صرف وہی کیا تھا جس کا اختیار قدرت نے ہر ایک کو دیا ہے یعنی خود حفاظتی۔ اس نے کہا کہ وہاں سوال اس کی زندگی کا تھا۔ یا تو الویرا کو ہی زندہ رہنا تھا یا خود اسے۔ چونکہ الویرا اسے برباد کرنے پر تلی ہوئی تھی اس لئے امبرڈیو نے اس کی جان لے کر کوئی گناہ نہیں کیا ہے بلکہ نہ صرف اپنے آپ کو بچایا ہے بلکہ الویرا کو بھی اس کی احمقانہ ضد کی سزا دی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اس دشمن کے شر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ہے جو امبرڈیو کے ارادوں سے واقف ہونے کے بعد نہ صرف اس کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتی تھی بلکہ انطونیہ کے سلسلے میں اس کی راہ کا سخت روڑا بنی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مٹلاہ نے کہا کہ وہ مایوس نہ ہو اور انطونیہ کے سلسلے میں اپنا ارادہ ترک نہ کرے۔ اس نے امبرڈیو کو یقین دلایا کہ چونکہ اب انطونیہ کی جہاں دیدہ ماں نہ رہی تھی جو ہر دم اپنی بیٹی کی حفاظت کیا کرتی تھی اس لئے وہ یعنی انطونیہ اب بے حد آسان شکار تھی۔ اس کے بعد وہ انطونیہ کے حسن، معصومیت اور کنوارپنے کا تفصیل سے ذکر کر کے راہب کے دل میں ایک بار پھر وہی آگ بھڑکانے کی کوشش کرنے لگی جو پچھلی ناکامی کے بعد سرد پڑ گئی تھی، غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مٹلاہ کی یہ کوششیں بیکار نہ گئیں۔

اب راہب کا یہ حال تھا کہ وہ انطونیہ کے باغ حسن کی بہار لوٹنے کے لئے پہلے سے زیادہ بیتاب تھا۔ وہ انتظار کر رہا تھا کہ پہلے کا سا ہی موقع میسر آئے تو وہ اپنی آرزو پوری کرے۔ لیکن اب پہلے کی سی آسانیاں میسر تھیں کیونکہ پچھلی دفعہ کی ناکامی، گھبراہٹ اور غصے میں اس نے ابلیسی شاخ فرش پر دے ماری تھی اور اس کے ٹکڑے اڑ گئے تھے۔ مٹلاہ نے اس سے صاف صاف

لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ عزازیل سے اب اسے کسی قسم کی مدد کی امید اس وقت تک نہ رکھنی چاہئے جب تک وہ یعنی امبرڈیو اس سے مستقل معاہدہ نہیں کر لیتا اور راہب عزازیل سے یہ معاہدہ کر کے اس کا خادم نہ بننے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جب تک وہ خداوند خدا کو چھوڑ کر باطل کے سامنے نہیں جھکتا تب تک تو بہر حال بخشے جانے کی امید ہے۔ مٹلاہ نے جب دیکھا کہ امبرڈیو اپنے خدا کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے تو اس نے بھی اسے عزازیل کی طرف جھکانے کی کوششیں ترک کر دیں اور انطونیہ کو راہب کے قبضے میں لانے کی ترکیبیں سوچنے لگی اور جلد ہی ایک ذریعہ اسے مل گیا۔

جب اس کی بربادی کے منصوبے گھڑے جا رہے تھے تو انطونیہ اپنی ماں کی موت کے صدمے سے بے حال تھی۔ اس کا معمول تھا کہ وہ صبح بیدار ہوتے ہی اپنی ماں کے کمرے میں دوڑی جاتی تھی۔ اس صبح جس رات امبرڈیو اپنے ناپاک ارادے کی تکمیل کو آیا تھا وہ خلاف معمول دیر سے بیدار ہوئی۔ وہ بستر میں سے نکل آئی اور تیزی سے اپنی ماں کے کمرے کی طرف یہ معلوم کرنے جانے لگی کہ اس کی رات کیسی گزری۔ دفعتاً اس نے فرش پر پڑی ہوئی کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچی۔ اس نے جھک کر اس چیز کی طرف دیکھا تو اس کے منہ سے ایک شگاف چیخ نکل گئی کیونکہ یہ اس کی ماں کی لاش تھی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑی اور ماں کو گلے سے لگا لیا۔ تب اسے معلوم ہوا کہ اس کی ماں کا جسم بے جان اور سرد تھا۔ اس نے لرز کر ماں کی لاش پھر فرش پر ڈال دی۔ اس کی چیخ سن کر فلورا کمرے میں دوڑی آئی اور اس نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر وہ بھی چیخوں پر چیخیں مارنے لگی۔ اس کی چیخیں سن کر مالکن دوڑی آئی۔ فوراً ہی ڈاکٹر کو بلا لیا گیا۔ اس نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ الویرا دنیا کے تفکرات اور دکھوں سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو چکی ہے۔ چنانچہ اب وہ انطونیہ کی طرف متوجہ ہوا جسے واقعی ڈاکٹروں کی مدد کی ضرورت تھی۔ اسے اٹھا کر بستر پر لٹا دیا گیا، ڈاکٹر اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور مالکن الویرا کے کفن دفن کے انتظامات میں مصروف ہو گئی۔

مالکن جاسنتھا سادہ لوح، رحمدل اور ہمدرد عورت تھی لیکن دل و دماغ کی کمزور اور ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بزدل اور توہم پرست تھی۔ وہ مردے کے ساتھ اس مکان میں رات گزارنے کے خیال سے ہی کانپ کانپ اٹھتی تھی۔ چنانچہ وہ رات ہمسائی کے یہاں گزارنے کا فیصلہ کر کے اعلان کر دیا کہ الویرا کا جنازہ دوسرے دن اٹھایا جائے گا۔ چونکہ سینٹ کلارے کا قبرستان قریب تھا اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ الویرا کو وہیں سپرد خاک کیا جائے۔ کفن دفن کا خرچ جاسنتھا نے اپنے ذمہ لیا اور بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اسے اپنا یہ روپیہ واپس نہ ملے گا لیکن وہ یہ

سب کچھ خدا ترسی اور خوفِ خدا سے کر رہی تھی اور چاہتی تھی کہ کفن دفن کی ساری رسومات ادا کی جائیں تاکہ انطونیہ کو تسلی ہو کہ اس کی ماں کو حرپڑے کا مردہ سمجھ کر نہیں کیا گیا۔

کتنا ہی بڑا غم اور کتنا ہی زبردست صدمہ کیوں نہ ہو وہ کسی کی جان نہیں لیتا۔ چنانچہ انطونیہ بھی سنبھل گئی اور اس میں اس کے چڑھتے ہوئے خون، تندرستی اور جوانی اس کی معاون ثابت ہوئی۔ حالانکہ اسے اپنی ماں کی موت کا سخت غم و صدمہ تھا اور اگر اسے کہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کی ماں کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی تو شاید وہ کبھی سنبھل نہ سکتی لیکن شکر ہے کہ نہ تو اسے اور نہ ہی کسی اور کو یہ شک ہوا کہ اس کی ماں طبعی موت نہ مری تھی بلکہ اس کی جان دی گئی تھی۔ الویرا پر پچھلے ایک عرصے سے تشنج کے سخت دورے پڑا کرتے تھے۔ چنانچہ خیال یہ کیا گیا کہ اس رات جب اسے احساس ہوا کہ اس پر دورہ پڑا چاہتا ہے تو اپنی بیٹی کو بیدار کرنے کے لئے اس کے کمرے میں گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ انطونیہ کو بیدار کرتی یا وہ دوا کھاتی جو انطونیہ کے کمرے میں رکھی رہتی تھی اس پر ایک دم سے دورہ پڑ گیا اور وہ جہاں تک پہنچی تھی وہیں گر کر مر گئی۔ مختصر یہ کہ اس کی موت کو طبعی موت سمجھ لیا گیا اور جلد ہی اسے سب نے بھلا دیا سوائے اس ایک ہستی کے جو اسے کبھی نہ بھلا سکتی تھی اور جو لویرا کی شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

حقیقت میں انطونیہ کے لئے صورتِ حال بہت زیادہ پریشان کن تھی۔ اس عیاش اور بے حد بُرا شہر میں وہ اکیلی رہ گئی تھی۔ روپیہ اس کے پاس برائے نام تھا اور دوست تو گویا تھے ہی نہیں۔ اس کا چچا اب تک قرطبہ میں ہی تھا اور انطونیہ اس کا پتہ جانتی نہ تھی۔ رہا لورانزو تو وہ ایک مدت ہوئی کہ اس کی طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ اس نے سوچا کہ امبروسیو سے بات چیت کرے لیکن اسے اپنی ماں کی یہ ہدایت یاد آ گئی کہ وہ حتی الامکان اس راہب سے دور ہی دور رہے۔ تاہم وہ اپنی ماں کی ہدایت اور ہوشیار رہنے کی تاکید کے باوجود امبروسیو کے متعلق اپنے محترم اور اچھے خیالات بدل نہ سکی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ اسی راہب کی دوستی اور ہمدردی اس کا واحد سہارا ہے۔ وہ اس کی پچھلی دست درازی کو ایک جزوی چیز سمجھ کر نظر انداز کر چکی تھی اور یہ باور کرنے کے لئے قطعی تیار نہ تھی کہ وہ اس کی عصمت دری کرنے کے درپے تھا، لیکن لویرا نے صاف صاف لفظوں میں اسے امبروسیو سے ملنے اور اس سے کسی بھی قسم کے تعلقات قائم رکھنے سے منع کر دیا تھا اور وہ اپنی ماں کے ہر حکم کی تعمیل اور احترام کرتی تھی۔

آخرکار اس نے مارکیوس دی لاسسترناس یعنی رائمنڈ کو خط لکھنے اور اس سے مشورہ طلب کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہی ایک اس کا قریبی عزیز تھا۔ اس نے اپنے خط میں اپنی والدہ کی

موت اور اپنی زبوں حالی کے تفصیلی بیان کے بعد درخواست کی کہ وہ اپنی مرحوم ماں کا وظیفہ اس کی یعنی انطونیہ کے نام جاری رکھے اور اسے مرکیا کے قصر میں رہنے کی اجازت دے دے۔

انطونیہ شاید اس وقت پیدا ہوئی تھی جب آسمان پر کوئی منحوس ستارہ دندنا رہا تھا۔ اگر یہ خط ایک دن پہلے لکھا ہوتا تو وہ ان سارے مصائب اور ساری بدقسمتی سے بچ جاتی جو مستقبل کے بطن میں نہایت ہی تباہ کن روپ اختیار کر رہی تھی۔ جب سے لورانزو نے انطونیہ اور اس کی ماں کا ذکر کیا تھا تقریباً اسی وقت سے رائمنڈ اپنے بھائی کی بیوہ کو اپنے ہاں بلانے اور اس کا حق اسے دینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ تقریباً اسی وقت سے خود اس کے ساتھ ایسے واقعات ہو رہے تھے کہ وہ صحیح معنوں میں اپنے ہوش میں نہ تھا۔ ایگنس کی گمشدگی اور اس کے فوراً بعد خود رائمنڈ کی شدید علالت ہی وہ چیزیں تھیں جن کی وجہ سے وہ الویرا اور انطونیہ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لینے کے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ چنانچہ یہ بات بھی اس کے وہم و گمان میں نہ آئی کہ اس معاملے میں اس کی طرف سے ذرا سی تاخیر ان ماں اور بیٹی کے لئے کیسے تباہ کن نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ الویرا اور انطونیہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا الزام رائمنڈ کو دینا سراسر ناانصافی ہے کیونکہ خود وہ پریشانیوں میں پھنسا ہوا تھا۔

اگر اسے یہ اطلاع مل گئی ہوتی کہ الویرا کی موت کے بعد انطونیہ اس بھری دنیا میں بے سہارا رہ گئی ہے تو وہ یقیناً کوئی ایسا قدم اٹھاتا کہ انطونیہ ان خطرات سے محفوظ رہ جاتی جو اس کے عین سر پر گرج رہے تھے لیکن انطونیہ ایسی خوش قسمت کہاں تھی۔ جس دن اس نے رائمنڈ کے نام خط بھیجا وہ لورانزو کی مدریڈ سے روانگی کا دوسرا دن تھا اور رائمنڈ اس یقین سے تقریباً دیوانہ ہو رہا تھا کہ ایگنس واقعی اب اس دنیا میں نہ رہی تھی۔ اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی اور اس کی زندگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان حالات میں کوئی اس کے قریب جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ فلورا کو، جو انطونیہ کا خط لے کر گئی تھی، مطلع کیا گیا کہ مارکیوس کسی سے ملنے اور خط پڑھنے کے قابل نہ تھا اور یہ کہ زندگی اور موت کے درمیان جھول رہا تھا۔ چنانچہ یہ جواب سننے کے بعد فلورا واپس لوٹ گئی۔

فلورا اور جاسنتا انطونیہ کو تسلیاں دینے اور ڈھارس بندھانے میں مصروف تھیں۔ مالکن نے کہا کہ وہ کسی قسم کی فکر نہ کرے، جب تک چاہے اس کے ہاں رہے اور یہ کہ وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح رکھے گی۔ اسی وقت الویرا کے نام ایک خط آیا۔ انطونیہ نے لیونیلا کا خط پہچان لیا اور خوشی سے بیتاب ہو کر پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی خالہ نے قرطبہ کے ایک عطار سے شادی کر لی تھی۔ لیونیلا نے بڑے شاعرانہ انداز میں لکھا تھا کہ اس نے اپنا ورثہ تو حاصل کر لیا لیکن دب گنوا بیٹھی اور اس کے عوض دنیا کے بہترین جوان کا دل قبضہ میں کر لیا۔" اس نے لکھا تھا کہ وہ

جمعرات کے روز مدیحہ آنے اور اپنے "سرتاج" کو اپنی بہن کے سامنے پیش کرنے والی تھی۔ لیونیلا کے آنے کے خیال سے انطونیہ خوش ہو گئی کہ ایک بار پھر اسے سہارا مل جائے گا اور وہ بھی اپنوں کا چنانچہ وہ بیتابی سے جمعرات کا انتظار کرنے لگی جس کی رات اس کی خالہ آنے والی تھی۔

اور وہ رات آ گئی۔

انطونیہ سڑک پر سے گزرتی ہوئی بگھیوں کی آواز سنتی رہی لیکن ایک بگھی بھی اس کے دروازے پر نہ رکی اور کافی رات گزرنے کے بعد بھی لیونیلا نہ آئی اس کے باوجود انطونیہ مصر تھی کہ وہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرے گی اور جب تک وہ نہ آ جائے گی نہ سوئے گی۔ چنانچہ فلورا اور جاسنتھا نے بھی اس کے پاس بیٹھے رہنے کا فیصلہ کیا حالانکہ انطونیہ نے لاکھ کہا کہ وہ دونوں جا کر سو جائیں۔

وقت سست رفتاری سے گزرتا رہا، یوں معلوم ہوا کہ موسم خود وقت کی اس سست رفتاری سے اکتا کر غضب ناک ہو گیا۔ اب طوفانی ہوا چنگھاڑ رہی۔ اور دروازہ اور کھڑکیوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ پھر بارش ہونے لگی، چراغ کی لو کانپ رہی تھی اور کبھی تو ہوا سے اتنا دب جاتی تھی کہ وہ بجھنے کے قریب ہو جاتی اور کمرے میں اندھیرا پھیل جاتا لیکن پھر فوراً ہی بھڑک کر کمرے میں روشنی پھیلا دیتی۔ جب کمرے میں روشنی پھیلتی تو انطونیہ خوف بھری نظروں سے کمرے کی ہر چیز کو دیکھنے لگتی۔

انطونیہ نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کی ٹانگیں اس بری طرح سے کانپنے لگیں کہ اپنے اٹھنے کے عمل کو پورا نہ کر سکی۔ تب اس نے فلورا کو آواز دی جو دوسرے کمرے میں، جو زیادہ دور نہ تھا، چلی گئی تھی لیکن انطونیہ کے گلے میں پھندے سے پڑ گئے اور اس کی آواز بارش کی آواز میں دب کر رہ گئی۔

دفعتاً اس نے بہت قریب ہی کسی کو آہ بھرتے سنا۔ وہ کرسی پر سے اٹھ چکی تھی اور میز پر سے چراغ اٹھانے والی تھی لیکن اس آہ نے، جو محض اس کا وہم ہو سکتا تھا، اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے اور وہ کرسی کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔

"میرے خدا!" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "کیسی آواز تھی یہ؟ کیا حقیقت میں کسی نے آہ بھری تھی یا یہ میرا وہم تھا؟"

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ اس نے دروازے کے قریب سے ایک آواز سنی۔ وہ اس قدر مدھم تھی کہ بمشکل سنی جا سکتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سرگوشیاں کر رہا ہو۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ کی روک اٹھائی گئی اور پھر آہستہ سے دروازہ کھلا پھر کواڑ آہستہ آہستہ آگے پیچھے جھولنے لگے۔ خوف کی شدت نے انطونیہ کے بدن میں قوت کی وہ برقی رو دوڑا دی جس کا تجربہ اسے اب تک نہ ہوا تھا۔ وہ اک دم سے آگے بڑھی لیکن ابھی اس نے آدھا کمرا بھی طے نہ کیا کہ

دروازہ کی روک دوسری دفعہ اٹھائی گئی۔ غیر شعوری طور پر اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ کواڑ آہستہ آہستہ کھل رہے تھے۔ کواڑ کھل گئے اور انطونیہ نے دیکھا کہ ایک سفید کفن پوش اور دبلی پتلی ہستی دروازے میں کھڑی ہوئی تھی۔

انطونیہ جہاں تھی وہیں بت بن گئی۔ پراسرار ہستی اپنے بے تلے قدموں سے چلتی ہوئی میز کے قریب آئی تو چراغ کا زرد شعلہ ایک دم سے کانپنے لگا۔ میز کے عین اوپر دیوار میں چھوٹی سی گھڑی لگی ہوئی تھی جو رات کے تین بجا رہی تھی۔ وہ پراسرار ہستی گھڑی کے پاس جا کر ٹھہر گئی اور اپنے بازو اٹھا کر گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ انطونیہ کو وقت بتا رہی تھی۔

پراسرار ہستی اسی حالت میں چند ثانیوں تک کھڑی رہی۔ گھڑی نے گجر بجایا۔ جب گجر کی آواز خاموش ہو گئی تو کفن پوش ہستی انطونیہ کے قریب آئی

"تین دن" ۔ اس نے بے حد پھیکی کھوکھلی اور غیر ارضی آواز میں کہا۔ "صرف تین دن اور ہم پھر مل جائیں گے۔" آواز ایسی تھی کہ انطونیہ کانپ گئی۔

"ہم پھر مل جائیں گے۔؟" انطونیہ نے آخر کار ہمت کر کے کہا۔ "کہاں ملیں گے ہم؟ کس سے ملوں گی میں؟"

کفن پوش نے ایک ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے چہرے پر سے کفن ہٹا دیا۔

"میرے خدا! یہ تو میری ماں ہے!" انطونیہ چیخ اٹھی اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔

جاسنتھا، جو ملحقہ کمرے میں کام کر رہی تھی، انطونیہ کی چیخ سن کر سرد پڑ گئی۔ فلورا چراغ کے لئے تیل لانے نیچے گئی ہوئی تھی چنانچہ اکیلی جاسنتھا ہی انطونیہ کے کمرے میں دوڑی آئی۔ جب اس نے لڑکی کو فرش پر پڑے دیکھا تو حیرت و خوف سے کانپ گئی۔ اس نے انطونیہ کو اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور اپنے کمرے میں لا کر بستر پر لٹا دیا۔

انطونیہ نے آنکھیں کھول دیں اور دہشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"کہاں ہے وہ؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا۔ "چلی گئی وہ؟" "کیا اب میں محفوظ ہوں؟ ہا ہا ہا۔ خدا کے لئے کچھ تو کہو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہے تو بیٹی؟ کون چلی گئی؟ کس سے تم محفوظ ہو؟" حیرت زدہ جاسنتھا نے کہا۔ "کس سے ڈر گئی ہو تم؟"

"اس نے کہا تھا کہ ہم تین دنوں میں مل جائیں گے۔۔ خود میں نے اپنے کانوں سے

اسے کہتے سنا تھا۔ جاسنتھا میں نے اسے دیکھا تھا۔ خدا کی قسم دیکھا تھا۔"

وہ سہم کر جاسنتھا کے سینے سے لگ گئی۔

"کسے دیکھا تھا؟"

"اپنی ماں کی روح کو۔"

"میرے خدا؟" جاسنتھا چیخ پڑی۔

یوں گھبرا کر بستر پر سے اٹھی کہ اس کے سینے سے لگی ہوئی انطونیہ بستر پر چت گری اور پھر وہ انتہائی خوف کے عالم میں کمرے سے نکل کر بھاگی۔

جب وہ نیچے پہنچی تو فلورا سے قریب قریب ٹکرا گئی۔

"فلورا! انطونیہ کے پاس جاؤ"۔ وہ بولی۔ "میرے گھر میں تو عجیب واقعات ہو رہے ہیں۔ بڑی بدقسمت عورت ہوں میں کہ میرے گھر میں روحیں اور لاشیں ہی ہیں۔ ہائے ہائے یہ کیا ہو رہا ہے لوگو۔ ان سب بلاؤں نے میرا ہی گھر دیکھ لیا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ باہر سڑک پر آ گئی اور ننگے سر اور ننگے پیر کاپوشن کی خانقاہ کی طرف یوں بھاگی جیسے دوزخ کے سارے عفریت اس کے پیچھے لگ گئے ہوں۔

ادھر جاسنتھا کے اس عجیب بیان خوف سے گھبرا کر فلورا انطونیہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انطونیہ بستر پر بے سدھ پڑی تھی اور اس پر عجیب طرح کے دورے ایک کے بعد ایک پڑ رہے تھے۔ فلورا نے فوراً ہی ڈاکٹر کو بلا بھیجا اور اس کے آنے تک انطونیہ کا لباس اتار کر اسے بستر پر لٹا دیا۔

طوفانی بارش کی پروا کئے بغیر خوفزدہ جاسنتھا مدرید کی سڑکوں پر بھاگی جا رہی تھی یہاں تک کہ وہ خانقاہ کے پھاٹک پر پہنچ گئی اور اس نے بڑے زور سے گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کے جواب میں فوراً ہی خانقاہ کا پہریدار آ گیا تو جاسنتھا نے کہا کہ وہ اسی وقت صدر راہب سے ملنا چاہتی ہے۔

اس وقت امبروسیو متلاوہ کے ساتھ بیٹھا انطونیہ کو حاصل کرنے کی تجویزیں سوچ رہا تھا۔ راہب انطونیہ سے ملنے کی ایک کوشش تو کر چکا تھا لیکن فلورا نے اسے دروازے پر سے ہی اور اچھی بے مروتی اور تقریباً گستاخی سے لوٹا دیا تھا کہ اب سیدھے سبھاؤ انطونیہ کے پاس جانے اور اسے حاصل کرنے کی ساری امیدیں منہ کے بل گر رہی تھیں۔ الویرا نے اپنے شکوک اپنی وفادار خادمہ فلورا کے سامنے بیان کر دیئے تھے اور اسے تاکید کر دی تھی کہ وہ کبھی انطونیہ اور امبروسیو کو تنہا نہ چھوڑے اگر ممکن ہو تو ان دونوں کو ملنے ہی نہ دے۔ فلورا نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا چنانچہ اس

نے امبروسیو کو اسی طرح دروازے پر سے ہی لوٹا دیا تھا۔ چنانچہ الویرا کی موت سے امبروسیو کی جو امیدیں بندھی تھیں وہ فلورا کے سلوک نے ختم کرا دی تھیں اور امبروسیو کو احساس ہو گیا تھا کہ گھر کے اندر انطونیہ سے ملنا ممکن ہی نہ تھا۔ چنانچہ اس وقت وہ اور متلاوہ بیٹھے انطونیہ کو قبضے میں کرنے کے سلسلے پر ہی غور کر رہے تھے۔ خانقاہ کے ایک برادر نے آ کر امبروسیو کو مطلع کیا کہ جاسنتھا زیگا نامی ایک عورت اسی وقت اس سے ملنا چاہتی ہے۔

"اس سے کہو کہ کل آئے" امبروسیو نے کہنا شروع کیا۔

"نہیں۔ اس عورت سے اسی وقت ملو"۔ متلاوہ نے سرگوشی میں کہا۔ "میرا دل کہتا ہے کہ کچھ اچھا ہی ہوگا۔"

امبروسیو نے متلاوہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے برادر سے کہا کہ وہ اسی وقت اس عورت سے ملاقاتی کمرے میں ملاقات کرے گا۔"

"کیوں؟ اس عورت سے ملنے میں کیا فائدہ ہے؟" جب وہ اکیلے رہ گئے تو امبروسیو نے متلاوہ سے پوچھا۔

"وہ انطونیہ کی مکان مالکن ہے۔" متلاوہ نے جواب دیا۔ "چنانچہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح تمہارے کام آئے۔ لیکن پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ اس وقت یہاں کیوں آئی ہے۔"

چنانچہ وہ دونوں اٹھ کر ملاقات کے کمرے میں پہنچے جہاں جاسنتھا پہلے ہی سے ان کی منتظر تھی۔ وہ امبروسیو کے زہد و تقویٰ اور روحانی قوتوں کی قائل تھی۔ چنانچہ اسے یقین تھا کہ تنہا امبروسیو ہی وہ شخص ہے جو الویرا کی روح کو واپس برزخ میں دھکیل سکتا ہے اور اس کے گھر کو اس آسیب کے سائے سے نجات دلا سکتا ہے۔ امبروسیو کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ جاسنتھا اس کے سامنے گھٹنوں پر گری اور اپنی داستان یوں بیان کرنے لگی۔

"ہائے ہائے مقدس باپ غضب ہو گیا! ظلم ہو گیا! اس عاجز اور گنہگار بندی پر عجیب بپتا پڑی ہے۔ میں تو نہیں جانتی کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ اب تو آپ ہی میری مدد کر سکتے۔ اور اس مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اگر آپ نے بھی انکار کر دیا تو میں مر ہی جاؤں گی۔ ہائے ہائے! دنیا کی کوئی عورت میری طرح بدقسمت نہ ہوگی۔ میں نے تو سونے میں ہاتھ ڈالا ہے تو وہ دھول بن گیا ہے۔ ہر کام اوندھا ہوا ہے اور بھلائی کا بدلہ برا ملا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میرا کیا ہونے والا ہے۔ مقدس باپ! میری کرائے داری مر گئی تو میں نے ترس کھا کر اس کے کفن دفن کا انتظام کر دیا آپ جانتے ہیں میری اس مہربانی کا بدلہ مرنے والی نے کیا دیا؟ ہائے ہائے وہ مردار

اپنی قبر میں چین سے نہ سوئی۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن وہ آدھی رات کو میرے گھر میں گھس گئی اور اپنی بیٹی کے کمرے میں پہنچی — شاید بلکہ یقیناً کنجی کے سوراخ میں سے اس کے کمرے میں داخل ہوئی — اسے روح کا کیا ہے، وہ تو کہیں سے بھی نکل سکتی ہے۔ کوئی روک ٹوک تھوڑی ہے اس کے لئے؟ ہائے ہائے اس مردار نے اپنی ہی بچی کو ایسا خوفزدہ کر دیا کہ وہ غریب اپنے حواس میں نہ رہی۔ رہی میں — تو میرا تو یہ ہے مقدس باپ کہ لڑکی جب تک گھر میں رہے گی وہ روح بھی میرا گھر نہ چھوڑے گی اور پھر میرا وہ مکان کوئی خریدے گا بھی نہیں کیونکہ وہ آسیب زدہ ہوگا۔ ہائے ہائے۔ میں لٹ گئی۔ اگر میں ہی اس مکان سے نکلی اور کسی نے نہ خریدا تو میں تو روٹی کے ایک ٹکڑے کو محتاج بن جاؤں گی کیونکہ مقدس باپ میں غریب عورت ہوں اور مکان کے کرائے پر ہی میری گزر بسر ہوتی ہے۔ ہائے ہائے! میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ کیا ہوگا میرا؟"

پھر وہ رونے اور اپنے ہاتھ ملنے لگی۔

"محترم خاتون!" امبروسیو نے کہا۔ "جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم نے تنی بہت سی باتیں کہہ ڈالیں لیکن یہ بتانا بھول گئیں کہ کیا ہوا ہے اور تم کیا چاہتی ہو۔"

"میں تو بس مر ہی جاؤں تو اچھا ہے۔" جاسنتھا نے کہا۔ "ہوا یوں مقدس باپ کہ چند دن ہوئے میری ایک کرائے دار مر گئی۔ اس کے متعلق میں یہ اتنا ضرور کہوں گی کہ بہت اچھی عورت تھی بیچاری، لیکن ذرا مغرور تھی اور مجھے تو خاطر میں نہ لاتی تھی حالانکہ میں بھی اسی خاندان کی ایک فرد ہوں جو مرنے والی کے خاندان سے کچھ کم رتبہ نہ تھا بلکہ کچھ بلند ہی تھا۔ مرنے والی کا باپ تو موچی تھا قرطبہ کا اور میرا باپ ٹوپیاں بناتا تھا اور بڑیا عمدہ ٹوپیاں بناتا تھا۔ خیر اپنے سارے غرور کے باوجود وہ ایک اچھی اور شریف عورت تھی۔ اسی وجہ سے مجھے اس پر حیرت ہے کہ وہ اپنی قبر میں سکون سے سوئی نہیں۔ لیکن آپ جانتے دنیا میں کسی پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ میں نے کہا وہ بڑی اچھی اور مذہبی قسم کی عورت تھی اور میں نے تو اسے کبھی مذہبی اصولوں کو توڑتے نہیں دیکھا سوائے ایک دفعہ کے یعنی مرنے سے پہلے جمعے کے دن میں نے اسے مرغی کی ٹانگ کھاتے دیکھا تو میرے دل کو ایک دھکا سا لگا۔ ہائے ہائے فلورا!" میں نے اس کی ملازمہ سے کہا۔ "کیا تمہاری مالکہ جمعے کے روز گوشت کھاتی ہے؟[1]" بس یہی الفاظ تھے میرے۔ لیکن اب میں سوچتی

---

[1] رومن کیتھولک عیسائیوں کے لئے جمعے کے دن گوشت کھانے کی ممانعت ہے چنانچہ اس دن وہ مچھلی کھاتے ہیں لیکن پاپائے روم نے انہیں جمعے کے دن بھی گوشت کھانے کی اجازت دے دی ہے۔ (مترجم)

ہوں کہ میں نے یہ بات نہ کہی ہوتی تو اچھا تھا کیونکہ کسی نے میری بات کی پروا نہ کی اور فلورا نے یہ جواب دیا "جمعے کے دن مرغی کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ انڈا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جس میں سے یہ مرغی نکلی تھی۔" یہ فلورا بڑی گستاخ اور بد زبان ہے بلکہ اس مردار نے یہ بھی کہا کہ اگر اس کی مالکن بیگن بھی اپنے کھانے میں شامل کرے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہائے ہائے! مقدس باپ! میں نے تو سمجھا کہ اس کفر کے کلمہ پر ایک دم سے زمین پھٹے گی اور فلورا کو پکے ہوئے مرغ سمیت نگل لے گی کیونکہ اس مردار نے یہ کہہ کر میری نظر کے سامنے وہ قاب نچائی جس میں مرغ مسلم رکھا ہوا تھا۔ ہائے ہائے کیا عمدہ پکا ہوا تھا کہ ایک دفعہ تو میرے منہ میں بھی پانی بھر آیا اور کیوں نہ ہو۔ آخر کھانا میں اپنے زیر نگرانی بنوائی تھی۔ گوشت بھی کیا اچھا گل گیا تھا۔ منہ میں رکھتے ہی مکھن کی طرح گھل جائے۔ خود ڈونا الویرا نے مجھ سے کہا تھا کہ "یہ مرغ بہت اچھا پکا تھا...."

جاسنتھا کی اس لن ترانی سے امبروسیو بیتاب ہو گیا۔ وہ جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس کیوں آئی تھی کیونکہ وہ جس کام سے آئی تھی اس کا تعلق بالواسطہ اور بلاواسطہ انطونیہ سے ضرور تھا۔ چنانچہ اس نے جاسنتھا کی بات کاٹ کر کہا کہ وہ مطلب کی بات کرے ورنہ وہ یعنی امبروسیو اسی وقت وہاں سے چلا جائے گا اور جاسنتھا نے حتی الامکان مختصر لفظوں میں اپنا مدعا بیان کیا۔

"تو مقدس باپ!" اس نے الویرا کی موت اور کفن دفن کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد کہا۔ "چیخ سن کر میں اپنے ہاتھ کا کام چھوڑ کر بھاگی اور ڈونا انطونیہ کے کمرے میں پہنچی تو وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کا جسم پتھر کی طرح سرد اور رنگ کاغذ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ اب مقدس باپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسے یوں مردے کی طرح پڑی دیکھ کر مجھے کس قدر حیرت ہوئی ہوگی لیکن جب میں نے اپنے قریب ہی ایک شبیہ کو کھڑے دیکھا تو میری حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ ہائے ہائے مقدس باپ! اس شبیہ کا قد اتنا لمبا تھا کہ اس کا سر کمرے کی چھت کو چھو رہا تھا، اس کا چہرہ ڈونا الویرا کا تھا لیکن اس کے منہ سے آگ کے بادل نکل رہے تھے۔ اس کے بازو موٹی موٹی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اس کے سر پر بالوں کی جگہ موٹے موٹے سانپ تھے جو پھنکار رہے تھے۔ ہائے ہائے مقدس باپ! مارے خوف کے میرا وہ خطا ہوتے ہوتے رہ گیا جس کا نام آپ کے سامنے لینا گستاخی ہے۔ بہر حال میں مقدس انجیل کی آیتیں پڑھنے لگی لیکن اس بھوت نے بڑی بھیانک آواز میں کراہ کر کہا — "ہائے ہائے مرغ کی وہ ٹانگ جو میں نے جمعے کے دن کھائی تھی بس اس کی وجہ سے میری روح عذاب میں مبتلا ہے۔" اس نے یہ کہا تھا کہ زمین پھٹی اور وہ بھوت اس میں سما گیا۔ عین اس وقت میں نے کڑک اور گرج کی آوازیں سنیں اور کمرے میں گندھک کی بو پھیل گئی۔

جب مجھے ہوش آیا اور جب میں نے ڈورنا انطونیہ کو بستر پر لٹا دیا اور جب اس نے بھی کہا کہ اس نے اپنی ماں کا بھوت دیکھا تھا تو مجھے فوراً خیال آیا کہ اگر اس بھوت کو بھگانے کی کسی میں قوت ہے تو وہ مقدس امبر دسیو ہی ہیں۔ چنانچہ میں یہاں یہ درخواست کرنے دوڑی آئی کہ آپ آ کر میرے گھر میں مقدس معمور یہ چھڑک دیں اور اس بھوت کو اس کی قبر میں واپس لٹا دیں یا بحر احمر میں غرق کر دیں۔"

امبر دسیو نے یہ عجیب کہانی، جس کی صداقت میں اسے یقین نہ تھا سنی تو حیرت سے جاسنتھا کی صورت تکنے لگا۔

"کیا ڈورنا انطونیہ نے بھی اپنی ماں کا بھوت دیکھا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"اتنے صاف طور پر، جس طرح کہ اس وقت میں آپ کو دیکھ رہی ہوں۔"

امبر دسیو چند ثانیوں تک خاموش رہا۔ انطونیہ کو حاصل کرنے کا موقع آخر کار اسے مل گیا تھا۔

"محترم خاتون۔" آخر کار اس نے کہا۔ "تم نے جو کچھ کہا ہے وہ اس قدر حیرت انگیز ہے کہ کوئی اس پر مشکل سے ہی یقین کر سکتا ہے۔ بہر حال میں تمہاری درخواست ٹھکرا نہیں سکتا کیونکہ دیکھ رہا ہوں کہ تم واقعی بے حد خوفزدہ ہو۔ کل رات میں عبادت نیم شبی کے بعد میں تمہارے گھر آؤں گا اور اگر میرے اختیار میں ہوا تو تمہیں اس بھوت سے نجات دلا دوں گا۔ اچھا اب تم گھر جاؤ۔ یسوع مسیح تمہاری حفاظت کریں گے۔

"گھر جاؤں؟" جاسنتھا نے کہا۔ نہیں جب تک آپ میرے ساتھ نہ ہوں گے میں اپنی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھوں گی۔ کیا پتہ وہ بھوت مجھے زینے پر ہی مل جائے اور مجھے دبوچ کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے۔ میں تو ایک بے یار و مددگار عورت ہوں اور میرا واسطہ ہمیشہ مصائب اور بدقسمتی سے ہی پڑا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بھی وقت گزر نہیں گیا۔ سائمن گونزالز کسی بھی دن اور کسی بھی وقت مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے اور اگر میں صبح تک زندہ رہی تو کل ہی اس کی زوجیت میں چلی جاؤں گی کیونکہ اب یہ بھوت میرے گھر میں آ گیا ہے اس لئے اکیلے سونے کے خیال سے ہی میری تو جان نکلتی ہے، لیکن خدا کے لئے مقدس باپ! آپ اسی وقت میرے ساتھ چلیے۔ مجھے اس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک کہ میرا گھر پاک نہیں ہو جاتا اور بیچاری انطونیہ کو سکون نہیں مل جاتا۔ اس غریب کی تو عجب حالت ہو رہی ہے۔ میں اسے تشنج کے شدید دورے میں چھوڑ کر آئی ہوں اور مجھے خوف ہے کہ وہ سنبھل نہ سکے گی۔"

امبر دسیو چونکا۔

UPLOAD BY SALIMSALKHN

"کیا کہا تم نے کہ انطونیہ پر تشنج کے دورے پڑ رہے ہیں؟" وہ بولا۔ "محترم خاتون چلو۔ میں اسی وقت تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔"

جاسنتھا اصرار کرنے لگی کہ پہلے وہ مقدس پانی لے لے۔ اب بڑھیا کو اطمینان ہوا کہ امبر دسیو کے ساتھ کی وجہ سے وہ محفوظ تھی اور یہ کہ اب بھوتوں کی پوری فوج بھی آ جائے تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے راہب کا ہزار دفعہ شکریہ ادا کیا اور پھر وہ دونوں، یعنی امبر دسیو اور جاسنتھا خانقاہ سے نکل کر اسٹراڈو دی سان آیاگو کی طرف چل دیے۔

ابتدائی دو تین گھنٹے تو اتنے آزمائشی تھے کہ خود ڈاکٹر انطونیہ کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا لیکن جب اس کے دوروں کی شدت اور تسلسل میں کمی واقع ہوئی تو اس کی امید بندھی اور اس نے کہا کہ اب مریضہ کے لئے آرام اور سکون کی سخت ضرورت تھی۔ اس نے وہ دوا تیار کرنے کا حکم دیا جو سے سکون کی نیند سلائے گی۔ ایسی نیند اس کے لئے ضروری تھی۔ جب انطونیہ نے امبر دسیو کو، جو جاسنتھا کے ساتھ آ گیا تھا اپنے سامنے اور قریب دیکھا تو اسے قدرے قرار آیا کیونکہ اس وقت اسے کسی دوست اور ہمدردی کی ضرورت تھی۔ انطونیہ نے بڑے احترام اور مذہبی جوش کے ساتھ راہب کی طرف دیکھا۔ پہلی دفعہ اسے دیکھ کر انطونیہ نے اس کے لئے جو جذبات محسوس کئے تھے وہ بدستور قائم تھے۔ اس نے امبر دسیو کا شکریہ ادا کیا اور اپنی ماں کی روح کی آمد کا واقعہ بیان کیا جس نے اسے اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا۔

راہب نے اس کی ڈھارس بندھائی، اسے تسلی دی اور اسے یقین دلایا کہ یہ سب اس کا وہم اور اس کے غمزدہ دماغ کی اپج تھی۔ اس نے بھوتوں کے وجود کو سراسر توہم پرستی کہا اور منطقی اور مذہبی دلائل سے ثابت کر دیا کہ بھوت جیسی کوئی چیز دنیا میں ہے ہی نہیں۔ امبر دسیو کی ان باتوں نے انطونیہ کو سکون ضرور بخشا لیکن اسے مطمئن نہ کیا۔ وہ اس پر اڑی رہی کہ خود اس نے اپنی ماں کے بھوت کو دیکھا تھا، اس کو یہ کہتے سنا تھا کہ وہ تین دنوں میں مل جائیں گے اور کہا کہ اب وہ اپنے بستر پر سے جیتے جی کبھی نہ اٹھ سکے گی۔ امبر دسیو نے پھر اسے تسلی دی اور کہا کہ وہ اپنے دل میں ایسے توہمات کو جگہ نہ دے اور پھر وہ اس کے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے انطونیہ سے وعدہ کیا کہ وہ دوسرے دن پھر اس کے پاس آئے گا۔ انطونیہ نے اس کے اس وعدے پر بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا لیکن راہب نے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھا کہ اس کی ملازمہ اس کی طرف سے مطمئن اور اس کی آمد سے خوش نہ تھی۔ فلورا الویرا کی ہدایت پر سختی سے عمل کر رہی تھی۔ وہ ہر اس بات اور ہر اس عمل کو تنقیدی نظر سے دیکھتی تھی جو انطونیہ کے لئے مفید نہ ہو کیونکہ اسے انطونیہ سے بے حد محبت تھی

اور برسوں سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ اس نے نطونیہ کو گود میں کھلایا تھا۔ فلورا کیوپڈ کی رشتہ دار تھی۔ اوبریا کے ساتھ اسپین آئی تھی اور نطونیہ کو ایک ماں کی سی شفقت سے چاہتی تھی۔ جب تک راہب انطونیہ کے کمرے میں رہا تب تک فلورا بھی وہیں رہی اور اس کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھتی اور اس کے ایک ایک لفظ کو غور سے سنتی رہی۔ راہب کو بھی احساس تھا کہ فلورا کو اس کی نیت پر اعتبار نہ تھا اور یہ کہ وہ کبھی انطونیہ کو تنہا نہ چھوڑے گی اور یہ کہ اس صورت میں وہ انطونیہ سے اپنی آرزو کبھی پوری نہ کر سکے گا۔

جب وہ خانقاہ میں پہنچا تو دن نکل چکا تھا۔ وہاں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل بیان کرنے کے لئے سیدھا اپنی مشیر اور راز دار مٹلاہ کے پاس پہنچا۔ انطونیہ نے کہا تھا کہ وہ جیتے جی بستر سے اٹھ نہ سکے گی اور اسے یقین تھا کہ اس کی موت اب زیادہ دور نہ تھی۔ اس کے اس اعلان اور اس یقین نے امبر وسیو کا دل دہلا دیا تھا اور وہ اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ کہیں واقعی ایسا نہ ہو کہ وہ ہستی اس سے چھن جائے جو اسے بے حد پیاری تھی۔ اس پر مٹلاہ نے اس کی ڈھارس بندھائی۔ اس نے بڑے یقین سے کہا کہ انطونیہ نے جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا وہ اس کا وہم تھا کیونکہ ماں کی موت کے غم سے اس کا دماغ شاید چل گیا تھا۔ رہا جاسنتا کا بیان تو مٹلاہ نے کہا کہ وہ سراسر افسانہ تھا۔ خود امبر وسیو کا بھی جاسنتا کے بیان کے متعلق یہی خیال تھا۔

”انطونیہ کی پیشین گوئی اور بھوت کا قصہ دونوں ہی جھوٹ ہیں، لیکن انطونیہ کی پیشین گوئی کو سچ ثابت کر دینا اب تمہارا کام ہے۔ تین دنوں میں وہ بیشک دنیا کے لئے مر جائے گی لیکن تمہارے لئے زندہ رہے گی۔ میرا وہ منصوبہ اب عمل میں آسکے گا جو میں نے گڑھ رکھا ہے لیکن اس پر اس وقت تک عمل کرنا ممکن نہ تھا جب تک کہ تم انطونیہ کے پاس نہ جاتے۔ اب انطونیہ تمہاری ہوگی“ صرف ایک رات کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے۔ اب اس کی وفادار خادمہ کی ساری ہوشیاری اور وفاداری دھری رہ جائے گی۔ تم اپنی محبوبہ کے حسن کی بہار بے خوف و خطر لوٹ سکو گے۔ آج ہی میرے منصوبے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ڈیوک آف مدینہ دی سیلی کا بھتیجا لورانزو انطونیہ کو اپنی دلہن بنانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ چند دنوں میں اسے اپنے عزیزوں اور دوستوں کی معرفت ان کے محل میں پہنچا دیا جائے گا۔ پھر تم اسے کبھی نہ حاصل کر سکو گے۔ یہ ساری باتیں مجھے میرے غیبی جاسوسوں نے بتائی ہیں۔ اچھا تو اب غور سے سنو۔ ایک عرق ہے میرے پاس جو ایک خاص قسم کی بوٹی میں سے جس سے کشید کیا گیا ہے صرف چند لوگ ہی واقف ہیں۔ اس عرق کی خصوصیت یہ ہے کہ جیسے یہ عرق پلا دیا جاتا ہے بظاہر ایسا بن جاتا ہے جیسے مر گیا ہو۔ یہ عرق تم انطونیہ کو پلا دو گے۔ یہ کوئی

مشکل کام نہیں ہے۔ اس عرق کے چند قطرے تم اس کی دوا میں آسانی سے ٹپکا سکتے ہو۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ پورے ایک گھنٹے تک اس پر تشنج کے شدید دورے پڑتے رہیں گے اس کے بعد عارضی طور پر اس کے خون کا دوران بند ہو جائے گا۔ بدن ٹھنڈا ہو جائے گا اور دیکھنے والوں کو مردہ معلوم ہوگی۔ اس شہر میں اس کے عزیز و اقربا نہیں ہیں۔ چنانچہ اس کے کفن دفن کا انتظام تم اپنے ذمے کر اسے سینٹ کلارے کے قبرستان میں دفنا سکتے ہو۔ کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوگا اور نہ ہی کسی کو تم پر شک ہوگا۔ آج شام کو ہی یہ عرق انطونیہ کو پلا دو۔ عرق پینے کے ٹھیک اڑتالیس گھنٹے بعد اسے پھر ہوش آجائے گا، وہ پھر زندہ ہو جائے گی اور تب وہ پوری طرح تمہارے اختیار میں ہوگی۔ کوئی اسے بچانے نہ آئے گا۔ کوئی اس کی مدد کو نہ آئے گا۔ اس کی ہر کوشش بیکار ہوگی۔ چنانچہ پھر وہ اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دے گی۔“

”انطونیہ میرے اختیار میں ہوگی اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے گی!؟“ راہب نے بیتابی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”مٹلاہ تم تو مجھے خوشی سے بے خود کئے دے رہی ہو۔ انطونیہ کو میں اپنے سینے سے لگاؤں گا، بے خوف و خطر اس کی جوان چھاتیوں سے جی بھر کر کھیلوں گا، اسے جنسی لذت کا پہلا سبق میں دوں گا اور خود اس سے میں جی بھر کر لطف اندوز ہوں گا۔ مٹلاہ، اگر ایسا ہوا تو میں تمہارے اس احسان کا بدلہ کس طرح چکا سکوں گا؟“

”یہ میں کوئی احسان نہیں کر رہی بلکہ اس میں بھی میری غرض پوشیدہ ہے۔ چونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اس لئے تمہیں بہر حال خوش کرنا اور خوش رکھنا چاہتی ہوں۔ انطونیہ کو تمہارے قبضہ میں دلا کر میں یہی کر رہی ہوں لیکن وقت بہت کم ہے اور ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ جس عرق کا ذکر میں نے کیا ہے وہ سینٹ کلارے کی تجربہ گاہ میں ہے۔ چنانچہ تم صدر راہبہ کے پاس فوراً جاؤ اور اس سے کہو کہ تم تجربہ گاہ کا معائنہ کرنا چاہتے ہو۔ ظاہر ہے صدر راہبہ انکار نہ کرے گی۔ اس تجربہ گاہ کے سرے پر ایک الماری ہے جس میں مختلف قسم اور رنگوں کے عرق بوتلوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ الماری میں جو خانے بنے ہوئے ہیں ان میں سے بائیں طرف کے درمیانی تیسرے خانے میں صرف اسی عرق کی بوتل رکھی ہوئی ہے۔ صدر راہبہ یا جو بھی تمہارے ساتھ ہو اس کی نظر بچا کر اس بوتل میں سے تھوڑا سا عرق اس شیشی میں بھر لینا جو تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور امبر وسیو انطونیہ تمہاری ہوگی۔

امبر وسیو ویسے ہی انطونیہ کے لئے بیتاب تھا۔ پھر گزشتہ رات وہ اس کے بستر کے قریب بیٹھا تھا تو اس کے جذبات دگنی شدت سے بھڑک اٹھے تھے کیونکہ کبھی انطونیہ کے سر کے نیچے تکیہ

رکھتے وقت اس کا سر، ریں بازو برہنہ ہو جاتا تھا اور کبھی غلاف نیچے کھسک کر اس کی چھاتی کی گولائیوں کو راہب کی بھوکی نظروں کے سامنے کر دیتا تھا۔ مطلب یہ کہ راہب سچ مچ جہنم کی آگ میں جل رہا تھا چنانچہ وہ فوراً ہی ملاوہ کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

صبح کی عبادت سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنے قدم سینٹ کلارس کی خانقاہ کی طرف بڑھا دیے۔ اس کی خلاف توقع آمد نے خانقاہ کی راہبات کو حیرت میں ڈال دیا۔ صدر راہبہ تو زندہ ولی کی پہلی دفعہ آمد سے اتنی ازخود رفتہ ہوئی کہ اس کے سامنے بچھی بچھی جانے لگی۔ امبروسیو نے بڑے تکبر اور سنجیدگی سے ان کے سلاموں کا جواب دیا اور پہلی دفعہ اپنی خانقاہ سے نکل کر یہاں آنے کا سبب بیان کیا۔ اس نے کہا کہ اس کے اعتراف کنندگان میں بہت سے لوگ بیمار پڑ گئے تھے اور اس طرح کہ بستر سے اٹھ نہ سکتے تھے۔ چنانچہ ان مریضوں کے بار بار اصرار سے مجبور ہو کر وہ اپنی خانقاہ سے پہلی دفعہ باہر آیا ہے۔ چونکہ دوسروں کی بھلائی کے لئے میں نے ایسا کیا ہے اس لئے اسے یقین ہے کہ خدا اس کی اس حرکت کو معاف کر دے گا کہ اس نے پہلی اور آخری دفعہ یہ قسم توڑی تھی کہ کبھی خانقاہ سے باہر قدم نہ رکھے گا۔ صدر راہبہ نے اس کی اس خدا ترسی اور انسانی ہمدردی کی تعریف کی اور اپنے لئے یوں تعریفوں کے پل تعمیر کرتا ہوا یہ راہب آخر کار سینٹ کلارس کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے وہ الماری تلاش کر لی جس کا پتہ ملاوہ نے دیا تھا اور اس خاص عرق کی بوتل بھی اسی خانے میں اور تن تنہا کھڑی تھی جیسا کہ ملاوہ نے کہا تھا۔ امبروسیو نے مناسب موقع دیکھ کر بوتل کے عرق سے وہ شیشی بھر لی جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ کسی نے اس کی اس حرکت کو نہ دیکھا اور پھر خانقاہ کے طعام خانے میں ننوں کے ساتھ چائے ناشتہ کر کے انھیں عزت بخشنے کے بعد وہ اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں خوش ہوتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔

ادھر دن ختم ہوا اور ادھر سر سے پیر تک لبادے میں لپٹا ہوا امبروسیو خانقاہ سے نکل کر انطونیہ کی قیام گاہ کی طرف چلا۔ اس نے دیکھا کہ انطونیہ کی حالت پہلے سے بہتر تھی لیکن وہ اب بھی اپنی ماں کی روح کی پیشین گوئی بیان کر رہی تھی۔ فلورا ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہاں سے نہ ٹلی۔ وہ نہ صرف کھمبے کی طرح وہاں جمی ہوئی تھی بلکہ مختلف طریقوں سے راہب کی وہاں موجودگی پر اپنی ناراضگی کا بھی اظہار کر رہی تھی۔

راہب انطونیہ کے قریب بیٹھا اس سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ ڈاکٹر آ گیا۔ اندھیرا گہرا ہو رہا تھا چنانچہ ڈاکٹر نے فلورا سے کہا کہ وہ چراغ لے آئے۔ اب فلورا مجبور تھی۔ وہ نیچے چلی گئی۔ موقع غنیمت جان کر امبروسیو اٹھا اور لپک کر اس میز کے قریب پہنچا جس پر انطونیہ کی دوا رکھی ہوئی

تھی۔ ڈاکٹر کرسی میں بیٹھا اپنی مریضہ کا معائنہ کر رہا تھا اور اس نے ساری توجہ ادھر ہی رکھی تھی۔ چنانچہ اس نے امبروسیو کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ راہب نے اپنے لبادے میں سے شیشی نکال کر عرق کے چند قطرے دوا میں ٹپکا دیے اور پھر میز کے قریب سے ہٹ کر واپس اپنی کرسی میں بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر نے اعلان کیا کہ انطونیہ کی طبیعت اب بہت اچھی تھی اور یہ کہ وہ خود چل پھر کر اپنے کمرے سے نکل سکتی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آج بھی وہ وہی دوا پی لے جو اس نے گزشتہ رات پی تھی اور سکون کی نیند سوئی تھی۔ فلورا نے جو واپس آ گئی تھی یہ کہا کہ وہ میز پر پڑی دھری ہوئی ہے۔ اس پر ڈاکٹر نے کہا کہ وہ مریضہ کو فوراً پلا دی جائے اور پھر وہ اٹھ کر چلا گیا۔ فلورا نے دوا کی مقررہ مقدار کپ میں انڈیلی اور کپ انطونیہ کی طرف بڑھایا اس وقت راہب کی ہمت جواب دے گئی۔ کہیں ملاوہ نے اسے دھوکا تو نہیں دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ رشک و رقابت کی وجہ سے ملاوہ انطونیہ کی جان لینا چاہتی ہو اور یہ عرق حقیقت میں زہر ہو؟

اس خیال سے کہ کہیں اس کی موجودگی لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دے اور اس خوف سے کہ کہیں اس کی پریشانی اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے، وہ انطونیہ سے رخصت ہو کر کمرے سے باہر آ گیا۔ گزشتہ رات کی بہ نسبت آج انطونیہ نے کم تپاک کا مظاہرہ کیا تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ فلورا نے انطونیہ سے کہا تھا کہ راہب سے ملنا اور دیر تک اپنے پاس بٹھانا مناسب نہیں کیونکہ اس طرح وہ اپنی ماں کے حکم سے سرتابی کر کے اس کی روح کو تکلیف پہنچا رہی ہے۔ فلورا نے اسے بتایا کہ انطونیہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی راہب کی آنکھوں میں کیسی وحشیانہ چمک جاگ جاتی ہے اور وہ کیسی بھوکی نظروں سے اسے دیکھا کرتا ہے۔ انطونیہ نے تو کبھی راہب کی آنکھوں کی چمک پر غور نہ کیا تھا لیکن جہاں دیدہ فلورا کی نظر سے یہ چمک پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی اور اس نے راہب کی دلی کیفیت کا اندازہ بھی لگا لیا تھا۔ چنانچہ وہ انطونیہ کو ڈرا دینے میں کامیاب ہو گئی، اور ماں کی حکم عدولی کر کے اس کی روح کو تکلیف دینے کے خیال نے انطونیہ کو آخری اور قطعی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا حالانکہ اسے اس کا افسوس ضرور تھا کہ وہ ایسے ولی صفت آدمی سے محروم ہو جائے گی۔ تاہم اس نے امبروسیو سے قدرے بے مروتی برتی اور سرد مہری سے پیش آئی۔ ادھر راہب کو اب اس کی سرد مہری کی کوئی پروا نہ تھی تاہم وہ انطونیہ سے اس طرح رخصت ہوا جیسے اب وہ اس کے پاس کبھی نہ آنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ جب فلورا کو احساس ہوا کہ اب راہب کبھی انطونیہ کے پاس نہ آئے گا تو وہ سوچنے لگی کہ امبروسیو کے متعلق اس کے شکوک کہیں بے بنیاد تو نہ تھے۔ وہ بہر حال اپنے آپ کو مجرمہ سمجھ رہی تھی کہ اس نے انطونیہ اور امبروسیو کے تعلقات ختم کروا دیے تھے۔ چنانچہ

اپنے اس احساس مجرمانہ سے جو بے شک شدید نہ تھا وہ امبروسیو کو بھی منزل تک پہنچا سکا! اور اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے انطونیہ کو تسلی دی تھی اور اسے بے بنیاد خوف سے بہت حد تک نجات دلا دی تھی۔ امبروسیو نے اس کا جواب قصداً بلند آواز میں دیا کہ جاسنتھا اس کی آواز سن سکے۔ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہا۔ چنانچہ وہ زینہ اتر کر نیچے پہنچا تو جاسنتھا اس سے ملنے دوڑی آئی۔ "ہائے ہائے مقدس باپ! آپ جا رہے ہیں؟" اس نے خوفزدہ ہو کر کہا۔۔۔ "آپ نے آسیب زدہ کمرے میں رات بھر رہنے کا وعدہ کیا تھا، نہیں۔۔۔؟ میرے خدا! اب تو میں اس بھوت کے ساتھ اکیلی رہوں گی! اور صبح تک پسینے کی عرق میں اچار بن جاؤں گی۔ صبح ہونے سے پہلے بھوت، پریت، شیطان اور خدا جانے اور کون کون سی دوزخی بلائیں میرے ٹکڑے اڑا دیں گی۔ خدا کے مقدس باپ ان بلاؤں کے ساتھ مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جائیے۔ میں آپ کے پیروں پڑتی ہوں کہ وعدہ نبھائیے۔ آج رات آسیب زدہ کمرے میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھیے اور بھوت کو کمرا محروم کر دیجئے اور یہ بندی مرتے دم تک آپ کو دعائیں دیتی رہے گی۔"

امبروسیو کو یقین تھا کہ جاسنتھا یہ درخواست کرے گی اور وہ چاہتا بھی یہی تھا اس کے باوجود وہ اس کے لئے تیار نہ تھا اور جاسنتھا کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا۔ امبروسیو مختلف بہانے بنا کر رہا تھا اور جاسنتھا اس کا ایک بھی بہانہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ آخر امبروسیو نے جیسے اس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس ناٹک سے فلورا بہرحال متاثر نہ ہوئی۔ اسے اپنے فیصلے کی صداقت پر بے شک یقین نہ تھا تاہم وہ امبروسیو کی طرف سے بہرحال مطمئن نہ تھی۔ بظاہر اس نے جاسنتھا کی ضد پر کوئی اعتراض نہ کیا تاہم دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ راہب پر نظر رکھے گی اور اس کی ہر کوشش کو جو انطونیہ کی بربادی کے لئے ہوگی ناکام بنا دے گی۔

"اچھا۔" فلورا نے بڑی تلخی سے کہا۔ "تو آج رات آپ یہیں رہنا چاہتے ہیں۔"؟ بہت اچھا، ضرور رہیے۔ آپ کو بھلا کون روک سکتا ہے۔ آپ رات بھر جاگ کر بھوت کا انتظار کریں گے، میں بھی آپ کے ساتھ جاگتی رہوں گی اور خدا مجھے بھوت کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائے۔ اگر کسی نے انطونیہ کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گی۔ پھر وہ فانی ہو یا غیر فانی، پریت ہو یا شیطان اور بھوت ہو یا انسان، ہاں میں کسی سے نہیں ڈرتی۔"

یہ اشارہ بالکل واضح تھا چنانچہ امبروسیو نے فوراً سمجھ لیا لیکن یہ ظاہر کرنے کے بجائے کہ وہ فلورا کا مطلب سمجھ چکا تھا اس نے اس کی ہمت و جرأت اور انطونیہ سے اس کی والہانہ محبت کی تعریف کی اور کہا کہ وہ اپنے اس ارادے پر قائم رہے اور ذرا نہ گھبرائے کہ خدا اس کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد جاسنتھا نے امبروسیو کو اسی کمرے میں پہنچا دیا جہاں اس روز بھوت یعنی فلورا انطونیہ کے کمرے میں چلی گئی۔

جاسنتھا نے کانپتے ہاتھوں سے آسیب زدہ کمرے کا دروازہ کھولا اور موم بتی راہب کے ہاتھ میں دی، اسے یسوع مسیح کی حفاظت میں دیا اور چلی گئی۔ امبروسیو کمرے میں داخل ہوا، دروازہ بند کیا، موم بتی میز پر رکھی اور کرسی میں بیٹھ گیا جس کا سہارا لے کر انطونیہ گزشتہ رات کھڑی رہی تھی۔ اس کا دماغ ایک عجیب طرح کے پراسرار خوف کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے یہ خوف جھٹک دینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ جو کھیل وہ کھیل رہا تھا وہ بے حد خطرناک تھا۔ نہ جانے اس کھیل کا کیا انجام ہو؟ کیا پتہ اسے کیا میسر آئے گا خوشیاں یا بربادیاں۔ متلدا نے اسے یقین دلایا تھا کہ انطونیہ عارضی طور پر اور دنیا کے لئے مر جائے گی تھی اور اس پر ہی امبروسیو کی کامیابی کا انحصار تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس کی بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا خوف بڑھتا جا رہا تھا اور اس کی امید ڈانواڈول ہو رہی تھی۔ اپنی حالت کو بھولنے اور دھیان بٹانے کے لئے وہ ان کتابوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو میز کے قریب الماری میں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک کتاب اٹھا کر کھولی لیکن کچھ بھی نہ پڑھ سکا انطونیہ کی دلربا اور پیاری جس کی خود اس نے جان لی تھی تصویریں اس کی نظر کے سامنے ابھرتی رہیں اس کے باوجود وہ پڑھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جو کچھ وہ پڑھ رہا تھا وہ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے ہلکی سی آواز سنی۔ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ یہ دیکھ کر چونکا کہ اندرونی کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے یہ دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی تو پتہ چلا کہ مقفل تھا۔

وہ آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ ابھی یونہی کھڑا ہوا تھا کہ اس نے ملحقہ کمرے میں کسی کو کراہتے سنا۔ غور سے سننے پر معلوم ہوا کہ یہ آواز جاسنتھا پیدا کر رہی تھی جو انطونیہ کے بستر کے قریب سو گئی تھی اور مزے سے خراٹے لے رہی تھی۔ امبروسیو واپس اپنی جگہ پر آ گیا وہ اس چھوٹے کمرے کے دروازے کے آپ ہی آپ کھل جانے کے مسئلے پر غور کرنے لگا۔

وہ خاموشی سے کمرے میں ٹہلنے لگا اور پھر ٹھہر گیا۔ اور اس کی نظریں پلنگ کی طرف اٹھ گئیں۔ مسہری کا پردہ نصف کے قریب گرا ہوا تھا۔ امبروسیو کے منہ سے بے اختیار ایک آہ نکل گئی "یہ پلنگ" اس نے نیچی آواز میں کہا۔ "الویرا کا ہے۔ اس پلنگ پر اس نے کئی پرسکون راتیں

گزاری ہیں کیونکہ وہ ایک اچھی پاکباز عورت تھی، کتنی گہری نیند سوتی ہوگی وہ۔ لیکن اب جو نیند وہ سو رہی ہے وہ اور بھی زیادہ گہری ہے — لیکن — لیکن — اس وقت وہ اپنی قبر سے نکل کر آ جائے تو یقیناً میں اس منظر کو برداشت نہ کر سکوں گا — اس کے مردہ چہرے پر موت کی تکلیف منجمد ہوگی، رگیں پھولی ہوئی اور آنکھیں پھٹی ہوئی ہوں گی اور...... کیا ہے یہ؟"

اور اس نے مسہری کے پردے کو ہلتے ہوئے دیکھا تو اسے الویرا کا بھوت یاد آ گیا۔ اس یاد کے ساتھ ہی اس کے تصور نے اسے یہ منظر دکھایا کہ جیسے الویرا پلنگ پر سو رہی ہے اس نے اپنی آنکھیں مل کر دیکھا تو پلنگ خالی تھا۔

"وہم ہے میرا اور پردے ہوا ہلا رہی ہے۔" وہ بولا۔

وہ پھر کمرے میں ٹہلنے لگا لیکن بار بار اس کی نظریں پلنگ کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ اس حالت کو وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ پلنگ کے قریب رکا اور پردہ اٹھا کر دیکھا۔ "کچھ بھی تو نہیں واہیات۔" وہ بڑبڑایا۔ وہ اپنی اس بزدلی پر خود بھی شرمندہ تھا۔

لیکن عین اس وقت ایک سایہ، جو سفید لباس میں ملبوس تھا، پلنگ کے نیچے سے نکل آیا اور اس کے قریب سے ہوا کے جھونکے کی طرح گزرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ خوف نے اب راہب کے دل میں وہ ہمت پیدا کر دی جو خوف سے بزدل آدمی کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جب وہ اپنے آپ کو موت کے عین سامنے پاتا ہے۔ وہ اس سائے کے پیچھے دوڑا اور دیوانہ وار اس سے جا لپٹا۔

"بھوت ہو یا شیطان میں پکڑتا ہوں تجھے۔" اس نے کہا اور سائے کا بازو پکڑ لیا۔

"میرے خدا" ایک تیکھی انسانی آواز نے کہا۔ "مقدس باپ! کس قدر سخت گرفت ہے آپ کی، میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ کو نقصان پہنچانا مقصد نہ تھا۔"

اس آواز اور اس بازو نے جو راہب کی گرفت میں تھا اسے یقین دلایا کہ یہ بھوت تو حقیقت میں گوشت پوست کا ہے۔ وہ اسے گھسیٹتا ہوا میز کے قریب لے آیا اور موم بتی کی روشنی میں اس بھوت کو پہچان لیا۔

یہ کوئی اور نہیں بلکہ فلورا تھی۔

اسے دیکھ کر امبر دسیو جھنجھلا گیا اور اس خیال سے اسے سخت غصہ آیا کہ اس عورت نے خواہ مخواہ سے خوفزدہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے کڑک کر فلورا سے پوچھا کہ وہ اس کمرے میں کیوں آئی تھی۔ فلورا اول تو اس بات پر حیران تھی کہ پکڑی گئی تھی اور پھر راہب کے غصے نے اسے سہما دیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی اور کہا کہ وہ سب کچھ بیان کر دے گی۔ "مقدس

باپ۔" اس نے کہنا شروع کیا۔ "مجھے واقعی افسوس ہے۔ میں آپ کی تنہائی اور اداسی میں مخل ہوئی حالانکہ خدا گواہ ہے کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مجھے احتیاط سے ... میں آپ سے چھپ کر یہاں آ گئی تھی اور آپ پر نظر رکھتی تھی اور یہ میری غلطی تھی۔ آپ نہ جانتے مقدس باپ ایک کنواری بے حقیقت عورت اپنے تجسس کے جذبہ پر کس طرح قابو حاصل کر سکتی ہے۔ میں نے جاسنتا کو انطونیہ کے قریب ہی بیٹھے رہنے دیا اور خود پچھلے دروازے سے اس کمرے میں آ گئی کہ دیکھوں آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے تالے کے سوراخ میں سے اس کمرے میں دیکھا لیکن اس طرح کچھ نظر نہ آیا تو میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور جب اس طرف آپ کی پیٹھ تھی تو میں چپکے سے کمرے میں سے نکل کر پلنگ کے نیچے دبک گئی اور جب میں وہاں سے نکل کر جا رہی تھی تو آپ نے مجھے پکڑ لیا۔ بس یہ ہے ساری حقیقت۔ خدا مجھ سے سمجھے، اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو۔ میں اپنی اس گستاخی کی ہزار دفعہ آپ سے معافی چاہتی ہوں۔"

جب فلورا یہ بیان دے رہی تھی تو راہب کو اپنے خوف پر قابو حاصل کرنے کا وقت مل گیا اور جب فلورا خاموش ہوئی تو اس وقت وہ پوری طرح سنبھل چکا تھا۔ چنانچہ اس نے شوقِ تجسس کی خطرناکی پر ایک طویل لیکچر اسے دے دیا۔ جب فلورا اس لیکچر سے مرعوب ہو کر بھیگی بلی کی طرح جا رہی تھی تو دفعتاً کمرے کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور پریشان حال جاسنتا کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی اور رنگ زرد تھا۔ اسے اس حال میں دیکھ کر امبر دسیو اور فلورا بھی چونکی۔

چند ثانیوں تک جاسنتا لمبے لمبے سانس لیتی رہی اور پھر اس نے شدتِ خوف سے بھنچی ہوئی آواز میں کہا۔ "مقدس باپ؟ مقدس باپ؟ غضب ہو گیا۔"

"کیا ہوا؟"

"ہائے ہائے۔ اب میں کیا کروں؟ میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی ہے۔ میرے یہاں تو بس اب مردے ہوتے ہیں یا مرتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہائے ہائے میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔ میرے گھر میں دوسری نعش ہوگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد سچ کہتی ہوں کسی چڑیل نے مجھ پر اور میرے گھر پر جادو کر دیا ہے۔ ہائے ہائے وہ بیچاری انطونیہ پر تشنج کے ویسے ہی دورے پڑ رہے ہیں جیسے کہ اس کی ماں پر پڑے تھے اور اس کی جان لی تھی وہ — وہ — الویرا کے بھوت نے اس سے سچ ہی کہا تھا — سچ ہی کہا تھا۔

فلورا حواس باختہ ہو کر انطونیہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔ امبر دسیو اس کے پیچھے تھا اور اس کے دل میں امید و بیم نے ایک طوفان بپا کر رکھا تھا۔ جاسنتا نے غلط نہ کہا تھا۔ انطونیہ کی

حالت واقعی مایوس کن تھی۔ امبر دسیو نے جاسنتھا کو خانقاہ کی طرف دوڑا دیا کہ وہ اسی وقت فادر پابلو کو لے کر آ جائے۔

"میں خانقاہ میں جا رہی ہوں اور فادر پابلو سے کہوں گی کہ وہ فوراً یہاں پہنچ جائیں۔" جاسنتھا نے کہا۔ "لیکن میں خود ان کے ساتھ یہاں نہ آؤں گی۔ یہ گھر تو سحر زدہ ہے اور مر جاؤں اگر اب میں یہ قدم رکھوں تو۔"

چنانچہ وہ بھاگم بھاگ خانقاہ میں پہنچی اور امبر دسیو کا حکم فادر پابلو تک پہنچا دیا اور خود بوڑھے رائمنڈ گونزالز کے گھر پہنچی اور فیصلہ کر لیا کہ اس وقت اس کے گھر سے نہ جائے گی جب اسے اپنا شوہر نہیں بنا لیتی۔

فادر پابلو نے انطونیہ کا معائنہ کرنے کے بعد اعلان کیا کہ اب اس کا علاج ممکن نہ تھا ایک گھنٹے تک اس کے دورے جاری رہے اور اس عرصے میں وہ ایسی سخت تکلیف میں مبتلا رہی کہ امبر دسیو نے دل ہی دل میں ہزار دفعہ اپنے آپ پر لعنت بھیجی کہ انطونیہ کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ایسا ذریعہ اپنایا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد انطونیہ کے دوروں کی شدت میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔ اسے احساس ہوا کہ اس کا آخری وقت آ گیا تھا اور شاید اب کوئی اسے بچا نہ سکتا تھا۔

"مقدس باپ!" اس نے عارضی سکون کے دوران امبر دسیو کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی رحم دلی اور مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں اس دنیا سے جا رہی ہوں اور مجھے غم ہے تو صرف یہ کہ موت مجھے آپ کی صحبت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دے گی لیکن مقدس باپ ایک دن فردوس میں ہم پھر ملیں گے — اور وہاں ہم پھر دوست ہوں گے اور میری والدہ ہماری دوستی کو دیکھ کر خوش ہوں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ جب انطونیہ نے اپنی والدہ کا ذکر کیا تو امبر دسیو بے اختیار کانپ گیا تھا۔ انطونیہ نے اسے کانپتے دیکھا تو اس کی کپکپی کو شدت غم اور ہمدردی سے تعبیر کیا۔

"مقدس باپ! آپ کو میری جدائی کا غم ہے۔" وہ بولی "آپ غم نہ کریں، خدا کی یہی مرضی ہے۔ لیکن میری چند درخواستیں ہیں خدا کے لئے انہیں پوری کر دیجئے۔ میری اور میری ماں کی مغفرت کے لئے دعا کروایئے۔ اس کا خرچ اس چھوٹی سی رقم سے ادا کیجئے جو میں چھوڑے جا رہی ہوں۔ اس کے بعد جتنا روپیہ بچ جائے گا وہ اپنی خالہ لیونیلا کے نام کرتی ہوں چنانچہ وہ انہیں دے دیا جائے۔ جب میں مر جاؤں تو مارکوئیس دی لاسسٹرناس کو خبر کر دی جائے کہ اس کے بدنصیب

بھائی کے اہل و عیال میں سے اب کوئی باقی نہ رہا۔ چنانچہ اب کوئی انہیں پریشان نہ کرے گا۔ لیکن — اس دیوی نے مجھے نا انصاف بنا دیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ڈان رائمنڈ سخت بیمار ہیں اور اگر ان کے ضمیر میں ہوتا، اگر وہ بیمار نہ ہوتے تو شاید مجھے اپنے زیر سایہ لے لیتے۔ چنانچہ مقدس باپ! صرف میرے مرنے کی اطلاع دے دینا اور کہنا کہ اگر خصوصاً میرا کوئی قصور بھی تھا تو میں اسے معاف کرتی ہوں۔ بس یہ ہے میری درخواست۔ مقدس باپ! آپ وعدہ کریں کہ میری وصیت کو پورا کریں گے اور میرے لئے دعا کرتے رہیں گے تاکہ میں سکون سے اپنی جان اس کے سپرد کر دوں جس نے یہ جان مجھے بخشی تھی۔

امبر دسیو نے وعدہ کیا اور پھر اس کی مغفرت کی آخری دعائیں پڑھنے لگا۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ موت کو قریب تر لا رہا تھا۔ اس کی نظر دھندلا گئی اور پھر معدوم ہو گئی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں مدھم اور کمزور ہوتی چلی گئیں، اس کی انگلیاں مقدس طرف مڑ گئیں، اس کا جسم سرد ہوتا چلا گیا اور ٹھیک دو بجے اس کا سر ڈھلک گیا۔

فادر پابلو اس جوان موت سے ایسا متاثر ہوا کہ وہاں ٹھہر نہ سکا اور گھر سے نکل کر خانقاہ کی طرف چلا گیا۔ فلورا کی فلک شگاف چیخ نے سب کے دل ہلا دیئے، وہ پچھاڑیں کھانے، بال نوچنے اور سینہ کوٹنے لگی لیکن راہب امبر دسیو ایک دوسرے ہی کام میں مصروف تھا۔ متلڈا نے اس سے کہا تھا کہ انطونیہ کی نبض بہرحال چل رہی ہوگی جو اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ دنیا کے لئے تو مر گئی ہوگی لیکن امبر دسیو کے لئے زندہ رہے گی۔ چنانچہ وہ اس کی نبض ٹٹول رہا تھا اور نبض اس کے ہاتھ میں آ گئی اس نے نبض کو اپنی انگلیوں تلے ہولے ہولے تڑپتے محسوس کیا اور اس کا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر راہب اپنے چہرے پر غم کے جذبات لے آیا اور ماتم کرتی ہوئی فلورا کی طرف گھوم کر اسے سمجھانے لگا کہ یوں رونے دھونے اور سینہ کوبی کرنے سے مرنے والی کی روح کو تکلیف ہوگی اور پھر تفصیل سے اس نے صبر کی خوبیاں بیان کیں اور پھر یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ چونکہ جاسنتھا واپس نہ آئی تھی اس لئے انطونیہ کے کفن دفن کا انتظام وہ کرے گا۔ انطونیہ کی لاش سینٹ کلارے کے گورستان میں رکھنے کی اجازت اس نے صدر راہبہ سے حاصل کر لی اور جمعہ کی صبح کو ساری رسومات ادا کرنے کے بعد انطونیہ کی لاش کو سینٹ کلارے کے گورستان کے زیر زمین مقبرے میں رکھ دیا گیا۔

اس دن لیونیلا اپنے نوجوان شوہر کو لے کر میڈریڈ پہنچی۔ چند در چند اتفاقات کی وجہ سے

وہ جمعرات کے دن مدریدنہ پہنچ سکی تھی اور نہ ہی ایک دن دیر سے پہنچنے کی اطلاع اپنی بہن کو دینے کا اسے موقع ملا تھا۔ مدرید پہنچ کر اسے اپنی بہن اور انطونیہ کی موت کی خبر ملی تو لیونیلا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کیونکہ وہ بہر حال اپنی بہن اور بھانجی کو خلوص دل سے چاہتی تھی اس کی آمد کی اطلاع امبر وسیو کو دی گئی تو اس نے آکر لیونیلا کی ڈھارس بندھائی، ہر طرح سے اسے تسلی اور انطونیہ کی وصیت کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ الویرا جو تھوڑا بہت قرض واجب الادا چھوڑ گئی تھی اسے ادا کر دینے کے بعد جو روپیہ بچ رہے گا وہ اس کا ہوگا۔ اس طرف سے فرصت پانے کے بعد لیونیلا اپنے شوہر کے ساتھ واپس قرطبہ چلی گئی کیونکہ اب مدرید میں اس کا کوئی نہ رہ گیا تھا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

دسواں باب

لورانزو اپنی بہن کے قاتلوں کو انصاف کے سامنے لانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا چنانچہ یہ نہ جانتا تھا کہ دوسری طرف قسمت خود اس کی امیدوں اور مسرتوں پر کاری ضرب لگا چکی تھی۔ وہ کارڈینل ڈیوک سے صدر راہبہ کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کرتے ہی گم بھاگ مدرید کی طرف روانہ ہوا اور ٹھیک اس دن کی شام کو مدرید پہنچا جس دن انطونیہ کو دفن کیا گیا تھا اس کے بعد وہ کارڈینل ڈیوک کا حکم نامہ محتسب اعلیٰ کو دکھانے، اپنے چچا اور ڈان رامریز کو اپنے ارادے سے باخبر کرنے اور لوگوں کے احتجاج کو روکنے اور انہیں قابو میں کرنے کے لئے سپاہیوں کا دستہ حاصل کرنے کے انتظام میں آدھی رات تک مصروف رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اپنی محبوبہ کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنے کا وقت نہ ملا اور وہ انطونیہ اور اس کی ماں کی موت سے سراسر بے خبر رہا۔

رائمنڈ خطرے سے باہر نہ تھا۔ اس کی ہذیانی کیفیت تو دور ہو چکی تھی لیکن وہ اتنا کمزور ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ رہا خود رائمنڈ تو اس کا تو یہ حال تھا کہ وہ اب زندہ رہنا ہی نہ چاہتا تھا۔

مادر سینٹ ارسولہ نے جو وقت بتایا تھا اس سے پورے ایک گھنٹہ پہلے لورانزو اپنے چچا، ڈان رامریز اور سپاہیوں کے دستے کے ساتھ سینٹ کلارے کے پھاٹک پر پہنچ چکا تھا۔ جلوس دیکھنے کے لئے پھاٹک پر ابھی سے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ لورانزو کے چچا ڈیوک آف مدینہ کو پہچان کر لوگوں نے ادھر ادھر دب کر اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ لورانزو اس بڑے پھاٹک کے عین سامنے کھڑا ہو گیا جس میں سے زائرین گزرنے والے تھے۔ اسے یقین تھا کہ اب صدر راہبہ اس سے بچ نہ سکے گی چنانچہ وہ اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا جو ٹھیک آدھی رات کے وقت آنے والی تھی۔

ننیں سینٹ کلارے سے منسوب مذہبی رسومات میں مصروف تھیں، لوگوں کی بھیڑ پر مکمل ترین خاموشی تھی اور ہر دل مذہبی جوش اور جذبے سے معمور تھا سوائے لورانزو کے دل کے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ننیں جو اپنے خدا کی حمد بڑے جذبے سے گا رہی ہیں ان میں سے اکثروں نے اپنے مذہبی اور کلیسائی لباس میں اتنے سخت ترین دل چھپا رکھے ہیں اور وہ عوام کی نظروں میں دھول

جھونک رہی ہیں اور انھیں دھوکہ دے رہی ہیں۔ اسے اس مذہبی گروہ سے گھن آنے لگی اور اپنے ہم وطنوں پر ترس اور ساتھ ہی ساتھ غصہ آنے لگا کہ وہ ان مذہبی رہنماؤں کے بہکاوے سے دھوکہ کھا جاتے تھے اور ان کے باطن کو بھی ان کے ظاہر کی طرح پاک و صاف سمجھتے تھے۔ ایک عرصے سے وہ اپنے شہر کے لوگوں کے اسی بھولے پن توہم پرستی پر دل ہی دل میں کڑھا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح انھیں راہبوں کے جوئے سے آزاد کرادے کہ مدت سے لوگ بلا وجہ خوف سے جو راہبوں نے اپنی بادشاہت قائم رکھنے کے لئے ان کے دلوں میں جاگزیں کر دیا تھا نجات حاصل کر کے آزادی کا سانس لے سکیں آج وہ وقت آ گیا تھا اور لورانزو نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے گا اور لوگوں کو دکھا دے گا کہ خانقاہوں کی دیواروں میں کیسے کیسے گناہ کئے جاتے ہیں اور یہ کہ عوام کو کس طرح دھوکا دیا جاتا ہے۔ آج وہ رہبانیت کے ڈھونگ کا راز فاش کرنے اور لوگوں کی آنکھیں کھولنے والا تھا۔

حمد وثنا کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ خانقاہ کے گھنٹے نے آدھی رات کا اعلان نہ کر دیا۔ اب وہ گھڑی آ گئی تھی تو لورانزو کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اسے یہ تو خوف نہ تھا کہ لوگ یک دم سے بپھر جائیں گے اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوگا کیونکہ انھیں روکنے اور دبانے اور انھیں خاموش رکھنے کے لئے سپاہیوں کا دستہ تو اس کے ساتھ تھا ہی البتہ اسے خوف تھا تو صرف یہ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صدر راہبہ کو کسی طرح اس کے ارادے کی خبر ہو گئی ہو اور اس نے اس نن کو حجرے میں بند نہ کر دیا ہو جس کے بیان پر لورانزو کی کامیابی کا انحصار تھا۔ چنانچہ اگر مادر سینٹ ارسولہ نہ آئی تو وہ صدر راہبہ کو محض شک کی بنا پر ملزمہ ٹھہرا سکتا تھا اور یہ کوئی اطمینان بخش بات نہ تھی۔

راہبوں کو بھی اس جشن میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ اب ان کی جماعت آئی۔ وہ ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے دو دو کی قطاروں میں خداوند خدا کی حمد گاتے ہوئے آئے۔ فادر راہبوں کی راہبری کر رہا تھا کیونکہ صدر راہب امبروسیو نے جشن میں شرکت کرنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ لوگوں نے اس مقدس گروہ کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور راہب چوک کے دونوں طرف حسب مراتب قطاریں بنا کر مؤدب کھڑے ہو گئے۔ چند منٹوں تک جلوس کی ترتیب ہوتی رہی۔ جب یہ ہو چکا تو خانقاہ کے دروازے کھلے۔ سب سے پہلے کلیسائی سرود خوانوں کا گروہ آیا۔ یہ آگے بڑھ گئے تو راہب دو دو کی قطاروں میں دعائیں پڑھتے ان کے پیچھے ایک ترتیب سے ایک ساتھ قدم اٹھاتے چلے۔ اب نو آموز ننوں کا گروہ نمودار ہوا۔ وہ سب کی سب نظریں

جھکائے ہوئے تھیں اور ہاتھوں سے تسبیح گھما رہی تھیں۔ ان کے بعد ایک جوان اور خوبصورت لڑکی آئی جو ولیہ لوسیہ کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس کے بعد ولیہ کیتھرین آئی جو ایک ہاتھ میں زیتون کی شاخ اور دوسرے میں چمکتی ہوئی تلوار لئے تھی۔ اب ولیہ جینیویو آئی جسے چھوٹے لڑکے جو شیاطین کا روپ لئے ہوئے تھے گھیرے ہوئے تھے۔ یہ شیاطین اس کا دامن کھینچ رہے تھے اور اپنی حرکتوں سے ولیہ کی توجہ اس کتاب سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے جو اس کے ہاتھ میں تھی اور جس کے مطالعہ میں وہ منہمک تھی۔ ان شیاطین کی حرکتوں سے ناظرین بے حد محظوظ ہوئے۔ اس پر شیاطین نے اور شرارتیں کیں اور لوگوں نے قہقہے لگائے۔

یہ ولیہ گزر گئیں تو ننوں کی لمبی قطار آئی۔ ہر نن کے ہاتھ میں سلگتی ہوئی موم بتی تھی۔ ننوں کی قطار گزری تو سینٹ کلارے کے تبرکات آئے جو نہایت قیمتی ظروف میں زیارت کے لئے سجائے گئے تھے۔ لیکن لورانزو کو ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ جو نن وہ برتن جس میں سینٹ کلارے کا دل تھا اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھی لورانزو کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ تھیوڈور نے جو حلیہ بیان کیا تھا اس کے پیش نظر لورانزو کو یقین ہو گیا کہ یہی نن مادر سینٹ ارسولہ تھی۔ وہ متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ لورانزو چونکہ سب لوگوں کے آگے کھڑا ہوا تھا اس لئے مادر سینٹ ارسولہ نے اسے دیکھ لیا۔ لورانزو نے اپنے سر سے ہلکا سا اشارہ کیا تو مادر سینٹ ارسولہ کے زرد رخساروں پر خوشی کی دمک پھیل گئی۔

اب لورانزو کو قدرے اطمینان ہوا تو وہ صبر و سکون سے بقیہ جلوس دیکھنے لگا۔ اب اس جلوس کا شاہکار آیا۔ یہ بلند تخت سا تھا جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اتنی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ ہیروں کی چمک دمک دیکھنے والوں کی نظر خیرہ کئے دیتی تھی۔ موم بتیوں نے پورے تخت کو روشن کر رکھا تھا۔ تخت کی چوٹی روپہلے بادلوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور ان کے بادلوں پر ایک بے حد خوبصورت اور جوان لڑکی گویا استراحت فرما تھی۔ یہ سینٹ کلارے تھی۔ اس کا لباس بے حد قیمتی تھا اور اس کے سر پر ہیروں کا تاج تھا جو وہ حلقہ بنا رہا تھا جو ہر ولی اور ولیہ کے سر پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ چمک دمک خود لڑکی کے حسن کے سامنے ماند نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کر لوگوں کی بھیڑ بھنوروں کے چھتے کی طرح بھنبھنا اٹھی اور لورانزو بھی دل ہی دل میں اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس نے حسن کا ایسا مکمل ترین نمونہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور یہ کہ اگر وہ پہلے ہی انطونیہ کو دل نہ دے چکا ہوتا تو اسی وقت اپنا دل اس حسینہ کے قدموں میں رکھ دیتا۔

"کون ہے یہ لڑکی؟" لورانزو کے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص نے اپنے قریب

کھڑے ہوئے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

"وہی جس کے حُسن کے چرچے تم نے پورے اسپین میں سنے ہوں گے۔ اس کا نام دونا جینیا دی ویلا فرانکا ہے۔ یہ سینٹ کلارے کی وظیفہ خوار اور رشتہ دار ہے۔"

تخت آگے بڑھ گیا اور اب صدر راہبہ آئی یہ جلوس کا اختتام تھا صدر راہبہ خانقاہ کی بقیہ ننوں کی قطار کے آگے آگے چل رہی تھی۔ اس کے قدم نپے تلے اٹھ رہے تھے نظریں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔ جیسے ان کو خداوند خدا سے لگائے ہوئے ہو، بشرے پر تقدس تھا اور سکون و خود اطمینانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دنیوی چیز اور جذبے سے بے نیاز ہو حتیٰ کہ اس کا وہ تکبر بھی اس کے بشرے سے ظاہر نہ تھا جو کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

وہ آگے بڑھتی رہی اور لوگ اس کے سامنے احترام سے جھکتے اور درخواست کرتے رہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں انھیں یاد رکھے، لیکن عین اس وقت ڈان رامریز اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا وہ صدر راہبہ کے سامنے جا کھڑا ہوا، اور جب اس نے بلند آواز میں کہا کہ وہ اس کی حراست میں ہے تو لوگوں کی حیرت اور غصے کی انتہا نہ رہی۔

لمحہ بھر کے لئے تو صدر راہبہ حیرت سے بُت بن گئی لیکن فوراً ہی سنبھل کر اور چیخ کر بولی کہ یہ خانقاہ کی بے حرمتی اور سراسر بے ادبی ہے اور اس نے دہائی دی کہ لوگ طیسہ کی بیٹی کو بچائیں۔ لوگ غضبناک ہو کر آگے بڑھے لیکن ڈان رامریز کی حفاظت مسلح سپاہی کر رہے تھے۔ سپاہیوں نے بپھرے ہوئے لوگوں کو روکا اور ان کے افسر نے کہا کہ جو کچھ ہو رہا ہے، قانونی طور پر ہو رہا ہے اور یہ کہ اگر لوگوں نے اس میں دخل دینے اور قانون توڑنے کی کوشش کی تو خود عدالت عالیہ کے غضب سے بچ نہ سکیں گے۔ اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لوگ سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ حتیٰ کہ خود صدر راہبہ کا رنگ بھی فق ہو گیا اور وہ کانپنے لگی۔

"کیا الزام ہے مجھ پر کہ عدالت عالیہ کی طرف سے میری گرفتاری کا حکم صادر کیا گیا ہے؟" آخرکار اس نے کھوکھلی آواز میں ڈان رامریز سے پوچھا۔

"یہ آپ کو وقت آنے پر معلوم ہو جائے گا۔" ڈان رامریز نے جواب دیا "پہلے مجھے مادر سینٹ ارسولہ کو پکڑنا ہے۔"

"مادر سینٹ ارسولہ؟" صدر راہبہ نے مردہ آواز میں کہا۔

اس وقت اس نے پریشان نظروں سے ادھر ادھر دیکھا تو اس کی نظر لورانزو ورڈیوک پر پڑی جو اب اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔

"خدایا!" اس نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ مجھ سے فریب کیا گیا ہے۔"

"نہیں بلکہ تمہارا پول کھول گیا ہے۔" مادر سینٹ ارسولہ نے جواب دیا جو اب چند سپاہیوں اور اپنی نن کے ساتھ وہاں آ گئی تھی۔ "میں ہوں تم پر الزام عائد کرنے والی۔"

پھر وہ ڈان رامریز کی طرف گھوم گئی۔

"سینورا!" اس نے کہا "میں نے اپنے آپ کو آپ کی حفاظت میں دیا ہے۔ میں سینٹ کلارے کی صدر راہبہ پر خون کا الزام عائد کرتی ہوں اور اسے ثابت کرنا ہے۔ اگر ثابت نہ کر سکوں تو خود اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔"

مادر سینٹ ارسولہ کے اس اعلان پر لوگوں کے منہ سے حیرت کی چیخیں نکل گئیں۔ لرزتی اور کانپتی ہوئی ننیں اس شور و ہنگامے سے خوفزدہ ہو کر مختلف سمتوں میں بھاگ پڑیں۔ اب لوگوں نے تقاضہ کیا کہ مادر سینٹ ارسولہ اس تخت پر، جس پر سے کلارے بھاگ گئی تھی اور جو اب خالی تھا چڑھ کر بیان دے تا کہ ہر ایک تک اس کی آواز پہنچ سکے۔ بوڑھی نن نے لوگوں کے اس تقاضے کو بڑی فرمانبرداری سے قبول لیا۔ وہ تخت پر چڑھ گئی اور مکمل ترین خاموشی میں اس نے لوگوں کے سامنے بیان دینا شروع کیا۔

"میری یہ حرکت آپ لوگوں کو بے حد عجیب اور خلاف توقع معلوم ہوئی ہے کہ میں خانقاہ کے راز کھول رہی ہوں، لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے ضرورت سے مجبور ہو کر اور اپنا مذہبی اور اخلاقی فرض سمجھ کر کیا ہے۔ یہی ایک راز، ایک بھیانک راز اپنے خوفناک بوجھ سے مجھے پیسے ڈال رہا ہے اور مجھے اس وقت تک سکون میسر نہیں آ سکتا جب تک کہ میں عوام کے سامنے یہ راز کھول نہ دوں کیونکہ اس کے بعد اس معصوم کی روح کو بھی چین آئے گا جو قبر کے اس پار سے انتقام انتقام پکار رہی ہے۔ اب میں وہ سرگزشت بے دھڑک بیان کر سکتی ہوں جو ہر شخص کا خون منجمد کر دے گی جس میں ذرا سی بھی نسائیت ہے۔"

"سینٹ کلارے کی ننوں میں سے کوئی نن ایگنس دی مدینہ کی سی خوبصورت، رحمدل اور ہر دلعزیز تھی، میں اسے اچھی طرح سے جانتی تھی، میں اس کے بہت قریب تھی، اس کی دوست اور اس کی رازدار تھی اور مجھے اس سے بے پناہ محبت تھی لیکن صرف مجھے ہی نہیں بلکہ اس فرشتہ صفت لڑکی سے ہر ایک کو محبت تھی اور ہے۔ ہر کوئی انسان مکمل نہیں ہے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہے۔ چنانچہ ایگنس میں بھی کمزوریاں تھیں۔ اس نے خانقاہ کے اصول توڑ دیئے، اور صدر راہبہ کے ظلم کا شکار بن گئی کیونکہ ہماری صدر راہبہ نے کسی کو معاف کرنا اور کسی پر رحم کرنا تو سیکھا ہی

نہیں۔ سینٹ کلارے کے اصول و ضوابط بڑے سخت ہیں لیکن اپنی قدامت کی وجہ سے بھی اور اس لئے بھی کہ ان کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ یہ اصول و ضوابط یا تو نرم پڑ گئے ہیں یا پھر سرے سے انہیں فراموش ہی کر دیا گیا ہے۔ اس طرح سزا میں بھی اچھی خاصی نرمی آ گئی ہے۔ مطلب یہ کہ اب ان اصولوں کو توڑنے والی کو سخت سزا نہیں دی جاتی۔ پچھلے کئی برسوں سے ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یکلنس نے جو جرم کیا تھا اس کی سزا یہ تھی کہ مجرموں کو خانقاہ کے خفیہ زندان میں ڈال دیا جائے جہاں وہ عمر بھر رہے اور اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتی رہے اور اسے کھانے کے لئے کچھ نہ دیا جائے سوائے روٹی اور پانی کے۔ مطلب یہ کہ گنہگار جب تک زندہ رہے لوگوں کی اس مذہبی توہم پرستی اور ظلم کا شکار بنی رہے جب تک زندہ رہے زندان میں تنہا رہے اور پانی میں ڈبو ڈبو کر روٹی کھاتی رہے۔

اس تفصیل سے ہجوم ایسا برہم ہوا اور غصے میں آ کر یوں صورت سیلاب آگے کی طرف دھنسا کہ اسے روکنے اور سنبھالنے میں سپاہیوں کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور مادر سینٹ ارسولہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔ سپاہی جب اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے اور ایک بار پھر ہجوم پر خاموشی مسلط ہو گئی تو سینٹ ارسولہ نے اپنا بیان آگے بڑھایا۔ جیسے جیسے وہ بولتی جا رہی تھی صدر راہبہ کے بشرے سے اس کے بڑھتے ہوئے خوف کا اظہار ہوتا جا رہا تھا۔ سینٹ ارسولہ نے کہا۔

"بارہ بزرگ ننوں کی مجلس شوریٰ طلب کی گئی۔ میں ان بارہ میں سے ایک تھی۔ صدر راہبہ نے یکلنس کی گستاخی کو خوب نمک مرچ لگا کر پیش کیا اور کہا بلکہ اصرار کیا کہ ہمیں سزا کے اس پرانے اور بھولے ہوئے طریقے کو یکلنس کے لئے دوبارہ جاری رکھنا چاہئے۔ میں بڑی شرمندگی اور خجالت محسوس کرتے ہوئے کہہ رہی ہوں کہ بارہ ننوں میں سے نو نے اس ظالمانہ تجویز کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا۔ چند واقعات اور اتفاقات نے مجھے ایگنس کی شرافت اور خوبیوں کا قائل کر دیا تھا۔ میں اس سے محبت کرتی تھی اور اس کی حالت پر مجھے رحم آتا تھا۔۔۔ چنانچہ میں نے راہبہ کی اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔ مادر برتھا اور مادر کارنیلا نے میرا ساتھ دیا اور ہم تینوں نے ایسا زبردست محاذ بنایا کہ صدر راہبہ اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور ہو گئیں، حالانکہ اکثریت صدر راہبہ کے ساتھ تھی تاہم وہ کھلے بندوں ہماری مخالفت کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور اپنی تجویز پر عمل کرتے ڈرتی تھیں کیونکہ جانتی تھیں کہ اگر ہم نے مدینہ خاندان کی حمایت حاصل کر لی تو پھر وہ کسی صورت مقابلہ نہ کر سکیں گی۔ قصہ مختصر وہ بادل ناخواستہ اپنے ظالمانہ ارادے سے باز رہیں۔ دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن کی شام کو اعلان کیا گیا کہ دوسرے دن ایگنس کو مجلس کے سامنے پیش کیا جائے

اور اسے آزمایا جائے اور اس وقت اس کے رویے کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا جائے کہ اس کی سزا کو سخت کیا جائے یا اس میں تخفیف کی جائے۔"

"جس دن ایگنس کو مجلس کے سامنے پیش کیا جانا تھا اسی رات کو میں چپکے سے اس وقت یکلنس کے حجرے میں پہنچی جب میرا خیال تھا کہ ساری ننیں سو گئی ہیں۔ میں نے ایگنس سے کہا کہ وہ ہمت رکھے، اپنے حامیوں پر بھروسہ کرے اور اسے چند اشارے بتائے کہ ان کے ذریعہ میں اسے بتاؤں گی کہ صدر راہبہ کے سوالوں کا کیا اور کیسا جواب دیا جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی کو بھی اس بات کا پتہ چل جائے کہ میں ایگنس کے پاس گئی تھی۔ چنانچہ اسی لئے میں اس کے پاس زیادہ دیر تک نہ ٹھہری۔ اس سے رخصت ہوتے وقت میں نے اسے گلے لگایا اور جانے ہی والی تھی کہ میں نے پیروں کی چاپ سنی جو حجرے کی طرف ہی بڑھ رہی تھی۔ اب حجرے میں سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ حجرے میں ایک بڑی صلیب تھی جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر اس پردے کے پیچھے چھپ گئی۔

"حجرے کا دروازہ کھلا اور صدر راہبہ چار ننوں کے ساتھ اندر آ گئی۔ وہ یکلنس کے بستر کی طرف بڑھیں۔ صدر راہبہ نے ایگنس سے کہا کہ اس کا وجود خانقاہ کے لئے باعث شرم ہے اور یہ کہ وہ ایسی ذلیل عورت ہے خود اپنے آپ کو، خانقاہ کو اور دنیا کو نجات دلانا چاہتی ہے۔ ایک نن نے ایک پیالہ جس میں کوئی مشروب تھا یکلنس کی طرف بڑھا دیا اور صدر راہبہ نے ایگنس کو یہ مشروب پی جانے کا حکم دیا، غریب لڑکی کانپ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس پیالے میں کیا تھا اور یہ کہ اب وہ دوسری دنیا کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ چنانچہ وہ صدر راہبہ کے سامنے رونے، گڑگڑانے اور رحم طلب کرنے لگی اس وقت اگر پتھر بھی ہوتا تو پگھل جاتا، لیکن بے رحم صدر راہبہ کا دل نہ پگھلا، اسے ایگنس پر رحم نہ آیا۔ وہ ایگنس کو زہر پینے پر مجبور کرتی رہی اور کہا کہ وہ اب صدر راہبہ کے سامنے نہیں بلکہ خدا کے سامنے گڑگڑائے اور اس سے رحم طلب کرے اور کہا کہ ایک ہی گھنٹے بعد وہ اپنے آپ کو مرے ہوؤں کے ساتھ پائے گی۔ یہ دیکھ کر کہ اس بے رحم عورت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا اور یہ کہ اس کے سامنے رونا اور گڑگڑانا فضول ہے ایگنس نے بستر پر سے اٹھنے کی کوشش کی کہ کسی کو اپنی مدد کے لئے پکارے۔ صدر راہبہ نے اس کا ارادہ بھانپ لیا چنانچہ اس نے جھپٹ کر ایگنس کو دبوچ لیا اور اسے جبراً بستر پر گرا دیا۔ خود اس کے سینے پر سوار ہو گئی، اور اپنے چغے میں سے خنجر گھسیٹ کر اس کی نوک ایگنس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا کہ ذرا بھی دیر کی تو وہ یہ خنجر فوراً اس کے سینے میں اتار دے گی۔ خوف سے ایگنس پہلے ہی ادھ موئی ہو رہی تھی چنانچہ وہ اپنے آپ کو چھڑا

نے کے لئے جدوجہد نہ کر سکی۔ اب نن پیالہ لے کر آگے بڑھی۔ ہیلکس مجبور اور بے بس تھی۔ اس نے زہر پی لیا اور وہ لرزہ خیز کام ہو گیا جو صدر راہبہ کرنا چاہتی تھی۔ زہر پینے کے بعد ہیلکس جس عذاب میں مبتلا ہوئی اور جس طرح تڑپی ہے اسے دیکھ کر اس کے سخت سے سخت دشمن کو بھی رحم آ جاتا، لیکن صدر راہبہ کو اس پر رحم نہ آیا۔ وہ اسے دیکھتی بیٹھی رہی اور جب ہیلکس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے، اس کے دل کی دھڑکنیں تھم گئیں اور سانس کا سلسلہ ختم ہو گیا تو وہ اپنی ساتھی ننوں کے ساتھ حجرے سے نکل کر چلی گئی۔

"اب میں پردے کے پیچھے سے نکل آئی، صدر راہبہ کے اس ظالمانہ اور بے دردانہ کام نے مجھے لرزا دیا اور مجھ پر ہیبت طاری کر دی۔ میری ٹانگیں ایسی بے جان ہو رہی تھیں کہ میں بمشکل اپنے حجرے تک پہنچ سکی اور وہاں پہنچ کر میں نے قسم کھائی کہ میں اس کے قاتلوں سے انتقام لوں گی۔ دیکھو میں اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے بہت سی مشکلوں کے بعد اس وقت اپنی وہ قسم پوری کر رہی ہوں۔"

"مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے کیونکہ اب تک میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی صداقت ثابت کرنے کے لئے میں اپنی جان تک دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں پھر کہتی ہوں کہ صدر راہبہ خونی ہے اور اس نے اس ہستی کو اس دنیا سے دھکیل دیا اور شاید جنت سے بھی محروم کر دیا ہے۔ یہ سزا اسے اس گناہ کی دی گئی ہے جو گناہ کبیرہ نہ تھا اور جو توبہ کر رہی اور گزار رہی تھی۔ صدر راہبہ نے اپنے ان اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے جو اسے بخشے گئے ہیں۔ صدر راہبہ وحشیوں سے بڑھ کر ظالم و جابر اور دھوکے باز ہے۔ میں چار ننوں — وائولیٹ، کیمیلا، ہیلکس اور مریانہ کو بھی مجرم ٹھہراتی ہوں کیونکہ وہ صدر راہبہ کے جرم میں برابر کی شریک تھیں۔"

یہاں مادر ہینٹ ارسولا نے اپنا بیان ختم کیا اور ہجوم ایسا برہم اور غضبناک ہوا اور یہ شور اٹھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آخر کار چند بلند آوازوں نے تقاضہ کیا کہ صدر راہبہ کو ان کے حوالے کر دیا جائے کہ وہ خود اس کو سزا دیں گے اور اسی وقت، لیکن ڈان رمریز نے لوگوں کی یہ بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ لورانزو نے لوگوں کو سمجھایا کہ ابھی صدر راہبہ کو عدالت میں پیش کرنا ہے چنانچہ اس کی سزا کا معاملہ عدالت پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن ہجوم کا غصہ انتہا کو پہنچ چکا تھا اور وہ کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ ٹوٹے پڑ رہے تھے، وہ دھنسے آ رہے تھے۔ ایک عام بغاوت کا منظر تھا اور ڈان رمریز اپنی قیدی کو لے کر جس طرف سے بھی نکلنا چاہتا اسی طرف بلوائیوں کا ہجوم اس کا راستہ روکے دکھائی دیتا۔ اس بپھرے ہجوم کو تلوار سے روکنا ممکن نہ

تھی۔ وہ یوں آگے دھنسے آ رہے تھے اور ایسی دھکا پیل کر رہے تھے کہ سپاہیوں کو اپنی تلواریں کھینچنے کا موقع ہی نہ مل رہا تھا۔ غضب ناک ہجوم کا دباؤ بڑھتا ہی گیا اور آخر کار وہ ان سپاہیوں کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گئے جو صدر راہبہ کو حراست میں لئے ہوئے تھے۔ انھوں نے صدر راہبہ کو سپاہیوں کے گھیرے سے باہر اور دور گھسیٹ لیا اور اس سے نہایت ہی خوفناک اور عبرت انگیز انتقام لینے لگے۔ صدر راہبہ رحم کے لئے چیخنے لگی، لیکن لوگوں کے بے پناہ شور میں اس کی آواز ڈوب کر رہ گئی۔ اگر کسی نے اس کی آواز سنی بھی تو اس کی طرف دھیان نہ دیا۔ لوگ اسے گھسیٹ رہے تھے، اسے نوچ رہے تھے، اسے ٹھوکریں مار رہے تھے، پیروں تلے روند رہے تھے اور ہر وہ ترکیب استعمال کر رہے تھے جو حد سے بڑھا ہوا غصہ اور انتقام کا شدید جذبہ سجھا رہا ہے۔ آخر کار ایک بڑا سا پتھر، جو کسی نے تاک کر اور پورے ہاتھ سے پھینکا تھا اور صدر راہبہ کی کنپٹی پر پڑا۔ صدر راہبہ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ چکرا کر گری اور خود اپنے ہی خون میں جو اس کے پھٹے ہوئے سر سے بہہ رہا تھا تڑپنے لگی اور اسی طرح چند منٹوں تک تڑپتے رہنے کے بعد اس نے جان دے دی۔ اب وہ لوگوں کی لاتوں اور گھونسوں اور زیادتیاں محسوس نہ کر رہی تھی اس کے باوجود اب بھی لوگ اس کی لاش کو روند رہے تھے کیونکہ ابھی ان کا غصہ ٹھنڈا نہ پڑا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی لاش ایسی مسخ ہو گئی کہ کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ یہ کسی انسان کی لاش تھی۔

لورانزو اور اس کے ساتھی بے بسی سے کھڑے اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کچھ کر نہ سکتے تھے۔ ان پر ایک سناٹا طاری تھا، لیکن جب انھوں نے سنا کہ بپھرا ہوا ہجوم اب سینٹ کلارے کی خانقاہ پر حملہ کر رہا ہے تو وہ چونکے۔ بلوائی بالکل بے قابو ہو رہے تھے، وہ گنہگاروں کے ساتھ ننوں کو بھی پیس ڈالنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ گنہگار کے ساتھ بے گناہوں اور خانقاہ کی تمام ننوں کو اپنے غضب کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دینے اور خود خانقاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ زیادہ تر ننیں بھاگ گئی تھیں لیکن اب بھی چند ننیں خانقاہ میں موجود تھیں اور ان کے لئے صورت حال مایوس کن تھی۔ تاہم انھوں نے چونکہ اندرونی پھاٹک بند کر دیا تھا اس لئے لورانزو کا خیال تھا کہ جب تک ڈان رمریز کمک لے کر نہیں آ جاتا تب تک وہ اپنے ساتھی سپاہیوں کی مدد سے ہجوم کو روکنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہاں اتنا ہجوم تھا کہ پھاٹک تک پہنچنا ممکن ہی نہ تھا۔ اس عرصے میں ہجوم خانقاہ کی عمارت کا محاصرہ کر چکا تھا۔ وہ دیواریں توڑنے اور سلگتی ہوئی مشعلیں خانقاہ میں پھینکنے اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ صبح تک سینٹ کلارے کی ایک ایک نن کو

تلاش کر کے اس کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔

لورانزو اس ہجوم میں سے راستہ بناتا ہوا پھاٹک کے قریب پہنچا ہی تھا کہ لوگ پھاٹک توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ بلوائی خانقاہ کے اندرونی حصے میں گھس پڑے اور ہر اس چیز پر اپنا غصہ اتارنے لگے جو ان کے سامنے یا ان کی راہ میں آ گئی۔ کچھ لوگ ننوں کو تلاش کرنے لگے، کچھ خانقاہ کے مختلف حصوں کو توڑنے پھوڑنے اور بقیہ قیمتی فرنیچر کو آگ لگانے میں مصروف ہو گئے۔ جلتے ہوئے فرنیچر کے شعلے پھیلے اور انھوں نے خانقاہ کے اس حصے کو لپیٹ میں لے لیا جو قدیم اور خشک تھا اور پھر یہ آگ ایک دوسرے کمرے میں پھیلتی چلی گئی۔ شعلوں نے دیواروں کو چاٹ کر کمزور کر دیا، ستون جل کر گرے اور چھت بلوائیوں پر آ رہی اور بہت سے بلوائی دب کر مر گئے۔ اب پوری خانقاہ جل رہی تھی اور تباہی کا عجب خوفناک منظر پیش کر رہی تھی۔

لورانزو یہ سب کچھ دیکھ کر کانپ گیا کیونکہ یہ طوفان اس کے خیال میں اسی نے اٹھایا تھا۔ وہ اپنے آپ کو مجرم تصور کر رہا تھا اور اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔ اس کی ملامت سے بچنے کے لئے اور اپنے کئے کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اس نے بے گناہ ننوں کو، جہاں تک ممکن ہو، بچا لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ بلوائیوں کے ساتھ ہی خانقاہ میں داخل ہوا اور وہ انھیں روکنے سمجھانے اور ان کا غصہ رفع کرنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ سرعت سے پھیلتی ہوئی آگ نے اسے چونکا دیا۔ اب وہ خود اپنے آپ کو بچانے کی تدبیر کر رہا تھا۔

آگ نے لوگوں کو بھی خوفزدہ کر دیا اور جس غصے اور جوش سے خانقاہ میں داخل ہوئے تھے اتنے ہی خوف و ہراس سے باہر کی طرف بھاگے۔ اس افراتفری میں بہت سے لوگ لڑکھڑا کر گرے اور انھیں دوبارہ اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ قسمت لورانزو کی راہبری کر رہی تھی۔ وہ لوگوں کے دھکے کھاتا گرجا کے بغلی دروازے تک پہنچ گیا۔ دروازہ مقفل نہ تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر اپنے آپ کو سینٹ کلارے کے گورستان کے نچلے حصے میں پایا۔

وہ دم درست کرنے کے لئے وہاں رک گیا۔ چند منٹوں بعد ہی ڈیوک اور اس کے چند ساتھی بھی اتفاقاً وہاں پہنچ گئے اور اس طرح وہ فی الحال محفوظ تھے۔

لورانزو نے پوچھا کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ راستہ کانونٹ، گرجا اور خانقاہ کے باغ میں جاتا تھا۔ چنانچہ طے پایا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کیا جائے چنانچہ ڈیوک نے روک اٹھائی اور اب وہ ملحقہ قبرستان میں تھا اس کے ساتھی وغیرہ بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گئے۔ لورانزو سب کے آخر میں تھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس جانے ہی

والا تھا کہ اس نے گورستان کے دروازے کو آہستہ آہستہ کھلتے دیکھا۔ کسی نے دروازے میں سے جھانک کر اس طرف دیکھا اور وہاں ایک اجنبی کو موجود پا کر اور چیخ کر سنگ مرمر کا زینہ اتر کر بھاگ پڑا۔ لورانزو اس دروازے میں گھس پڑا اور گورستان میں بھاگنے والے کا تعاقب کرنے لگا۔ ڈیوک بلا جھجک قبرستان میں اتر کر اپنے بھتیجے کے پیچھے چلا۔

چونکہ اوپر کا دروازہ کھلا تھا اور اس سے جلتی ہوئی خانقاہ کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس سے لورانزو اس کو دیکھ سکتا تھا جس کا تعاقب وہ کر رہا تھا وہ زیر زمین گورستان کی گزرگاہوں میں بھاگا جا رہا تھا اور ایک سے دوسری محراب تک پہنچ رہا تھا۔ دفعتہً لورانزو ایک موڑ مڑا تو مکمل ترین اندھیرے میں تھا۔ تعاقب کرنے والے گزرگاہوں کی بھول بھلیاں سے دہشت زدہ تھے چنانچہ وہ مختلف سمتوں میں بکھر گئے، لورانزو اس اسرار کو معلوم کرنے کے لئے اس قدر بے تاب تھا کہ اسے اپنے ساتھیوں کے مختلف گزرگاہوں میں بھٹک جانے کا پتہ اس وقت تک نہ چلا جب تک کہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ اس اندھیری بھول بھلیوں میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔

پیروں کی چاپ ڈوب کر خاموش ہو چکی تھی اور زیر زمین گورستان میں مکمل ترین خاموشی طاری تھی۔ چنانچہ وہ نہ جانتا تھا کہ وہ کس طرف گیا تھا جس کا وہ تعاقب کر رہا تھا۔ چند منٹ تک وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ کس طرف جائے، آخر کار وہ دیواروں کا سہارا لے کر ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ اندھیری گزرگاہوں میں بڑھنے لگا۔ خدا جانے اس طرح اس نے کتنا فاصلہ طے کیا تھا کہ اسے اپنے عین سامنے اور تہ خانے کے جیسے بطن میں اور دور روشنی نظر آئی۔ لورانزو نے تلوار کھینچ لی اور روشنی کی طرف بڑھا۔

قریب پہنچ کر دیکھا کہ یہ روشنی ایک چراغ کی تھی جو سینٹ کلارے کے بت کے سامنے جل رہا تھا۔ اس کے سامنے چند عورتیں کھڑی ہوئی تھیں اور باہر سے آئی ہوئی ہوا اس زیر زمین زنداں میں چنگھاڑ رہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ عورتیں اس زیر زمین گورستان اور خوف کے مقام میں کس لئے جمع ہوئی ہیں۔ لورانزو دبے پاؤں آگے بڑھ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

"میں سچ کہتی ہوں۔" جب لورانزو قریب پہنچا تو ایک عورت کہہ رہی تھی اور دوسری سب کی سب غور اور توجہ سے سن رہی تھیں۔ "میں سچ کہتی ہوں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے انھیں دیکھا اور ایک دم سے سیڑھیاں اتر کر بھاگی، لیکن انھوں نے میرا تعاقب کیا اور میں مشکل سے اپنی جان بچا سکی۔ اگر یہ چراغ نہ جل رہا ہوتا تو میں ان کے ہاتھوں میں پڑ جاتی اور تم لوگوں کے پاس کبھی نہ پہنچ سکتی۔"

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

"وہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟" جیکلی نے کہا۔ "لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ مجبور ہی ہیں۔ رہی میں تو میرے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ صدر راہبہ سے میرے گہرے تعلقات اور اس کی حمایت میرا وہ جرم ہے جو......"

یہاں اس کی نظر لورانزو پر پڑی جو اب ان کے سامنے آ گیا تھا۔

"میرے خدا! جلاد آ گئے" وہ چلائی۔

وہ بت کے چبوترے سے ہٹ کر اور بدحواس ہو کر بھاگی۔ اس کی ساتھی خوفزدہ ہو کر چیخنے چلانے لگیں۔ اس کی چیخ و پکار کی پروا نہ کرتے ہوئے لورانزو نے بھاگتی ہوئی عورت کو بازو سے پکڑ لیا۔ وہ لورانزو کی گرفت میں پھڑپھڑائی اور پھر اس کے قدموں پر گر گئی۔

"خدا کے لئے مجھے بخش دو۔" وہ گڑگڑائی۔ "میری جان نہ لو۔ میں بے گناہ ہوں، یسوع مسیح کی قسم میں بے گناہ ہوں۔"

اب چراغ کی روشنی اس عورت کے چہرے پر پڑی تو لورانزو نے اسے پہچان لیا۔ یہ ورجینا دی ویلا فرانکا تھی۔ یعنی وہی حسینہ جو جلوس میں سینٹ کلارے بنی ہوئی تھی۔

لورانزو نے جھک کر اسے اٹھایا اور تسلی دی۔ وعدہ کیا کہ وہ اسے بلوائیوں سے بچائے گا۔ یہ بھی کہا کہ بلوائیوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ یہاں چھپی ہوئی ہے کہ اپنے خون کے آخری قطرے تک وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ اس عرصے میں وہاں موجود ننوں نے آگے بڑھ کر لورانزو کو گھیر لیا اور اس پر دعاؤں کے ڈونگرے برسا دیئے۔ اب اسے ان ننوں سے معلوم ہوا کہ خانقاہ کے برج پر سے صدر راہبہ کا حشر، بلوائیوں کا جوش و خروش اور ان کا خانقاہ میں داخلہ دیکھنے کے بعد بہت سی خوفزدہ ننوں اور خانقاہ کی وظیفہ خوار لڑکیوں نے تہ خانے میں پناہ لی تھی۔ ننی میں حسین ورجینا بھی تھی جو صدر راہبہ کی چونکہ عزیزہ تھی اس لئے اسے اپنی جان کا سب سے زیادہ خوف تھا۔

"خدا کرے کہ میں اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں۔" ورجینا بولی۔ "کاش کہ میں یہاں آئی نہ ہوتی۔ سینور آپ کے خیال میں ہمیں کب تک یہاں رہنا پڑے گا؟"

"میرے خیال میں تو زیادہ دیر تک نہیں۔" لورانزو نے جواب دیا۔ "لیکن جب تک پوری طرح سے چین و امن نہیں ہو جاتا تب تک تو یہ تہ خانہ آپ کے لئے بے حد مناسب اور محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوگا۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ دو تین گھنٹوں تک یہاں سے باہر نہ آئیے۔"

"دو تین گھنٹوں تک؟" سسٹر ہیلنا نے حیرت سے کہا۔ "میرے خدا! آپ دو تین گھنٹوں کو کہتے ہیں لیکن میں کہتی ہوں کہ اگر ایک گھنٹہ بھی اس بھیانک مقام میں رہی تو مارے خوف کے

میرا دم نکل جائے گا۔ میرے خدا! سینور! یہ تو گرجا کا قبرستان ہے۔ یہاں میری ساتھی ننوں کے مردے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی روحیں یہاں بھٹکتی رہتی، چیختی چلاتی ہیں اور بھوت کراہتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ دن کے وقت بھی آتے ہوئے ڈر لگتا ہے اور اس وقت آدھی رات کے وقت تو....."

"معاف کرنا سسٹر لیکن مجھے آپ کی اس توہم پرستی پر حیرت ہے۔" لورانزو نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "بلوائیوں سے آپ سب کو بچانے کا وعدہ تو میں نے کیا ہے اور اسے نبھاؤں گا بھی لیکن آپ کے وہم کا علاج میرے پاس تو کیا حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں ہے۔ بھوتوں کا خیال تو سراسر مضحکہ خیز ہے اور اگر آپ ایسے بے بنیاد خوف......"

"بے بنیاد!" وہاں موجود تمام ننوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ "آپ اسے بے بنیاد اور مضحکہ خیز کہہ رہے ہیں حالانکہ ہم میں سے ہر ایک نے بھوتوں کی یا خدا جانے کسی روح کی آواز سنی ہے۔ ہم قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا وہ وہم نہ تھا کیونکہ ہم نے وہ واضح سنی تھی اور——"

"سنو——سنو——" ورجینا سہم کر چیخی۔ "خدا ہماری حفاظت کرے پھر وہی آواز ——وہی——وہی۔"

ساری ننیں ایک دم سے گھٹنوں پر گر گئیں اور اپنے سینوں پر صلیب کا نشان بنا کر ہاتھ جوڑ لئے اور سر جھکا لئے۔

لورانزو نے متجسس نظروں سے ادھر ادھر دیکھا، ان محراب دار بڑے بڑے طاقوں کا معائنہ کیا جن میں مردے رکھے جاتے تھے، لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ نہ بھوت اور نہ روح۔ چنانچہ ایک بار پھر وہ ننوں کی طرف گھوم کر انہیں ان کے بچکانہ خوف پر لیکچر پلانے ہی والا تھا کہ وہ بھی ایک آواز سن کر اچھل پڑا۔

یہ ایک درد میں ڈوبی ہوئی طویل کراہ تھی۔

"کیسی آواز تھی یہ؟" اس نے پوچھا۔

"سنا سینور؟" سسٹر ہیلنا نے کہا۔ "اب تو یقین آیا؟ جب سے ہم یہاں آئے ہیں تب سے ہر پانچ منٹ کے بعد یہ کراہ سنائی دے رہی ہے۔ یقیناً وہ عذاب میں پھنسی ہوئی کوئی روح ہے جو کراہ رہی ہے۔"

ابھی سسٹر ہیلنا نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ دوسری دفعہ وہی آواز سنائی دی جو اس دفعہ زیادہ صاف اور واضح تھی۔

لورانزو غور سے سننے لگا۔ آواز اسی کمرے کے کہیں عین بیچ میں سے آ رہی تھی جہاں وہ خود دوسرے درختوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور اس محراب دار کمرے سے بہت سی گزرگاہیں نکل کر مختلف سمتوں میں جا رہی تھیں۔ تینوں خوف سے بڑبڑا رہی تھیں، لیکن جب لورانزو نے انہیں خاموش ہو جانے کو کہا تو وہ فوراً خاموش ہو گئیں۔

چند لمحوں تک مکمل ترین خاموشی طاری رہی اور پھر اس خاموشی کو اسی کراہ نے توڑ دیا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی کراہیں مسلسل سنائی دیں۔ اس آواز سے سمت کا اندازہ لگا کر وہ آگے بڑھا اور سینٹ کلارے کے بت کے قریب پہنچا تو یہ آواز بہت قریب سے اور زیادہ صاف سنائی دی۔

"آواز یہاں سے آ رہی ہے۔" وہ بولا۔ "کس کا بت ہے یہ؟"

یہ سوال اس نے مسز ہیلنا سے پوچھا تھا۔ چنانچہ وہ ایک دم سے گڑبڑا گئی اور پھر ایک دم سے اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"بالکل یہیں سے آ رہی ہو گی یہ آواز۔" وہ بولی۔ "اب میری سمجھ میں آیا ہے ان کراہوں کا مطلب۔"

اتنا ہی سننے تینوں نے اسے گھیر لیا اور پوچھنے لگیں کہ کیا مطلب ہے ان کراہوں کا۔ اس پر ہیلنا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا کہ ولیہ کو جس کا یہ بت ہے اپنی خانقاہ کے جلنے اور تباہی کا غم ہے چنانچہ وہ اسی کا ماتم کر رہی ہے اور آہیں بھر رہی ہے۔ تینوں تو اسے ولیہ کا معجزہ سمجھ کر مطمئن ہو گئیں لیکن لورانزو کے لیے معمہ کا یہ حل قابل قبول نہ تھا۔ البتہ ایک بات میں تو وہ ہیلنا سے متفق تھا یعنی یہ کہ کراہوں کی آواز بت میں سے ہی آ رہی تھی۔ چنانچہ وہ غور سے اس بت کا معائنہ کرنے کے لیے اس کے اور بھی قریب پہنچا لیکن تینوں ایک دم سے اس کے اور بت کے درمیان حائل ہو گئیں اور کہا کہ وہ بت کو نہ چھوئے ورنہ اسی جگہ اور اسی وقت مر جائے گا۔

"اچھا — وہ کیوں؟" اس نے پوچھا۔ "یہ تو پتھر کا ایک بت ہے۔ یہ میری اور کسی کی بھی جان کیسے لے سکتا ہے؟"

"خدا معاف کرے، یہ آپ کفر کے کلمات کہہ رہے ہیں۔" ہیلنا نے کہا۔ "اگر آپ نے وہ معجزے سنے ہوتے جو اس بت سے منسوب ہیں اور جو ہمارے سامنے صدر راہبہ بیان کیا کرتی تھیں تو آپ یہ نہ کہتے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک رات ایک چور اسی تہ خانے میں گھسا اور اس کی نظر اسی زمرد پر پڑی جو بے بہا تھا۔ آپ دیکھ رہے ہیں نہ اس زمرد کو؟ یہ دیکھیے زمرد اس انگوٹھی میں چمک رہا ہے جو بت کے اس ہاتھ کی تیسری انگلی میں ہے جس میں وہ کانٹوں کا

تاج پکڑے ہوئے ہے۔ اس زمرد کو دیکھتے ہی چور کے دل میں اسے چرانے کا خیال آیا۔ چنانچہ اسے چرانے کے لیے وہ چبوترے پر چڑھ گیا لیکن اس کی جسارت کی انتہا نہ رہی جب بت نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا اور بت کے ہونٹوں کے درمیان سے ایک آواز نکلی۔ بت بول رہا تھا وہ چور کو بددعا دے کر جہنم میں جانے کی پیشگوئی کر رہا تھا۔ اس سے خوفزدہ ہو کر چور نے زمرد چرانے کا ارادہ ترک کر دیا اور چاہا کہ چبوترے سے اتر کر اسی وقت اس تہ خانے سے نکل جائے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اس کا ہاتھ بت کے دائیں بازو سے چپک گیا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکا۔ اب تو وہ بہت پریشان ہوا اور مدد کے لیے چیخنے لگا۔ اس کی چیخیں سن کر لوگ دوڑے آئے یہاں تک کہ تہ خانہ لوگوں سے بھر گیا اور تب چور نے ان سب کے سامنے اپنی گستاخی کا اعتراف کیا اور لوگوں نے اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کر دیا۔ تب وہ اس تہ خانے سے نکلا۔ تب سے چور کا وہ کٹا ہوا ہاتھ بت کے بازو سے چپکا ہوا ہے۔ اس معجزے کا اثر چور پر یہ ہوا کہ وہ راہب بن گیا۔ روایت ہے کہ اب بھی اس کی روح اس تہ خانے میں آتی ہے اور کراہتی ہے اور سینٹ کلارے سے اپنی گستاخی کی معافی چاہتی ہے۔ اس کے بعد سے کہ آج تک کسی نے بت کو چھونے کی جرأت نہیں کی۔ چنانچہ سینور! آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی ایسی حماقت نہ کریں اور بت کے قریب نہ جائیں۔"

لورانزو کو یہ معجزہ محض قصہ معلوم ہوا۔ چنانچہ وہ ذرا بھی پروا کیے بغیر اچھل کر چبوترے پر چڑھ گیا اور اس نے اس ولیہ کا معائنہ کیا، جس سے عجیب و غریب معجزے منسوب تھے۔ ابتدا میں تو بت پتھر سے تراشا ہوا دکھائی دیتا تھا لیکن غور سے دیکھنے کے بعد انکشاف ہوا کہ وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا جس پر پتھر کا سا روغن کر دیا گیا تھا۔ وہ اسے اوپر سے نیچے تک اور دائیں سے بائیں تک غور سے دیکھتا رہا لیکن آواز کا معمہ حل نہ ہوا تو وہ کان لگا کر سننے لگا۔ ایک بار پھر کراہیں سنائی دیں۔ یہ واقعی عجیب بات تھی۔ لورانزو نے ایک بار پھر بت پر نظریں دوڑائیں اور دفعتاً وہ خشک ہاتھ پر مرکوز ہو گئیں۔

ہیلنا کے بیان کے مطابق یہ چور کا ہاتھ تھا جو وہاں چپکا رہ گیا تھا۔ لورانزو نے سوچا کہ کوئی خاص بات ہو گی کہ لوگوں کے دلوں میں اس بت کا عموماً اور اس ہاتھ کا خصوصاً خوف بٹھا دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اسے نہ چھوئیں۔ ایک بار پھر اس نے اس ہاتھ کا معائنہ کیا تو اسے بت کے شانے اور روایتی چور کے ہاتھ کے درمیان ایک آہنی لٹو یا گٹہ سا دکھائی دیا۔ اس گٹے کو روایتی چور کے ہاتھ نے چھپا رکھا تھا اور پہلی ہی نظر میں کوئی اسے دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس نے اپنی انگلیاں گٹے پر رکھ دیں اور اسے زور سے دبایا۔ فوراً ہی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جیسے بت میں کوئی موٹی سے

زنجیر ہو جو اس سرے سے اس سرے تک کھنچی ہوئی ہو اور گڑھے کے دبنے سے ایک طرف ہٹ رہی ہو۔

یہ آواز تھم گئی اور کچھ نہ ہوا تو وہ بت کی چوکی پر سے اتر آیا۔ لیکن جب اس نے بت پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا تو وہ بت کانپنے لگا۔ چنانچہ لورانزو نے سمجھ لیا کہ اس نے گڑگڑاہٹ کی جو آواز سنی تھی وہ حقیقت میں بھی اس زنجیر کے کھنچنے کی آواز تھی جس کے ذریعہ بت چوکی سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے بت کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی کوشش کی تو آسانی سے چوکی پر سے اٹھ آیا۔ اس نے بت کو اٹھا کر فرش پر رکھ دیا۔ اب اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چبوترہ یا چوکی اندر سے کھوکھلی تھی اور جہاں سے بت اٹھایا گیا تھا وہاں ایک بڑا سا سوراخ تھا جس پر آہنی جنگلا لگا ہوا تھا۔

لورانزو اب یہ جنگلا اٹھانے لگا۔ نغوں نے اس کام میں اس کی مدد کی اور ان سب کی کوششوں سے جنگلا کھل گیا اور اب ان کے سامنے ایک گہرا اور اندھیرا گڑھا تھا جس میں کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا سوائے پتھروں کی سیڑھیوں کے۔ یہ زینہ نیچے اتر کر اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

لورانزو نے جھک کر اس اندھیرے غار میں دیکھا تو اسے گہرائیوں میں کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی جو تارے کی طرح ٹمٹما رہی تھی۔ وہ غور سے اس طرف دیکھنے لگا۔ بے شک وہ روشنی ہی تھی جو کبھی تو چمک جاتی تھی اور کبھی بجھ جاتی تھی۔

زینہ تنگ تھا اور سیڑھیاں ایسی ناہموار تھیں کہ ان پر اترنا ایسا ہی تھا جیسے کہ پہاڑ کی چوٹی کے کنارے پر چلنا۔ چنانچہ لورانزو حد سے زیادہ سنبھل سنبھل کر اتر رہا تھا کہ کہیں اس کا پیر پھسل نہ جائے اور پھر وہ اندھیری گہرائیوں میں جا پڑے۔ سچ تو یہ ہے کہ کئی دفعہ اس کا پیر پھسلا، کئی دفعہ وہ سیڑھیاں بھول گیا اور بڑی کوششوں کے بعد ہی گرنے سے بچ سکا۔ بہر حال وہ خلاف امید جلد ہی ٹھوس فرش پر پہنچ گیا۔ نیچے پہنچ کر وہ ٹھہر گیا اور اس روشنی کو تلاش کرنے لگا جو اوپر سے دکھائی دی تھی۔ وہاں اندھیرے اور خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ کان لگا کر سننے لگا لیکن وہاں اسے کوئی آواز بھی سنائی نہ دی۔ بہر حال اس نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا اور وہ احتیاط سے آگے بڑھا۔ تبھی پھر ایک آواز سنائی دی۔ صاف اور واضح۔ لورانزو اسی طرف بڑھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا آواز قریب سے قریب اور زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جا رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے وہ روشنی دیکھی۔ اس روشنی کو ایک نیچی دیوار نے اب تک لورانزو کی نظروں سے اوجھل کر رکھا تھا۔

یہ روشنی ایک چراغ تھا جو پتھروں کے ایک انبار پر رکھا ہوا تھا اور اس چراغ کے شعلے کی زرد روشنی اس زنداں کو، جو اس تہ خانے میں بنایا گیا تھا، روشن کرنے کے بجائے اس کی ہیبت ناکی کو بڑھا رہی تھی۔ ایک قسم کا گہرا بدبودار اور مہلک کہر اس محرابی زنداں میں چھایا ہوا تھا۔ لورانزو

اس زنداں کی طرف بڑھا تو اسے اپنی رگوں اور ہڈیوں میں چھلتی ہوئی سرایت کا احساس ہوا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے آتی ہوئی کراہوں کی آوازیں اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھیں ورنہ وہ اس مہیب مقام سے اسی وقت لوٹ جاتا۔

وہ دیوار کے قریب پہنچ گیا اور چراغ کی مریضانہ روشنی میں کسی کو گھاس پھوس کے بستر پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ اتنی زرد، اتنی دبلی، اتنی کمزور اور ایسی خستہ حال تھی کہ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے اور زندہ ہے۔ وہ نیم برہنہ تھی۔ اس کے لمبے بے ترتیب اور خشک بال اس کے چہرے پر یوں پڑے ہوئے تھے کہ انھوں نے چہرے کو تقریباً ڈھانپ دیا تھا۔ اس کا ایک پتلا اور خشک سا بازو تقریباً بے جان سا اس پھٹے ہوئے اور بوسیدہ لحاف پر پڑا ہوا تھا جس نے اس کے کمزور جسم کو ڈھانپ رکھا تھا۔ دوسرا بازو ایک چھوٹی سی گٹھری کے گرد تھا جو عورت نے اپنے سینے سے لگا رکھی تھی۔ بڑے دانوں والی ایک بڑی تسبیح اس کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ سامنے ایک صلیب تھی جس پر عورت کی دھنسی ہوئی آنکھیں جمی ہوئی تھیں اور اس کے قریب ایک ٹوکری اور مٹی کی ایک صراحی رکھی ہوئی تھی۔

لورانزو کے قدم رک گئے۔ خوف اور سنسنی کی لہریں اس کے رگ و ریشے میں دوڑ رہی تھیں۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ وہ اس عورت کو حزن اور رحم کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہا تھا۔ لورانزو کی طاقت ایک دم سے جواب دے گئی اور اسے یوں محسوس ہوا کہ وہ گر پڑے گا۔ چنانچہ وہ دیوار کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔ وہ دیوار کے پیچھے تھا اور عورت اسے دیکھ نہ سکتی تھی۔

"کوئی نہیں آیا!" اس عورت نے کمزور آواز میں کہا۔ "نہیں وہ لوگ مجھے بھول گئے ہیں۔ اب وہ کبھی نہ آئیں گے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ چند ثانیوں کے بعد اس نے غمناک آواز میں کہا۔ "دو دن۔ پورے دو طویل دن گزر گئے لیکن میں نے کچھ نہیں کھایا، کوئی امید نہیں۔ ذرا سکون نہیں — خدایا اس طرح گزر گزر کر مرنا اور شاید کوئی آ رہا ہے — کوئی نہیں — اب کوئی نہیں آئے گا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ وہ کانپی اور بوسیدہ لحاف اپنے برہنہ شانوں تک کھینچ لیا۔

"بہت زیادہ سردی محسوس کر رہی ہوں — لیکن جلد ہی میرا جسم سرد پڑ جائے گا اور پھر میں کچھ محسوس نہ کروں گی۔ نہ سردی، نہ گرمی، نہ تنہائی، نہ امید اور نہ نا امیدی — ہاں — میں تمہاری طرح سرد پڑ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے گٹھری کی طرف دیکھا جو اس نے اپنے سینے سے لگا رکھی تھی۔ اس نے اپنا سر نیچا کیا، جھکی اور اس گٹھری کو چوم لیا لیکن پھر فوراً ہی پیچھے ہٹ کر گھن سے کانپ گئی۔

"کتنا پیارا تھا یہ! بے حد خوبصورت ہوتا بالکل اپنی ماں کی طرح لیکن یہ تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے رخصت ہوا لیکن اب بھی یہ مجھے کس قدر عزیز ہے۔ خدایا! میں بھول جاؤں گی کہ یہ سب کچھ ہے صرف یہ یاد رکھوں گی کہ یہ کیسا تھا۔ بے حد پیارا اور ان کے جیسا — میرا تو خیال تھا کہ میں اتنا روئی ہوں کہ میرے آنسو خشک ہو گئے ہیں لیکن یہ ایک آنسو خدا جانے کہاں سے آ گیا ہے۔"

اس نے بالوں کی ایک لٹ سے اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔ اس نے صراحی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور بڑی کوشش کے بعد اسے اپنے قریب گھسیٹنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے صراحی میں جھانک کر دیکھا اور ایک آہ بھر کر صراحی واپس رکھ دی۔

"ایک قطرہ تک نہیں جس سے میں اپنا گلا تر کر سکوں۔ گلے میں کانٹے پڑ گئے ہیں اور زبان خشک چمڑا ہو رہی ہے — اور مجھے یہ عذاب دینے والے خدا کے پرستار ہیں، خدا کے لئے انھوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں اور اپنے آپ کو یسوع مسیح کی یہ بھیڑیں کہتے ہیں۔ کوئی آ کر دیکھے تو سہی یسوع مسیح کی یہ بھیڑیں میرے لئے تو بھیڑیئے بن گئی ہیں۔ یہ بھیڑیئے مجھے عذاب دے رہے ہیں لیکن خداوند خدا! میں تیری رحمتوں سے مایوس نہیں ہوں۔"

ایک بار پھر اس نے صلیب کی طرف دیکھا، تسبیح اٹھائی اور جب وہ اس کے دانے بلا رہی تھی تو اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ اس بات کا پتہ دے رہے تھے کہ وہ دعا مانگ رہی ہے۔

اس عورت کی یہ فریادیں سن کر لورانزو کا دل دہل گیا۔ وہ اس قیدی کی طرف بڑھا جو پتہ نہیں کون تھی اور کون سے جرم کی سزا بھگت رہی تھی۔ عورت نے اس کے پیروں کی چاپ سنی تو خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ تسبیح پھینک دی۔

"کوئی آ رہا ہے — خدایا! تیرا شکر ہے۔ کوئی آ رہا ہے۔" وہ بولی۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اتنی کمزور ہو رہی تھی کہ وہ پھر گھاس پھوس کے بستر پر گری اور اس وقت لورانزو نے موٹی زنجیروں کی کھنک سنی۔

عورت نے پھر کہنا شروع کیا۔

"یہ تم ہو کمیلیا؟ آخر تم آ ہی گئیں۔ میں تو سمجھے ہوئے تھی کہ تم نے مجھے بھلا دیا ہے اور یہ کہ اب میں بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں گی۔ کمیلیا! میری اچھی کمیلیا! مجھے کچھ کھانے اور کچھ پینے کو دو۔ فاقوں نے مجھے اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ میں اٹھ بھی نہیں سکتی۔"

لورانزو کو ڈر تھا کہ کمیلیا کے بجائے اسے دیکھ کر اس عورت کو جو حیرت یا خوشی یا شدید خوف ہوگا اور شاید جان لیوا ثابت ہوگا چنانچہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔

"یہ کمیلیا نہیں ہے۔" آخر کار اس نے بے حد دھیمی آواز میں کہا۔

"تو پھر کون ہے؟ بلکس؟ دایو لیپے لیکن تم کوئی بھی ہو میرے حال پر رحم کرو۔ آج تیسرا دن ہے کہ نہ میں نے کچھ کھایا ہے اور نہ ہی پانی کا ایک قطرہ پیا ہے — تم — تم — میرے لئے کھانا اور پانی لے کر آئے ہو یا یہ بتانے آئے ہو کہ میری زندگی کے دن ختم ہوئے؟"

"تم غلط سمجھی ہو۔" لورانزو نے کہا۔ "میں ظالم صدر راہبہ کا فرستادہ نہیں ہوں۔ مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے چنانچہ میں تمہیں ان دکھوں سے نجات دلانے آیا ہوں۔"

"نجات دلانے آئے ہو؟" اس دکھیاری نے کہا۔ "کیا کہا! نجات دلانے آئے ہو؟"

پھر وہ کوشش کر کے زمین پر اٹھی اور اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر بیٹھ گئی اور لورانزو کی طرف دیکھنے لگی۔

"میرے خدا! یہ تو کوئی مرد ہے! بتاؤ کون ہو تم؟ خدا کے لئے کیا واقعی تم مجھے چھڑانے آئے ہو اور ایک بار پھر دن کی روشنی اور دنیا کی گہما گہمی میں لے جانے آئے ہو؟"

"خاتون! تم اطمینان رکھو اور کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ صدر راہبہ کو اس کے مظالم کی سزا مل گئی ہے چنانچہ تمہیں اب اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چند منٹوں بعد ہی تم آزاد اور اپنے عزیزوں میں ہوگی۔ تم مجھ پر بھروسہ کرو اور اپنا ہاتھ مجھے دو۔"

"ہاں ہاں۔ مجھے بھروسہ ہے تم پر۔" عورت چلائی۔ "تو پھر یقیناً خدا موجود ہے اور اس کے یہاں اندھیر بھی نہیں ہے۔ میں ایک بار پھر کھلی، صاف اور تازہ ہوا میں سانس لوں گی۔ اجنبی! میں چلوں گی تمہارے ساتھ لیکن میرے ساتھ یہ بھی جائے گا۔"

اس نے اس گٹھری کی طرف اشارہ کیا جسے وہ اب بھی سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

"میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ اجنبی! مجھے سہارا دو کہ میں اٹھ سکوں۔ بھوک، پیاس اور غم اور بیماری نے مجھے بے حد کمزور کر دیا ہے — مجھے اٹھاؤ اجنبی۔"

"میرے خدا!" عورت اس کا چہرہ دیکھ کر چلائی۔ "یہ — یہ — لکن ہے؟ یہ صورت اور — کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟ — نہیں نہیں — یہ وہی ہے۔ وہی ہے۔"

اس نے لورانزو کی گردن میں باہیں ڈالنے کے لئے بے اختیار اپنے بازو اوپر اٹھا دیئے لیکن اتنی سی بات اس کی جسمانی کمزوری پر گراں گزری اور وہ بے ہوش ہو کر گھاس پھوس کے

بستر پر گری۔

اس کے آخری الفاظ نے لورانزو کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پہلے بھی یہی لہجہ اور یہی تلفظ سنا تھا جیسا کہ اس عورت کی کھوکھلی آواز نے ادا کیا تھا۔ لیکن کہاں اور کب؟ یہ وہ یاد نہ کر سکا۔

عورت کی حالت نازک تھی اور اسے جلد از جلد ڈاکٹر کی ضرورت تھی چنانچہ لورانزو نے چاہا کہ اسے فوراً اس زنداں سے نکال لے جائے لیکن اس کی پہلی کوشش کو اس زنجیر نے ناکام بنا دیا جو عورت کے جسم سے بندھی ہوئی تھی اور اس کا دوسرا سرا قریبی دیوار کے حلقے میں تھا اور یوں اس زنجیر نے عورت کو دیوار سے باندھ رکھا تھا۔ بہرحال اس نے زنجیر کا دوسرا سرا حلقے میں سے چھڑا دیا اور بے ہوش عورت کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر زینے کی طرف چلا۔ اوپر سے آتی ہوئی چراغ کی روشنی اور ننوں کی آوازیں اس کی راہبری کر رہی تھیں۔ وہ زینے تک پہنچ گیا اور چند لمحوں بعد ہی زینہ چڑھ کر جنگلے تک پہنچ چکا تھا۔

ننوں نے اسے پُراسرار غار میں سے صحیح سلامت نکلتے دیکھا تو ان کے منہ سے حیرت اور خوشی کی چیخیں نکل گئیں۔ لورانزو نے ان سے کہا کہ اس وقت تک بلوائیوں کا طوفان تھم گیا ہوگا اور یہ کہ اب وہ ان سب کو اپنے دوستوں کے پاس بے خوف و خطر لے جا سکتا ہے۔ وہ سب کی سب اس مہیب مقام میں سے نکلنے کے لئے بیتاب تھیں تاہم انہوں نے لورانزو سے درخواست کی کہ پہلے وہ باہر جا کر دیکھ لے کہ خطرہ واقعی ٹل گیا ہے۔ ہیلینا نے اسے زینے تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں کیونکہ اس اندھیری اور زیرِ زمین بھول بھلیوں میں اس کے بھٹک جانے کا خطرہ تھا۔

وہ دونوں جانے ہی والے تھے کہ دفعتاً تیز روشنی مختلف گزرگاہوں میں اندر کی طرف بہہ آئی اور ساتھ ہی بہت سے پیروں کی چاپ سنائی دی جو اس طرف بڑھ رہی تھی۔

اس پر ننیں بے حد خوفزدہ ہو کر اور بے ہوش عورت کو چھوڑ کر لورانزو کے گرد جمع ہو گئیں اور اسے یاد دلانے لگیں کہ اس نے سب کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔

ایک ورجینیا ایسی تھی جو خوفزدہ نہ تھی۔ وہ بیہوش عورت کا سر اپنے زانو پر رکھے بیٹھی تھی اور اس کے منہ پر گلاب کے پانی کے چھینٹے دے رہی تھی اس کے سرد ہاتھوں کو مل کر ان میں گرمی پہنچا رہی تھی اور اس بیچاری عورت کی حالت پر رو رہی تھی۔

پیروں کی چاپ قریب آتی چلی گئی اور ننوں کا خوف بڑھ گیا۔ دفعتاً بہت سی آوازوں نے لورانزو کا نام لے کر پکارا۔ ان آوازوں میں اس نے اپنے چچا ڈیوک کی گونجدار آواز پہچان لی

جو گزرگاہوں میں بڑھتی چلی جا رہی تھی اور اس نے سمجھ لیا کہ یہ اس کے ساتھی ہیں جو اسے تلاش کر رہے تھے۔

چند منٹوں بعد ڈان رامیریز اور دوسرے ہی لمحے ڈیوک نمودار ہوا اور پھر مشعلیں لئے ہوئے سپاہی آ گئے۔ وہ لوگ اسے ہی تہ خانے کی بھول بھلیوں میں تلاش کر رہے تھے تاکہ اسے مطلع کر دیں کہ بلوائی بکھر گئے تھے اور طوفان پوری طرح سے ختم ہو گیا تھا۔ لورانزو نے مختصر لفظوں میں وہ واقعات بیان کئے جو اس کے ساتھ ہوئے تھے اور بتایا کہ اس اجنبی عورت کے علاج کی سخت ضرورت ہے۔ اس نے اپنے چچا ڈیوک سے درخواست کی کہ وہ بے ہوش عورت کو اپنی حفاظت میں لے لے اور ننوں کو بھی۔

"رہا میں۔" اس نے آخر میں کہا۔ "تو میرے لئے ابھی اور کام باقی ہیں۔ آپ ان میں سے آدھے سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے جائیں اور ننوں کو ان کے گھروں اور عزیزوں تک پہنچا دیں۔ بقیہ سپاہی آپ میرے لئے چھوڑ جائیں تاکہ میں اس اندھیرے غار کو پوری طرح سے دیکھ ڈالوں۔ کیا پتہ اس میں دوسرے قیدی بھی ہوں اور اگر ہیں تو جب تک میں انہیں آزاد نہ کرا لوں گا مجھے چین نہ آئے گا۔" ڈیوک نے اس کے اس جذبے کی تعریف کی اور ڈان رامیریز نے کہا کہ اس نیک کام میں وہ لورانزو کے ساتھ رہے گا۔

ننوں نے اپنے آپ کو ڈیوک کی حفاظت میں دے دیا جو نصف سپاہیوں اور ننوں کو اپنے ساتھ لے کر اس زیرِ زمین گورستان سے نکلنے لگے۔ تبھی ورجینیا نے درخواست کی کہ اس گمنام عورت کو اس کی خبر گیری میں دے دیا جائے۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ جی جان سے اس کی تیمارداری کرے گی اور جب ہوش آئے گا اور بولنے کے قابل ہوگی تو وہ یعنی ورجینیا لورانزو کو اطلاع دے گی۔

بات یہ تھی کہ ورجینیا کی اس درخواست میں خود اس کی ایک غرض پوشیدہ تھی۔ بیشک اس دکھیاری کی حالت پر اسے رحم آ گیا تھا اور وہ خلوص دل سے اس کی تیمارداری کرنا چاہتی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ لورانزو سے بھی میل ملاقات قائم رکھنا اور اس کی نظروں میں اپنے آپ کو قدرے بلند کرنا چاہتی تھی۔ اسے امید تھی کہ اس کی یہ درخواست اور دکھیاری عورت کی تیمارداری لورانزو کو اس کی طرف متوجہ کر دے گی۔ لیکن وہ نہ جانتی تھی کہ اس کی رحم دلی اور اس نے بیہوش عورت کی طرف جو توجہ دی ہے اس کی وجہ سے وہ لورانزو کے دل میں ایک خاص اور بلند مقام حاصل کر چکی تھی۔ لورانزو اسے عجیب انبساط اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اگر انطونیہ کی یاد نے اس کے دل پر مہر نہ لگا دی ہوتی تو یہ بہادر نوجوان اسی وقت ورجینیا کا بن چکا ہوتا۔

ڈیوک نے ممنوں کو بحفاظت ان کے دوستوں اور عزیزوں کے پاس پہنچا دیا۔ گمنام عورت اب بھی بے ہوش تھی اور اگر وہ وقتاً فوقتاً کمزور آواز میں کراہ نہ رہی ہوتی تو اسے مردہ ہی یقین کر لیا جاتا۔

لورانزو اور ڈان رامیریز تہ خانے میں ہی تھے۔ طے کیا گیا کہ وقت بچانے کے لئے سپاہیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک گروہ رامیریز کے ساتھ غار میں اتر کر وہاں قیدیوں کو تلاش کرے اور لورانزو دوسرے گروہ کے ساتھ اس گورستان کو آخری کنارے تک چھان مارے۔

یہ انتظام ہو گیا اور ڈان رامیریز کے ساتھیوں کو مشعلیں دے دی گئیں تو وہ لوگ غار میں اتر گئے۔ وہ ابھی چند سیڑھیاں ہی اترے تھے کہ انھوں نے گورستان کے بطن میں سے لوگوں کو آتے سنا۔ اس پر ڈان رامیریز اپنے ساتھیوں کے ساتھ غار میں سے نکل آیا۔[1]

"آپ نے سنی پیروں کی چاپ؟" لورانزو نے پوچھا۔ "آواز اس طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ آؤ اسی طرف چلتے ہیں۔"

عین اس وقت ایک فلک شگاف چیخ محرابوں میں گونج گئی۔

"بچاؤ — بچاؤ — خدا کے لئے —" آواز چیخ رہی تھی۔

آواز جانی پہچانی اور ایسی مترنم تھی کہ لورانزو کانپ گیا۔

وہ اسی طرف بھاگا جس طرف سے چیخ کی آواز آئی تھی۔

ڈان رامیریز بھی تقریباً اتنی ہی تیزی سے لورانزو کے پیچھے آ رہا تھا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

[1] قارئین شاید الجھ گئے ہوں گے چنانچہ یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ تقریباً ہر گرجا اور ہر خانقاہ کے نیچے تہ خانے ہوتے ہیں جن کی چھت محراب در محراب ہوتی ہے یعنی ایک کے بعد دوسری محراب تہ خانے کے سرے سے اس سرے تک چلی جاتی ہے چنانچہ یہ تہ خانے ستونوں اور محرابوں کا ایک جنگل سے ہوتے ہیں اور دیوار ستونوں پر ٹکی ہوئی محراب جسے گنبد کہنا زیادہ مناسب ہوگا، سب دیوار کا ایک کمرہ بنتی ہے ان کمروں میں بڑے بڑے طاق ہوتے ہیں جن پر پتھر کی سلیں رکھ کر بنچ سے بنا دیئے جاتے ہیں۔ بس انہی بنچوں پر مردے دفن کے تابوت رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ہر خاندان کا طاق اور کمرہ الگ ہوتا ہے جس طرح کہ ہمارے یہاں خاندانی قبرستان یا احاطے ہوتے ہیں چنانچہ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ تہ خانے قبرستان ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ تہ خانہ بھی جس کی تفصیلات قارئین ملاحظہ فرما رہے ہیں، ایک زیر زمین قبرستان تھا۔ (مترجم)

گیارہواں باب

اس عرصے میں امبر وسیو ان خوفناک واقعات اور ان لرزہ خیز مناظر سے بے خبر رہا جو اس کے اتنے قریب ہو رہے تھے۔ اس کے تمام تر خیالات انطونیہ پر مرکوز تھے جس سے اب وہ اپنی آرزو پوری کرنے والا تھا۔ اب تک اس سلسلے میں اس کے سارے کام اطمینان بخش طور پر انجام پا گئے تھے۔ انطونیہ نے خواب آور دوا پی لی تھی۔ اس پر عارضی موت طاری ہو گئی تھی۔ اسے سینٹ کلارے کے زیر زمین گورستان میں دفن کر دیا گیا تھا اور اب وہ پوری طرح اس کے قبضے میں تھی۔

مٹلڈا اس دوا کی خصوصیت سے پوری طرح واقف تھی چنانچہ اس نے امبر وسیو کو یقین دلایا تھا کہ اس کا اثر رات کے ایک بجے زائل ہوگا۔ چنانچہ امبر وسیو اس وقت کا بے تابی سے انتظار کر رہا تھا۔ ادھر سینٹ کلارے کے جشن نے بھی اپنے گناہ کی تکمیل کا بے حد مناسب موقع بہم پہنچا دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ راہب اور ننیں جلوس میں شریک رہیں گی اور وہ خود بے خوف ہو کر اپنی ہوس پوری کرے گا اور کوئی مخل ہونے نہ آئے گا۔ اسی غرض سے اس نے جلوس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔

اسے یہ بھی یقین تھا کہ انطونیہ اپنے آپ کو بے بس و مجبور پا کر اور اپنے آپ کو امبر وسیو کے اختیار میں دیکھ کر اپنا جسم اس کے حوالے کر دے گی لیکن اگر وہ راضی نہ ہوئی، امبر وسیو نے سوچا، تو پھر وہ زبردستی کرے گا اور بہر حال اس سے لطف اندوز ہوگا۔ پکڑے جانے کا چونکہ کوئی خوف نہ تھا اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ انطونیہ راضی ہو یا نہ ہو وہ بہر حال اس سے اپنی آرزو پوری کرے گا۔ راہب آدھی رات کے وقت خانقاہ سے جلوس میں شریک ہونے کے لئے رخصت ہوئے۔ مٹلڈا سرود خواں لڑکوں میں تھی چنانچہ وہ بھی راہبوں کے ساتھ چلی گئی۔

اب امبر وسیو مغربی دروازے کی طرف چلا۔ اس کا دل امید اور خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ باغ عبور کر کے اس کے سرے پر پہنچا، دروازہ کھول کر قبرستان میں آیا اور چند منٹوں بعد ہی وہ تہ خانے کے سامنے تھا۔ وہ کشمکش و پیچ کے عالم میں وہاں کھڑا تھا کہ قبرستان کے کسی درخت پر بیٹھا ہوا الو اپنی منحوس آواز میں یکبارگی چیخ کر خاموش ہو گیا۔ ہوا کے جھونکے باغ کے درختوں کے پتوں کو کھڑکھڑا رہے تھے اور خانقاہ کی کھڑکیوں کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ دور سے جلوس میں حمد خوانی کرتے ہوئے نوعمر لڑکوں کی آواز آ رہی تھی۔ امبر وسیو کو یاد آیا کہ مٹلڈا سرود خواں لڑکے کے روپ میں انہی

لڑکوں کے ساتھ تھی۔

ہاتھ میں چراغ لے کر امبر دسیو تہ خانے میں اترا اور اس پُرپیچ گزرگاہ میں چل پڑا، جس کے ایک ایک موڑ سے ملاّح نے اسے واقف کر دیا تھا اور وہ اس مقبرہ میں تھا جس میں اس کی محبوبہ سو رہی تھی۔

مقبرہ کا دروازہ مقفل نہ تھا۔ امبر دسیو نے اسے دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ امبر دسیو نیچے اترا اور اس گورغریباں میں تھا جہاں وہ حسن خوابیدہ موجود تھا۔ قبر پر کا جنگلہ باہر سے بند تھا۔ اس نے کھول کر جنگلا اوپر اٹھایا۔ اس کے سرے پر چراغ رکھا اور قبر پر جھک گیا۔ تین سڑی ہوئی اور نصف کے قریب گلی ہوئی لاشوں کے قریب انطونیہ لیٹی ہوئی تھی۔

اس کے رخساروں پر پھیلی ہوئی سرخی اس کے ہوش میں آنے کی منادی کر رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم تھا جیسے وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی موت کا منہ چڑھا رہی ہو۔

امبر دسیو نے اپنے اردگرد انسانی ہڈیاں، سڑتی اور مٹی بنتی ہوئی لاشیں دیکھیں تو وہ لوبر کو یاد کر کے کانپ گیا۔ اس بے گناہ عورت کو اس نے اپنے ہاتھوں سے اس درجہ تک پہنچا دیا تھا، لیکن یہ خوف بھی اسے انطونیہ کی آبروریزی کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔ اس نے یہ شیطانی ارادہ بہرحال ترک نہ کیا۔

"تیری خاطر اے میری حسینہ!" اس نے انطونیہ پر نظریں گاڑ کر کہا۔ "تیری خاطر میں نے یہ خون کیا ہے اور خود اپنے آپ کو خدا کے غضب کے سپرد ہمیشہ کے لئے کر دیا ہے اور اب تو میرے قبضے میں ہے۔ اپنے جرم کا یہ حسین پھل آخرکار مجھے مل گیا ہے۔ صبح ہونے سے پہلے میں تجھ سے اپنی پیاس بجھاؤں گا اور پھر تو میری ہوگی اور میری رہے گی۔"

اس نے انطونیہ کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر قبر میں سے اور لاشوں کے درمیان سے نکال لیا اور اسے لے کر وہیں پتھر کے بنے ہوئے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور بے قراری سے ان علامتوں کو دیکھنے لگا جو اس کے ہوش میں آنے کی نقیب تھیں۔

وہ اتنا بیتاب تھا کہ اس کا جی چاہتا تھا کہ انطونیہ کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی اس سے اپنی آرزو پوری کرے، لیکن وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو روک رہا تھا۔ اوّل تو اس نے انطونیہ کو حاصل کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کیا تھا اور پھر بہت دنوں سے وہ عورت کے پاس نہ گیا تھا (کیونکہ جب سے وہ انطونیہ کی طرف مائل ہوا تھا تب سے ملاّحہ نے اسے اپنی گرم آغوش سے ہمیشہ کے لئے الگ اور اس کے لئے اپنی ٹانگیں ہمیشہ کے لئے بند کر دی تھیں) چنانچہ امبر دسیو

کی جنسی جنون انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آخرکار اس نے انطونیہ کے سینے میں، جو خود امبر دسیو کے سینے سے لگا ہوا تھا، حیات کی گرمی محسوس کی۔ ایک بار پھر انطونیہ کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کا دوران خون پھر جاری ہو گیا اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔

امبر دسیو غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ منتظر تھا۔ بیتابی سے منتظر تھا، اس کا جسم تپ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ انطونیہ کو ہوش آ گیا ہے امبر دسیو نے دیوانوں کی طرح اسے اپنے سینے سے بھینچ کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اس کی اس فوری حرکت نے وہ دھند بکھیر دی جو ابھی انطونیہ کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ چونکی، وہ اٹھی اور دہشت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اپنے چاروں طرف عجیب منظر دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔

"میں کہاں ہوں؟" اس نے پوچھا۔ "میں یہاں کیسے آ گئی؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرا خیال تھا کہ میں نے اسے دیکھا تھا۔ خواب تھا وہ؟ میرے خدا! کس قدر بھیانک خواب تھا وہ۔ لیکن میں کہاں ہوں؟ مجھے جانے دو میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔"

اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن راہب نے اسے اٹھنے نہ دیا۔

"میری پیاری انطونیہ! گھبراؤ نہیں۔" وہ بولا۔ "یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اور پھر میں جو موجود ہوں۔ مجھے جانتی ہو؟ میں امبر دسیو ہوں۔ تمہارا دوست؟"

امبر دسیو میرا دوست؟ ہاں ہاں — یاد آیا — لیکن میں یہاں کیوں ہوں؟ کون لایا ہے مجھے یہاں؟ فلورا نے مجھے ہوشیار رہنے کو کہا تھا۔ یہاں تو کچھ نہیں ہے سوائے قبروں کے اور انسانی پنجروں اور سڑتی ہوئی لاشوں کے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے میرے اچھے امبر دسیو! مجھے یہاں سے لے جاؤ کیونکہ یہ عجیب جگہ تو مجھے میرے خوفناک خواب کی یاد دلا رہی ہے — مجھے تو کچھ یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں مر گئی ہوں اور مجھے قبر میں سلا دیا گیا ہے — اچھے امبر دسیو! مجھے یہاں سے لے جاؤ۔ تم میرے دوست ہو — مجھے لے جاؤ گے نا یہاں سے؟ — میری طرف یوں نہ دیکھو — تمہاری جلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے ڈر لگتا ہے — مجھ پر رحم کرو — مقدس باپ — مجھ پر رحم کرو۔"

"انطونیہ! یہ خوف کیوں؟" امبر دسیو نے کہا اور اسے ایک دم سے اپنی آغوش میں لے کر یوں دیوانہ وار اس کی چھاتیاں چومنے لگا کہ انطونیہ باوجود کوشش کے اس ہوسناک چوما چاٹی سے اپنے آپ کو بچا نہ سکی۔

"مجھ سے ڈرتی ہو حالانکہ میں تم پر جان دیتا ہوں؟ تم کہاں ہو اور کہاں نہیں اس کی کیا

قبر؟ یہ گورستان تو مجھے محبت کا کاشانہ معلوم ہوتا ہے۔ پرسکون اور بے خطر۔ میری انطونیہ بھی اس جگہ کو ایسی ہی سمجھے گی کچھ دیر بعد، میری پیاری! یہاں ہم ایک دوسرے کو پیار کریں گے۔ ایک دوسرے کو تسکین پہنچائیں گے اور میں تمہاری رگوں میں وہ خوش گوار آگ داخل کر دوں گا جو اس وقت میری رگوں میں دوڑ رہی ہے اور میرے لطف میں تم برابر کی شریک ہوگی تو میرا لطف دوبالا ہو جائے گا۔"

یوں کہہ کر اس نے انطونیہ کو پھر بھینچ لیا اور پھر وہ نہایت فحش حرکتیں کرنے لگا۔ انطونیہ ان باتوں سے واقف نہ تھی اس کے باوجود وہ سمجھ گئی کہ راہب کیا کر رہا تھا اور کیا کرنا چاہتا تھا چنانچہ وہ زور کر کے اس سے الگ ہوئی اور کفن اپنے جسم کے گرد ٹھیک سے لپیٹ لیا کیونکہ صرف کفن ہی اس کا لباس تھا۔

"چھوڑ دو مجھے مقدس باپ"۔ وہ چلائی "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ یہ ۔۔۔ یہ تو بے حد مہیب مقام ہے جو میرا خون منجمد کر رہا ہے۔ خدا کے لئے مجھے اپنے گھر جانے دو، وہاں سے میں خدا جانے کس طرح یہاں آگئی ۔۔۔ میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے ہول آتا ہے۔"

انطونیہ کے تحکمانہ لہجے نے حالانکہ امبروسیو کو چونکا دیا تھا لیکن اس لہجے سے اس کے دل میں کوئی دوسرا جذبہ پیدا نہ ہوا سوائے حیرت کے، لیکن جلد ہی اس نے اس پر بھی قابو حاصل کر لیا اور اسے گھسیٹ کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور کہا۔

"انطونیہ! چیخنا چلانا اور جدوجہد کرنا بیکار ہے اور یہ بھی سن لو کہ اب میں صبر نہیں کر سکتا۔ بہت صبر کیا اب اپنے جذبات کو دبانا اور روکنا میرے لئے ممکن نہیں رہا۔ سنو پیاری! دنیا والوں نے تمہیں مردہ یقین کر لیا۔ کوئی تمہاری مدد کو نہیں آ سکتا اور نہ آئے گا۔ چنانچہ تم پوری طرح سے میرے قبضے میں ہو اور میں آگ میں سلگ رہا ہوں جسے اگر میں نے تمہارے خوبصورت جسم سے نہ بجھائی تو مر جاؤں گا۔ چنانچہ میری پیاری! میری مسرتیں تم سے وابستہ ہیں۔ انطونیہ! میری جان! آؤ۔ میں تمہیں ان ملکوتی مسرتوں سے متعارف کرا دوں جن سے تم اب تک ناواقف رہی ہو اور تمہیں وہ لطف دوں جو خود میں تم سے حاصل کروں گا۔ ایسی لذت کو، ایسی دیوانہ بنا دینے والی لذت کو کیوں ٹھکرا رہی ہو؟ کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا۔ جو کچھ ہم کریں گے اس سے دنیا بے خبر رہے گی۔ محبت اور وقت تمہیں لطف اندوز ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس وقت سے فائدہ اٹھاؤ میری جان! اپنی بانہیں یوں میری گردن میں ڈال دو۔ مجھے بھینچ لو ۔۔۔ اس طرح ۔۔۔ اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دو ۔۔۔ یوں ۔۔۔ میں تمہارے ان خوبصورت، نرم اور سفید اعضا کو چھوڑ دوں۔ انطونیہ؟

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان سفید، ابھری ہوئی مدور، جوانی کی شراب سے بھری ہوئی چھاتیوں کو اپنی مٹھیوں میں نہ لوں؟ تمہاری رانوں کے درمیان کے خزانے کو بھول جاؤں ۔۔۔؟ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں یہ سب دوسروں کے لئے چھوڑ دوں؟ ان سے دست بردار ہو جاؤں؟ تم میری ہو، تمہاری چھاتیاں میری ہیں اور یہ خزانہ بلا شرکت غیر میرا ہے اور یہ میں اس بات سے، اس بات سے اور اس بوسے سے ثابت کر رہا ہوں۔"

لمحہ بہ لمحہ امبروسیو کا جوش اور انطونیہ کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ راہب کی آغوش سے الگ ہونے کی کوشش کر رہی تھی؟ تڑپ رہی تھی، ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ لیکن اس کی یہ کوشش محض بے کار ثابت ہو رہی تھی۔ امبروسیو کی دست درازیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اب انطونیہ مدد کے لئے چیخنے لگی۔ انطونیہ کا خوف اس کی چیخیں امبروسیو کے جوش کو کم کرنے کے بجائے اسے بڑھا رہی تھیں اور اسے زیادہ گرمی اور قوت بخش رہی تھیں۔

انطونیہ اس کی آغوش میں سے پھسل کر گھٹنوں کے بل جھک گئی اور امبروسیو کے سامنے رونے اور ہاتھ جوڑنے لگی۔ انطونیہ کی یہ حالت یعنی جس طرح وہ بیٹھی تھی، امبروسیو کے لئے آسانیاں مہیا کر سکتی تھیں۔ چنانچہ وہ ایک دم سے اس پر جا پڑا اسے دبوچ لیا اور اس کی چیخوں کو اپنے مسلسل بوسوں سے روک دیا۔ انطونیہ خوف اور بے بسی سے نیم جان تھی اور امبروسیو ایک کے بعد دوسری آزادی لے رہا ہے اور اپنے وحشیانہ جوش میں انطونیہ کے نازک حصوں کو زخمی کر رہا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح اس کی چھاتیاں نوچ رہا اور اسے کاٹ رہا تھا۔ انطونیہ کی چیخوں، رحم کی درخواست اور خوف کی پروا کئے بغیر آخر کار امبروسیو نے اسے اپنے نیچے لے لیا اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑا جب تک کہ وہ اپنے گناہ اور انطونیہ کی آبروریزی کی تکمیل نہ کر چکا۔

امبروسیو انطونیہ سے اپنی آرزو پوری کر چکا، اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لاوا سرد پڑ گیا، اس کی شہوت کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی تو اسے اپنے اس کام سے اور جس طرح اس نے اس کی تکمیل کی تھی اس سے اسے گھن آنے لگی۔ انطونیہ کو حاصل کرنے کی پچھلی بے قراری پر نفرت غالب آ گئی۔

وہ ایک دم سے، جیسے گھبرا کر انطونیہ پر سے اٹھ آیا۔

یہ لڑکی، جو پچھلے ایک عرصے سے اس کی آرزوؤں کا مرکز رہی تھی اور جسے دیکھ کر وہ بیتاب ہو جاتا تھا۔ اب اس کے دل میں کوئی جذبہ پیدا نہ کر رہی تھی سوائے غصے اور کراہت کے۔ اس نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اگر اس کی نظریں غیر شعوری طور پر انطونیہ کی برہنگی کی طرف اٹھ جاتیں تو ان میں پیار کے بجائے نفرت ہوتی۔ بدقسمت لڑکی اپنی آبروریزی کے صدمے

اور امبروسیو کی وحشیانہ زیادتیوں کی وجہ سے نڈھال ہو گئی تھی۔ وہ جس حالت میں تھی اسی طرح سے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہہ رہے تھے اور خاموش ہچکیوں سے اس کا سینہ لرز رہا تھا۔ چند ثانیوں تک وہ اسی طرح پڑی رہی۔ آخر کار وہ بدقت تمام اٹھی اور لڑکھڑاتے قدموں سے تہ خانے کے دروازے کی طرف چلی۔ اس کے پیروں کی چاپ سن کر راہب اپنے خیالات سے چونکا اور دیکھا کہ انطونیہ جا رہی تھی۔ وہ ایک دم سے قبر کے قریب سے جس سے وہ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا اٹھا اور انطونیہ کے پیچھے لپکا۔ اس نے اس کا بازو پکڑ لیا اور پیچھے گھسیٹنے لگا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس نے کرخت آواز میں کہا۔ "واپس آؤ۔"

انطونیہ اس کے لہجے میں کرختگی محسوس کر کے اور اس کے بشرے پر غصہ دیکھ کر کانپ گئی۔

"اب اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے مردہ آواز میں پوچھا۔ "مجھے پوری طرح سے برباد کرنے کے بعد بھی تمہاری سیری نہیں ہوئی؟ اپنا منہ کالا کر چکے؟ میری عصمت لے چکے اور اب کیا چاہتے ہو؟ مجھے جانے دو تا کہ میں اپنے گھر جا کر اپنی بربادی پر عمر بھر آنسو بہاتی رہوں۔ میرے لئے اب دنیا میں رہ ہی کیا گیا ہے؟"

"جانے دوں؟ تمہیں گھر جانے دوں؟" راہب نے تلخی سے اس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ "گھر جانے دوں تا کہ تم دنیا کے سامنے میرے کرتوت بیان کر دو؟ مجھے دھوکے باز، گنہگار، ہوس پرست اور عصمت کا لٹیرا وغیرہ کہہ کر میرے پرستاروں کو میرے خلاف کر دو؟ ہوں! تم نے مجھے انتہائی بیوقوف سمجھ رکھا ہے؟ نہیں تم یہاں سے باہر قدم نہ رکھو گی کہ میڈرڈ والوں کو بتا سکو کہ میں بدمعاش ہوں۔ بیوقوف لڑکی! تجھے یہیں، میرے ساتھ رہنا ہے۔ یہاں ان قبروں کے درمیان اور موت کی ان تصویروں کے ساتھ ان گھناؤنی، سڑتی، گلتی اور مٹی میں ملتی ہوئی لاشوں کے درمیان رہے گی تو۔ مجھ کو مصیبت کی ان پستیوں میں گرانے والی جس کے خیال سے ہی میں لرز جاتا ہوں؟ منحوس چڑیل! یہ سب کچھ تیرے قاتل حسن کا کیا دھرا ہے۔ تو نے مجھے دھوکے باز، ہوس پرست اور عصمت کا لٹیرا بنایا ہے۔ دیکھ! اس وقت تیری یہ نظر مجھے خدا سے دور نہیں دھکیل رہی؟ تیرے حسن اور تیری اس مسحور کن نظر نے مجھے خدا کی رحمتوں اور بخشش سے محروم کر دیا ہے ہائے! قیامت کے دن جب وہ انصاف کر رہا ہوگا اور میں اس کے سامنے ہوں گا تو تیری یہ نظر مجھے جہنم میں دھکیلنے کے لئے کافی ہوگی۔ تو خدا سے کہے گی کہ جب تک میں نے تجھے نہ دیکھا تھا تو خوش و محفوظ تھی، تو اس وقت معصوم تھی جب تک کہ میں نے تجھے آلودہ نہیں کیا—اور پھر تیری ماں کا بھوت آئے گا اور میں دوزخ میں پھینک دیا جاؤں گا اور ابدی عذاب میں مبتلا رہوں گا—اور یہ ابدی عذاب مجھے تیری

وجہ سے ملے گا۔ تو نے مجھے جنت سے دور اور دوزخ کے قریب کر دیا ہے۔"

یہ الفاظ اس نے خوفناک آواز میں گرجتے ہوئے اور انطونیہ کا بازو پکڑ کر اتنے زور سے جھٹکے کے ساتھ کھینچا کہ مقبرے کی مردہ مٹی ایک بادل کی صورت میں اوپر اٹھی اور گھٹی ہوئی فضا میں بکھر گئی۔

انطونیہ خوف کے عالم میں گھٹنوں پر بیٹھ گئی، اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اوپر اٹھائے۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے حلق میں پھندے سے پڑ گئے۔

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔" اس نے بڑی کوششوں کے بعد کہا۔

"خاموش۔" راہب گرجا اور دھکا دے کر انطونیہ کو زمین پر گرا دیا۔ اب وہ مقبرے میں بپھرے ہوئے وحشی درندے کی طرح ٹہل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ انطونیہ بیچاری اس خوفناک مقام سے نکلنے کی امید چھوڑ چکی تھی۔ البتہ یہ بھی سے احساس تھا کہ اب امبروسیو اس کے جسم سے لطف اندوز نہ ہوگا اور اس کا یہ خیال غلط بھی نہ تھا۔ ان جذبات کا جنہوں نے اسے اس گناہ پر اکسایا تھا اب کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اب اگر کوئی اسے دنیا کی ساری دولت دے کر بھی کہتا کہ وہ دوبارہ انطونیہ سے لطف اندوز ہو تو وہ انکار کر دیتا۔ اس نے انطونیہ کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اسے اب وہ بھولنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن کامیاب نہ ہوتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی آرزو پوری کر لینے کے بعد خوش اور مطمئن ہونے کے بجائے رنجیدہ اور خفا کیوں ہے۔ اس کا غصہ کم ہوا تو اسے انطونیہ پر ترس آنے لگا۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا اور اس نے چاہا کہ انطونیہ کو تسلی دے، لیکن اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ اسے مناسب الفاظ ہی نہ مل رہے تھے، اس امبروسیو کو الفاظ نہ مل رہے تھے جس کی خوش بیانی کی پورے میڈرڈ میں دھوم تھی۔ چنانچہ وہ خاموش کھڑا ایک قسم کی غمناک دہشت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ کیا کرے وہ اس لڑکی کے لئے؟ وہ سکون سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی تھی، اس کی عزت لوٹ لی گئی تھی۔ وہ دنیا کے لئے مر چکی تھی اور امبروسیو اسے دنیا میں واپس بھیج نہ سکتا تھا— کیا وہ انطونیہ کو دوبارہ دنیا میں بھیج کر خود اپنی تباہی کو دعوت دے دے؟ کیا اگر اس نے انطونیہ کو آزاد کر دیا تو وہ اس معاملے میں خاموش رہے گی! بفرض محال اگر ایسا ہوا تو خود انطونیہ کی کیا حالت ہوگی؟ کیا لوگ اسے قبول کریں گے؟ کیا وہ خود، جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد خوش رہ سکے گی؟ نہیں نہیں— وہ یقیناً امبروسیو کے سارے گناہ آشکارا کر دے گی۔ تو پھر وہ کیا کرے؟ اور اس نے وہ فیصلہ کیا جو انطونیہ کے حق میں تو بے حد خوفناک لیکن خود امبروسیو کے حق میں مفید تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انطونیہ کو اسی مقبرے میں قید رکھے گا اور طے کیا کہ وہ ہر رات اس کے پاس آئے گا، اسے تسلی دے گا اور اس کے ساتھ مل کر آنسو بہائے گا۔

امبروسیو کو احساس ہوا اور شدت سے ہوا کہ اس کا یہ فیصلہ سراسر غیر منصفانہ اور ظالمانہ تھا لیکن خود اپنے گناہ کو اور انطونیہ کی بے آبروئی کو چھپانے کا یہی ایک طریقہ تھا۔

وہ اس کی طرف بڑھا تو امبروسیو کے بشرے سے الجھن عیاں تھی۔ اس نے انطونیہ کو فرش پر سے اٹھایا۔ اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو بیچاری لڑکی کا ہاتھ کانپنے لگا اور امبروسیو نے اسے یوں گھبرا کر چھوڑ دیا جیسے اس نے زندہ سانپ پکڑ لیا ہو۔ وہ بہ یک وقت اس سے کراہت اور محبت محسوس کر رہا تھا، لیکن اس محبت میں شہوت اور ہوس کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس کا دل ایک عجیب جذبے اس لڑکی کی طرف کھنچ رہا تھا اس لڑکی میں کوئی خاص بات تھی جو امبروسیو کے رگ و ریشہ میں ایک سمجھ میں نہ آنے والے خوف کی لہریں دوڑا رہی تھی۔

امبروسیو اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکا تھا چنانچہ اس نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے اور بے حد نرم آواز میں خلوص دل سے اپنے کئے پر شرمندہ ہونے کا اقرار کیا، اپنے گناہ سے توبہ کی اور انطونیہ کو یقین دلایا کہ اس کا رونا اس سے دیکھا نہیں جاتا۔ خدا جانے اسے کیوں روتے دیکھ کر اس کا دل تڑپ جاتا ہے اور یہ کہ وہ اس کے ایک ایک آنسو کے عوض اپنے بدن سے ایک ایک قطرہ خون دینے کے لئے تیار ہے اور اگر ضرورت ہوئی تو وہ بڑی خوشی سے ایسا کر دکھائے گا۔

انطونیہ غمناک خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی لیکن جب امبروسیو نے کہا کہ اب اسے اسی تہ خانے میں رہنا ہے تو وہ چونکی — یہ تو وہ سزا تھی جس پر موت کو ترجیح دی جا سکتی تھی۔ امبروسیو اسے سمجھانے لگا کہ اس کا عمر بھر اس تہ خانے میں رہنا کیوں ضروری ہے، لیکن اب وہ اس کی باتیں نہ سن رہی تھی — اس اندھیرے تہ خانے میں مرتی اور گلتی ہوئی لاشوں کے درمیان، اپنی عصمت لوٹنے والے کے رحم و کرم پر رہنے کا اور پھر کبھی دن کی روشنی نہ دیکھنے کا خیال اتنا خوفناک تھا کہ انطونیہ برداشت نہ کر سکی۔

ایک بار پھر وہ امبروسیو کے قدموں میں جھکی گڑگڑا رہی تھی، وہ وعدہ کر رہی تھی کہ امبروسیو نے اسے جو دکھ پہنچایا ہے اور اس کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا ذکر کبھی بھولے سے بھی کسی کے سامنے نہ کرے گی۔ اس نے کہا کہ وہ اپنی بے آبروئی کا بوجھ خود ہی برداشت کرے گی۔ کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کرے گی جس سے لوگ امبروسیو کی طرف سے مشکوک ہو جائیں بلکہ لوگوں کے شکوک سے اسے بچانے کے لئے وہ فوراً مدرید سے چلی جائے گی اور اسپین کے کسی دور دراز علاقے میں اپنی بقیہ زندگی گمنامی کی حالت میں گزار دے گی۔

انطونیہ نے یہ باتیں کچھ ایسی بے بسی سے اور ایسے الفاظ میں کہیں کہ امبروسیو کا دل

پگھل گیا۔

امبروسیو سوچنے لگا کہ چونکہ اب انطونیہ اس کے دل میں طوفان نہ اٹھا رہی تھی اور اب وہ اسے دوبارہ حاصل کرنا بھی نہ چاہتا تھا اس لئے اسے یہاں قید رکھنا فضول تھا۔ اس سے آرزو پوری کرنے سے پہلے اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ انطونیہ کو قید رکھے گا اور اس کے حسن کے مزے لوٹتا رہے گا لیکن اب تو اسے اپنے فعل سے جو وہ کر چکا تھا گھن آ رہی تھی۔ چنانچہ اب اسے قید رکھنے کا موقع نہ تھا۔ اس لئے اس نے سوچا اگر انطونیہ اپنے وعدوں پر قائم رہی تو اس کی یعنی امبروسیو کی عزت اور اس کے زہد و تقویٰ کی شہرت اور لوگوں کے دلوں میں اس کا احترام جوں کا توں قائم رہے گا، لیکن دوسری طرف اگر انطونیہ اپنا وعدہ نبھا نہ سکی اور کسی چالاک مرد یا عورت نے باتوں باتوں میں اس سے یہ راز اگلوا لیا تو — ؟ جو کچھ ہوگا اس کے تصور سے ہی امبروسیو کانپ گیا۔

وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا اور اسی مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ تہ خانے کے تنہائی سرے پر سے پیروں کی چاپ سنائی دی جو اسی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک دم سے مقبرے کا دروازہ کھلا اور مطلاہ اندر آ گئی۔ وہ بے حد خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی تھی۔ اس اجنبی عورت کو دیکھ کر انطونیہ کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی کیونکہ اس کے مایوس ذہن میں امید کی کرن رینگ آئی تھی کہ اب وہ بچ جائے گی لیکن جلد ہی اس کی یہ امید بھی ختم ہو گئی۔ مطلاہ نے جو روز اریو کے بھیس میں تھی ایک عورت کو راہب کے ساتھ دیکھ کر ذرا بھی حیرت کا اظہار نہ کیا۔

"امبروسیو! غضب ہو گیا۔" اس نے راہب سے یوں کہا جیسے انطونیہ وہاں موجود ہی نہیں۔ "سینٹ کلارے کی خانقاہ جل رہی ہے۔ صدر راہبہ لوگوں کے غیظ و غضب کا شکار ہو چکی ہے اور خود تمہاری خانقاہ کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ راہب پریشان ہیں اور تمہیں ہر جگہ تلاش کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تم ہی تمام لوگوں کو روک سکتے ہو اور ان کا غصہ ٹھنڈا کر سکتے ہو۔ کوئی نہیں جانتا کہ تم کہاں ہو چنانچہ تمہاری گمشدگی نے راہبوں کو حیرت و پریشانی میں ڈال رکھا ہے۔"

"ان کی حیرت و پریشانی میں دور کر دوں گا۔" امبروسیو نے جواب دیا "میں اسی وقت اپنے حجرے میں جاتا ہوں۔ میری غیر موجودگی کے متعلق معمولی سا بہانہ راہبوں کو مطمئن کر دے گا۔"

"ناممکن۔" مطلاہ نے کہا۔

"کیوں۔"

اس لئے کہ قبرستان مسلح سپاہیوں سے بھرا ہوا ہے۔ لورازو دی مدینہ کلیسائی عدالت عالیہ کے افسروں کے ساتھ تہ خانے میں اتر آیا ہے اور ایک ایک مقبرے کی نہ صرف تلاشی لے

رہا ہے بلکہ اس نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ چنانچہ یہاں سے نکلنے کی کوشش میں تم پکڑے جاؤ گے۔ اتنی رات گئے تم یہاں کیوں آئے اس کی تحقیق کی جائے گی۔ انطونیہ کو تلاش کرلیا جائے گا اور پھر تمہارے ساتھ جو کچھ ہوگا وہ خود تم سمجھ سکتے ہو۔

"لورانزو دی مدینہ؟ عدالت عالیہ کے افسر؟ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ مجھے تلاش کر رہے ہیں؟ مٹلاہ! مٹلاہ! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ جلدی بتاؤ۔"

"فی الحال تو ان لوگوں کو تمہارا خیال نہیں آیا ہے، لیکن میں سمجھتی ہوں کہ وہ جلدی یہاں آجائیں گے۔ تمہارے بچ جانے کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اس مقبرے کو تلاش نہ کر پائیں۔ چنانچہ مناسب یہی ہے کہ ہم اس وقت تک یہیں چھپے رہیں جب تک کہ وہ لوگ تلاش پوری کرکے واپس نہیں لوٹ جاتے۔"

"لیکن اگر وہ لوگ قریب آگئے اور انھوں نے انطونیہ کی چیخیں سن لیں؟"

"یہ خطرہ تو میں اسی وقت دور کیے دیتی ہوں۔" مٹلاہ نے کہا۔

اس کے ساتھ ہی وہ اپنے لباس میں سے خنجر گھسیٹ کر انطونیہ کی طرف لپکی۔

"رک جاؤ۔" امبروسیو نے کہا اور مٹلاہ کا بازو پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ سے خنجر چھڑا لیا جسے وہ بلند کر چکی تھی۔ "کیا کر رہی ہو بے رحم عورت؟ یہ غریب لڑکی تمہارے تباہ کار مشوروں کی وجہ سے بہت کچھ برداشت کر چکی ہے۔ کاش کہ میں نے تمہاری بات نہ مانی ہوتی۔"

مٹلاہ نے غضب ناک نظروں سے راہب کی طرف دیکھا۔ "واہ! اب مجھے ڈرانا چاہ رہا ہے۔" اس نے بڑی شان اور متکبرانہ لہجے میں کہا۔ "امبروسیو! تم واہیات آدمی ہو۔ اس کی عصمت دری کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ تم نے اسے کہیں کا نہیں رکھا اس کے بعد حیرت ہے کہ تم اس کی جان لینے سے ڈرتے ہو۔ اب اس کی زندگی میں رہ ہی کیا گیا ہے؟ اس کی عزیز ترین چیز تو تم نے لوٹ لی۔ لیکن ٹھیک ہے۔ رہنے دو اسے زندہ تاکہ تمہارے زوال کا باعث بنے۔ میں تمہیں تمہاری بری قسمت کے سپرد کرکے جا رہی ہوں۔ جو بزدل ایسا معمولی جرم کرتے گھبراتا ہو وہ میری حفاظت کا مستحق نہیں۔ سنو امبروسیو — سن رہے ہو نا؟ یہ سپاہی ہیں جو آرہے ہیں۔ چنانچہ تمہاری تباہی اور بربادی اب بہت قریب ہے اور یقینی ہے۔"

عین اس وقت راہب نے آوازیں سنیں جو دور سے آرہی تھیں۔ امبروسیو دروازہ بند کرنے کے لیے دوڑا جو مٹلاہ کھلا چھوڑ آئی تھی اس سے پہلے کہ وہ وہاں تک پہنچتا اس نے دیکھا کہ انطونیہ ایک دم سے اس کے قریب سے نکل گئی اور تیر کی سی تیزی سے اس طرف بھاگی جس طرف

سے آوازیں آرہی تھیں۔

اس نے لورانزو کا نام سن لیا تھا چنانچہ اب وہ جان کی پروا نہ کرتے ہوئے جلد از جلد اس کی حفاظت میں پہنچ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ امبروسیو پہلے تو ہکا بکا رہ گیا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر انطونیہ کے پیچھے بھاگا۔ انطونیہ نے اپنی رفتار دگنی کر دی اور اپنے نڈھال بدن کی ساری قوت ٹانگوں میں سمیٹ لی۔ لیکن لمحہ بہ لمحہ اس کا دشمن اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس کے پیروں کی چاپ سن رہی تھی، پھر اس نے راہب کی گرم سانس اپنی گردن پر محسوس کی اور دوسرے ہی لمحے امبروسیو کا ہاتھ اس کے بال پکڑ چکا تھا۔

راہب اسے بالوں سے پکڑ کر واپس مقبرے کی طرف گھسیٹنے لگا۔ لیکن انطونیہ ایک قریبی ستون سے لپٹ گئی اور اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر پکارنے لگی۔

"بچاؤ — بچاؤ — خدا کے لیے —" وہ برابر چیخ رہی تھی۔

امبروسیو کا دل دھڑکنے لگا۔ اسے یقین ہوگیا کہ سپاہی کوئی دم میں وہاں آیا چاہتے ہیں۔ انطونیہ اب بھی چیخ رہی تھی اور راہب نے اسے خاموش کرنے کا جو ذریعہ استعمال کیا وہ بے حد خوفناک اور غیر انسانی تھا۔

امبروسیو کے ہاتھ میں وہ خنجر تھا جو اس نے مٹلاہ کے ہاتھ سے چھڑایا تھا۔ انطونیہ کی چیخوں نے اسے مارے خوف کے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ اس نے ذرا بھی سوچے سمجھے بغیر خنجر بلند کیا اور

......اور انطونیہ کے سینے میں ایک بار — اور — دوبارہ دستے تک اتار دیا۔

انطونیہ کی چیخ تہ خانے میں گونج گئی اور وہ خود گری۔ راہب اسے پھر مقبرے کی طرف گھسیٹنے لگا۔ لیکن اس حالت میں بھی انطونیہ جدوجہد کر رہی تھی اور اب بھی وہ ستون سے چمٹی ہوئی تھی۔

عین اس وقت شعلوں کی روشنی تہ خانے کی مہیب دیواروں پر پڑی۔ پکڑے جانے کے خوف سے امبروسیو نے انطونیہ کو چھوڑ دیا اور اس مقبرے کی طرف بھاگا جہاں وہ مٹلاہ کو چھوڑ آیا تھا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ ڈان رامیریز نے جو سب سے آگے تھا، ایک عورت کو خون میں لت پت ستون کے قریب پڑے ہوئے اور ایک مرد کو بھاگتے دیکھ لیا۔ وہ چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر بھاگنے والے کے تعاقب میں چلا اور لورانزو بقیہ سپاہیوں کے ساتھ انطونیہ کے قریب ٹھہر گیا۔

سپاہیوں نے اسے اٹھا کر اپنے بازوؤں پر سنبھال لیا۔ تکلیف کی شدت سے وہ بے ہوش ہوگئی تھی لیکن چند ثانیوں بعد ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور جب اس نے سر اٹھایا تو اس کے چہرے پر پڑے ہوئے بال جنہوں نے اب تک اس کے چہرے کو چھپا رکھا تھا ریشمی

ذیبرال کی صورت میں اس کے شانوں پر جا پڑے۔

"میرے خدا! یہ تو انطونیہ ہے!" لورنزو نے کہا۔

اس نے انطونیہ کو سپاہیوں کے بازوؤں میں سے گھسیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

انطونیہ کو احساس تھا کہ اب وہ بچ نہ سکے گی، لیکن اس کی زندگی کے چند لمحات باقی رہ گئے تھے۔ وہ اس کی زندگی کے بہترین اور مسرور ترین لمحات تھے۔ لورنزو کے بشرے سے جو غم اور پریشانی ظاہر تھی اور وہ اس کے زخمی ہونے کے متعلق جس لہجے اور آواز میں سوالات پوچھ رہا تھا اس نے انطونیہ کو یقین دلا دیا کہ اس خوبرو نوجوان کو حقیقت میں اس سے محبت تھی۔ اس خوف سے کہ نقل و حرکت سے کہیں اس کی موت واقع نہ ہو جائے اور اس کو تہ خانے سے باہر لے جانے کی کوشش سے پہلے لورنزو کی محبت کا ثبوت حاصل کرنا اور خود اپنی محبت کا اسے یقین دلا دینا چاہتی تھی۔

اس نے لورنزو کو بتایا کہ چونکہ اس کی عصمت اس سے چھین لی گئی تھی اس لئے اب وہ لورنزو کی بیوی بننے کے قابل نہ رہی تھی اور اس لئے اپنے مرنے کا نہ تو غم تھا نہ ہی موت کا خوف کیونکہ اب موت ہی اسے سکون بخش سکتی تھی۔ اس نے لورنزو سے کہا کہ وہ ہمت سے کام لے، اس کی موت کا غم نہ کرے اور یہ کہ اسے دنیا کی کسی چیز کے چھوٹنے کا غم نہ تھا سوائے اس کے وہ لورنزو سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہی تھی۔

اس کی آواز کمزور ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ بمشکل سنی جا سکتی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں کمزور اور بے قاعدہ ہو گئیں اور ہر گزرتا ہوا لمحہ اس کی موت کو قریب سے قریب لانے لگا۔

انطونیہ کا سر لورنزو کے سینے سے ٹکا ہوا تھا اور اس کے ہونٹ اب بھی ہل رہے تھے۔ وہ لورنزو کو تسلی دے رہے تھے۔ دفعتاً خانقاہ کے گھنٹے کی آواز دور سے آئی اور اس نے اعلان کیا کہ اس وقت رات کتنی گزر رہی تھی۔

انطونیہ کی آنکھ میں حیرت انگیز چمک آ گئی اور اس کے بدن میں قوت کی برقی رو سی دوڑ گئی۔ وہ ایک دم سے اپنے محبوب کی بانہوں میں سے نکل آئی۔

"تین بجے ہیں۔" وہ اونچی آواز میں بولی۔ "تم نے سچ کہا تھا اماں! میں آ رہی ہوں تمہارے پاس۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور فرش پر گری۔ وہ مر چکی تھی۔

لورنزو اس کی لاش سے لپٹ گیا۔ وہ شدت غم سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ رو رہا تھا، اپنے بال نوچ رہا تھا، سینہ کوٹ رہا تھا اور انطونیہ کی لاش کے قریب سے ہٹنے سے انکار کر رہا تھا، آخر کار

سپاہیوں نے اسے اٹھایا تو وہ نڈھال تھا۔ انھوں نے اسے کل مدینہ میں اس حالت میں پہنچایا کہ وہ موت کے قریب اور زندگی سے دور تھا۔

اس عرصے میں امبروسیو مقبرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب ڈان رامریز وہاں پہنچا تو اس نے دروازہ اندر سے بند پایا۔ رامریز اور اس کے ساتھیوں کو یہ مقام تلاش کرنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا حالانکہ مقبرے کا دروازہ بڑی مہارت سے بنایا گیا اور خفیہ رکھا گیا تھا۔ تاہم رامریز اور اس کے ساتھیوں کی تیز نظروں سے وہ پوشیدہ نہ رہ سکا۔ وہ لوگ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ امبروسیو کی گھبراہٹ، اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش، انطونیہ کے قریب سے اس کا فرار اور اس کے لباس پر پڑے ہوئے خون کے چھینٹوں نے اسے انطونیہ کا قاتل ثابت کر دیا۔ چنانچہ وہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھا۔ لیکن جب انھوں نے اسے دیکھا اور پہچانا کہ یہ امبروسیو تھا — وہ امبروسیو جسے پورا مدرید زندہ ولی سمجھتا تھا، جس کے زہد و تقویٰ کی ایک عالم میں دھوم تھی اور جو مقدس انسان کے نام سے مشہور تھا — تو اسے گرفتار کرنے والوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

راہب نے اپنی صفائی میں اور اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کچھ نہ کہا۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اسے پکڑ لیا گیا اور اس کی مشکیں کس دی گئیں۔

مٹلاہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ اسے باندھنے کے بعد جب اس کے سر سے چغہ کی کلاہ ہٹائی گئی تو اس کے چہرے کے نقوش اور اس کے سنہرے بالوں نے اس کا راز بھی کھول دیا — روزاریو ایک لڑکی تھی۔ یہ دیکھ کر پکڑنے والوں کی حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

دونوں مجرموں کو عدالت عالیہ کے قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔

ڈان رامریز نے اس خوف سے مدرید میں نئے سرے سے طوفان نہ اٹھ کھڑا ہو، قیدیوں اور ان کے جرم سے عوام کو بے خبر رکھا۔ البتہ اس نے کاپوشن کے راہبوں کو ان کے صدر راہب کے جرم سے آگاہ کر دیا۔ راہبوں کو بھی اتنی ہی حیرت ہوئی جتنی کہ امبروسیو کو پہچان کر سپاہیوں اور ڈان رامریز کو ہوئی تھی۔ عام عدالت میں مقدمہ چلنے کی ذلت سے بچنے کے لئے اور عوام کے غصے کے خیال سے ڈر کر راہبوں نے عدالت کے افسروں کو امبروسیو اور مٹلاہ کے حجروں کی تلاشی لینے کی اجازت دے دی۔

امبروسیو اور مٹلاہ کے حجروں میں سے جو چیزیں ملیں انھیں قبضے میں کر کے تحقیقاتی عدالت کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ خانقاہ کی کسی چیز کو نہ چھیڑا گیا چنانچہ ایک بار پھر مدرید

میں امن و سکون چھا گیا۔

سینٹ کلارے کی خانقاہ پوری طرح تباہ ہو چکی تھی۔ بپھرے ہوئے ہجوم نے اس پر اپنا غصہ اتارا تھا اور رہی سہی کسر آگ نے پوری کر دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہ کی ننیں دوسری جماعتوں میں شامل ہونے پر مجبور ہو گئیں۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ خانقاہ کی تمام ننوں کو ایگنس کی موت کا یقین دلا دیا گیا اور کوئی اس کے زندہ اور قید میں ہونے سے واقف نہ تھا سوائے ان چار ننوں کے جن کے نام ورجینا اور سینٹ ارسولا نے بتائے تھے۔ یہ چاروں ننیں صدر راہبہ کے ساتھ بلوائیوں کے غصے کی بھینٹ چڑھ گئی تھیں۔ خانقاہ کی یہ ننیں جو بچ گئی تھیں، ڈیوک دی مدینہ کی شکر گزار تھیں کہ اس نے انھیں اپنی حفاظت اور پناہ میں لے کر انھیں مرنے سے بچا لیا تھا۔ چنانچہ اس شریف انسان کی عزت اور احترام ان ننوں اور وظیفہ خوار لڑکیوں کے دل میں جاگزیں ہو گیا تھا۔

ورجینا بھی حسین مند لڑکیوں میں تھی لیکن دوسروں کے برخلاف ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتی تھی اور کوشش بھی کر رہی تھی کہ ڈیوک کے احسانوں کا بدلہ بھی چکا دے اور لورانزو کے اس بے حد شریف چچا کی نیک تمنائیں اور مہربانیاں بھی حاصل کرے۔ اس مقصد میں وہ بغیر کسی مشکل کے کامیاب رہی۔ ڈیوک اس کے حسن کو حیرت اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ورجینا بڑی ذہین تھی چنانچہ اس نے ڈیوک کی اس نظر کو پہچان لیا تھا اور وہ خانقاہ کے زنداں سے آزاد کی ہوئی عورت کی تیمارداری میں اور بھی جان سے مصروف ہو گئی۔ جب ڈیوک ورجینا کے باپ کے گھر کے دروازے پر سے اس سے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے ورجینا سے درخواست کی کہ وہ ڈیوک کو وقتاً فوقتاً خیریت دریافت کرنے کے لئے اپنے گھر آنے کی اجازت دے۔ ورجینا نے اسے یقین دلایا کہ اس کا باپ مارکوس دی ویلا اس سے مل کر خوش ہو گا اور اس کا شکریہ ادا کرے گا اور فخر محسوس کرے گا کہ ڈیوک نے اس کی بیٹی کو بلوائیوں سے بچایا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں اس طرح ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کہ ڈیوک اس لڑکی کی شرافت اور حسن سے مسحور تھا اور ورجینا ڈیوک سے اور اس سے زیادہ اس کے بھتیجے لورانزو سے خوش تھی۔

اپنے محل میں داخل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے ڈاکٹر کو بلا بھیجا اور گمنام مریضہ کو ہر طرح سے آرام پہنچانے میں مصروف ہو گئی۔ شہر میں ہلڑ کی خبر سن کر ورجینا کا باپ پریشان ہو گیا تھا اور جس حال میں تھا اسی حال میں اٹھ کر اپنی بیٹی کو صحیح سلامت لے آنے کے لئے خانقاہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اب اسے یہ اطلاع دینے کے لئے پیغامبر دوڑا دیئے گئے کہ اس کی بیٹی صحیح سلامت گھر پہنچ گئی تھی چنانچہ وہ فوراً لوٹ آئے۔

اپنے باپ مارکوس کی غیر موجودگی میں ورجینا کو مریضہ کی طرف اپنی پوری توجہ مرکوز کرنے کا موقع مل گیا۔ کافی دیر کے بعد اجنبی عورت کو ہوش آیا اور وہ جلد ہی سنبھل گئی کیونکہ اسے کوئی مرض نہ تھا۔ سوائے جسمانی کمزوری کے چنانچہ مکمل ... خوراک نے جس سے وہ محروم رکھی گئی تھی، ورجینا کی بے غرضانہ تیمارداری اور اس خوشی نے کہ اب اسے قید خانے سے چھڑا لیا گیا تھا، وہ آزاد تھی اور یہ کہ جلد ہی وہ اپنے عزیزوں سے مل سکے گی، مریضہ کو سرعت سے روبہ صحت کر دیا۔ ورجینا اپنی مریضہ کی صحت یابی پر خوش تھی، اور جب مریضہ اپنی سرگزشت بیان کرنے کے قابل ہوئی تو انکشاف پر ورجینا کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جسے زنداں میں ڈال دیا گیا تھا، کوئی اور نہیں بلکہ لورانزو کی بہن تھی۔

اس خانقاہی مظالم کی شکار وہ دکھیاری عورت بے شک ایگنس ہی تھی، ورجینا خانقاہ میں اس سے کئی دفعہ مل چکی تھی۔ لیکن قید و بند اور بھوک کی وجہ سے اس کی جو حالت ہو گئی تھی اور اس کے بے ترتیب خشک بالوں کی وجہ سے اور پھر اس لئے بھی ایگنس کی موت کا یقین سب کو دلا دیا گیا تھا، ورجینا اسے پہچان نہ سکی تھی۔

صدر راہبہ نے ورجینا کو نن بنانے اور خانقاہ میں داخل کر لینے کے لئے خوب زور لگایا تھا اور اپنی ساری عیارانہ مہارت کو کام میں لے آئی تھی حتیٰ کہ خلاف قانون اس کے نام وظیفہ بھی جاری کر دیا تھا جو صرف غریبوں کے لئے تھا، لیکن ورجینا نے اس کی ہر کوشش بیکار کر دی تھی۔ صدر راہبہ کو بڑی آرزو تھی کہ ورجینا خانقاہ میں داخل ہو جائے کیونکہ وہ ویلا فرانکا کی وارثہ تھی، اگر نن بن جاتی تو نہ صرف خانقاہ کی شہرت میں چار چاند لگ جاتے بلکہ خود صدر راہبہ کے بھی وارے نیارے ہوتے، لیکن ورجینا خانقاہی زندگی کے گھناؤنے پن سے واقف تھی۔ چنانچہ اس نے صدر راہبہ کا ارادہ بھانپ لیا اور راہباؤں کی سخت زندگی، بے جا پابندیوں، صدر راہبہ کی خود غرضی اور مظالم، بے جا تعصب، ننوں کے اندرونی جھگڑوں اور حسد اور رشک و رقابت کو ورجینا کے سامنے اس نے اصل رنگوں میں پیش کر دیا، اور پھر کہا۔ اب وہ غور کرے کہ وہ خانقاہ میں داخل ہو کر نیکی کما سکتی ہے یا اس سے باہر رہ کر۔ ایگنس نے کہا۔ اس کے سامنے درخشاں مستقبل ہے۔ وہ ویلا فرانکا کی وارثہ ہے، اس کے پاس روپیہ پیسے کی کمی نہیں۔ چنانچہ وہ خیر خیرات کر سکتی ہے اور غریب غرباء کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر سکتی ہے اور یہی سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس کے علاوہ وہ حسین ہے، ساری زندگی اس کے سامنے پڑی ہے۔ چنانچہ وہ کسی شریف زادے کو اپنا شوہر بنا کر اپنی زندگی بنا سکتی اور خود اپنے شوہر کی زندگی سنوار سکتی ہے۔ یہ سارے کام وہ خانقاہ میں داخل ہونے کے

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

بعد نہ کر سکے گی۔" ایلگس نے کہا۔

قصہ مختصر ایلگس کی باتیں ورجینا کی سمجھ میں آ گئیں اور اس نے نن بننے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن ایلگس کے دماغ نے اس پر جو اثر کیا تھا اس میں جو کچھ کسر رہ گئی تھی وہ لورانزو نے پوری کر دی۔ وہ اکثر ایلگس سے ملنے آیا کرتا تھا۔ چنانچہ ورجینا اسے ملاقات کے کمرے میں دیکھ کر پسند کر چکی تھی۔ جب بھی وہ ایلگس کے پاس جاتی تو گھما پھرا کر گفتگو کا رخ لورانزو کی طرف ہی موڑ دیتی۔ ایلگس تو اپنے بھائی پر فدا ہی تھی۔ چنانچہ وہ اس کی خوبیاں گھنٹوں تک بیان کیا کرتی اور جلد ہی ایلگس کو پتہ چل گیا کہ اس کی خوبصورت سہیلی کا دل لورانزو کی طرف جھکا پڑ رہا تھا۔ یہ انکشاف ہوا تو ایلگس کو یک گونہ مسرت ہوئی۔ اپنے بھائی کے لئے ایلگس کے خیال میں اس سے بہتر لڑکی مل ہی نہ سکتی تھی۔ ورجینا فرانکا کی وارثہ، صاف دل، شریف، بھولی بھالی اور ذہین۔ ایلگس کو یقین تھا کہ ورجینا لورانزو کے لئے بہترین بیوی ثابت ہوگی اور اسے ہمیشہ خوش رکھے گی۔

چنانچہ اب ایلگس نے اس سلسلے میں اپنے بھائی کو ٹٹولا لیکن احتیاطاً ورجینا کا نام نہ لیا۔ لورانزو نے یقین دلا دیا کہ نہ تو اس کی نظر میں کوئی لڑکی تھی اور نہ ہی اب تک اس نے اپنا دل دیا تھا۔ چنانچہ ایلگس نے سوچا کہ اب وہ اس میدان میں بے خطر آگے بڑھ سکتی تھی۔ چنانچہ اب وہ ورجینا کے سامنے ہر دفعہ اپنے بھائی کا ذکر کرنے لگی اور اس کے دل میں لورانزو کی محبت جاگزیں کرنے لگی۔ ورجینا جس خاموشی اور شوق سے ایلگس کی باتیں سنتی تھی اس نے ایلگس کو یقین دلا دیا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی تھی۔ اس طرف سے میدان ہموار کرنے کے بعد ایلگس نے اپنے چچا ڈیوک کے سامنے ورجینا اور خود اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ ڈیوک ورجینا کے خاندان اور دولت سے واقف تھا چنانچہ اسے اپنے بھتیجے کے قابل سمجھتا تھا اس لئے چچا بھتیجی میں طے پایا کہ ایلگس اپنے اور ڈیوک کے انتخاب اور ارادے کا ذکر لورانزو سے کر دے گی۔ اب وہ منتظر تھی کہ اس کا بھائی مدرید واپس آئے تو اپنی سہیلی کو اس کی دلہن بنانے کی پیشکش کر دے، لیکن وہ اپنے اس ارادے کو جامۂ عمل نہ پہنا سکی کیونکہ جس دن لورانزو مدرید پہنچا اسی دن وہ صدر راہبہ کے مظالم کا شکار ہو گئی۔

اس کی موت کی خبر مشہور کی گئی تو ورجینا نے رو رو کر اپنی آنکھیں سجا لیں کیونکہ تنہا ایلگس نہ صرف اس کی بہترین سہیلی تھی بلکہ اس کی رازدار بھی تھی جس کے سامنے وہ لورانزو کی باتیں کر سکتی تھی۔ ایلگس اس سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی تھی لیکن ورجینا کے دل میں جو چنگاری روشن ہو چکی تھی وہ نہ بجھی یہاں تک کہ اتفاقات ایک بار پھر لورانزو کو اس کے سامنے لے آئے اور اب وہ اس کے دل کے بہت قریب تھا۔ اس کے مردانہ حسن، اس کی بہادری، اس کی خوش اخلاقی اور اس کی شجاعت

نے ورجینا کا دل موہ لیا اور جب یہ انکشاف ہوا کہ جس عورت کی وہ تیمارداری کر رہی تھی وہ اس کی پیاری سہیلی اور ہمشیرہ ہے تو ورجینا کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اسے اس نے خدا کی دین سمجھا۔

اس خیال سے کہ مرنے سے پہلے ایلگس لورانزو کو ورجینا کے متعلق اپنے ارادے سے واقف کر چکی ہوگی۔ ڈیوک نے لورانزو کی شادی کرنے کے اشارے اور جس کا ذکر وہ اپنے بھتیجے کے سامنے کیا کرتا تھا ورجینا کی طرف سمجھے لیکن جب وہ مدرید میں واپس آیا اور ایک ساتھی نے انطونیہ کے مرنے اور اس کی موت پر لورانزو کے رد عمل کی تفصیلات بیان کیں تو ڈیوک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے سمجھ لیا کہ لورانزو کے بھتیجے تمام اشارات کا مرکز ورجینا نہیں بلکہ انطونیہ تھی۔ خود ڈیوک کو انطونیہ کی موت کا غم تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ چونکہ اب انطونیہ مر گئی تھی اس لئے ہو سکتا ہے کہ لورانزو ورجینا سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لورانزو کی اس وقت ایسی حالت ہو رہی تھی کہ وہ دولہا بننے بلکہ اس ارادے کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار اور قابل نہ تھا۔ انطونیہ کی موت اس کے دل و دماغ پر بڑی طرح سے اثرانداز ہوئی تھی اور لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے لیکن ڈیوک مایوس نہ تھا۔ وہ اس خیال کا آدمی تھا کہ "لوگ مرتے ہیں کیڑے انہیں کھا لیتے ہیں۔ لوگ انہیں بھول جاتے ہیں اور وقت سارے داغ دھو دیتا ہے۔" چنانچہ وہ اپنے بھتیجے کے پاس پہنچا۔ اسے تسلی دی، اس کی دلدہی کی، اس کے غم میں اپنے آپ کو شریک ظاہر کیا اور کہا کہ وہ اپنے آپ کو غم کے حوالے نہ کر دے بلکہ اس کا مقابلہ کرے۔ اس نے لورانزو سے کہا کہ وہ بے جا افسوس سے اپنے آپ کو اور اپنی روح کو دکھ نہ پہنچائے، بلا کے سامنے ہتھیار ڈال کر بزدلی کا ثبوت نہ دے اور زندہ رہے۔ اگر اپنے لئے نہیں تو ان لوگوں کے لئے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور جن کی زندگیاں خود اس کی زندگی سے وابستہ ہیں اور اس طرح ڈیوک اپنے بھتیجے کی ڈھارس بندھاتا رہا، اس کا غم غلط کرنے اور انطونیہ کی یاد کو اس کے دل سے نکالنے کی کوشش کرتا رہا اور دوسری طرف وہ ورجینا کے گھر جا کر اس سے ملاقاتیں کرتا رہا اور اپنے بھتیجے کا خیال اس کے دل میں پیدا کرتا رہا تھا۔

جلد ہی ایلگس نے ڈان رائمنڈ کے متعلق پوچھا اور معلوم کر کے اس کے دل کو دھکا لگا کہ خود اس کے غم میں وہ نہ صرف بستر سے لگ گیا بلکہ موت کے قریب تک پہنچ گیا تھا۔ رائمنڈ کو ایلگس کے زندہ ہونے کی خوشخبری سنانے کا ذمہ ڈیوک نے اپنے سر لیا اور جب اس نے رائمنڈ سے کہا کہ مسرتیں آغوش وا کئے اس کی منتظر ہیں تو سخت صدمے کے بعد فوری خوشی کا جو رد عمل ہوا اس نے بھی لوگوں کو اس خیال سے پریشان کر دیا کہ کہیں اب اسے شادیٔ مرگ نہ ہو جائے لیکن

شکر ہے کہ وہ سنبھل گیا۔ اب چونکہ ایلس بھی صحت یاب ہو کر اور ورجینا سے رخصت ہو کر اپنے محبوب کی خیریت معلوم کرنے دوڑی آئی تھی اس لئے رائمنڈ یوں سرعت سے تندرست ہو گیا اور یوں ایک دم سے اس کے حواس بجا ہو گئے کہ لوگوں نے حیرت سے دانتوں میں انگلیاں دبا لیں۔

رائمنڈ موت کی دہلیز پر سے لوٹ آیا تھا لیکن لورانزو موت کی طرف کھسکتا جا رہا تھا۔ وہ دنیا اور اپنی زندگی سے بیزار تھا اور غم نے اسے گھلا کر کانٹا کر دیا تھا۔ پوری دنیا میں تنہا ایلس ہی تھی جس کے وجود سے اسے تسکین ملتی تھی۔ حالانکہ اتفاقات نے ان بہن بھائی کو زیادہ دنوں تک ساتھ رہنے کا موقع نہ دیا تھا۔ تاہم وہ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اور لورانزو اپنی بہن کو ہی اپنی بہترین دوست اور ہمدرد سمجھتا تھا۔

ایگنس لورانزو کی باتیں صبر و سکون سے سنتی۔ وہ بہن کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا، اپنی محرومیوں کی شکایت کرتا، اپنی قسمت کو روتا اور اپنا دکھڑا تفصیل سے بیان کرتا۔ ایگنس اس سے ہمدردی جتاتی، اپنے خلوص سے اس کی اشک شوئی کرتی اور اسے یقین دلاتی کہ وہ اس کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ وہ اب بھی پاس دی ویلا فرانکا میں مقیم تھی اور محل کا مالک یعنی ورجینا کا باپ مارکیوس ایگنس سے بھی پدرانہ محبت اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ ڈیوک نے ورجینا کے متعلق مارکیوس کو اپنے اور ایگنس کے ارادے سے مطلع کر دیا تھا اور مارکیوس نے فوراً کہا تھا کہ ورجینا اور لورانزو کی جوڑی نہ صرف مناسب بلکہ حقیقت میں قابل رشک تھی۔ لورانزو اپنے چچا کی بڑی جائیداد اور بے پناہ دولت کا وارث تو خیر تھا ہی، ساتھ ہی بے حد شریف، بلند اخلاق، ملنسار اور جری نوجوان تھا۔ ظاہر ہے کہ مارکیوس اس رشتہ سے انکار کر ہی نہ سکتا تھا۔

قصہ مختصر ڈیوک کی پیشکش بے چوں چرا قبول کر لی گئی۔ ایگنس اپنے بھائی کی مزاج پرسی کو جاتی تو مارشینس (مارکیوس کی بیوی)، کثر و بیشتر اس کے ساتھ ہوتی اور جب لورنزو اپنی خواب گاہ سے نکل کر نشست گاہ میں آنے کے قابل ہوا تو پھر ایگنس کے ساتھ ورجینا بھی اس کی دلدہی کے لئے وہاں موجود ہوتی اور وہ کچھ ایسے الفاظ میں اسے تسلی دیتی، انطونیہ کا ذکر ایسے نرم اور تسلی بخش الفاظ میں کرتی اور اپنی اس رقیب کی موت کے ذکر پر اس کی خوبصورت آنکھیں یوں شبنم کے سے آنسوؤں سے بھر جاتیں کہ لورانزو خود اپنا غم بھول کر ورجینا کو تسلی دینے میں مصروف ہو جاتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ورجینا کی تسلی بخش باتیں اور خود اس کی موجودگی لورانزو کے زخموں پر پھاہے رکھنے لگی اور وہ دن بہ دن اس کی محبت سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنے لگا۔

اس عرصے میں خود ورجینا لورانزو کے پاس زیادہ سے زیادہ آنے لگی اور پھر تو کوئی دن

ایسا نہ تھا جب وہ لورانزو کے صوفے کے پاس بیٹھی ہوئی نہ ہو۔ البتہ لورانزو کی حالت اب بھی مشکوک تھی اور بڑی سست رفتاری سے بلکہ مایوس کن حد تک ٹھنڈے پن سے صحت یاب ہو رہا تھا۔

ایک شام وہ خوف معمول کچھ سنبھلا ہوا اور قدرے بشاش معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت ایگنس، اس کا محبوب رائمنڈ، لورنزو اور ایگنس کا چچا ڈیوک، ورجینا اور اس کے والدین اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور ادھر ادھر کی باتوں سے اس کا دل بہلا رہے تھے کہ دفعتاً لورانزو نے آج پہلی دفعہ اپنی بہن سے درخواست کی وہ اپنی سرگزشت بیان کرے کہ اس زہر کا اثر کس طرح سے زائل ہوا ہے جو صدر راہبہ نے اسے پلایا تھا اور جو ریمنٹ ارسولہ نے اسے پیتے دیکھی تھی۔ یہ سوچ کر کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دکھوں کی داستان سن کر لورانزو کا غم کچھ ہلکا ہو جائے وہ اپنی سرگزشت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ سب سے پہلے اس نے رائمنڈ کا رقعہ پکڑے جانے کا ذکر کیا جو اس کے لباس سے گر گیا تھا اور رامبر وسیو نے اٹھا لیا تھا، پھر اس نے صدر راہبہ کی خفگی اور اس منظر کی تفصیلات بیان کیں جو مار ریمنٹ ارسولہ نے دیکھا تھا اور اس کے بعد ایگنس نے اپنی سرگزشت یوں بیان کی۔

ایگنس کی کہانی اسی کی زبانی

میری وہ عارضی موت بے حد تکلیف دہ اور روحانی عذاب سے پر تھی۔ میرے ان لمحات کو جنہیں میں نے اپنے آخری لمحات یقین کر لیا تھا صدر راہبہ نے یہ کہہ کر اور بھی تلخ بنا دیا تھا کہ یہ تو مجھے دنیا میں سزا مل رہی تھی عقبیٰ کا عذاب تو ابھی باقی تھا۔ اس نے بڑے یقین سے کہا کہ میں اس عذاب سے کسی طور نہ بچ سکوں گی۔ اس وقت کی میری حالت اور وہ خوف جو اس خیال نے مجھ پر طاری کر دیا تھا کہ جب میں اس نیند سے جسے موت کہتے ہیں، بیدار ہوں گی تو اپنے آپ کو خدا کے عذاب میں مبتلا اور دوزخ میں پاؤں گی، ایسا تھا کہ میں یا کوئی بھی اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بہر حال میں خود اپنے خیال میں اور دنیا کی نظر میں بھی مر گئی۔ جب میں اپنے خیال میں مر رہی ہوں تو مجھ پر دوزخ اور خدا کے غضب کی ہیبت طاری تھی۔ چنانچہ جب اس دوا کا اثر زائل ہوا اور مجھے ہوش آیا تو اس وقت بھی دوزخ کا خوف جوں کا توں قائم تھا کیونکہ صدر راہبہ نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وہی میرا ابدی ٹھکانہ ہے۔ چنانچہ میرے حواس بجا نہ تھے اور میرے دماغ کی ایسی حالت ہو رہی تھی کہ میں ان دہشتناک تصویروں کو جو میرا سہما ہوا تصور مجھے دکھا رہا تھا نہ تو جھٹک سکی اور نہ ہی ان کا مطلب سمجھ سکی۔

پورا ایک گھنٹہ گزر گیا تب کہیں جا کر میرے حواس اس قدر بجا ہوئے کہ میں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے سکی اور جب میں نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو مارے خوف کے میرا بدن سرد پڑ گیا۔ میں بید کے کوچ پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ میرا جسم سفید اور موٹے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا اور میرے سینے پر چند مرجھائے ہوئے پھول پڑے تھے۔ چاروں طرف کچی دیواروں نے مجھے قید کر رکھا تھا اوپر موٹی اور نیچی چھت تھی جس میں چھوٹا سا روشندان تھا جس میں آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس روشندان میں سے تھوڑی سی ہوا اندر آ رہی تھی۔ ناکافی روشنی، جو اس روشندان سے آ رہی تھی، زنداں کی ہیبت ناکی میں اضافہ کر رہی تھی اور اس روشنی میں میں وہاں کی ہیبت ناکی کو کچھ دیکھ سکی تھی۔ وہاں عجیب طرح کی مہک سی اور سڑاند پھیلی ہوئی تھی جس سے وہاں کی گھٹی ہوئی فضا اور بھی بوجھل ہو رہی تھی۔ دفعتاً میرا ایک ہاتھ کسی نرم چیز پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے وہ چیز اٹھا لی اور جب اسے روشندان سے آتے ہوئے اجالے میں لا کر دیکھا تو — میرے خدا — آپ لوگ میرے خوف اور کراہت کا اندازہ نہیں لگا سکتے — وہ ایک انسانی سر تھا جو سڑ رہا تھا گل رہا تھا، اس کی زبان پر اور آنکھوں کے سوراخوں میں اور کانوں میں لمبے لمبے، سفید سفید گھناؤنے کیڑے رینگ رہے تھے۔ میں نے گھبرا کر وہ سر پھینک دیا اور تقریباً بے جان ہو کر اپنے جنازے میں گری۔

وہ جسے میں نے بید کا کوچ کہا ہے دراصل میرا جنازہ تھا جس میں میں پڑی ہوئی تھی اور یہ میری قبر تھی جس میں مجھے زندہ ہی دفن کر دیا گیا تھا۔ جب میرے حواس ذرا بجا ہوئے تو میں پھر اٹھ کر روشن دان کے نیچے آئی۔ میں بتا چکی ہوں کہ چھت نیچی تھی چنانچہ میرے ہاتھ روشندان تک پہنچ گئے۔ میں نے زور لگایا تو روشندان میں لگی ہوئی سلاخیں اوپر اٹھ گئیں۔ یہ کھڑکی تھی۔ جسے غالباً مجھے اس زنداں میں پہنچانے والے بند کرنا بھول گئے تھے۔ میرے زنداں کی دیواریں ناہموار تھیں اور ان کے پتھر باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ میں ان پتھروں پر پیر رکھ رکھ کر اوپر چڑھی اور روشندان کے ذریعہ اپنے زنداں سے باہر نکل آئی۔ اب میں جس مقبرے میں تھی وہ نسبتاً کشادہ تھا، چھت سے ایک زنجیر لٹک رہی تھی جس سے ایک چراغ بندھا ہوا تھا جس کی مریضانہ روشنی مقبرے میں پھیلی ہوئی تھی — موت کی نشانیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ کھوپڑیاں، شانوں کی ہڈیاں، رانوں کی ہڈیاں، پسلیاں اور پنجر مقبرے کے سیلے ہوئے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں سینٹ کلارے کا چوبی بت کھڑا تھا۔ ان چیزوں کی طرف میں نے ابتدا میں دھیان نہ دیا کیونکہ میری ساری توجہ اس دروازے کی طرف تھی جو وہاں سے نکلنے کا تنہا راستہ تھا۔ اپنا کفن اپنے جسم پر ٹھیک سے لپیٹ کر میں اس دروازے کی طرف بھاگی۔ میں نے کواڑ دھکیلے اور یہ دیکھ کر میرے منہ سے

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

خوف کی چیخ نکل گئی کہ وہ دروازہ باہر سے بند تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ صدر راہبہ نے زہر کے بجائے کوئی زود اثر اور نہایت ہی تیز خواب آور دوا مجھے پلا دی تھی۔ اس سے میں بے ہوش ہو کر بظاہر مر گئی تھی۔ چنانچہ مجھے ساری رسومات کے ساتھ دفن کیا گیا تو دنیا مجھے مردہ یقین کر چکی تھی حالانکہ میں زندہ تھی لیکن کسی کو اپنے زندہ ہونے کی خبر نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ مجھے اس مقبرے میں بھوک اور پیاس کی تکلیفیں برداشت کر کے مرنا تھا۔ اس خیال سے میں لرز گئی۔ مجھے اپنے مرنے کا غم نہ تھا۔ غم تھا تو اس معصوم جان کا جو میرے بطن میں کروٹیں بدل رہی تھی۔ اس نے کیا بگاڑا تھا۔ اس نے کیا گناہ کیا تھا کہ میرے ساتھ اسے بھی سزا مل رہی تھی؟

خدا جانے مجھے کب دفن کیا گیا تھا خدا جانے کب سے میں نے کھانا نہ کھایا تھا۔ چنانچہ بھوک کی تکلیف اب سخت اور ناقابل برداشت تھی اس کے باوجود جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بار بار میرا جی چاہا کہ دیوار میں سے ابھرے ہوئے کسی نکیلے پتھر سے اپنا سر ٹکرا کر ایک ہی وقت میں اپنے ساری مصائب اور تکلیفوں کا خاتمہ کر دوں، لیکن ہر دفعہ میرے پہلو میں پھڑکتے ہوئے میرے بچے نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں دیوانوں کی طرح رونے اور خدا سے شکایتیں کرنے لگی۔ جب تھک جاتی تو بیٹھ جاتی۔ لیکن پھر دل میں ہول اٹھتی اور میں پھر بے تحاشہ رونے لگتی۔

کئی گھنٹے اس طرح گزر گئے۔ دفعتاً ایک مختصر مقبرے پر میری نظر پڑی۔ قبر پر ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی جو میں نے اب تک نہ دیکھی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے نڈھال جسم کو حتی الامکان تیزی سے گھسیٹتی ہوئی وہاں تک پہنچ گئی۔ ہائے میں کیا بتاؤں کہ کس بیتابی سے میں نے وہ ٹوکری اچک لی کیونکہ اس میں باسی اور خشک روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کی بوتل تھی۔

روٹی بے حد سخت تھی اور پانی سڑا ہوا اور بدبودار تھا لیکن یہ دونوں چیزیں مجھے بے حد لذیذ اور مزیدار معلوم ہوئیں۔ جب میری بھوک اور پیاس کی تسکین ہو گئی تو میں اس اتفاق پر غور کرنے لگی کہ یہ ٹوکری کیا میرے لئے ہی رکھی گئی تھی؟ اُمید نے میرے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا، لیکن پھر یہ سوال تھا کہ کس کو خیال آیا ہو گا کہ میں زندہ ہوں چنانچہ مجھے کھانے پینے کی ضرورت ہے؟ امید نے پھر اس سوال کا جواب دیا۔ صدر راہبہ کے ارادوں کی خبر خانقاہ کی کسی ایسی نن کو ہو گئی جو میری دوست ہے، چنانچہ اس نے زہر کی جگہ بوتل میں خواب آور دوا بھر دی ہو گی اور یہ کہ اب وہی مجھے کھانا پانی اس وقت تک پہنچاتی رہے گی جب تک مجھے آزاد کرانے کا کوئی ذریعہ تلاش نہیں کر لیتی، شاید وہ میرے عزیزوں کو کسی نہ کسی طرح میری حالت سے باخبر کر دے گی

پلوڈ ازسلیم سل خان @یاہو ڈاٹ کوم

اور پھر وہ لوگ مجھے چھڑانے آجائیں گے — بے حد تسلی بخش خیال تھا لیکن اگر یہ بات تھی تو یہ روٹی خشک اور پانی سزا کیوں تھا؟

میں اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ پیروں کی چاپ سن کر چونکی — آواز کہیں دور سے آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد آوازوں کی جھریاں روشن ہوگئیں، یہ روشنی بڑھتی گئی اور پھر میں نے اپنے دل میں خوشی کی لہریں محسوس کرکے تالے میں کنجی کے گھومنے کی آواز سنی۔ میں خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ دروازہ کی طرف بھاگی۔ دروازہ کھلا اور —— میری ساری خوشی کافور ہوگئی۔ آزاد ہونے کی ساری امیدیں اوندھے منہ گر پڑیں کیونکہ صدر راہبہ ان چاروں کے ساتھ مقبرے میں داخل ہوئیں جو میری ظاہری موت کی شاہد تھیں۔ میں خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئی۔

صدر راہبہ چاروں ننوں کے ساتھ مقبرے میں اتر آئی۔ اس نے غضبناک نظروں سے میری طرف دیکھا لیکن مجھے اب تک زندہ دیکھ کر ذرا بھی حیرت کا اظہار نہ کیا۔ وہ اسی نشست پر بیٹھ گئی جس پر سے میں اٹھی تھی۔ چاروں ننیں اس کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلوں کی روشنی مقبرے کی دیواروں پر مہیب سایوں کی روشنی میں ناچنے لگی۔

چند لمحوں تک وہ سب کی سب خاموش اور بتوں کی طرح بے حرکت رہیں۔ میں صدر راہبہ سے چند قدم دور کھڑی ہوئی تھی۔ آخر کار صدر راہبہ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھی لیکن میری ٹانگیں میرا بوجھ سنبھالنے سے قاصر تھیں چنانچہ میں گھٹنوں کے بل گر گئی۔ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے اور انہیں صدر راہبہ کی طرف رحم طلبی کے لیے اٹھا دیئے لیکن میرے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ میری قوت گویائی سلب ہوگئی تھی۔ صدر راہبہ شعلہ بار نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"میرے سامنے یہ کون ہے؟ کفارہ ادا کرنے والی یا مجرمہ"؟ آخر کار اس نے کہا۔

"اور یہ ہاتھ توبہ کے لئے اٹھے ہیں یا سزا کے خوف سے؟"

وہ خاموش ہوگئی لیکن بدستور میری طرف دیکھتی رہی۔

"ہمت سے کام لو لڑکی۔" اس نے پھر کہا۔ "میں تمہاری موت نہیں توبہ چاہتی ہوں تاکہ تم ایک بار پھر خداوند خدا کے نزدیک بلند ہوکر جنت میں اپنے لئے جگہ بنا سکو۔ جو مشروب میں نے تمہیں پلایا تھا وہ زہر نہ تھا بلکہ خواب آور دوا تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہاری روح عذاب میں مبتلا رہے اور تم اپنے گناہوں کا بوجھ لئے قبر میں جا سوؤ۔ نہیں بیٹی! میں اتنی ظالم نہیں ہوں کہ تمہیں توبہ اور کفارہ ادا کرنے کا موقع دیئے بغیر یسوع مسیح کے پاس بھیج دوں۔ چنانچہ میں تمہیں مکمل عقوبت سے پاک کروں گی اور توبہ و استغفار کے لئے تمہیں پورا وقت دوں گی۔ چنانچہ سنو! یہ ہے

میرا فیصلہ تمہارے عزیزوں کو تمہاری موت کا یقین دلا دیا گیا ہے اور تمہاری تمام بہنیں جنازے میں شریک تھیں۔ چنانچہ اب تمہارے زندہ ہونے کا دور دور تک بھی شک نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا چنانچہ بیٹی! اس دنیا میں جانے کا خیال اور امید بھی ترک کردو جس سے تم ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی ہو اور جو تھوڑا وقت جو چند گھنٹے بچ رہے ہیں انہیں دوسری دنیا کی تیاری کرنے میں صرف کردو۔"

اس تمہید سے میں نے سمجھ لیا کہ کوئی سخت سزا مجھے دی جائے گی۔ میں کانپ گئی۔ میں پھر اس کے سامنے گڑگڑاتی رہی لیکن صدر راہبہ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے خاموش رہنے کا حکم دیا اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"پچھلے کئی برسوں سے ہماری جماعت کے قوانین کو حالانکہ نظر انداز کردیا گیا لیکن ایک بار پھر انہیں پوری طرح سے جاری کرنا چاہتی ہوں —— شہوت پرستی کی سزا بے شک سخت ہے لیکن ایسے گناہ کبیرہ کی سزا ایسی ہی ہونی چاہئے بلکہ میرے خیال میں کچھ نرم ہی ہے۔ چنانچہ بیٹی بے دلیل و حجت اسے قبول کرلو۔ چنانچہ سنو یہ ہے سینٹ کلارے کا فیصلہ۔ ان مقبروں کے نیچے قید خانے ہیں جو تم جیسی گنہگاروں کے لیے ہی بنائے گئے ہیں۔ ان میں داخل ہونے کا راستہ بڑی عیاری اور مہارت سے چھپایا گیا ہے۔ چنانچہ اس گنہگار کو جسے ان قید خانوں میں ڈال دیا جاتا ہے آزاد ہونے کی ساری امیدیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ بیٹی! تمہیں اب انہی قید خانوں میں پہنچا دیا جائے گا۔ کھانا تمہیں دیا جائے گا۔ لیکن اتنا نہیں کہ تم شکم سیر ہوکر کھا سکو بلکہ صرف اتنا جو تمہیں زندہ رکھنے کے لئے کافی ہو اور یہ کھانا بھی بے حد معمولی اور بے حد سادہ ہوگا کیونکہ اس کا مقصد تمہیں زندہ رکھنا ہی ہوگا۔ ان خفیہ زندانوں میں سے ایک میں تم نہ صرف بند ہوگی بلکہ تمہیں زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا دنیا اور دن کی روشنی سے تم ہمیشہ کے لئے کٹ جاؤ گی، روکھا سوکھا اور ناکافی کھانا کھاؤ گی، کوئی تمہارا ساتھی نہ ہوگا سوائے تمہارے مذہب کے اور سوائے تمہارے گناہ کے خیال کے جس کا کفارہ تم ادا کروگی اور اس طرح تم اپنی زندگی کے بقیہ دن پورے کروگی۔ تو یہ ہے سینٹ کلارے کا حکم اور یہ ہے تمہاری سزا بے دلیل و حجت اسے قبول کرلو۔ اب آؤ میرے ساتھ۔"

یہ وحشیانہ فیصلہ سن کر میری رہی سہی قوت بھی جواب دے گئی۔ میں صدر راہبہ کے قدموں پر گر کر اس کے پیروں کو اپنے آنسوؤں سے دھونے لگی۔ مریانہ اور ایگنس نے مجھے فرش پر سے اٹھایا۔ اس نے میرے بازو پکڑے، دوسروں نے ٹانگیں اور اس طرح مجھے اپنے درمیان لٹکا کر چلیں۔ صدر راہبہ، وائیولیٹے اور کیملیا ایک ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھیں۔

چنانچہ یوں موت کا جلوس گزرگاہوں کی بھول بھلیاں میں سے گزرتا ہوا سینٹ کلارے

کے بت کے سامنے پہنچ گیا۔ بت کو اس کی چوکی پر سے اٹھا کر الگ رکھ دیا گیا۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے اور کس طرح کیا گیا۔ ننوں نے وہ آہنی جنگلا کھولا جو اب تک بت کے پیچھے چھپا ہوا تھا اسے کھول کر دوسری طرف سرکا دیا گیا تو اس کی خوفناک آواز نے جو گڑگڑاہٹ اور نیچے کے خفیہ تہہ خانے میں گونج رہی تھی۔ مجھے چونکا دیا اور مجھے ہوش سا آ گیا۔ میں نے نیچے دیکھا تو ایک اندھیرا غار مجھے نگل لینے کے لئے منہ پھاڑے ہوئے تھا۔ ایک تنگ اور ناہموار زینہ اس غار میں اترتا چلا گیا تھا۔ مجھے گھسیٹ کر نیچے پہنچایا گیا۔ غار کی دونوں طرف کی دیواروں میں تنگ و تاریک کوٹھریوں کی قطار تھی۔ مجھے ایک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔

میں نے اپنی اس اندھیری اور زیر زمین قیام گاہ کا جائزہ لیا تو میرا خون منجمد ہو گیا۔ فضا نمی اور بدبو سے بوجھل تھی۔ دیواروں سے سیلن پھوٹی پڑ رہی تھی، گھاس پھوس کا بستر نہایت ہی بے آرام اور گھسا پٹا تھا اور یہاں ہی مجھے عمر بھر کے لئے بندھ دیا جانے والا تھا۔ مشعلوں کی روشنی سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر در و دیواروں کی درزوں کی طرف بھاگتے ہوئے مختلف قسم کے گھناؤنے اور زہریلے کیڑے — یہ وہ چیزیں تھیں جنہیں دیکھ کر میں انتہائی خوف سے پاگل ہو گئی۔

میں چیخ کر صدر راہبہ کے گھٹنوں سے لپٹ گئی اور رو رو کر رحم طلب کرنے لگی۔

"خدا کے لئے۔" میں نے کہا "مجھ پر نہیں تو اس معصوم پر رحم کرو جس کی زندگی میری زندگی سے وابستہ ہے۔ خدا کے لئے یسوع مسیح اور کنواری مریم کے لئے میرے اس بچے کی خاطر مجھ پر رحم کرو جو ابھی پیدا نہیں ہوا ہے اور جو تمہاری سنگدلی کی وجہ سے میرے پیٹ میں ہی اور پیدا ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا۔

صدر راہبہ نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی ٹانگیں چھڑا لیں۔

"کیا!" وہ چلائی۔ "تو اپنے گناہ کے پھل کے لئے رحم کی درخواست کر رہی ہے؟ اس کے لئے رحم طلب کر رہی ہے جو تیرے لئے اور ننوں اور راہبات کی ساری جماعت اور خانقاہ کے لئے باعث شرم ہو؟ ذلیل عورت! خبردار جو اب تو نے اس کا نام بھی لیا ہے تو۔ اسے زندہ رکھوں جو تیرے گناہ کا ثمر ہے اور جس کا وجود ہم سب کے لئے، ہماری خانقاہ کے لئے اور ہماری ساری جماعت کے لئے بدنامی کا باعث بن سکتا ہے؟ مجھ سے رحم کی امید نہ رکھ۔ تیرے بچے پر — دردِ زہ میں تجھے کوئی مدد نہ دی جائے گی۔ زچگی میں کوئی تیرا ہاتھ نہ بٹائے گا۔ اپنے بچے کو تو خود جنوائے گی، تو خود اسے کھلائے گی، تو خود اسے پلائے گی اور تو خود اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کرے گی اور خدا کرے کہ جلدی تو اسے دفن کر دے۔ میں دعا کرتی رہوں گی کہ وہ پیدا ہوتے ہی

مر جائے اور اس کا وجود اس تنہائی میں تجھے سکون نہ بخش سکے۔"

میں ایک چیخ مار کر اور بے ہوش ہو کر ظالم صدر راہبہ کے قدموں میں گر گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اکیلی تھی۔ خوفناک خاموشی اور مہیب تنہائی کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔ میں گھاس پھوس کے بستر پر پڑی ہوئی تھی اور وہ زنجیر، جسے میں نے خوف کی نظر سے دیکھا تھا، میری کمر سے بندھی ہوئی تھی اور اس نے مجھے دیوار سے باندھ رکھا تھا۔ ایک چراغ کی مردہ روشنی میرے گرد کی خوفناکی کو اجاگر کر رہی تھی۔ سیسے کی ایک صلیب میرے بستر کے سامنے رکھی ہوئی تھی، ایک پھٹا ہوا لحاف اور تسبیح میرے قریب پڑی ہوئی تھی۔ ان چیزوں کے علاوہ مٹی کی ایک صراحی جس میں پانی تھا، ایک ٹوکری، جس میں روٹی تھی اور ایک بوتل بھی دھری ہوئی تھی، اس بوتل میں چراغ میں ڈالنے کا تیل تھا۔

میں نے انتہائی مایوس نظروں سے اپنے دارالعقوبت کے اس سرو سامان کو دیکھا۔ ہر چیز مجھ سے چھوٹ گئی تھی۔ دوست عزیز و اقربا، سماج، مسرتیں — غرض ہر چیز سے مجھے یکقلم محروم کر دیا گیا تھا۔ میں دنیا کے لئے مر چکی تھی، میں مسرتوں کے لئے مر چکی تھی۔ اگر زندہ تھی تو صرف عذاب برداشت کرنے کے لئے۔ ڈیوک دی مدینہ کی بھتیجی، مارکیوس دی لاسسترا ان کی ہونے والی بیوی، اسپین کے امیر اور شریف خاندان کی چشم و چراغ، دوستوں میں ہر دلعزیز و محترم — یقین نہیں آتا تھا کہ میں یہ سب مٹا کر ایک قیدی تھی، دنیا سے کٹی ہوئی، زنجیروں میں بندھی ہوئی اور تنہا اور خوفزدہ۔ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ حقیقت تھی۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ ایک بھیانک خواب تھا، سخت دماغی کرب اور ہول کی خوفناکی مجھ پر اس طرح اثر انداز ہوئی کہ وہ وقت، وقت سے پہلے ہی آ گیا۔ تنہائی اور بے کسی میں، دوستوں عزیزوں اور دنیا سے الگ اس مہیب مقام میں میرے بچے کا جنم ہوا۔ چونکہ وہ وقت سے پہلے ہی پیدا ہو گیا تھا لیکن زندہ تھا۔ میں نہ جانتی تھی کہ بچے کو جنم دینے کے بعد ماں کیا کرتی ہے، کون سی احتیاطیں لازم ہوتی ہیں اور اسے زندہ رکھنے کے لئے کیا کیا جاتا ہے۔ میں صرف یہ کر سکتی تھی کہ اسے اپنے آنسوؤں سے نہلا رہی تھی، اسے اپنے سینے سے بھینچ کر اس کے جسم میں گرمی پہنچا رہی تھی۔ اور اس کی زندگی اور حفاظت کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی لیکن مجھے جلد ہی اپنی ان مصروفیات سے چھٹکارا مل گیا۔ میرے اناڑی پن، اسے دودھ پلانے کے سلسلے میں بے ڈھنگے پن، نومولود کی پرداخت کے متعلق لاعلمی اور پھر اس جگہ کی ٹھنڈک اور وہاں کی بدبو کی وجہ سے آخر کار اپنی پیدائش کے چند گھنٹوں بعد وہ چل بسا اور میں نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو جیسی روحانی تکلیف محسوس کر کے موت کی آغوش میں جاتے دیکھا ہے وہ

بیان سے باہر ہے۔

لیکن میرا رونا دھونا بیکار تھا۔ میرا بچہ مر چکا تھا اور واپس نہ آ سکتا تھا۔ میں سوائے صبر کے اور کیا کر سکتی تھی۔ میں نے اپنا کفن پھاڑ کر اس میں اپنے پیارے بچے کو لپیٹ دیا اور میں نے اسے اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس کی ننھی ننھی بانہیں اپنی گردن میں ڈال لیں اور اس کا سرد رخسار اپنے گال سے لگا لیا۔ پھر میں اسے چوم رہی تھی، اس سے باتیں کر رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں رات دن روتی رہی حالانکہ اس اندھیری قبر میں پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ کب دن ہوا اور کب رات ہوئی وہاں تو میرے لئے بس اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ کیمیلیا میرے لئے کھانا اور پانی لے کر آتی تھی۔ فطرتاً سخت دل ہونے کے باوجود یہ منظر دیکھ کر اس کا دل بھی پگھل گیا۔ اسے مجھ پر ترس آ گیا اور اس نے کہا کہ میں بچے کو دفن کرنے کی اسے اجازت دے دوں لیکن میں اس کے لئے تیار نہ ہوئی۔ وہ جب بھی آتی یہی درخواست کرتی اور میں ہر دفعہ انکار کر دیتی۔ اس مردہ بچے کی موجودگی مجھے سکون بخشتی تھی چنانچہ میں اسے اپنے سے الگ کرنے کو تیار نہ تھی۔

جلد ہی وہ سڑنے گلنے لگا۔ اب وہ ہر ایک کے لئے مکروہ اور گھناؤنا تھا لیکن ماں کے لئے وہ اب بھی پیارا تھا۔ انسانی فطرت و احساسات مجھے اکساتے رہے کہ میں اس سڑتی ہوئی لاش کو پھینک دوں لیکن میں نے پھر بھی ایسا نہ کیا۔۔۔ میں اپنے کھردرے اور بے آرام بستر پر پڑی گھنٹوں تک اس گھناؤنی چیز کو دیکھتی رہتی جو کبھی میرا بچہ تھا۔ اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا، نقوش مسخ ہو گئے تھے۔۔۔ اور اس چہرے میں، میں اس کے اصل نقوش کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی رہتی۔ اس تنہائی میں بس میری یہی ایک مصروفیت تھی جو مجھے خود اپنی حالت سے عارضی طور پر بے خبر کر دیتی تھی۔

جب مجھے اس زنداں سے نکالا گیا تو اس وقت بھی میرے بچے کی بدبودار لاش میرے سینے سے لگی ہوئی تھی لیکن باہر آنے کے بعد عزیزوں اور دوستوں کے سمجھانے سے میں نے اسے اپنے سینے سے الگ کیا اور اب میرا بچہ ہمارے خاندانی قبرستان میں بڑی گہری نیند سو رہا ہے۔

میں بتا چکی ہوں کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کیمیلیا میرے پاس آتی تھی اور بلاناغہ آتی تھی۔ وہ مجھے تسلی دیتی اور میرے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی تلقین کرتی اور مشورہ دیتی کہ میں مذہب کا دامن مضبوطی سے پکڑ کر اسی سے تسکین حاصل کروں۔ صاف ظاہر تھا کہ میری حالت سے وہ بے حد متاثر تھی حالانکہ وہ زبان سے اس کا اقرار و اظہار نہ کرتی تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ میرے گناہ کی اہمیت کو وہ جتنا زیادہ کم کرے گی میں کفارہ ادا کرنے میں اتنی ہی کوتاہی کروں گی۔

مجھے یقین ہے کہ مجھے عذاب دینے والی (کیونکہ تینوں تنہا تنہا کبھی کبھی میرے پاس آتی تھیں) بقیہ تینوں بھی یہی سمجھتی تھیں کہ میری روح کو بچانے کا یہی ایک راستہ ہے کہ میرے جسم کو سخت اذیت پہنچائی جائے۔ اس کے باوجود میرے خیال میں ان کا دل بھی میری حالت دیکھ کر پسیج جاتا لیکن وہ صدر راہبہ کی اندھی معتقد اور محکوم تھیں چنانچہ انہوں نے اپنے دل پتھر کر لئے تھے۔ صدر راہبہ نے ان رازداروں کو بتا دیا تھا کہ میری خبر گیری کیمیلیا کے سپرد کر دی گئی ہے اور یہ کہ میرا گناہ عظیم تھا اور یہ کہ سخت سے سخت عذاب بھی میری روح کو پاک نہ کر سکتا تھا اور یہ کہ دوزخ ہی میرا ٹھکانہ تھا۔ چنانچہ وہ میرے لئے نہ تو دل جلائیں اور نہ ہی میری حالت پر افسوس کریں۔

چونکہ میری خبر گیری بشرطیکہ ہم اسے خبر گیری کہہ سکیں کیمیلیا کے سپرد کی گئی تھی اس لئے صدر راہبہ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ میرے ساتھ نہایت سختی سے پیش آئے۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے کیمیلیا سے کہا تھا کہ وہ مجھے یہ مژدہ سنا دے کہ میں اپنے جسم کو اذیت پہنچا کر اپنی روح کو بچا رہی تھی۔ اس نے کہہ بھیجا کہ ہو سکتا ہے کہ اس نفس کشی کے بعد میں دوزخ سے بچ جاؤں۔ صدر راہبہ کے حکم کے باوجود کیمیلیا کا سلوک میرے ساتھ قدرے ہمدردانہ تھا اور ہر طرح سے مجھے تسلی دیتی تھی۔ ایک دفعہ صرف ایک دفعہ صدر راہبہ میرے پاس آئی تھی اور اس وقت اس نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ بربریت کی انتہائی مثال تھی۔ وہ مجھے عاقبت کے عذاب سے ڈراتی اور دھمکاتی رہی۔ میری بزدلی اور کم ہمتی کا مذاق اڑاتی رہی۔ میری حالت پر ہنستی رہی اور جب وہ جانے لگی تو میں نے اسے کیمیلیا کو حکم دیتے سنا کہ وہ مجھ پر اور بھی سختی کرے۔ بہرحال وہ اپنے مظالم کا کفارہ اپنی موت سے ادا کر چکی۔ خدا اس کی روح پر رحم کرے اور اسے معاف کرے۔ اس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اسے میں معاف کر چکی۔ چنانچہ یوں میں اپنی تکلیف دہ زندگی کے دن گزار رہی تھی۔

میرا جسم کمزور ہوتا چلا گیا اور مجھے بخار رہنے لگا۔ میں گھلنے لگی یہاں تک کہ میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اپنے بستر سے اٹھ بھی نہ سکتی تھی اور بمشکل ہاتھ پاؤں ہلا سکتی تھی۔ قبر کے کیڑے بچے کو کھا کر موٹے اور لجلجے ہو گئے۔ میں ان کو اپنے جسم پر رینگتے محسوس کرتی اور مردہ چھپکلیاں میرے بدن پر دوڑنے لگتیں اور کبھی اپنے پیٹ کے عرق کی لکیر میرے جسم پر چھوڑ جاتیں اور کبھی میرے خشک اور پریشان بالوں میں الجھ جاتیں اکثر ایسا ہوتا کہ جب میں نیند سے بیدار ہوتی تو میری انگلیوں میں وہ سفید اور گھناؤنے کیڑے لپٹے ہوئے ہوتے جو میرے بچے کو کھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں خوف اور کراہت سے چیخ اٹھتی اور ان کیڑوں کو اپنی انگلیوں پر سے جھٹکتی جاتی اور کانپتی جاتی۔

یہ حالت تھی میری جب کیمیلیا ایک دم سے بیمار پڑ گئی۔ ایک خطرناک بخار نے

جو سنتری سمجھ جاتا ہے اسے بستر سے لگا دیا۔ صدر راہبہ اور اس کی راز دار تنیں تو مجھے پوری طرح سے کیملیا کے سپرد کر کے مطمئن ہو گئی تھیں بلکہ مجھے بھول چکی تھیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بھی بھولے سے بھی مجھے میرا خیال نہ آتا ہوگا۔ آزاد ہونے کے بعد مجھے کیمیا کی بیماری کا علم ہوا اور تب پتہ چلا کہ وہ میرے پاس کیوں نہ آئی تھی لیکن اس وقت وہاں اندھیری کوٹھری میں تو میں اس کے نہ آنے کا سبب معلوم ہی نہ کر سکتی تھی۔

ایک دن گزر گیا، دوسرا گزر گیا اور تیسرا دن شروع ہوا لیکن کیملیا نہ آئی۔ وقت کے گزرنے کا اندازہ میں چراغ میں جلتے ہوئے تیل سے لگاتی تھی کہ اس کا تیل ایک دن میں ختم ہو جاتا تھا۔ خوش قسمتی سے بوتل میں سات دنوں کا تیل تھا۔

کیملیا نہ آئی تو میں نے سوچا کہ یا تو تنیں مجھے بھلا چکی ہیں یا پھر صدر راہبہ نے انہیں حکم دے دیا ہے کہ اب مجھے کھانا پانی نہ دیا جائے اور مجھے مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ بہر حال میں نے اپنے آپ کو قسمت کے حوالے کر دیا اور اپنی موت کا انتظار کرنے لگی۔ جب میں موت کے فرشتے کا انتظار کر رہی تھی تو اس کے بجائے میرا محافظ فرشتہ، میرا بھائی مجھے نجات دلانے آ گیا۔

میری نظر اتنی کمزور ہو رہی تھی اور اتنی دھندلا رہی تھی کہ میں اپنے بھائی کو پہچان نہ سکی اور جب میں نے اسے پہچانا تو فوری اور شدید خوشی کو برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی۔ آپ سب جانتے ہیں کہ دیلا دی فرانکا خاندان کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔ میں ان کے ان احسانوں کو کبھی فراموش نہ کر سکوں گی۔ خدا کرے کہ میں ان کے احسانات کا تھوڑا سا بدلہ بھی چکانے کے قابل بن سکوں۔ اب صرف ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے بھائی کو تندرست دیکھ سکوں اور یہ کہ انطونیہ کی یاد وہ اس کے ساتھ ہی دفن کر کے اپنی زندگی بسر کریں اور خوش و خرم رہیں۔ بیشک مجھ سے ایک لغزش ہو گئی اور میں نے اپنے آپ کو رائمنڈ کے حوالے کر دیا جسے میں اپنا شوہر یقین کر چکی ہوں لیکن میری اس لغزش سے میرے شوہر کو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں مستقبل میں اس سے بے وفائی کروں گی۔ رائمنڈ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم سے کبھی نہ ملوں گی اور اگر اس منحوس گھڑی نے میرے قدم نہ ڈگمگا دیئے ہوتے تو میں اپنے فیصلہ پر قائم رہتی۔ لیکن قسمت کو یہ منظور نہ تھا۔ چنانچہ میں قسمت کے فیصلے کے سامنے جھک کر بحث کو یہاں ختم کرتی ہوں۔ رائمنڈ! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ مجھ سے شادی کرنے کے بعد تمہیں کبھی اس پر افسوس نہ ہوگا۔ بے شک تمہاری محبوبہ سے ایک سخت لغزش ہو گئی تھی لیکن تمہاری بیوی آخری دم تک تمہاری وفادار رہے گی۔

یہاں ایگنس نے اپنا بیان ختم کیا اور رائمنڈ نے اس کے وعدوں کا جواب بڑے پیار

اور محبت سے دیا اور خود اپنی طرف سے اسے خوش رکھنے اور اس کا وفادار رہنے کا وعدہ کیا۔ پوپ روم کے اجازت نامے نے ایگنس کو خانقاہی اور راہبانہ پابندی سے پوری طرح آزاد کر دیا تھا۔

چنانچہ ضروری تیاریاں ہوتے ہی ایگنس اور رائمنڈ کی شادی بڑے دھوم دھڑکے سے ہوئی کہ دیکھنے والوں کو یہ شادی مدتوں تک یاد رہی۔ شادی کے فوراً بعد ہی ایگنس اپنے شوہر رائمنڈ کے ساتھ اس کے محل میں چلی گئی جو اندلوسیہ میں تھا۔ لورنزو اور مارکوئس دی لا سسترنا بھی اپنی خوبصورت بیٹی ورجینا کے ساتھ ان کے ساتھ تھی۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وفادار تھیوڈور بھی ساتھ ہی تھا اور اپنے آقا کی شادی پر پھولا نہ سما رہا تھا۔ روانگی سے پہلے رائمنڈ نے انطونیہ اور اولویرا کے رشتہ داروں کے متعلق تحقیقات کی تو معلوم ہوا لیونیلا اور جاسنتھا نے ان دونوں کی خدمت کی تھی چنانچہ اس نے اپنی مرحوم بھابی اور اس کی مرحوم بیٹی کی خاطر ان دونوں کو قیمتی تحائف سے نوازا۔ لورنزو نے بھی ان کی تقلید کی۔ لیونیلا تو دو ایسے مشہور امیر زادوں کو اپنے اوپر ایسے مہربان پا کر نہال ہو گئی اور جاسنتھا نے اس گھڑی کو بے حد مبارک یقین کر لیا جب اس کا گھر آسیب زدہ تھا۔

ادھر ایگنس اپنی خانقاہ کی ساتھیوں کو اور ان کے احسانات کو نہ بھولی۔ اس کی سب سے بڑی محسن مادر سینٹ ارسولہ تھی جس کی وجہ سے اسے آزادی نصیب ہوئی تھی چنانچہ ایگنس کی پرزور سفارش پر مادر سینٹ ارسولہ کو عورتوں کے خیرات خانے کی منتظمہ اور صدر بنا دیا گیا۔ یہ پورے سپین کی سب سے بڑی اور بہترین خیراتی جماعت تھی۔ اسی خیرات خانے میں برتھا اور کورنیلا کو بلند عہدوں پر فائز کیا گیا۔ رہی وہ تنیں جو ایگنس کو عذاب دینے میں صدر راہبہ کی شریک تھیں تو ان میں کیمیلا تو خانقاہ کی آگ میں جل مری تھی۔ کونسلیے، ایلکس، مریانہ اور دوسری تنیں بلوائیوں کے غصے کا شکار ہو گئیں۔ بقیہ تنیں جو صدر راہبہ کی مجلس مشاورت میں شریک تھیں اور جنہوں نے اس کے فیصلے کی حمایت کی تھی زندہ تھیں یعنی بلوائیوں سے بچ گئی تھیں چنانچہ انہیں سپین کے دور افتادہ علاقوں کی گمنام خانقاہوں میں بھیج دیا گیا۔

اولویرا اور انطونیہ کی وفادار خادمہ کو بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ اس نے کہا کہ اسے وطن کی یاد ستا رہی تھی چنانچہ اس کے لئے کیوبامک کے سفر کا انتظام کر دیا گیا اور وہ رائمنڈ اور لورنزو کے عطیات سے لدی پھندی بخیر و خوبی اپنے وطن پہنچ گئی۔ اس طرف سے فرصت پا کر ایگنس اپنی پسندیدہ تجویز کی طرف متوجہ ہو گئی۔ چونکہ وہ ایک ہی گھر میں مقیم تھے اس لئے لورنزو اور ورجینا کا ہر دم ساتھ تھا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ لورنزو پر اس حسینہ کی خوبیاں اور لیاقت واضح ہوتی چلی گئی۔ رہی ورجینا تو وہ لورنزو کو خوش رکھنے کی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔ لورنزو اپنے دل میں

خوشی کی ہریں محسوس کرکے اس کے حسن، نزاکت، رکھ رکھاؤ اور دل میں گھر کر لینے والی شائستگی کو دیکھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ورجینا اس کے آرام کا بھی ہر طرح خیال رکھتی تھی اور لورانزو اس کی اس توجہ سے بھی محظوظ ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ورجینا اس کے دل میں وہ جذبہ بیدار نہ کرسکی جو انطونیہ نے ایک ہی وقت میں پیدا کر دیا تھا۔ اس کے باوجود جب ڈیوک نے ورجینا کو اس کی دلہن بنانے کی پیشکش کی تو لورانزو انکار نہ کرسکا خصوصاً اس لیے کہ ڈیوک نے کہا کہ خود اس کی ورجینیا کی خوشی اسی میں ہے اور پھر لورانزو کے دوست اور بہنوئی رائمنڈ نے بھی اسی پر اصرار کیا تھا۔ جب لورانزو اس رشتہ پر رضامند ہوگیا تو خود ڈیوک نے لورانزو کا پیغام رائمنڈ اور ایگنس کے ہاتھ ورجینا کے باپ مارکیوس کو بھیجا۔ اس نے بڑی خوشی سے پیغام قبول کر لیا۔ چنانچہ اب ورجینا لورانزو کی بیوی تھی اور اس نے اپنی کسی حرکت سے اپنے شوہر کو اپنے انتخاب پر افسوس کرنے کا موقع نہ دیا۔ اس نے اپنی بے پناہ محبت سے اپنے شوہر کے دل میں سے رفتہ رفتہ انطونیہ کی یاد محو کر دی اور اب وہ لورانزو کے دل کی بلاشرکتِ غیرے تنہا مالک تھی اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اس کی مستحق بھی تھی۔

اب غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ رائمنڈ و ایگنس اور لورانزو اور ورجینا کی زندگیوں میں بہار آچکی تھی۔ وہ سب کے سب خوش تھے اور وہ سب کے سب ایسے شدید مصائب اور دکھوں سے گزر چکے تھے کہ اب اگر کبھی کوئی مصیبت ان پر پڑتی یا کوئی دکھ آجاتا تو وہ انہیں بے حد ہلکا معلوم ہوتا اور پھر بادل کے سائے کی طرح گزر جاتا۔

☆

UPLOAD BY SALIMSALKHAN@YAHOO.COM

بارھواں باب

انطونیہ کی موت کے دوسرے دن پورے مدرید میں حیرت اور سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ان سپاہیوں میں سے ایک جو ڈیوک اور لورانزو کے ساتھ تہ خانہ میں گیا تھا اور جس نے انطونیہ کو مرتے دیکھا تھا، اپنی زبان نہ روک سکا اور اس نے اس قتل کا واقعہ نہ صرف تفصیل سے بیان کر دیا بلکہ قاتل کا نام بھی بتا دیا۔ اس انکشاف سے معتقدوں میں جیسی سراسیمگی پھیلی اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ زیادہ تر لوگوں نے اس پر یقین ہی نہ کیا چنانچہ وہ اس واقعہ کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کاپوچن خانقاہ کی طرف بھاگے۔ وہاں راہبوں نے انہیں یقین دلایا کہ امبروسیو اپنی علالت کی وجہ سے ان سے نہیں مل سکتا ورنہ اور کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن یہی بہانہ ہر دن دہرایا گیا اور امبروسیو ملاقاتیوں کے سامنے نہ آیا تو لوگوں کو سپاہی کی کہانی پر یقین آنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے بھی، جن کا اعتقاد جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا کاپوچن گرجا میں جانا سرے سے ترک کر دیا اور وہ لوگ جو امبروسیو کی تعریفیں کرتے تھکتے نہ تھے اب اس کی برائیاں کرتے تھکتے نہیں تھے۔

جب مدرید کے لوگ امبروسیو کے گنہگار بے گناہ ہونے کے فیصلے کرنے میں مصروف تھے تو خود امبروسیو قید و بند کے مصائب جھیل رہا، اپنے ضمیر کی ملامت سن رہا، اپنے گناہ کے احساس سے کانپ رہا اور اس سزا کے خیال سے لرز رہا تھا جو عدالت عالیہ کی طرف سے اسے ملنے والی تھی۔

ابھی چند ہفتے پہلے ہی وہ نیک سیرت اور پاکدامن تھا، مدرید کے شرفا اور امرا اس کے سامنے جھکتے اور اس کے چغے کے دامن کو احترام سے بوسہ دیتے تھے اور لوگ اس کی اتنی عزت کرتے تھے کہ انھوں نے اسے زندہ ولی کے درجہ تک پہنچا دیا تھا، لیکن اب اس کا وجود خوفناک اور گھناؤنے گناہوں سے داغ دار تھا۔ اب وہ کلیسائی عدالت کا ایک حقیر قیدی تھا اور شاید اسے نہایت سخت سزا ملنے والی تھی۔ اس مایوسی اور ناامیدی میں اپنی ڈھارس بندھانے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مذہب اب اسے سکون نہ بخشتا تھا۔ اگر وہ عبادت کرنے کی کوشش کرتا تو اسے فوراً یاد آتا کہ اب وہ خدا کے رحم و کرم کا مستحق نہیں رہا اور یہ کہ اس کے گناہ ایسے زبردست تھے کہ یسوع مسیح کا دامن بھی انھیں ڈھانپنے کے لئے ناکافی تھا۔ چنانچہ امبروسیو کے وہ چند دن جو مقدمہ

شروع ہونے میں باقی تھے، اس طرح گزرے کہ وہ ماضی کو یاد کر کے کانپ رہا تھا، حال اسے روحانی اذیت میں مبتلا کیے ہوئے تھا اور مستقبل کا دھڑکا اسے لرزا رہا تھا۔

اور پھر مقدمہ کا دن آ گیا۔

صبح نو بجے اس کے قید خانے کا دروازہ کھلا اور داروغۂ جیل نے آ کر امبر دسیو کو ساتھ آنے کا حکم دیا۔ اسے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا جس کی دیواروں پر سیاہ پردے پڑے ہوئے تھے۔ ایک لمبی سی میز کے پیچھے تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں کے چہرے سے کرختگی عیاں تھی اور وہ تینوں بھی سیاہ لباس میں ملبوس تھے۔ ان میں سے ایک کلیسائی عدالت کا محتسب اعلیٰ تھا۔

امبر دسیو کو قریب آنے اور پھر میز کے کنارے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا گیا۔ امبر دسیو آگے بڑھا اور جب اس نے نظریں جھکا کر نیچے دیکھا تو اسے فرش پر مختلف قسم کے آہنی آلات پڑے ہوئے نظر آئے۔ امبر دسیو نے فوراً سمجھ لیا کہ یہ آلات وہ تھے جن سے قیدیوں کو عذاب پہنچا کر ان سے اقرار گناہ کروایا جاتا ہے۔ یعنی یہ آلہ ہائے تعذیب تھے۔ امبر دسیو کا رنگ زرد ہو گیا، اس کی ٹانگیں جیسے پانی بن کر بہہ گئیں اور وہ گرنے سے بچنے کے لیے میز کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔

آخر کار وہ دروازہ، جو اس دروازے کے مقابل تھا جس سے امبر دسیو داخل ہوا تھا، بڑی آواز کے ساتھ کھلا اور ایک افسر عدالت کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ملّاہ تھی۔ اس کے بال پریشان تھے، رخساروں کا رنگ ہلدی ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئیں اور حلقوں میں دھنسی ہوئی تھیں۔

عین اس وقت ایک گھنٹی تین دفعہ بجی اور عدالت کی کارروائی شروع ہوئی۔ امبر دسیو پر نہ صرف زنا بالجبر اور خون کا الزام تھا بلکہ اس پر اور ملّاہ پر جادو کا بھی الزام عائد کیا گیا تھا۔ ملّاہ کے حجرے کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے چند مشکوک کتابیں اور آلات مل گئے تھے جو اسے ساحرہ ثابت کر رہے تھے۔ امبر دسیو پر سحر کا جو الزام تھا اسے ثابت کرنے کے لیے وہ جادوئی آئینہ عدالت میں پیش کیا گیا جو ملّاہ اتفاقاً امبر دسیو کے حجرے میں بھول آئی تھی۔ یہ آئینہ محتسب اعلیٰ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ایک چھوٹی سی صلیب آئینے پر رکھ دی۔ فوراً ہی ایک دل دہلا دینے والی آواز سنائی دی جو گرج سے مشابہ تھی اور فولادی آئینے کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اس واقعہ نے ججوں کو یقین دلا دیا کہ راہب کے پاس سفلی علم تھا اور وہ حقیقت میں ساحر تھا۔

چنانچہ راہب سے اس کے ان جرائم کا، جو اس نے کیے تھے اور جو نہ کیے تھے، اقرار کروانے کے لیے محتسبوں نے اپنا کام شروع کیا۔ ان کے استفسار کے جواب میں بڑی

جرأت اور بڑے یقین سے اس نے اپنی بے گناہی کا بیان دیا۔ ملّاہ نے بھی اس کی تقلید کی لیکن وہ بھی اور اس کی آواز بھی خوف سے کانپ رہی تھی۔

چونکہ امبر دسیو اقبال جرم نہ کر رہا تھا اس لیے محتسب اعلیٰ نے اس پر آلہ ہائے تعذیب استعمال کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل فوراً کی گئی اور امبر دسیو نے وہ شدید ایذائیں برداشت کیں جو انسانوں نے ایجاد کی تھیں اور اب بھی انسانوں میں بربریت کے موجود ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس کے بعد بھی امبر دسیو نے اقبال جرم نہ کیا کیونکہ آپ جانیے موت کا خوف، خصوصاً اس وقت جب دوسری دنیا کے عذاب کا بھی دھڑکا ہو، بہت زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ محتسب کے حکم سے امبر دسیو کی ایذا دہی میں اضافہ کر دیا گیا اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑا گیا جب تک کہ وہ ان تکلیفوں کو برداشت کر کے بیہوش نہ ہو گیا۔ بیہوشی اس کے لیے ایک نعمت بن کر آئی تھی کہ اس نے فی الحال اسے ایذا دینے والوں سے نجات دلا دی تھی۔ اب ملّاہ کو ایذا پہنچانے کا حکم دیا گیا، لیکن امبر دسیو کی حالت دیکھ کر اس کی ہمت پہلے ہی سے جواب دے گئی تھی چنانچہ اس نے فوراً ہی ججوں کے سامنے گھٹنوں پر گر کر اقرار کیا کہ بیشک وہ شیطان سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھی اور یہ کہ جب امبر دسیو نے انطونیہ کو قتل کیا تھا تو وہ وہاں موجود تھی البتہ اس نے امبر دسیو کے ساحر ہونے سے انکار کیا۔

چنانچہ ملّاہ کے لیے ججوں نے یہ فیصلہ سنایا کہ جشن اوٹو ڈا فی کے دن اسے چوک میں زندہ جلا دیا جائے کہ ساحرہ کی یہی سزا تھی۔ ملّاہ بہت روئی، بہت گڑگڑائی لیکن ججوں نے اپنا فیصلہ نہ بدلا اور ملّاہ کو گھسیٹ کر عدالت کے کمرے سے باہر لے جایا گیا۔

امبر دسیو کو اس کے قید خانے میں پہنچایا گیا تو اس کی جسمانی تکلیف اس کی ذہنی اور روحانی تکلیف سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے اعضا کے جوڑ اکھڑ گئے تھے، ہاتھوں اور پیروں کی تمام انگلیوں کے ناخن گوشت سے جدا تھے، شکنجے کے دباؤ سے انگلیوں کا چورا بن گیا تھا — ظاہر ہے ان تکلیفوں کے سامنے دوسری ساری تکلیفیں ہیچ تھیں۔ پھر یہ خیال اسے لرزا رہا تھا کہ اس نے اقبال جرم نہ کر کے یہ ایذائیں برداشت کی تھیں چنانچہ ایک بار پھر اسے ان ایذاؤں سے گزرنا تھا۔ یہ خیال ایسا بھیانک تھا کہ اس نے اقبال جرم کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اقبال جرم کرنے کے بعد اسے کون سی سزا دی جائے گی تو اس نے پھر اپنا ارادہ بدل دیا کہ نہیں کچھ بھی ہو جائے وہ اپنے جرم کا اقرار نہ کرے گا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اقرار کر لیا تو پھر موت سے بچنا ممکن نہ ہوگا اور موت بھی وہ جس کے خیال سے ہی آدمی کا جسم ٹھنڈا پڑ جائے اسے بھی جشن

اوڈونی کے دن جو زیادہ دور نہ تھا، چوک میں زندہ جلا دیا جائے گا اور اس آگ میں جل کر مرنے کے بعد اسے کیا ملے گا؟ دوسری آگ جو دنیا کی شدید سے شدید آگ سے زیادہ شدید ہے۔ اس آگ سے تو کسی طور چھٹکارا ممکن ہی نہیں کیونکہ وہاں تو اس کے لئے موت ہی نہ ہوگی۔ اس خوفناک خیال سے بچنے کے لئے اس نے دہریت کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ اس نے عاقبت اور خدا کے وجود کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کیا، بار بار کیا لیکن اس پر یقین کرنے میں کامیاب نہ ہو۔ خدا کے وجود کو وہ لاکھ کوشش اور مختلف دلائل کے باوجود جھٹلا نہیں سکا۔ اسے احساس تھا اور شدت سے تھا کہ خدا ہر حال ہے۔ اس کا وجود اس حالت میں امبر دسیو پر اور بھی زیادہ ظاہر اور روشن ہو رہا تھا، لیکن پہلے وہ خدا کے وجود پر یقین کر کے اس سے سکون حاصل کرتا تھا۔ لیکن اب یہی یقین اسے دہلا رہا اور لرزا رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ اس کے وجود سے انکار کر رہا تھا اتنا ہی زیادہ اسے خدا کے وجود کا یقین ہوتا جا رہا تھا اس کی بے چینی اور موت کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ گنہگار کی موت ویسے بھی آسان نہیں ہوتی اور پھر امبر دسیو تو "مقدس گنہگار" تھا، وہ گنہگار تھا جس نے اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کرنے کے بعد گناہ کیا تھا۔ چنانچہ یہاں کوئی دلیل، کوئی فلسفہ اس کی ڈھارس بندھانے میں کام نہ آ رہا تھا۔

اس خوف اور مایوسی کے عالم میں جسے کوئی بھی فانی انسان برداشت نہ کر سکتا تھا امبر دسیو وہ منصوبے گھڑنے لگا جن کے ذریعہ وہ دنیوی اور دینی سزاؤں سے بچ سکتا تھا۔ دنیوی سزا سے بچنا تو ممکن نہ تھا اگر اس نے جرم کا اقبال نہ کیا تو ایذائیں برداشت کرے گا اور اگر اقبال کر لیا تو اسے اس طرف سے بھی ناامید کر دیا۔ وہ کسی طور اپنے آپ کو یقین ہی دلا سکتا تھا کہ اس جیسا گنہگار بخشے جانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ وہ یہ بہانہ بھی نہ تراش سکتا تھا کہ گناہ اور جرم سے اس کی ناواقفیت نے اسے اس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ گناہ کرنے سے پہلے وہ گناہ کے نتیجے سے نہ صرف پوری طرح واقف تھا بلکہ اپنے خطبات میں لوگوں کو ان سے روکتا اور ان کی سزا سے ڈراتا تھا اس کے باوجود وہ خود ان کا مرتکب ہوا تھا۔

"معافی!" وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں چیختا۔ "نہیں۔ میں معاف نہ کیا جاؤں گا۔ نہ یہاں اور نہ وہاں۔"

جب اسے یہ یقین ہو گیا تو شدید غصہ اس پر مسلط ہو گیا۔ اب وہ شدید غصے اور سخت مایوسی کا شکار تھا اور اس عالم میں وہ آہیں بھرتا رہا، روتا رہا، سینہ کوٹتا رہا اور کفر کے کلمات بکتا رہا تھا۔ دن کی وہ تھوڑی سی روشنی جو سوراخ دار روشندان میں سے اس کی کوٹھری میں آ رہی

تھی، ختم ہو گئی تو اس کے خیالات اور بھی مایوس کن بن گئے اور جو دوا س پر خوف مسلط ہو گیا۔ اب وہ اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ کہیں اسے نیند نہ آ جائے۔ اس نے نیند سے بچنے کی تمام کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔

ادھر اس نے آنکھیں بند کیں اور ادھر اس کے وہ بھیانک خیالات ہیولے بننے لگے جو دن بھر اس کے دماغ میں چکر کاٹتے رہے تھے۔ وہ اپنے آپ کو شعلوں اور آتشیں عذاب میں جلتے دیکھ رہا تھا، عفریت اور عذاب کے خوفناک فرشتے اسے عذاب دے رہے تھے اور ان مناظر کے درمیان الویرا اور انطونیہ کے بھوت بھٹک رہے تھے اور مہیب قہقہے لگا رہے تھے۔ وہ اس پر ہنس رہے تھے، اسے اپنا قاتل کہہ رہے تھے اور عذاب کے فرشتوں کو ہدایت کر رہے تھے کہ وہ اسے اور بھی زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کریں۔

ایسے بھیانک مناظر تھے جو اسے خواب میں نظر آ رہے تھے اور اس وقت تک ان کا سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا جب تک کہ اپنے ٹوٹے ہوئے ہاتھوں اور ٹوٹی ہوئی ٹانگوں کی ٹیسیں محسوس کر کے بیدار نہ ہو جاتا اور جب وہ بیدار ہوتا تو وحشت زدہ رہتا، اس کا جسم ٹھنڈے پسینے میں شرابور ہوتا اور اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی ہوئی ہوتیں۔ وہ اپنی تقریباً بے جان ٹانگوں سے کوٹھری میں ٹہل نہیں کر چیختا۔ 'ہائے گنہگاروں کے لئے رات بڑی بھاری ہوتی ہے۔'

وہ دن قریب تھا جب اسے دوسری دفعہ عدالت میں پیش کیا جانے والا تھا۔ اسے مقوی غذا اور جڑی بوٹی دی گئی تھی اور شراب بھی پلائی گئی تھی تاکہ اس کی جسمانی قوت بحال ہو جائے اور وہ زیادہ دیر تک ایذائیں برداشت کر سکے۔

اس خوفناک دن کی رات آئی تو امبر دسیو کا خوف اور مایوسی بہت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ دوسرے دن اسے جو ایذائیں برداشت کرنی تھیں ان کا خیال ایسا شدید تھا کہ اس کے دماغ کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں اور وہ قریب قریب پاگل ہو رہا تھا۔ وہ بے سنی کے عالم میں اس میز کے قریب بیٹھا ہوا تھا جس پر رکھا ہوا چراغ جیسے مرمر کر سسک رہا تھا۔ وہ کئی گھنٹوں تک اسی طرح بے حرکت اور خالی الذہن بیٹھا رہا۔ پھر دفعتاً ایک جانی پہچانی آواز نے کہا۔

"امبر دسیو اس طرف دیکھو۔"

امبر دسیو چونکا۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ سامنے مٹلڈا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ شاہی لباس میں ملبوس تھی جو زرق برق تھا۔ اس کے لباس میں قیمتی ہیرے ٹکے ہوئے تھے اور اس کے سر پر گلاب کے پھولوں کا تاج تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں چھوٹی سی کتاب تھی اور اس کے چہرے

پر بے حد پیاری دمک تھی۔

"ملاہ! تم یہاں؟" آخرکار امبروسیو نے کہا۔ "تم یہاں کیسے آ گئیں؟ تم بھی تو قید میں تھیں اور زنجیروں میں جکڑی تھیں؟ کہاں گئیں وہ زنجیریں؟ اس عجز کے بجائے اور تمہاری آنکھوں میں خوشی کی اس چمک کا مطلب کیا ہے؟ کیا ججوں کو تم پر رحم آ گیا؟ معاف کر دیا انھوں نے تمہیں؟ میرے بچنے کی کوئی امید ہے؟ خدا کے لئے جواب دو ملاہ؟"

"امبروسیو!" ملاہ نے بڑی تمکنت سے جواب دیا۔ "عدالت کے غصے اور سزا سے میں نے نجات حاصل کر لی ہے۔ اب میں آزاد ہوں۔ لیکن میں نے یہ آزادی بڑی بھاری اور خوفناک قیمت دے کر حاصل کی ہے۔ کہو امبروسیو! تم یہ قیمت ادا کر سکو گے؟ خاموش کیوں ہو؟— اور تم میری طرف مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہو۔ ہاں امبروسیو! میں نے آزادی اور زندگی حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ میں خدا کو چھوڑ کر اس کے جھنڈے تلے آ گئی ہوں جو اس کی خدائی اور اس کے بندوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یہ میں نے بُرا کیا ہو یا اچھا۔ بہرحال اگر مجھے اپنے اس فیصلے کو بدلنے کا فیصلہ دیا جائے تب بھی میں اسے نہ بدلوں۔ زندگی صرف ایک دفعہ ملتی ہے اور بیشک وہ ختم بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسی ذلتیں برداشت کرنا، چوک میں جلائے جانے اور لوگوں کے مذاق اور طعنوں کا ہدف بننا— نہیں— اس سے تو اچھا ہے کہ یوں مرنے کے بجائے آدمی کسی نہ کسی طرح اس دنیا میں چند روز اور رہ جائے اور میں نے یہی کیا ہے۔ نہ صرف مجھے آزادی اور زندگی مل گئی ہے بلکہ میں نے وہ اختیارات بھی حاصل کر لئے ہیں جن کے ذریعے مجھے دنیا میں ہر نعمت اور ہر مسرت میسر آئے گی۔ شیاطین میرے غلام ہیں اور مجھے اپنا آقا سمجھتے اور میرے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی مدد سے میری زندگی عیش و آرام کا مکمل نمونہ ہوگی۔ میں بے دھڑک اپنی آرزوئیں پوری کروں گی، ہر جذبہ کی تسکین کروں گی، ہر لذت سے لطف اندوز ہوں گی اور جب ان میں یکسانیت آ جائے گی اور میں ان سے اکتانے لگوں گی تو میرے حکم سے شیاطین لذت اندوزی کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیں گے۔ میں آزاد ہوں اور ایک سیکنڈ بھی اس منحوس قید خانے میں نہ ٹھہرتی لیکن خیال آیا کہ تمہیں بھی آزادی اور زندگی حاصل کرنے پر راضی کر لوں۔ امبروسیو! میں اب بھی تمہیں چاہتی ہوں۔ ہمارے مشترکہ گناہوں اور خطرات کی وجہ سے تم مجھے پہلے سے زیادہ عزیز ہو۔ چنانچہ میں نہیں چاہتی کہ تم یہ دنیا چھوڑ جاؤ اور میں رہ جاؤں۔ چنانچہ امبروسیو! ہمت سے کام لو اور منکر ہو جاؤ۔ ویسے بھی بخشے جانے کی امید ہے ہی کہاں؟ ہو سکتا ہے کہ جنت، دوزخ اور عاقبت وغیرہ— سب کچھ ایک دھوکا ہو۔ چھوڑ دو اس

خدا کو جس نے تمہیں چھوڑ دیا ہے اور ان بلندیوں پر پہنچ جاؤ جو تم پرست خدا کی دیواروں کی دسترس سے باہر ہیں۔" ملاہ خاموش ہو گئی اور امبروسیو کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"ملاہ!" طویل خاموشی کے بعد آخرکار اس نے کانپ کر پوچھا۔ "اپنی آزادی کی کیا قیمت ادا کی ہے تم نے؟"

ملاہ نے بڑی دلیری سے جواب دیا۔ "امبروسیو! میں نے اپنی روح دے دی ہے۔"

"بیوقوف عورت! یہ کیا کیا تو نے؟ اس دنیا میں چند سال اور پھر— کتنے عذاب ہوں گے تمہارے لئے۔"

"میرے لئے تو خیر چند سال بھی ہیں لیکن تم اپنے متعلق کہو کہ یہ ایک رات گزر جائے گی تو تم خود کتنے عذابوں میں مبتلا ہو گے۔ یاد ہیں تمہیں وہ اذیتیں جو تم برداشت کر چکے ہو؟ کل تمہیں جو اذیتیں دی جائیں گی وہ پچھلی اذیتوں سے زیادہ سخت اور ناقابل برداشت ہوں گی اور پھر دو ہی دن بعد تمہیں چوک میں کھمبے سے باندھ کر زندہ جلا دیا جائے گا اور پھر کیا ہوگا تمہارا؟ کیا اب بھی تم بخشے جانے کی امید رکھتے ہو؟ اور ان عورتوں کو جنہیں تم نے دوسری دنیا میں دھکیل دیا ہے اور جو خدا کے سامنے کھڑی انتقام طلب کر رہی ہیں اور پھر غور کرو کہ کیا خدا تم پر رحم کرے گا؟ نہیں— یہ سب بکواس ہے۔ جھوٹی امید کا سہارا نہ لو اور حقیقت کو پہچانو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے دوزخ ہی ٹھکانہ ہے اس سے بچنا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ کیوں نہ ہم فی الحال تو اپنے آپ کو دوزخ سے بچا لیں۔ میری مانو امبروسیو اور حال سے لطف اٹھاؤ اور بھول جاؤ کہ بعد میں کیا ہوگا۔"

"ملاہ! تمہارے مشورے بے حد خطرناک ہیں۔ میں انھیں قبول نہ کر سکتا ہوں اور نہ قبول کروں گا۔ بیشک میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن خدا رحیم اور کریم اور بخشنے والا ہے اور میں اس کی رحمتوں سے مایوس نہیں ہوں۔"

"اگر یہی تمہارا فیصلہ ہے تو پھر میرے کہنے کو کچھ نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ میں تو آزادی اور زندگی کی مسرتوں سے ہمکنار ہونے جا رہی ہوں اور تمہیں مرنے اور ابدی عذاب برداشت کرنے کے لئے چھوڑے جاتی ہوں۔"

"ایک منٹ ملاہ۔ ابلیس پر تمہارا حکم چلتا ہے چنانچہ تم اس قید خانے کا دروازہ کھلوا سکتی اور ان زنجیروں کو تڑوا سکتی ہو جنہوں نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ مجھے بچا لو ملاہ۔ مجھے یہاں سے نکال لے جاؤ اور ان اذیتوں سے مجھے محفوظ کر دو جو عدالت میں میری منتظر ہیں۔"

"امبروسیو۔ تم وہ درخواست کر رہے ہو جو میں قبول نہیں کر سکتی۔"

"مطلب؟"

"میں تمہاری مدد نہیں کرسکتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ خدا کے پرستار کی مدد کرنے کی مجھے اجازت نہیں۔"

"لیکن میں اپنی روح کو فروخت کرکے ابدی عذاب مول نہیں لے سکتا۔"

"بہت اچھا، جیسی تمہاری مرضی لیکن جب تم اپنے آپ کو کھمبے سے بندھا پاؤ گے اور تمہارے چاروں طرف رکھی ہوئی خشک لکڑیوں کو سلگایا جارہا ہوگا تب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ میں تو جارہی ہوں، لیکن جاتے جاتے اپنی محبت کا ثبوت دیئے جاتی ہوں۔ جب تمہاری موت کا وقت قریب آئے اور اس وقت تمہاری عقل اگر ٹھکانے آجائے تو سنو کہ اس وقت تمہیں اپنی حالیہ غلطی کی تلافی کس طرح کرو گے۔ یہ کتاب میں تمہارے پاس چھوڑے جارہی ہوں۔ اس کے ساتویں صفحہ کی پہلی چار سطور پڑھنا اور وہ نجات دہندہ، جسے تم پہلے وہاں قبرستان کے تہ خانے میں دیکھ چکے ہو، حاضر ہو جائے گا۔ اب اگر تم نے عقلمندی سے کام لیا تو ہم اس دنیا میں پھر تم سے ملیں گے ورنہ ہمیشہ کے لئے رخصت۔"

اس نے کتاب فرش پر پھینک دی۔ فوراً ہی نیلی آگ کے بادل نے ملاؤ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر امبروسیو کو الوداع کہا اور غائب ہوگئی امبروسیو بے جان سا کرسی پر بیٹھ گیا، میز پر کہنیاں ٹیک کر ہاتھوں میں اپنا سر لے لیا اور الجھے ہوئے اور دہشت انگیز خیالات کے بھنور میں غوطے کھانے لگا۔

وہ اسی طرح بیٹھا ہوا تھا کہ قید خانے کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر چونکا۔ اسے محتسب اعلیٰ کے سامنے طلب کیا گیا تھا۔ اسے ایک بار پھر عدالت میں لے جایا گیا۔ ایک بار پھر اس سے پوچھا گیا کہ وہ اقبال جرم کرتا ہے یا نہیں۔ اس نے پھر اپنی گناہوں سے انکار کرکے کہا کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا لیکن جب اس نے اذیت پہنچانے کے آلات دیکھے اور اسے یاد آیا کہ ان آلات کے ذریعہ سے کیسی تکلیف پہنچائی گئی تھی — تو اس کی ساری ہمت اور قوت ارادی جواب دے گئی اور اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ حالیہ اذیت سے بچنے کے لئے اور یہ سوچے بغیر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا۔ اس نے اپنے سارے جرائم کھول کر بیان کردیئے اور نہ صرف ان جرائم کے ارتکاب کا اعتراف کرلیا جن کا اس پر الزام تھا بلکہ ان جرائم کا بھی اعتراف کرلیا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے۔ ملاؤ کے فرار نے عدالت کو الجھن میں ڈال رکھا تھا

چنانچہ جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو امبروسیو نے کہہ دیا کہ اس نے اپنی روح شیطان کے ہاتھ فروخت کردی ہے اور یہ کہ اسی کی مدد سے وہ فرار ہوگئی ہے۔ شیطان سے تعلق کی دھمکی دیئے جانے پر امبروسیو نے یہ بھی قبول کرلیا کہ وہ خود بھی مرتد، منکر اور ساحر ہے وہ ہر اس الزام کا جسے سب سچ سمجھے اقرار کرلیا جو ججوں نے اس پر لگایا۔

اس کے بعد ظاہر ہے ججوں کو فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہ ہوئی۔ انھوں نے فوراً سزا سنادی۔ امبروسیو کو حکم دیا گیا کہ اب وہ یہ دنیا چھوڑنے کی تیاری کرے کیونکہ اتوار کی رات کے جشن کے دن چوک میں کھمبے سے باندھ کر زندہ جلا دیا جائے گا اور یہ جشن اسی رات کے دس بجے ہونے والا ہے چنانچہ اسی رات ٹھیک بارہ بجے ساحر، منکر اور مرتد اور شیطان کے مرید امبروسیو کو سرعام زندہ جلائے جانے کے احکامات صادر کردیئے گئے۔

داروغہ نے جب امبروسیو کو جیل کی کوٹھری میں پہنچایا تو وہ نیم جاں ہو رہا تھا۔ وہ ہر طرف سے مایوس ہو چکا تھا اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس کا خوف بڑھتا جارہا تھا۔ "میں زندہ جلا دیا جاؤں گا۔" اس نے سوچا "کوئی امید نہیں — بچنے کی کوئی امید نہیں۔"

عجب خوفناک اور آزمائشی وقت تھا یہ جس کا تجربہ امبروسیو کو پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ کبھی تو وہ خاموش ہو جاتا اور خالی الذہن بیٹھ رہتا۔ کبھی وہ اٹھی سیدھی باتیں بکنے لگتا، کبھی ہاتھوں کو ملتا، کبھی سر پیٹتا اور اس دن کو کوسنے لگتا جس دن وہ پیدا ہوا تھا۔

سخت مایوسی کے ایسے ہی ایک دورے کے درمیان اس کی نظریں اس کتاب پر جم گئیں جو ملاؤ چھوڑ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ملاؤ کا یہ پُراسرار تحفہ اٹھایا — لیکن پھر فوراً ہی کانپ کر کتاب پھینک دی۔

پھر فوراً ہی سوچا کہ کم سے کم اس موت سے بچنے کا تو ایک راستہ تھا جو جج اس کے لئے مقدر کرچکے تھے اور جس موت کا خیال ہی اس پر لرزہ طاری کئے ہوئے تھا۔ وہ ججوں کو شکست دے سکتا اور اس بھیانک موت سے بچ سکتا تھا۔ اس نے جھک کر وہ کتاب پھر اٹھالی۔

زندہ جل کر مرنے کے خوف نے اسے آخری فیصلہ کرنے پر مجبور کردیا۔ اس نے کتاب کھولی لیکن اس کی بے چینی اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ ابتدا میں اسے وہ صفحہ ہی نہ ملا جو ملاؤ نے بتایا تھا۔

اپنی اس بزدلی پر آپ ہی شرمندہ ہوکر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ چند منٹوں تک وہ اپنی ہمت سمیٹتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور کتاب کا ساتواں صفحہ کھول لیا۔

اب وہ ملاّاو کی ہدایت کے مطابق پچھلی چار سطور الٹی طرف سے بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ بار بار وہ کتاب پر سے نظریں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور ظلمت کے اس شہزادے کو تلاش کر رہا تھا جس کو وہ بلا تو رہا تھا لیکن جس سے وہ ڈر بھی رہا تھا۔ وہ پڑھتا رہا اور ساتویں صفحے کی چوتھی سطر تک پہنچ گیا۔ سطر کا آخری لفظ اس کی زبان نے ادا کیا ہی تھا کہ گرج کی خوفناک آواز سے تہہ خانے کی دیواریں کانپ گئیں اور بجلی نے چمک کر اس کی نظر خیرہ کر دی۔

دوسرے ہی لمحے راندۂ درگاہ عزازیل دوسری دفعہ اس کے سامنے کھڑا تھا لیکن اب اس کا روپ بھیانک تھا۔ جب ملّاو نے اسے وہاں قبرستان کے تہہ خانے میں بلایا تھا تو وہ امبروسیو کو اپنی طرف مائل کرنے اور دھوکا دینے کے لیے خوبصورت لڑکے کی شکل میں آیا تھا لیکن اب وہ اپنی اس تمام بدصورتی اور بھیانک پن کے ساتھ آیا تھا جو اسے آسمانوں سے نکالتے وقت خدا نے اس پر مسلط کر دی تھی۔ یہ عزازیل تھا جو اپنے اصل روپ میں تھا۔ وہ مغرور فرشتہ تھا جو اپنی نافرمانی سے اس درجہ کو پہنچا تھا۔ اس پر خدا کی مار پڑی تھی چنانچہ اس کے نشانات اب بھی اس کے اعضا پر موجود تھے۔ اس کا قد و قامت لرزہ خیز تھا اور سر سے پیر تک اسے ایک بے حد سیاہ اندھیرے نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیروں میں انگلیوں کی جگہ خونخوار پنجے تھے۔ اس کی آنکھوں میں سے ایسے شعلے پھوٹ رہے تھے کہ انھیں دیکھ کر بہادر سے بہادر انسان لرز اٹھے۔ اس کے شانوں پر چمگادڑ کے بازوؤں کے سے دو کالے اور زبردست بازو مسلسل ہل رہے تھے۔ اس کے سر پر بالوں کی جگہ دوزخ کے سانپ لہرا رہے تھے جو خوفناک آواز میں پھنکار رہے تھے اور ان کی پھنکاریں زہریلی تھیں۔

یہ عزازیل تھا۔ خدا کے بندوں کا دشمن۔ انھیں راہ راست سے بھٹکانے والا۔ یہ وہ باغی فرشتہ تھا جس نے خدا سے کہا کہ وہ اس کے نیک بندوں کی راہ میں بیٹھے گا اور انھیں بھٹکا کر جنت سے دور اور دوزخ کے قریب لے جائے گا۔ یہ عزازیل تھا جو اس وقت ایک ہاتھ میں لپٹی ہوئی جھلی اور دوسرے میں آہنی قلم پکڑے ہوئے تھا۔ امبروسیو بت بنا اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی تھی۔

"کیوں بلایا گیا ہوں میں یہاں؟" ابلیس نے اندھیرے کے بادلوں میں سے کہا۔ اس کی آواز پھٹی ہوئی اور اندھیرے کے بادلوں کی وجہ سے گھٹی ہوئی تھی۔

امبروسیو کے منہ سے باوجود کوشش کے ایک لفظ نہ نکل سکا۔

"کیوں بلایا گیا ہوں میں یہاں؟" ابلیس نے پھر پوچھا۔

"مجھے سزائے موت سنائی گئی ہے۔" آخرکار امبروسیو نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ وہ کانپ رہا تھا اور اس کا خون سرد ہو جا رہا تھا۔

"تو؟" ابلیس پھنکارا۔

"مجھے بچا لو —— یہاں سے نکال دو مجھے۔"

"میری اس خدمت کا صلہ مجھے ملے گا؟ تم میری شرائط قبول کرو گے؟ تم میرے بن جاؤ گے جسمانی اور روحانی طور پر؟ اپنی روح تم قیامت تک کے لیے میرے حوالے کر دو گے؟ تم اس کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ کہو ہاں اور عزازیل تمہارا غلام ہے۔"

"اس سے کم پر سودا نہیں ہو سکتا؟ میری کم سے کم تر ین تابعداری سے تم مطمئن نہیں ہو سکتے؟ دیکھو۔ مجھے یہاں سے نکال لے جاؤ۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے میرے غلام بن جاؤ اور ایک ہزار سال تک میری روح تمہاری ہو گی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں اپنی روح میرے سپرد کرنی ہوگی اور ہمیشہ کے لیے۔"

"لیکن یہ میں نہیں کر سکتا۔ میں ابدی عذاب مول نہ لوں گا۔ میں ایک دن بخشے جانے کی امید نہیں چھوڑ سکتا۔"

"امید نہیں چھوڑ سکتے! خاک کے بیوقوف پتلے! اتنا تو گنہگار ہے کہ نہیں؟ تیری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور خدا نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ تجھے کبھی نہ بخشے گا کیونکہ مجھے خدا کا قرب بھی حاصل تھا اور جتنا میں اس سے واقف ہوں تو نہ ہے نہ ہو سکتا ہے بیوقوف! تیری تو یہ دنیا بھی گئی اور وہ دنیا بھی۔ تو نہ یہاں کی سزا سے بچ سکتا ہے اور نہ وہاں کی۔ تیری قسمت میں میرا بننا لکھا جا چکا ہے۔ خاک کے حقیر پتلے! تیرا خدا قہار اور جبار ہے اس نے دنیا میں بھی تجھے کیا دیا ہے جو تو اس سے آس لگائے بیٹھا ہے؟"

"یہ جھوٹ بکتا ہے۔ خدا کریم اور رحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کی وہ توبہ قبول کرتا ہے۔ بے شک میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن میں اس کی رحیمی اور کریمی سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔ جب میری روح اپنے گناہوں کی سزا بھگت چکے گی تو شاید۔"

"سزا بھگت چکے گی؟ احمق! تو کیا سمجھتا ہے کہ اعتراف تجھ جیسے گنہگاروں کے لیے ہے؟ نہیں —— نہیں —— امبروسیو! حماقت نہ کرو۔ تمہیں بہرحال میرا بننا ہے۔ لو اس جھلی پر دستخط کر دو اور میں تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا اور تم اپنی بقیہ زندگی آزادی اور مسرتوں میں بسر کرو گے۔ ہر وہ لذت تمہاری ہوگی جس کی تم آرزو کرو گے۔ زندگی سے لطف اٹھاؤ۔ حسیناؤں

سے اپنی آغوش گرم کرو اور محلوں میں رہو لیکن جب روح تمہارے خاکی جسم کو چھوڑ دے گی تو یاد رکھو وہ میری ہوگی۔ اس پر میرا جائز حق ہوگا اور میں اپنا حق نہ چھوڑوں گا۔"

امبر دسیو خاموش رہا اور ابلیس نے دیکھا کہ اس کی قوت ارادی میں رخنہ پڑ گیا تھا۔ وہ ڈگمگا گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی ابلیس موت کی تکلیف کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگا۔ ملک الموت کے مظالم اور بے دردی کو اس طرح بیان کیا کہ امبر دسیو کانپ گیا۔

"امبر دسیو! ملک الموت آدم کی پیدائش سے پہلے میرا ساتھی تھی۔ چنانچہ میں اس کی بھیانک صورت سے واقف ہوں اور میں جب جنت سے پھینکا گیا تو ملک الموت لوگوں کی روح قبض کرنے دنیا میں آتا اور میں اسے یہ کام کرتے دیکھتا رہا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کس قدر تکلیف دے کر روح نکالتا ہے۔ امبر دسیو! تمہاری موت اس لئے اور بھی سخت ہوگی کہ تم گنہگار ہو۔"

امبر دسیو برداشت نہ کر سکا اور اس نے شیطان کے ہاتھ سے جعلی کاغذ لے لیا۔ فوراً ہی شیطان نے اپنا آہنی قلم امبر دسیو کے بائیں ہاتھ کی نبض میں چبھا دیا۔ قلم کی نوک بہت گہرائی تک اتر گئی اور قلم امبر دسیو کے خون سے بھر گیا۔ لیکن امبر دسیو نے اس سے ذرا سی بھی تکلیف محسوس نہ کی۔

شیطان نے قلم راہب کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس نے جعلی کاغذ میز پر پھیلا دیا اور دستخط کرنے جا رہا تھا کہ اسے ایک دم سے جیسے ہوش آ گیا اور اس نے قلم پھینک دیا۔

"یہ کیا کر رہا ہوں میں! کیا کر رہا ہوں!" وہ چیخا اور پھر شیطان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"چلا جا یہاں سے، میں دستخط نہ کروں گا۔"

"بیوقوف! شکست خوردہ شیطان نے شعلہ بار نظروں سے راہب کی طرف دیکھا۔ مذاق کر رہا ہے مجھ سے؟ بہت اچھا تو جا پھر۔ اذیتیں برداشت کر، تڑپ تڑپ کر اور چیخ چیخ کر اس دنیا سے رخصت ہو اور پھر اس کا قہر دیکھ جس کو تو نے رحیم کہا ہے، لیکن اگر تو نے دوسری دفعہ مجھے بلایا اور اس طرح میرا مذاق اڑایا تو میرے یہ پنجے تیرے خاکی بدن کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔ اب بھی وقت ہے۔ بتا تو دستخط کرتا ہے اس معاہدہ پر؟"

"نہیں۔ جا یہاں سے۔"

فوراً ہی گرج کی آواز سے قید خانے کی دیواریں اور زمین کانپ گئی، خوفناک چیخیں قید خانے میں گونج گئیں اور شیطان رب العزت کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا اور لعنتیں بھیجتا رخصت ہوا۔

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

شروع میں تو امبر دسیو کو اس خیال سے بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ اس نے بنی نوع انسان کے دشمن پر فتح حاصل کی تھی لیکن جیسے جیسے سزا کا وقت قریب آ رہا تھا اس کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

امبر دسیو خدا کے حضور جاتے ڈرتا تھا۔ وہ اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ بہت جلد وہ اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے ہوگا، اس رب کے روبرو جس سے کیا ہوا عہد اس نے توڑا تھا۔

گھنٹے نے آدھی رات کا بگل بجایا۔ پہلے ہی گجر کے ساتھ امبر دسیو کا خون منجمد ہو گیا۔ انتہائی مایوسی کے ناقابل برداشت لمحے...... میں اس نے پُراسرار کتاب اٹھالی اس کتاب کو لے کر جلدی سے ساتواں صفحہ کھولا اور ایک عالم دیوانگی میں پہلی چار سطر الٹی طرف سے پڑھ گیا۔

ایک بار پھر کڑک، گرج اور اپنی ساری ہیبتناکی کے ساتھ عزازیل آ گیا۔

"تم نے پھر بلایا مجھے؟" وہ بولا۔ "کہو! عقل ٹھکانے آئی؟ کہو! منظور کرتے ہو میرے شرائط؟"

امبر دسیو کانپ رہا تھا۔

"امبر دسیو؟ اپنے خدا کو چھوڑ دو، اس کی رحیمی اور کریمی سے کوئی امید نہ رکھو، اپنی روح میرے حوالے کر دو اور میں اسی وقت تمہیں اس قید خانے سے نکال لے جاؤں گا۔ بولو! کرتے ہو دستخط؟"

"کرتا ہوں—— کرتا ہوں۔"

"میرے شرائط؟"

"مجھے منظور ہیں۔"

"تو پھر کرو دستخط۔"

شرط کا کاغذ اور خون بھرا قلم اب بھی میز پر پڑا ہوا تھا۔

"اٹھاؤ قلم اور دستخط کر دو۔"

امبر دسیو نے قلم اٹھایا، لیکن اب بھی وہ ہچکچا رہا تھا۔

"دستخط کرو—— سنو" ابلیس بولا "وہ لوگ آ رہے ہیں تمہیں لے جانے، جلدی کرو—— دستخط کرو اور میں اسی وقت تمہیں اس قید خانے سے نکال لے جاؤں گا۔"

امبر دسیو نے غور سے سنا۔ واقعی وہ پیروں کی آواز سن رہا تھا۔

سپاہی اسے لے جانے آ رہے تھے۔ وہ اسے زندہ جلا دینے والے تھے اور انتہائی خوف

میں امبروسیو نے وہ فیصلہ کر لیا جو وہ کرنا نہ چاہتا تھا۔

"اس — اس — تحریر کا مطلب کیا ہے؟" امبروسیو نے پوچھا۔

اس تحریر کے ذریعہ تمہاری روح بلاشرکت غیرے میری ہو جائے گی ہمیشہ کے لئے۔"

"اور اس کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"

"میرا سایۂ عاطفت اور اس قید سے فوری رہائی۔ دستخط کرو اور میں فوراً تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

امبروسیو نے قلم اٹھا کر جھلی پر رکھا۔

ایک بار پھر اس کی ہمت جواب دے گئی اس نے اپنے دل میں خوف کی ایک ٹیس محسوس کی اور ایک بار پھر اس نے قلم میز پر پھینک دیا۔

"ذلیل اور کمزور آدم زاد" شیطان گرجا۔ "دستخط کر فوراً ورنہ تو میرے آتشیں غصے کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔"

عین اس وقت بیرونی دروازے کی روک ہٹانے کی آواز آئی۔ امبروسیو نے موٹی موٹی زنجیروں کو کھولے جانے کی آواز سنی۔ وزنی روک گری۔ کواڑ کھولے گئے —— سپاہی کوئی دم میں آیا چاہتے تھے۔

شیطان کی دھمکی سے خوفزدہ اور ہر طرف سے مایوس ہو کر راہب نے جھلی پر دستخط کر دیئے اور اسے جلدی سے شیطان کی طرف بڑھا دیا۔

"لو" ۔ خدا کو چھوڑ دینے والے انسان نے کہا۔ "اب بچاؤ مجھے نکال مجھے یہاں سے۔"

"ٹھہرو" شیطان نے کہا۔

"اب اور کیا چاہتے ہو؟"

"تم اپنی مرضی سے اور مکمل طور سے اور ہمیشہ کے لئے اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو؟"

"ہاں ۔ ہاں۔"

"تم اپنی روح ہمیشہ کے لئے میرے حوالے کرتے ہو؟"

"ہاں ۔ ہمیشہ کے لئے"

"بغیر کسی حیلے حوالے کے؟"

"بغیر کسی حیلے حوالے کے"

"آئندہ کبھی تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع نہ کرو گے؟"

"نہ کروں گا۔"

"کبھی اس سے رحم نہ طلب کرو گے؟"

قید خانے کے دروازے کھلنے کی آواز آئی۔ کنجی کو تالے میں گھمانے کی آواز سنائی دی اور آہنی کواڑوں کے چولوں پر گھومنے کی آواز سنائی دی۔

"میں تمہارا ہوں اور میری روح تمہاری ہے ہمیشہ کے لئے۔" خوفزدہ راہب چلایا۔ "میں خدا کو چھوڑتا ہوں۔ کوئی میرا خدا نہیں ہے۔ سوائے تمہارے سنو — وہ آرہے ہیں — وہ آرہے ہیں۔ مجھے نکال لے جاؤ یہاں سے۔"

"دیکھو اے آسمانوں والے! فتح میری ہوئی۔ تیرا یہ بندہ اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرا ہے۔ امبروسیو! اب میں اپنا وعدہ پورا کرتا اور یہاں سے نکال لے جاتا ہوں۔"

فوراً ہی ابلیس نے امبروسیو کا ایک بازو پکڑا، اپنے دونوں کالے بازو پھیلائے اور راہب کو لے کر ہوا میں بلند ہوا۔ قید خانے کی چھت پھٹ گئی۔ وہ دونوں اس میں سے نکل گئے۔ چھت پھر بند ہو گئی۔

ادھر سپاہی قید خانے میں داخل ہوئے تو قیدی کو غائب پا کر حیران رہ گئے حالانکہ داروغہ اور اس کے ساتھ آنے والے سپاہیوں نے امبروسیو کو قید خانے سے نکلتے نہ دیکھا تھا، لیکن وہاں پھیلی ہوئی گندھک کی تیز بو کی وجہ سے انھوں نے سمجھ لیا کہ امبروسیو کس کی مدد سے آزاد ہوا تھا۔

انھوں نے بھاگ کر اس کی اطلاع محتسب اعلیٰ کو دی اور پھر یہ خبر کہ ساحر کو کس طرح شیطان اٹھا لے گیا، جنگل کی آگ کی طرح پورے مدرید میں پھیل گئی اور کئی دنوں تک یہ واقعہ لوگوں کے لئے موضوع بحث بنا رہا۔ رفتہ رفتہ یہ داستان پرانی ہو گئی اور امبروسیو کو لوگ یوں بھول گئے جیسے اس کا وجود کبھی تھا ہی نہیں۔

امبروسیو اپنے دوزخی آقا کے ساتھ فضاؤں میں اڑا جا رہا تھا۔ شیطان اسے تیر کی طرح لئے جا رہا تھا اور چند لمحوں بعد ہی اس نے امبروسیو کو ایک پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر اتار دیا۔ یہ بلند ترین پہاڑ سائرا مارینا کی سب سے بلند چوٹی تھی۔

حالانکہ امبروسیو قید سے چھوٹ گیا تھا اور مرنے سے بچ گیا تھا لیکن وہ اپنی آزادی سے محظوظ ہونے کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی اور اردگرد کے وحشت انگیز منظر نے اس کے ذہنی خلفشار کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ وہ عمودی اور مہیب چٹانوں اور

اندھیرے غاروں اور شگافوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اور اس کے سر پر سے بادل بھاگے جا رہے تھے۔ ان شگافوں میں بسیرا کیے ہوئے عقابوں کی چیخیں اور ہوا کی سیٹیاں، جو اس کا لباس نوچ رہی تھیں، اس کا دل دہلا رہی تھیں۔

امبروسیو نے خوفزدہ ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ اس کا دوزخی آقا اس کے قریب ہی کھڑا اور اس کو نفرت وحقارت اور ساتھ ہی ساتھ فخر اور خوشی سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟" آخرکار امبروسیو نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے اس ویران چوٹی پر کیوں کھڑا کیا گیا ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے لے جاؤ اور اسی وقت مٹلاہ کے پاس پہنچا دو۔"

شیطان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسے گھورتا رہا۔ امبروسیو نے اس کی نظر کی تاب نہ لا کر اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔

اور تب شیطان نے یوں کہا۔

"تو اب میرے اختیار میں۔ خاک کا یہ حقیر تو دہ! ہونہہ! مجھے اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ یہ ہے اشرف المخلوقات؟ آسمانوں کے مالک دیکھ تیرا یہ شاہکار اب ہمیشہ کے لئے میرا ہے۔ دوزخ کا داروغہ اسے دیکھ کر کس قدر خوش ہوگا۔"

اب وہ امبروسیو کی طرف گھوم گیا۔

"مٹلاہ کے پاس پہنچا دوں تجھے؟ حقیر انسان! بہت جلد تو اس کے پاس ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ تو اسی کا مستحق ہے۔ دوزخ تجھ جیسے بدمعاشوں کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔ سن امبروسیو؟ میں تیرے گناہ تجھ پر ظاہر کرتا ہوں۔ انطونیہ اور الویرا کی جان تو نے لی۔ وہ انطونیہ جس کی تو نے عصمت دری کی، تیری بہن تھی اور الویرا جس کی تو نے جان لی وہ عورت تھی جس نے تجھے جنم دیا تھا۔ بیوقوف! حقیر انسان؟ تو اپنے آپ کو انسانی کمزوریوں سے پاک سمجھتا اور اس پر غرور کیا کرتا تھا؟! احمق! میں نے بہت پہلے سے تجھے تاک لیا تھا کہ تجھے اپنا شکار بناؤں گا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تیری پاکدامنی اصولوں کی وجہ سے نہ تھی بلکہ محض نمائشی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تو مریم کے بت کو کیسی نظروں سے دیکھتا تھا اور میں ان جذبات سے واقف تھا جو تیرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ میں نے اپنی ایک ماتحت مگر عیار روح کو مریم کے اس بت کی صورت اختیار کرنے کا حکم دیا جس کی تو پرستش کرتا تھا۔ وہ مٹلاہ بن کر تیرے پاس آئی اور اس کی ذرا سی خوشامد نے تیرے تکبر کی دیوار توڑ دی۔ تیری جنسی بھوک تسکین کا بہانہ تلاش کر رہی تھی۔ تو وہ کرنا چاہتا تھا جس سے تو دوسروں کو

روک رہا تھا اور تو نے وہی کیا جس کی سزا تو دوسروں کے لئے تجویز کیا کرتا تھا۔ وہ میں تھا جس نے مٹلاہ کو تیر القدس توڑنے بھیجا۔ وہ میں تھا جس نے انطونیہ کی خوابگاہ میں گیا تھا کہ اس سے اپنی آرزو پوری کرے اور اس طرح میں تیرے گناہوں میں اضافہ کرتا رہا۔ تو نے قتل بھی کیا اور عصمت دری بھی۔ تو نے خود اپنی ماں کی اپنے ہاتھوں سے جان لی اور خود اپنی بہن کی عصمت دری کی۔ سن امبروسیو! اگر تو نے مزید ایک منٹ میری بات نہ مانی ہوتی اگر دستخط کرنے میں تو نے صرف ایک منٹ کی تاخیر کی ہوتی تو تو اپنا جسم اور روح دونوں بچا لیتا۔ وہ سپاہی جن کے پیروں کی چاپ تو نے سنی تھی، محتسب اعلیٰ کی طرف سے معافی نامہ لے کر تجھے آزاد کرنے آئے تھے، لیکن فتح میری ہوئی، میری چال کامیاب رہی۔ اب تو میرا ہے اور اب آسمانوں کا مالک بھی تجھے نہیں بچا سکتا۔ یہ امید نہ رکھنا کہ توبہ تلا کر کے تو بچ جائے گا۔ میرے عہد نامے پر دستخط کر کے تو نے آسمانوں والے کی رحمتوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں تیرے خیالات نہیں پڑھ سکتا؟ بیوقوف! میں انھیں کھلی ہوئی کتاب کی طرح پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے تیری بناوٹ دیکھی، میں نے ان کا ظاہر دیکھا اور آج دھوکا دینے والے کو دھوکا دے کر کامیاب ہوا تو بلا شرکت غیر میرا ہے۔ تیری روح میری ہے جسے میں حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہوں۔ میں اسے جلد سے جلد تیرے جسم سے الگ کر کے اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہوں۔" چنانچہ تو ان پہاڑوں پر سے زندہ نہ جائے گا۔

امبروسیو ایک سناٹے کے عالم میں ابلیس کی یہ لن ترانی سن رہا تھا لیکن اس کے آخری الفاظ نے امبروسیو کو حیرت زدہ اور خوفزدہ کر دیا۔

"اور پہاڑوں پر سے زندہ نہ جاؤں گا؟" وہ بولا "کیا مطلب ہے اس سے تیرا؟ کیا تو ہمارا معاہدہ بھول گیا؟"

ابلیس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا جو پہاڑوں میں گونج گیا۔

"ہمارا معاہدہ؟ میں نے یہی تو وعدہ کیا تھا کہ تجھے قید خانے میں سے نکال لے جاؤں گا۔ بتا؟ میں نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا یا نہیں؟ اب تو عدالت کی اذیتوں سے محفوظ ہے کہ نہیں؟! احمق ہے تو کہ عزازیل پر اعتبار کیا تو نے۔ جو خدا کا نہ ہوا وہ تیرا کیا ہوگا؟ تو نے کیوں نہ کل اختیارات اور زندگی طلب کی؟! اگر تو نے آزادی کے ساتھ اختیار اور زندگی مانگی ہوتی تو بھی تجھے مل جاتی لیکن تو تو صرف قید خانے سے نکلنے کی رٹ لگائے ہوئے تھا۔ اب پچھتانے کیا ہوگا۔ امبروسیو۔ تو نے جو مانگا وہ تجھے مل گیا۔ اب مرنے کے لئے تیار ہو جا۔ تیری روح کو اپنے قبضے میں کرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

UPLOAD BY SALIMSALKHAN@YAHOO.COM

یہ سن کر خدا کو چھوڑ دینے والے کے حواس باختہ ہو گئے۔ وہ گھٹنوں پر گرا اور اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔

ابلیس اس کا ارادہ بھانپ کر غضب ناک ہو گیا۔

یہ کہتے ہی ابلیس نے لپک کر اپنے نکیلے پنجے امبر دسیو کی کھوپڑی میں اتار دیئے اور اسے لے کر پہاڑ کی چوٹی پر سے کود پڑا۔

امبر دسیو کی چیخ غاروں، شگافوں میں اور چوٹیوں پر گونج گئی۔

ابلیس اسے لے کر اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اوپر — اوپر — اور اوپر سے بہت اوپر پہنچنے کے بعد اس نے اپنا شکار چھوڑ دیا۔

خلا میں قلابازیاں کھاتا ہوا امبر دسیو نیچے گرا۔ نوکدار چوٹی نے اسے اپنی نوک پر لیا اور پھر وہ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری چوٹی تک لڑھکتا اور گرتا چلا گیا اور دریا کے کنارے پر اس حالت میں جا کر گرا کہ اس کے جسم میں ایک ہڈی سلامت نہ تھی۔

عین اس وقت ایک طوفان پھٹ پڑا، غضب ناک ہوا چٹانوں کو ہلانے لگی، آسمان کالے بادلوں سے ڈھک گیا۔ بجلی افق تا افق کوندنے لگی، موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پہاڑی ندی میں سیلاب آ گیا اور سیلابی پانی ندی کے کنارے پر پڑی ہوئی امبر دسیو کی مسخ شدہ لاش کو بہا لے گیا۔

☆☆

ختم شد